تذکرہ خندۂ گل

یعنی

اُردو فارسی کے ظریف شاعروں کے حالات مع انتخاب کلام

مولفہٗ

مولوی عبد الباری آسی

قیمت مع محصول چار روپیہ للعہ

فہرست

حروف الف

حرف جیم

حرف چ

حرف ح

حرف خا

حرف دال

حرف ڈال

حرف ش

حرف ص

حرف ض

حرف ط

حرف ظ

حرف ع

حرف میم

حرف ن

حرف و

شاہ مبارک آبرو اتفاقاً ایک آنکھ سے معذور تھے۔ ان کے معاصر مرزا جانجاناں نے
چشمک کے طریقہ پر ان کی ہجو میں یہ شعر کہا

آبرو کی آنکھ میں اک گانٹھ ہے　　آبرو سب شاعروں کی ہے

شاہ آبرو نے بھی جواب میں یہ شعر کہا

کیا کرو دل حق کہ کہنے کو میری ستم ہے　　آبرو جگ بیچ رہے تو جانجاناں ہے

یہ لطیفہ ہر چند آزاد کی بالکل اختراع ہے اور حقیقت سے دور لیکن چونکہ آبرو کا
شعر رنگ ظرافت کا ہے اس لئے اسے لینا پڑا اور یہ لطیفہ بھی درج کرنا ضروری ہوا۔
انکیں کا بھی ایک شعر ظرافت کا ہے۔

یاروں مستگار رفتار حوحوں کے بیچ　　ہے تو مستثنیٰ ولیکن مستقطع

یہ عہد محمد شاہی کے شاعر تھے۔ تاریخ انتقال کا پتہ نہیں چلا۔

آبنوس ایک شاعر نامعلوم الاسم کا تخلص ہے جس کا دیوان ایک سرسری نگاہ سے
میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا تھا جو اسی ضرورت کی وجہ سے غریب آبنوس کا سرمایہ عمر
بیچ رہے تھے۔ مگر قیمت اسقدر مانگ رہے تھے کہ میں اس کو خرید نہ سکتا تھا۔ تقریباً
دس جزو کا دیوان تھا۔ مگر ایک شعر بھی ایسا نہ تھا جس میں سیاہ کالا اندھیرا۔ یا انکا
مترادف کوئی لفظ نہ آیا ہو۔ افسوس ہے کہ ان حضرت نے مجھکو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ
جی بھر کر اسکو دیکھتا۔ اور اس سواد نامہ کا انتخاب کر لیتا۔ بیک نگاہ دیکھا اسی میں جو
شعر یاد رہ گئے وہ لکھتا ہوں اتفاق سے دیوان میں ایک شعر نظر آیا جسے دیکھکر ثابت ہوتا ہے
کہ ان کا نام کالے خاں تھا۔ مگر مجھکو اس گمان پر وثوق نہیں ہے شعر یہ ہے۔

دیکھکر اس کی زلف پر قربان　　لوگ کہتے ہیں مجھکو کالے خاں

ان کی ظرافت اگرچہ ایسی نہیں ہے جسے دیکھکر انسان بے اختیار ہنسی پر مجبور ہو جائے مگر
جو کچھ ہے کمال کا نمونہ ہے۔ یہ کچھ آسان بات نہیں ہے کہ تمام دیوان میں ایک جگہ بھی

ایسی وضع کو نہ لایا جائے اس پابندی کا ساتھ یا یوں ہی کچھ سہل نہیں ہے جو چاہے اسے در
ظرافت کی کسی وجہ لگا دی جائے اور لطیفہ کے طرف بہاستانی میانہ اور بیانہ استعر:-

نمونہ کلام یہ ہے -

یہ اس کی زلف پہ بھبتی کہی ہے یاروں نے
کہ کالے سانپوں پہ سا سا گھنگور رہا ہے

خلاف وضع ہے مرتا نہیں فرنگی پہ
میں آبنوس ہوں ہاں ہوں جان لگی ہے

اٹھیں تری آنکھیں تیری دیکھیں پانے والوں نے
کالی گھٹا کے کالے پہلے ہے کھا گئے کھانے والوں نے

جانتے ہیں کہ آبنوس ہوں میں
مجھ کو کہتے ہیں سب اک کالا شر

ایڑی چوٹی پہ وار دو مجھ کو
کالے بالی اتنا دو مجھ کو

اسے خدا سمجھتا ہے زمانہ
مگر وہ مت سلونا سا کو لا ہے

جمال و حسن اس کے لٹے دولت
لال کملی میں کالے دل سمجھو

شتر دلی ہیں اس کے موٹے ہونٹ
کالے توے کے برابر ہیں

رام ہو جائے گا مست کافر
پوجتا ہوں میں کالی مائی کو

اس چھوٹے سے بڑے دانتوں پر کیوں مارے گا لالہ
میں خوب سمجھتا ہوں اسکو کچھ اس میں کالا کالا ہے

خال ہے اس کے رو کے اوپر
کالا دانہ پڑا ہے مجسمہ پر

دل میں کھینچی ہے زلف کی تصویر
ساتھ ہے جیسے میرا اکھڑا میر

سعدی کا گلستان شیخ جی کا
ماتھے پہ کلنک کا ہے ٹیکا

زلف سنبھالوں گھٹا سے چہرے پہ
باغ کی ایک کالی کوئل ہے

احقر - سید ضمیر حسین نام ہے - اداؔ تخلص ہے - فیض آباد کے رہنے والے ہیں
دور موجودہ کے ایک خوش فکر خوش مذاق ظرافت گو ہیں ظرافت کے سوا اور کچھ
نہیں کہتے - نوجوان آدمی ہیں تعلیم معمولی ہے مگر ان کے استاد ایک قابل شخص ہیں

جسکی آگے پیری کی قابلیت ہوا تھا معلوم ہوتا ہے اور بقدر ضرورت دارو کی بھی حاجت نہیں
اور دوسرے صاحب بھی حوش فکر ہوا کرتے ہیں۔ کسی کو ہوا اور اوطان سے کی یہ سطر اسکے
تمسک لیے ہیں۔ جیسا کہ اسکے آتے کو زیرہ ظرافت کہ یہاں بھی شامل کر لیا ہے عالی نانگی
کی [illegible] کا سمجھتے ہیں اسی طرح یہ تمام اشعار شاگردوں کی غزلوں میں شامل
کر دیے ہیں حتی کہ میں نے اس راز سے واقف ہونے کے بعد خود ان سے اس امر کی
اجازت چاہی کہ میں تذکرہ میں آپ کا نام نامی لکھدوں تو مجھکو کبھی اجازت نہ دی
[illegible] صاحب کے اشعار میں زیادہ تر بطور مرثیہ یا مسدس [illegible] شامل ہے مجھکو
[illegible] مسعود رضا خلف اصغر شاہ محمد رضا صاحب جلیس [illegible]
کلام موصول ہوا سو وہ مسلمے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب بھیجوں گا کلام دو دل کا [illegible]
اس امر کے وعدہ کے ایفا کا وقت نہ آیا اور کی موت کا وقت آ گیا یہ حال
مسعود صاحب نے اپنی یادداشت کی بنا پر کلام لکھوا دیا تھا وہی حاضر ہے
کلام [illegible] اور زندہ دلی کے مصداق [illegible] ہے۔

بیوی نے صبح لی ہے تو حرکت کرا دیا
اپنے پہلو نازنین نے مانگ سے پیدا کر دیا

کاہے پھر تیرے بازو ہاتھ اپنے چلا دو
ہاتھ سے قبلہ و کعبہ ہو سکا سب ہمارا نہیں

دل عجیب کو دیں مجھ درد دل کی مشکل
کہیں نظام پھر چلی مرا دل ار بسیں

ہیں نامہ لکھے کو بھی ہے ہم نشیں بچا کی
یاد کی پھر یاد کی کھر یاد کی یاد کی

سحر کی شب مجھے سرسے ہیں ہونا کر لیا
ہم نے دیا غالب کوئی لیے بہشت فرمائی

آگے رکھکر پھر سکتے نہیں مجھ تھا تھا ہوا
آسماں کے ساتھ وہ اڑتی چلی آئی صبا کی

آزاد کے اس نام سے ایک قدیمی اور پرانی بیاض ملی ہے یہ دو شعر ملے ان کے سوا تمام
[illegible] بعد السلام علیکم [illegible] ہم فریاد کرتی ہے جس سے [illegible] حالانکہ [illegible] ۱۴

کاسہ چلانے کو بہت معلوم ہوئی شعر دو سناتا ہیں -

ایک بڑھیا سے تھم کی یاری　　ساری دنیا میں ہو گئی خواری

رات کو آس کے پاس جب لیٹا　　بولی چپ ہو کے سو رہو بیٹا

آس - یہ تخلص لکھنؤ کے ایک صاحب کا ہے - مگر جیسا کہ معتبر ذرائع سے سنا گیا یہ تخلص صرف ایک فرضی تھا۔ یوں کہ ۱۹۱۲-۱۳ء میں لکھنؤ میں ایک انجمن معیار کے نام سے قائم تھی اور ایک رسالہ بھی اسی نام سے شائع ہوتا تھا۔ اس انجمن میں لکھنؤ کے نامور شعراء شریک تھے۔ ثاقب، صفی، عزیز، ناطق وغیرہ اس کے ارکان میں سے تھے۔ انجمن کی طرف سے ایک ماہوار مشاعرہ بھی ہوتا تھا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں مرزا واجد حسین یاس عظیم آباد سے آئے۔ چونکہ مرزا یاس کو شاعری کا ایک فطری ذوق تھا۔ اس لئے مشاعروں میں شرکت کرنے لگے مگر چونکہ ان کو حسب خواہش داد نہ ملتی تھی اس سے ان کو خیال ہوتا تھا کہ اہل لکھنؤ ناانصافی کرتے ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح نہ تھا تاہم کچھ نہ کچھ اس کی اصلیت بھی تھی کیونکہ شعر کا معیار حقیقتاً ان کو ایسا اہم نہ تھا اور ہم یہ خیال نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک سنا ہے یہ بھی ہوا کہ ان کو بعض بعض مرتبہ بنایا گیا۔ مرزا یاس کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری۔ اہل قلم تھے خاموش نہ رہ سکے۔ اعتراضات کرنا شروع کئے۔ اور حریفوں کو دنداں شکن جواب دیے۔ ادھر سے ان کے مقابلے میں ایک فرضی شخص متخلص بہ آس پیدا کیا گیا اور اسی کے نام سے یہ مسدس کلام تقسیم کرایا گیا جس کے بعض شعر ظریفانہ ہیں

ہر آں کو نہ داند نہ داند مرا　　ستائش کند تا تواند مرا

جہاں پہلوان آس نیز دل ہم　　نہ گردان سعی مقاتل ہم

سپر پیش من حملہ آور افشاند　　رمیدند و مردند دل باختند

هلاکا بوستاں بدریم ما | سپہ یزداں ستیزتریم ما
ز ارخیل آتش پرستاں ہم | نہ یزداں کہ در کیش یزداں ہم
بکفم اندرم سیرۂ از قلم | منم طعنہ بر مصحف میسر قلم
بلے ہیچو من نیست اندر جہاں | ہنر پیشہ یا کم ہنر در زباں
نماید اگر دست من ہیچو تیر | دل پاکستاں را دیدہ دوزیم تیر
کہ در قلب مومن نگنجد ہراس | بود در دل کافراں جائے پاس
دل کافراں ہیچو دوزخ بود | در دوزخ سپہ پاس مطبخ بود
بہ قرآں کہ خواندیم لا تقنطو | تفو بر رخ پاسباں نیک تفو

آزاد - ایک شخص کا تخلص ہے جو علم سے بالکل بے بہرہ تھا قوم کا لُہار
اور بدایوں کا رہنے والا تھا - محبی محمد بدایونی سے یہ دو شعر دستیاب ہوئے -

آزاد کی ہے خانہ بدوشی کا یہ عالم | کاندھے پہ لئے پھرتا ہے چھپر کئی دن سے
ہمارے باغ کے کونوں میں کرنے کی بہار آئی | اگر خوشبو کی خواہش ہو تو دونا دیکھ کر دالو

آسی - خاکسار راقم تذکرہ کا تخلص ہے - اگرچہ زمرۂ ظریفانِ خوش مذاق میں میرا
شمول اور شمار نہیں ہو سکتا - مگر پھر بھی چونکہ اس طرف کبھی کبھی متوجہ ہوا ہوں
لہذا ان اشعار کو ضایع کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا طرز ادا میں مجھے اکبر کا رنگ سب سے
بہتر معلوم ہوتا ہے - بعض شعر اسی رنگ میں کہے ہیں اور بعض واقعہ طلب ہیں جنکی
بعض جگہ خود ہی تفصیل کر دوں گا اور بعض جگہ اس تفصیل کو محض تطویل سمجھوں گا -
میرا مولد و مسکن قصبہ آلدن ہے جو ضلع میرٹھ میں ایک نہایت قدیم شرفا کی
بستی ہے - بظاہر اس کی آبادی بڑی نہیں ہے مگر اسکی خاک پاک سے اپنے اپنے

دی علم اور دی ہنر سفر اسے پیدا ہوئے جنکی تھوڑی سی تعریف کے لئے ایک دفتر
درکار ہے - میری پیدائش ۱۸۹۳ء میں ہوئی ۱۸۹۸ء میں قاعدہ بغدادی پڑھنا
شروع کیا پھر قرآن شریف کے کچھ پارے حفظ کئے - بعدہٗ ناظرہ مصحف شریف
کو تمام کیا - اور فارسی شروع کی - ظاہر ہے کہ اب سے بیس پچیس برس پہلے فارسی کا
اچھا خاصہ رواج تھا - لہذا فارسی کی تمام درسیات ستقا سبنگا حافظ برکت علی مرحوم
سے جو اس قصبہ میں ایک نہایت ہی زبردست فاضل تھے پڑھکر عربی شروع کی
اور صرف - نحو - منطق - فقہ - حدیث مولانا مولوی سید سراج احمد صاحب سے پڑھی
بعد ازاں حدیث کی بعض کتابیں دوسری جگہوں میں تمام کیں - ۱۹۱۰ء میں طب کا
شوق ہوا - اور دہلی کے ایک نامور طبیب حکیم نواب جان صاحب مرحوم سے اسکی کچھ کتابیں
پڑھیں پھر مختلف لوگوں سے اور ذاتی طریق پر اسکی مزاولت رکھی -

شعر و شاعری کا شوق ۱۹۱۰ء سے شروع ہوا اسوقت تک بہت کچھ لکھا - مگر
چونکہ ابتدائی روش اب مطبوع خاطر نہیں رہی - لہذا پہلے دو دیوان ایک صاحب کو
بالکل دیدیئے گئے اور اب مشکل سے مجھے ان میں کا کوئی شعر یاد ہوگا - ایک دیوان
جس میں کچھ غزلیں پہلی کہی ہوئی ہیں میرے پاس ہے - اس کے علاوہ میری بہت سی غزلیں
ان لوگوں کے پاس گئی ہیں جنکو مجھ سے کوئی بھی تعلق نہیں مگر مروتاً ان کو بہت کچھ
لکھدیا گیا - ایک غزلیں کیا اکثر کتابیں مختلف علوم و فنون کی دوسرے لوگوں کے
نام سے لکھیں اور ملک میں شائع ہوئیں -

میری تصنیف سے اسوقت میرے نام سے یہ کتابیں ہیں اور حقیقتاً میں
انھیں کو اپنی تصنیف سمجھتا ہوں باقی جن کو دیدی گئیں خدا انھیں کو مبارک کرے

دیوان جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے - طریق اللغات - جی چاہتا ہے کہ اس کا مسودہ کچھ درج
کروں مگر بیکار ہے - شندر رتانترا ناول چار حصہ یہ ایک دلچسپ ناول ہے جو ایک خاص مدت سے

چاہتا تھا - مگر یاران فن یہ جانتے ہیں کہ درد و اثر پیدا کرنا انھیں لوگوں کا کام ہے جنکے
دلپر غم و الم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں - جو اپنے خرمن صبر و سکون کو برق نالہ سوز عشق
کے نذر کر چکے ہیں جنکو ابر بہاری کی طرح فضائے عالم میں رونے کے سوا اور کوئی
کام نہیں - میر درد کا مسیح علم چاہتا ہے عمل چاہتا ہے دل میں تشنگی کا طالب تھا
ہے - دماغ میں شوریدگی کا خواستگار ہے - ادھر یہ عالم ادھر ان مدعیان پیمبر
کے یہاں - نہ علم نہ عمل لہذا نتیجہ گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا - بہک گئے اور ایسے
بہکے کہ سیدھے راستے کے چلنے والوں کو بھی ساتھ لیا اور وادی غربت میں لیجا کر سراسیمہ
و حیران آشفتہ و پریشان چھوڑ دیا - خدا راہ راست پر لائے ان لوگوں کو جنھوں نے اپنی
غلطی اور نادانی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرنے کے جذبات ہی سے شعر میں درد پیدا ہوتا ہے -
نزع کا عالم آخری ہچکی تشنج اعصاب دم توڑنا - ہاتھ پاؤں سرد انگلیاں وغیرہ ہی تاثیر
و تاثر کی جان ہیں - غرضکہ ان لوگوں نے انھیں مضامین یا زائد از زائد مشکل مشکل
ترکیبوں کو غالب کا رنگ سمجھا اور اسی پر طبع آزمائی کرتے رہے تا اینکہ لکھنؤ کی تمام
فضائے شاعری اسی سم قاتل سے مسموم ہو گئی - اور اب تک مسموم ہی چلی جاتی ہے -
تیسرا گروہ تھا جسکو دعوی تھا کہ ہم زبان رکھتے ہیں - ہم زبان داں ہیں حالانکہ یہ
دعوی بھی صرف زبان درازی کی حد میں تھا - اس سے زیادہ کوئی وقعت نہ تھی
کیونکہ یہ لوگ زبان صرف اس کو جانتے ہیں اور جانتے تھے جس میں محض عورتوں کے ناز و
نخرے - ادائے بیحجابانہ - انداز بیباکانہ - انگیا چولی وغیرہ کا ذکر ہو باقی زبان کے اصلی
در فصاحت بے تکلفی - سادگی - روانی - آمد - کا کہیں نام بھی نہ تھا - یہ حال تھا جبکہ
میں لکھنؤ میں آیا - لطف یہ تھا کہ اگر ان مذکورہ بالا رنگوں کے سوا کوئی کچھ بھی کہتا مگر یہ
ممکن نہ تھا کہ اس کو داد دیجاتی - میں سخت حیران و پریشان تھا نہ پائے رفتن نہ جائے
ماندن - مجبوراً اس رنگ کو جو مرزا داغ کا تتبع تھا میں نے چھوڑ دیا - اور دہلی اور لکھنؤ کے

ساتھ اظہار کرتا رہوں۔ اسی روشنی پر اس وقت تک قائم ہوں [illegible]
کہ دل [illegible] کی آگ شعلہ زن ہوئی اور ہمیشہ ہم لوگوں ہی میں مصروف رہتے تھے [illegible]
اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ [illegible]
متاثر ہو کر ایک [illegible] بے اختیارانہ یہ شعر لکھا گیا۔

[illegible] [illegible]

چونکہ یہاں تفصیل اس واقعہ کو لکھنا نہ چاہیے [illegible]
محفوظ رکھتا ہوں، کبھی کبھی لکھوں گا۔ افسوس ہے [illegible] اشعار درج کرتا ہوں۔

اب بھی ہم [illegible]   [illegible]
قاضی صاحب [illegible]   [illegible]
ریل کی اکثر [illegible] شیخ صاحب [illegible]   [illegible] دو کوس [illegible]

غلط فہمی کا فیشن سے ازالہ ہو نہیں سکتا   کوئی گورا کسی کا [illegible] سالا ہو نہیں سکتا
جناب شیخ [illegible] کے چپکے چپکے کہتے ہیں   [illegible] ہو نہیں سکتا
مرے [illegible] کو جب [illegible] ڈاکٹر بولا   کہ [illegible] ہو نہیں سکتا
چنانچہ روشنی نکلی کی وجہ ضعف بینائی   چراغوں سے مگر ایسا اجالا ہو نہیں سکتا

شیخ مسجد میں گئے صاحب کلب میں ڈٹ گئے   ہم کسی قابل نہ تھے [illegible] ہو کر بیٹھ گئے

ہلکے پھلکے ہو گئے اس دور [illegible] میں   پائجامہ [illegible] ہو کر رہ گیا [illegible]

اس کا اقرار ہے ہمکو بھی کہ اچھا کافی　　دیکھنا یہ ہے کہ کیا ایسی ہی گندہ پانی

میرے شاگردوں میں سے ایک نے ہوٹل قائم کیا تو میں نے مذاقاً یہ شعر کہکر سنایا۔

کھٹیاریوں کے جیسے سب اب آپ کھلائیے　　ہوٹل میں رہیے اور جو چاہیے کھائیے

حسن کو درازی شبِ غم کا گلہ ہے کچھ　　بنگالیوں کے حلقے کے زلال دیکھ لیں

کچھ تکدر ہو اگر طبعِ ظرافت سنج میں　　دیکھ لے جا کر مسوں کا رنگ حضرت گنج میں

ہندو مسلم اتحاد کے بعد جو نفاق پھیلا ہے اسی سے متاثر ہو کر یہ کہا تھا۔

اختلافِ مذہبی جس وقت پیدا ہو گیا　　اتحادِ قوم چوں چوں کا مربا ہو گیا

قومی تحریکوں کی عجب ریل پیل ہے　　کہتے ہیں جو ہمکو جیل وہ لیڈر کو کھیل ہے

لیڈر ہیں ہی کیسے انھیں ساربان قوم　　ابتو انھیں کے ہاتھ میں سب کی نکیل ہے

کیوں کریں ہم جانِ ناتوانی کی رسوائی قبول　　کیک دشوار ہی ملتا ہے روٹیاں سہل الحصول

یہ نیا دور ہے ہر رسم کی تجدید کرو　　کوئی قیدی جو چھوٹے جیل سے تو عید کرو

کچھ شاعرانِ نکتہ داں ایسے بھی ہیں جنکے یہاں　　جتنے ملے الفاظ ہیں اتنے ہی معنی پست ہیں

ان کو برا ہم کہتے ہیں ہمکو برا وہ کہتے ہیں　　وہ اپنی دھن میں مست ہیں ہم اپنی دھن میں مست ہیں

آجکل جو قوم کے رہبر ہیں وہ لوگ اور ہیں　　شیخ بیچارہ تو اسی مدت میں بدنام ہے

سنا تھا الفاظ کو اسلام کے ہیں بزرگوں سے — مگر بدقسمتی سے اختلاف معنی نہیں سمجھے

شب غم ہے روز قیامت کی جوڑ — مگر میرے نزدیک دونوں بچے ہیں

دیوانہ سن کے ناصح ناداں کی داستاں — یہ کہکے اٹھ گیا کہ بڑا اچھا شعر ہے

مقام عبد کا معبود سے جدا ہی رہا — بتوں سے ہو نہ سکا کچھ خدا خدا ہی رہا

خیال قوم ہی ہر وقت اور ہر شب ہے — سوائے اس کے کوئی کام ہے نہ دھندا ہے
جو جوش قوم پہ آتا ہے وہ ہی مری اسپیچ — جو ہوش اُڑا لے جہاں تک وہ آن کا چندہ ہے

سنا ہے شیخ کبھی چپکے سے کہہ گئے اکبر — شراب رات کو اکثر حلال ہوتی ہے

بھولا ہوا ہوں ذکر حسین و بتول کا — قصہ چھڑا ہوا ہے رنگیلا رسول کا

دل میرا ادھر ہے جوش ادھر شانتی بھی ہے — ایسی پالیسی کو قوم مگر جانتی بھی ہے

یہ کچھ بھی نہیں سمجھے دانا ہیں کہ ہم کیا ہیں — اتنا ہی سمجھتے ہیں ہم خاک بسادہ ہیں

یہ تو سمجھئے کہ حضرت ناصح — آپ انسان ہیں کہ بندر ہیں

مینا ہی صدمہ آوے تو اے ماشیخ شفیق	ساری نصیحتوں کا جواب ایک جام ہے
وہاں جان ہوتی ہے یہ مغربی تعلیم	کہ اس زمانہ میں کالر گلے کا پھندا ہے
اس سے بہتر اچھے ہیں اشعار کہ وہ قول اکبر	تار و تیغ تو ہمیں الٹا نہ بنا کر دیا
کیا پوچھتا ہے حالت دل اے طبیب تو	چاہے جو خیر ہے تو نہ آنا قریب ہو تو
اے شیخ تجھ کو حالت جستار ہی نہیں	دم بھر کو اپنے پاؤں سے رکھتے جبیں پا

آشفتہ — عنبر شاہ خاں نام تھا۔ رام پور کے رہنے والے تھے۔ قاصد تخلص تھے۔ قائم چاند پوری سے اردو میں اصلاح لیتے تھے اور فارسی میں قدرت اللہ شوق کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک بیاض "ریاض عنبر" ایک فارسی دیوان موسوم بہ "تشریق الخیال" اور ایک اردو دیوان موسوم بہ تدقیق الخیال ان کی یادگار ہیں۔ ۱۲۳۳ھ تک بقید حیات تھے۔ آخر وقت میں مراد آباد آگئے تھے اور وہیں انتقال کیا۔ سید خاں کے گھیر میں مدفون ہوئے۔

آشفتہ نہایت ظریف الطبع اور شوخ مزاج واقع ہوئے تھے۔ بات بات میں مذاق کرتے تھے۔ اور ظرافت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ذوق ہجو گیر پایا تھا۔ کبھی کبھی ریختی بھی کہتے تھے۔ مگر اب وہ کلام نہیں ملتا ہے۔ تلاش اور جستجو کے بعد یہ دو شعر مل سکے ہیں جو درج کرتا ہوں۔

غیرت تھی بھری ہر جائی کی ایک ایک بوٹی میں	ہوئی سوکن گرفتار اچھی ناک چوٹی میں
کوئی توڑ ایسے سے اپنے جی کو الجھا ڈے	مری انگیا بھی ہوتی ابھی تو چاک سوٹی میں

آشوب — یعقوب علی خاں نام تھا۔ علی گڑھ کے رہنے والے تھے۔ پڑھے لکھے رندہ دل یار باش خوش خلق تھے۔ ریختی کے رنگ کے شعر کہتے تھے۔ مگر وہ رنگ

نہ تھا جو خان صاحب یار رنگین کا تھا۔ بکراں کے شاگرد تھا۔ اس نے چال رنگیلا پیا
ہے اس پہلے کے شاعروں سے نمونہ کلام یہ ہے

رکھتے ہیں جو کہ چھیل چھبیلا ازار بند — ہوتا ہے ایسے لوگوں کا ڈھیلا ازار بند
لوٹے ہے روز صحبت دلدار کے مزے — کیا خوش نصیب ہے وہ رنگیلا ازار بند
تو س قزح بھی دیکھ کے دم کھر تو لوٹ جائے — وہ لال لال ریشم وہ چپیلا ازار بند
کیا کیا مزے اڑاتا ہے جو چھوٹ جائے اپنے ہاتھ — وہ گورا گورا پیٹ وہ نشیلا ازار بند
پیارے ہر ایک چیز سے زیادہ پسند ہے — بانکا چھبیلا اور رسیلا ازار بند
کس مرد سے کے ہاتھ پڑا ہے یہ دوا چاہیں — کیوں ہو رہا ہے رات سے گیلا ازار بند
آشوب ان کو ڈر ہے کہیں بات کھل نہ جائے — اس واسطے وہ ڈالے ہیں سیلا ازار بند

لنگڑا کھوٹو ہے ہمسائی والا — کبڑا ہے کانا ٹھو ہے ہمسائی والا
نہیں رکھتا بالی کبھی آکر چابک — کہیں کیا یار دیکھو ہے ہمسائی والا
میں کیوں سامنے آؤں ایسے شخص کے — کوئی سالا ستو ہے ہمسائی والا
سبھی تیرہ چکر اسی کے لگے ہیں — بڑا ہی نکھٹو ہے ہمسائی والا

انگلیس۔ احمد شاہ کے زمانہ میں ایک مسخرا تھا۔ جو کوئی اس کے سامنے رباعی یا شعر پڑھتا تھا۔ خواہ وہ فارسی کا ہوتا یا کوئی دوہا وغیرہ کہتا۔ وہ بھی اس کا جواب اسی زبان میں ناموزوں یا موزوں فوراً پڑھ دیتا تھا اور کوئی تامل نہ کرتا تھا جب کہتے کہ کچھ سناؤ تو دوسرے طریق پر سناتا تھا۔ افسوس ہے کہ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں اس کا ذکر تو کیا ہے مگر کچھ نمونہ کلام نہ دیا۔

آشوب - میر حسن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک شخص کا تخلص ہے جو چیک رو درار قد ہے - نہایت مسخرا ہے - پوچ بے معنی شعر کہتا ہے - خود بھی ہنستا ہے لوگوں کو بھی ہنساتا ہے یہ شعر اُسی کا ہے -

در عشق تُسے جیوڑی بیست مچا ہے یہ پھرکی وہ ڈنا یہ رِغ وہ نچا پِغ

اٹل - تخلص میر عبدالجلیل نام، نارنول کے رہنے والے تھے - میر جعفر زٹلی کے معاصر تھے - کلام بالکل انھیں کے رنگ میں ہوتا تھا - نہایت بانکے سپاہی اور وضعدار تھے - ظرافت اور زندہ دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - ہنسی کے بغیر کوئی بات ہی نہ ہوتی تھی - جس زمانہ میں یہ دہلی آئے وہاں محمد عطا بانکے کا دور دورہ تھا - چونکہ خود یہ بھی بڑے بانکوں میں تھے - لہٰذا کبھی کبھی محمد عطا سے ان کی نوک جھونک ہو جایا کرتی تھی -

تذکرہ نویسوں نے ان کے بارے میں عجیب خلط مبحث سے کام لیا ہے مسٹر الیٹ فیلن صاحب نے ان کو بلگرامی اور سید ابوالفرح واسطی کی اولاد میں لکھا ہے غالباً میر عبدالجلیل واسطی کے ہمنامی نے اُن کو دھوکے میں ڈالا - حالانکہ میر عبدالجلیل بلگرامی جعفر زٹلی کے زمانہ سے پہلے گزر چکے ہیں - تذکرہ تحخانہ میں اُن کو دہلوی لکھا ہے - مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے - کلیات جعفر زٹلی میں ان کے نام کے رقعے موجود ہیں جن میں انھیں نارنول کا رہنے والا بتایا گیا ہے - اسی طرح یہ بات بھی کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ یہ میاں جعفر زٹلی کے شاگرد تھے - میر اٹل جعفر زٹلی کو جن الفاظ سے یاد کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے بڑے دوست تھے - مثلاً "پنا دہائی و چہ ٹرائی میر محمد جعفر زٹلی بڑے بھائی ہر روز از دیاؤ میاں سکھی باشند - از سید اٹل بعد از دہینگ و جوہار بہت و بسیار و مشو بار بشیارا و جھل و تفنی نماند"

اسی رقعہ میں حضرت سیاں حضرت سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں "امکان ملاقات و اشتیاق آں ملکہ آفاق از حد گذشتہ وہیبت بیرون وارد حبت اندیشہ افزون لیکن موجب آنکہ ہنوز اثر منزلش تا ناآوقا نیہا حوالہ موعود دوا نگیز می نگارد"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میر اثر ابھی حضرت رتلی سے ملے نہ تھے۔ اگر دہلی کے رہنے والے ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اپنے معاصر اور ایسے مشہور معاصر سے ملاقات نہ کرتے۔ بہر صورت بہت ممکن ہے کہ اس خط کے بعد ہی وہ دہلی آ گئے ہوں اور پھر یہاں سکونت اختیار کی ہو اور حضرت رتلی کے شاگرد ہو گئے ہوں۔ کلام تلاش سے بہت کم دستیاب ہوا جو کچھ ملا ہے

جیہ سید اثر زاریق دیاد — ی حیلہ ہیچو کہ سد وکشاد

سجھے دست خدا بھول بھلیاں وو دہوت — خوشیمات حی الذی لا یموت

دل ہے حیرت نہ ناجمال ہے — باشں ابرو شہ باکو کیال ہے

رہوت یہ یار ہیں رکھے جوں یار کج — رلفاں کج وابرو کج مژگاں خنجر دار کج

ظالم کمالے ستوح وشنگ دمروت پرچھا — دستار و مکدار کج زلفیں عجب ملدار کج

کرتی ہے قتل عاشقاں رہیبی ہر وہ رکھیی نگاہ — گھوڑے چڑھا سوار کج مانندے کر بہیار کج

اس طرحہ جوش رنگ اویز نگاری رو دل — نگاسے کج دطرہ کج داس طرہ پر تار کج

دیکھ سجن کے حسن کو جھوم رہا ہی جگ سبھی — رور رطارہ الست کا مانے اثر اچکیت آچکیب

اثر سید مخدوم عالم نام تھا۔ مارہرہ کے پیر زادے حضرت صاحب عالم مارہری کے پوتے اور سید مقبول عالم مقبول کے خلف اکبر تھے فارسی کی قابلیت نہایت اچھی تھی گھوڑے کی سواری کی مشق بہت اچھی تھی۔ نظم و نثر اردو کے ماہر تھے طریقہ رنگ ساکے

اشعار بھی کہتے تھے۔ مگر افسوس کہ عین عالم شباب ہی میں انتقال ہوا۔ کلام ایسا ضائع ہوا کہ پھر مل نہ سکا۔ مجھ سے ایک صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ تلاش کر کے دیں گے۔ کئی مرتبہ یاد بھی دلایا مگر انھوں نے ایفائے وعدہ نہ کیا۔ بہرصورت دو شعر مجھے مل سکے ہیں جن میں شوخی طبع کا ایک ہلکا سا رنگ ہے۔

واعظ کسی میخانہ میں ہو گا نہ گر گیا جو چاہے سو کہہ لے ہمیں اللہ کے گھر میں

روٹھ گئے مجھ سے تنہا ہو گئے بات بنتے کی خوشی کھو گئے

اُجاگر۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے کسی تذکرہ میں یہ نام اور اس نام سے کچھ کلام دیکھا تھا مگر اس وقت تذکرہ لکھ رہا ہوں تو نام و کلام کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ مجبوراً تخلص لکھ دیا گیا ہے۔ بہت تذکروں کی ورق گردانی کی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

احسان۔ حافظ عبدالرحمٰن نام تھا۔ دلّی کے مشہور و معروف استاد سخن گو تھے۔ شاہزادہ مرزا فرخندہ بخت ایزد بخش مرحوم عرف مرزا نیلی خلف حضرت شاہ عالم ثانی کی سرکار میں مختار کل تھے۔ استاد سلاطین کے معزز لقب سے مشہور تھے بڑے مشہور روسا اور شاہزادوں کے استاد تھے۔ تمام اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے مگر اصلی توجہ غزل کی جانب تھی۔ فارسی بھی کہتے تھے مگر اردو سے تعلق خاطر زیادہ تھا۔ بلکہ آپ کا قول تھا کہ "غزل ریختہ اگر خوب باشد بہتر از فارسی ست" مگر ساتھ ہی فارسی کی مزاولت کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں شعر اساتذہ فن کے آپ کو یاد تھے۔ ایک مرتبہ شاہ عالم کے اس مصرع پر "صبح بھی بوسہ تو دیتا مجھے اے ماہ نہیں" یہ مصرع "نا مناسب ہے میاں وقت سحرگاہ نہیں" لگا دیا تھا۔ کسی نے وقت سحرگاہ پر اعتراض کر دیا۔ یعنی۔ وقت۔

اوگاہ کا اختراع درست نہیں۔ چنانچہ اس میں نمائندہ کا یہ شعر پڑھا۔

آدمی پیر چو شد حرصش جواں می گردد　　خواب سنگ وقت سحرگاہ گراں می گردد

تمام حضرات سن کر سناٹے میں آگئے۔ اسی طرح آپ کی عادت تھی کہ جہاں کوئی خلاف معمول ترکیب یا لفظ اپنے شعر میں لاتے تو سند اُس کی استاد کا شعر لکھ دیا کرتے تھے۔

اکبر شاہ ثانی کے مقربین خاص میں سے تھے اور خاص خاص صحبتوں میں بھی آپ ہمیشہ شریک رہتے تھے۔ شاہ نصیر بھی چونکہ درباری شعرا میں تھے اس لیے حافظ صاحب اور اُن سے کبھی کبھی نوک جھوک ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ شاہ نصیر نے انہیں پر چوٹ کرتے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

اے خال رخ یار تجھے خوب سمجھتا　　جا چھوڑ دیا حافظ قرآں سمجھ کر

غالب، مومن، ذوق وغیرہ سب لوگ آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ کو مصلح زبان جانتے تھے۔ اگرچہ رعایت لفظی کا آپ کے کلام میں کافی التزام ہے مگر پھر بھی نامانوس ترکیبوں دور از کار تشبیہوں، تکرار اضافات وغیرہ سے آپ نے حتی الوسع احتراز کیا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بھی آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ اور کچھ درماہہ معین تھا۔ ایک مرتبہ ماہواری کے پہنچنے میں دیر ہوئی تو آپ نے یہ قطعہ لکھ کر پیش کیا۔

صید ماہی و صید دل شاہا　　خوب ہے اور کچھ نہیں معیوب

جال ہوں اور شکار مچھلی کا　　بنسی ڈوری کا ہے کانٹا خوب

قطب صاحب تھے جب حضور گئے　　وہ دوماہہ گیا ہے میرا ڈوب

اس کو بھی حکم ہو نکل آئے　　صبر کب تک ادھر میاں ایوب

بدگویوں نے ایک مرتبہ اکبر شاہ ثانی کے کان بھر دیے تھے اسی وجہ سے عرصہ تک قلعہ میں نہ آ جا سکتے تھے۔ سلام مجرا بند تھا۔ آپ نے جب یہ رنگ دیکھا تو ایک قطعہ نظم کرکے بھیجا جس کے بعد ہی فوراً قلعہ کی آمد و رفت جاری ہوگئی۔ قطعہ کے بعض

تعریہ ہیں

عرض عمارت پر یا جو دل میں حق میں | کیا گیا میرا اگر اک ہی احسان گیا
حکم والا یہ ہوا قاعدہ میرا احسان ہو | شش یک اسامی اک شہر کا اوسان گیا
اے شہنشاہ جہاں قدرشناس احسان | خاک کیا ہوسکے گی جو حکم کو میں مان گیا
شہر وہ کیا ہے کہ جس شہر میں احسان نہ ہو | قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا

حضرت احسان کی پیرانہ سالی کا عالم تھا۔ مگر پھر بھی اتنے بڑے شہر دلی کا کوئی مشاعرہ ایسا نہ ہوتا تھا جہاں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ تمکنت۔ غرور۔ خودداری نام کو نہ تھی۔ اور لطف یہ کہ ہر رنگ میں شعر کہتے تھے شستہ اور مہذب ظرافت میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا اور تاحین حیات تفنن طبع کے طریق پر غزل ہی میں کچھ نہ کچھ ایسے شعر بھی نکال جاتے تھے جو سننے والوں کے دلوں میں شگفتگی اور مسرت پیدا کر دیتے ۱۲۶۶ھ میں پچاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ پائی جاتی ہے ؎ دل گیا بیٹھ آہ حیف عالم سے احسان اٹھ گیا
ہر چند اس کے عدد ۱۲۶۱ ہوتے ہیں۔ وہ کلام جس میں شستہ ظرافت شامل ہے ملاحظہ فرمایئے ؎

ناصحی نے گلگلوں کی حرمت ہے کیا نہیں | لیکن بڑی ذلت ہے بہ صورت گدا کا بیچا جانا
بے مہنی بہن مہنی اس رفیق کے دلکش ہیں | مانگ اپنی دکھا جالی چٹکی کو بچا جانا
ہے دور سمجھ اپنی یہ حکم ہو آپ ہی | جب رات ہے آدھی ہم پاس تو آجانا
دلدادہ زلف سے دل در دستے کیا ہوا | کہ مجھ کو ایک الجھیرے لے ہو ابھی لوٹا
سحر اہ ایک بوسہ ہے تیسرے جھٹکیں | شہزادہ مہد آپ کی سرکار سے طرح
مجبور رہ ہوں تیغ سے تو تیغ کا اخلاص | اگرچہ پیر ہے پر ہے مرید با اخلاص
ڈھونڈتے پھر شکم میں اندر دولت کو ہم | یاں کو دور رہ کی پڑی ہے سیلی کے دل تنگ کو ہم
قیمت بوسہ جو پوچھی لوٹے لے قیمت ہو یہ | آج لے قیمت ہی لینگے جان لے قیمت کو ہم

محتسب قہر ہے تو شوق سے نکلے انگور / اور محروم رہیں بادۂ انگور سے ہم

دعا ہے مجھکو کھٹکا تیرے ہمسایوں / ذرا سر رہے آستانے پہ سایوں

سنگم پر در قیامت کو دیکھتا ہیں تو میں جاؤں / کہ دو درج لیے حسن یہاں ہیلام کرتے ہیں

دو کبھی بوسہ مجھے اک ماہ میں لے ماہ رو / وقعت یہ کیا ہے کہ نوکر رکھو تنخواہ نہ دو

احسان - احسان علی نام ہے صحن ساز لکھنؤ میں قیام ہے - تجارت وعطر فروشی سے کسب معاش کرتے ہیں جوان آدمی ہیں تقریباً ۲۷ برس کی عمر ہے - دس بارہ برس سے شعر کہتے ہیں - چونکہ استعداد علمی معمولی ہے - اسی لئے بیشتر غزل گوئی کی طرف زیادہ توجہ ہے - غزل کبھی خوب کہتے ہیں تو اچھی کہتے ہیں ورنہ بدتیں گر جاتی ہیں اور ایک مصرع بھی زبان پر نہیں آتا - جناب شمس لکھنوی کے شاگرد ہیں - راقم الحروف سے کبھی شناسائی نہیں - نمونۂ ظرافت یہ ہے -

اسنے دربان کو اٹھا کیا ہے / آسکے ہم تیرے پاس کا کیا ہے

آئے ہیں وہ گدھے پہ ہو کے سوار / اب مسیحائی میں رہا کیا ہے

یوں رخ دکھلا کے مجھسے کہتے ہیں / یوں وہ ہو جیسے تو مرا کیا ہے

دونوں یکساں ہیں اہل دل کے لئے / لوچی کیا اور نانکا کیا ہے

سن لیا ہے جو نام احسان کا / کہہ رہے ہیں وہ مسخرا کیا ہے

تصحیح لگے قمیص لولا دربان کی اس پر / اچھا سجا کسی دل کٹھا ملو کہیں پہ

یہ کالے کالے مسے کب ہیں رخ حسیں پہ / حبشی بچوں نے ڈیرا کا ڈالا ہے ملک چیں پر

آزادیوں کا تمکو گر عشق دیکھنا ہو / سو الی اک مدرسہ قائم کرو کہیں پر

تم میرے پیار سے جالی اور میں تمہارا دامن / یوں حاشیہ چڑھایا ہیں نے خیال چیں پر

مونچھوں سے کوئی سیکھے پست و بلند ہونا / اونچی کبھی ہیں کہیں پہ نیچی کبھی ہیں کہیں پہ

دکھا سا ایا کبھی لیلیٰ کا رنگ دکھا — لا گئیں ہیں آسماں یاد وعدہ پر سر ہیں پہ
سکڑ رہیں جو کوئی ارماں وصل کی شب — آسمانیاں ہیں صدقے عاشق کی دلیلیں پہ

ہر کو اس درجہ پیار کرتے ہیں — جورو کبھی مالدار کرتے ہیں
رحیم کبھی پکڑ کے سکتے ہیں — یوں شکاری شکار کرتے ہیں
کیا نہ پیا دری کا ہے — مرد کو مرد پیار کرتے ہیں
آپ کے ناپ کا اجارا ہے — ایک کیا ہم ہزار کرتے ہیں
مسی آنکھوں میں سرمہ دانتوں میں — اس وہ الٹا سنگار کرتے ہیں

ترقی العلو ادراک اتنی کی زمانے میں — کہ عطاروں نے بیٹھے دیدیے آکو نکار کوں
اکڑ کر بیٹھا اس کا گدھے پر صاف کہتا ہے — سمجھتے ہیں کہ ہم بھی ہو گئے ہیں شہسوار دنیں
کوئی ہے بوجھنے والا پہیلی اک بجھاتا ہوں — وہ کیا شے ہے جو مرجھائے تو ل جائے جیو ہار دیں
نکل اسے ہوا سے احساں ادھر تو واللہ حیکہ لو — عداوت ابھی ملجا لی ہیں اکثر یہ دہ دار دیں

بیکاریوں کا شغل جو آزار ہو گیا — ہر دن ہمارے واسطے اتوار ہو گیا
کیا لیتا ہے مرغ دل کو مرے دام زلف میں — اتنو وہ رشک حور جڑ بیمار ہو گیا
کیوں بچھوں سے مجھے زہر کیا آسیر کا — نالہ اثر میں سانپ کی پھنکار ہو گیا
احساں رہیگا یہ ہوں کا یہ دوستو کے سر — گر ہیر کو پلنگ کا آزار ہو گیا

کچھ غم نہیں جو زخمی کیا نامہ بر مرا — اچھا ہوا کہ سادہ تھا گلدار ہو گیا
چھیکا لگا کے آیا ہے روئے صبیح پر — اب وہ ماہ اختر و مدار ہو گیا

خواب صاف مرادوں کو ہراک مل سکتا ماہ ہو — کس اسامر کے والوں کو بڑے ٹکل سے ملتا ہے

عمر بھر یوں ہی رہا ہمکو فراق جاناں — جس طرح ماہ سے برسے لب مسرور ملا

کس طرح وعدہ وفا ہوتا کر یہم شب کا — جنتری ہی میں ہمیں ماہ دسمبر نہ ملا

عمر بھر خواب میں دیکھے ہیں ملاقات کے لب — پر مقدر سے کبھی رستے کو تعبیر نہ ملا

صدقے میں اس سی ہوئی متوالی چال کے — اک بار پھر چلو ذرا کو لا اچھیال کے

تلوار بھی وبال ہیں باعث ہے کال کے — کی اس کی عید حالی جو یال اُبال کے

ٹھکرا کے قبر ہو گئے لنگڑے ادا اڑ ہی — اس چلے خوب سوق سے کو ہلا آئی ہال کے

یعد مہ صیام نہ کیوں خستہ حال ہوں — کھاتے ہیں پان سیدہ وسیں لکڑ کے بہال کے

دل صاف کر کے آئے ہیں محفل میں آج شیخ — لا ساقیا تمہ اس کٹورا کھد کا ل سکے

اثر آخر کو کام آہی گیا حدث محبت کا — میاں ح اہد کے گھر ڈولا گیا لی فضیلت کا

فرکیں میں یہ عالم ہے میاں مجنوں کی الفت کا — کھلو باد ملبوہ سے پٹتے ہیں ہالی کی صورت کا

مکان دل شکستہ ہو گیا ہے اور اسدل سے — ہوا ہے شوق انکو جستہ عاشق کی مرمت کا

میاں مجنوں سے لے احسان سیتے ہیں کہ رحلت کی — صفا جیب ہو گیا بیمار ہے تمر اسہ محبت کا

وصف لکھنے کے لئے اس عیر سید تمتاد کا — ہر قلم کی جلسے گھنٹا کھنڈ حسین آباد کا

چہرہ میں گولہ تو اپنی میل نکسہ دیتا ہے کام — آہ عالم تک جا ہا ہے گولا عمرمی فریاد کا

احسن - ان کا نام قاسم ہے اس تذکرہ میں احسن قلی اور میر اعلیٰ اللہ اور صفیر بلگرامی نے اپنے تذکروں میں صرف مرزا احسن نامی خوشنویس اور صفحہ میں احسن لکھا ہے مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے اشعار میں ظرافت شامل ہوتی تھی مگر افسوس کہ اہل تذکرہ نے ظرافت کا کلام درج نہیں کیا بڑی دقتوں کے بعد ایک دو شعر مل سکے جو درج کرتا ہوں -

کہا جو میں نے کہ رحم تو ترے قمر نہ لگا بگڑ کے بولا کہ چل بے ادھر نظر نہ لگا

جام مے ساقی کے آگے لائے جو مجلس کے بیچ غیروں کو میں نے دیے اور یار منہ کو دیکھے رہے

اکثروں نے پی اور اکثر قطرے کو ترسا کیے تر ہو گئے وہ جیا اور وہ جیا منہ کو دیکھے رہے

احمق - اسم گرامی مصطفیٰ خاں ہے - کیپونڈ ضلع اٹاوہ کے رہنے والے ہیں - اور وہیں شورے کی ایک فیکٹری قائم کر رکھی ہے نا لگانی زمانہ وہی ذریعہ معاش ہے آپ کی عمر اسوقت ۴۵ - ۴۶ - برس کی ہوگی - مشق شاعری بھی بیس پچیس برس کی ہوگی - آپ عاشقانہ رنگ کی غزلیں فرماتے ہیں اور اسی میں حاسجا ظرافت بھی شامل ہوتی ہے - سنہ یا ۱۹۲۲ء میں جب آپکو سیاسی معاملات میں قید ہوگئی اسی زمانہ میں آپ نے سیاسی مضامین کو بھی داخل غزل کر لیا - اور ایک چھوٹا سا مجموعہ زنداں حماقت کے نام سے شایع کرا دیا جسکو دیکھکر اپنی دان اور پسند کے موافق چند شعر انتخاب کرکے نا ظرین کرتا ہوں آپ کی علمی لیاقت وغیرہ کا حال اگرچہ مجھے صحیح طور پر معلوم نہیں ہے - مگر کلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو فارسی عربی انگریزی میں آپ کو بقدر ضرورت دستگاہ حاصل ہوگی نہایت خلیق - ملنسار اور نیک طینت آدمی ہیں - غائبانہ بذریعہ مراسلت خطوط راقم سے بھی ملاقات ہے - انتخاب درج ذیل ہے -

ہیٔ حد بندیاں ہونے کو ہیں آئین گلشن میں کہو بلبل سے اب اندیشہ ہے کے آشیانہ میں

اللہ اللہ کس قدر ستھے الٹے کفتے میں پاؤں — جا کسا عاشق کیا ہے گو یا حرمی باردوش ہے
کہیے سو کہا جائیگا کیا رب سے دل کو یہ کہا — وہ ہی ہے بات بالی ہی کوئی امر دوش ہے

مرے ممو الیے کی قاس تو لعہ کی ہیں — ہیلے ذرا تم ان پتلوں کو سمہالو
سلام و عراں دنڈکی سے ہیں ہماری خاطر — مرغد کی فکر کیا ہے جا ہو جہاں سالو

کھا گیے کی سب یہاں راہ یہ یلیہ کی سکت — آہ لائی ہے کہاں سے یہ دیدار مجھے
میں وہ پہاڑ ہوں کہ اس دور کے اکثر جہلا — دور سے دیکھ کے کرلے ہیں استکبار مجھے

ٹکرانے سو کر جسمیں بیاس کر ماکھی ہیں آ ا — وہ ناحق کرسیوں پہ بیٹھنے کی مشق کرتے ہیں
یہ سو گی یہ مرارت پہ دل آ رائی کہاں آن ہیں — میسوں کے جا ہے دالے کہیں جو رو دل یہ مرتے ہیں

رقیب روسیہ کی صورت و سیرت معاذاللہ — ملا تسمہ وہ لنگور کی اولاد سید رہے
سنبھل او آسماں پتلوں کے نتیجے دراکس لیے — کہ مری آہ موران اس امر سے کہیے سے باہر ہے

صحبت صالح میں رہ کر ہوگئی اصلاح حال — میں گدھا تھا شیخ کے پاس آکے خچر ہوگیا
یہ تیرے دہن کی ہے جھک باعث یا جو — دو تیل کی پھیلی ہے کنشر سے نکل کر

جائے دل میں حسیال یار رہنے دیجئے — اس مکاں میں یہ کرایہ دار رہنے دیجئے
ہیڈ کر دیجئے عدو کو شہر میں لیکن مجھے — گاؤں کا اب ہی چوکیدار رہنے دیجئے
جا نہیں سکتی عدو کی شیخی اٹھا یا عشق — روغن زر پیچ و سم الفار رہنے دیجئے

دوڑ جائیگا احمق آپ کا خط دیکھکر | اس کو کارڈ بھی ہے یار ریپلائی دیجئے

باوجود اس التماس خاص کے بھی سیج جی | بار ہا تکرار سے گئے ہیں اُنکے گھر چلے ہوئے
اپنے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکار صاف | دو نشہ ہو گئے ظالم کو تر خاصے ہوئے
ریل گاڑی میں لکھی ہے ہمیں احمق بیعرل | صبح کو ہم دستے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے

گل عارض ہے یہ بلبل شیدا کی طرح | ایک آنکھ بھی تو کمبخت غزلخواں ہوا

چمن جب نذر صرصر ہونے والا ہو تو اے بلبل | یہاں سے گھونسلے کس واسطے تو نے بنا لئے ہیں
وفا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلّو | خدا کا شکر ہے کالج میں سے پاس ہو کے آئے ہیں
مرا الو نا سہی گلچینی باغ محبت کا | ابھی تک آپ نے لے جان و من کوٹے اوڑائے ہیں

خدا وندا تعلق کچھ تو حسن و عشق کا کر دے | مجھے مدر بنا دے یا انھیں کو لڑکی گدا کر دے
وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں ملتا | جو دو روٹی پکا کر ساتھ اُنکے ناشتا کر دے
دلِ عاشق فراغت کی جگہ ہے تم جو فرماؤ | وہ اس گھر کو تمھارے واسطے بیت الخلا کر دے
وہ کچھ بانس بہا کر دل مرا لیجانے والے ہیں | الٰہی دو گھڑی کے واسطے مجھکو گدا کر دے

جب کوئی اونٹ دیکھا ہوں قس دوئے | چلّاتا ہے کہ وہ مری لیلا سوا ہے

ڈمکن ہی میں ہمکو دل اللہ کی یاد ہے ہم — دکھی سر کبھی آ جائیگی وہ شانہ جواں ہو کر
مرا دل اور اُلی آرزو میں ہیں ہم کو نا — رہیں دو آدمی با قاعدہ بیوی میاں ہو کر

اک بڑے دوستہیں ہیں سبق کرا یہ ہے اعلیٰ — رہتا ہے مرا حافظ دل آٹھ پہر مسند
کس درجہ بیمار ہو۔ ہیں وہ مریم — یاد ہے ہیں اتنا بھی نہ ہوا ہو کر مسند

دل کی قسمت چار پیسے بھی نہیں لگتے وہاں — اک پیالی چائے کی حسرت بھی اس کے دل میں ہے

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار — نوبت آئے گی ہاتھا پائی کی
کشتی دل کی پڑ آ رہی ہیں — لاٹ صاحب سے ناخدائی کی
ہائے تقریب وصل کیا ہو گی — ان کو عادت نہیں مٹھائی کی
شیخ گیا جا کر ان کے کوچے میں — کیا عجب بات ہوئی ہے بائی کی
سچ تو یہ ہے کہ شیخ جی نے — کاٹ لی ناک پارسائی کی

آنکھوں سے رو کے نام ہی بالکل ڈبو دیا — گنگا کا گھاگرا کا اٹک کا چناب کا
شیخ اشتہار بانٹے پھرتے ہیں تبھی — نیلام ہونے والا ہے ٹھیکہ شراب کا

دور سبو ہے اور وہ پیوں سے لکار ہے — گویا جناب شیخ کے گھر کی دکان ہے
دولت اٹھا کے عمر وفادار بن گیا — ہلدی چڑھی گئی ہے نہ اب زعفران ہے

شعر پیدا اگر نہ دینگے مجھے ترم عشق میں — یا جی کڑھا سور تو شعر بنا لینگے

شریں وفا کی ہے بہار گرہی — ملا اور دوستوں کو کبھی شکر نہ مانگا

سوال وصل پہ یار و عدو کو — یہ اس الّو کے پٹھے نے کہا کیسا
ہمارا دل ہے ہم چاہیں جسے دیں — میاں ناصح تمہارے باپ کا کیا
چلے کالج سے ہو کے کونسل میں — ہماری انتہا کیا ابتدا کیا

ہمارے دل کا کوئی راز داں نہیں ملتا — یہ اوستاد وہ ہے جسے قدر داں نہیں ملتا
کچھ اس کو اپنی جفاؤں پہ غیرت آئی ہے — تو ڈھونڈنے کے لئے اس کو واں نہیں ملتا
وہ مرگ غیر پہ اظہار غم کریں کس طرح — کرایہ پہ کوئی نوحہ خواں نہیں ملتا

تو نے اے عشق رہ داں ہو کے راں پیچ پیچ — سمجھی جیسی خبر کو آہ زرہ مسلم کر دیا
کام آئی عاشقوں کے اپنی دریوزہ گری — کچھ دنوں تک وظیفہ آنا فراہم کر دیا

حرص کو ترک ہو تو دور ہو جائیں اے ساقی — مجھکو کچھ اور نہیں چاہیئے کمبل کے سوا
اور بھلا کیا مجھے پاس کا صلا کیا ملتا — حسرت لوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا
بس وہیں بیٹھ کے فرمائینگے بلغین صلوۃ — شیخ جائیں گے کہاں رحم مر ممبر کے سوا

دل پہ تخمو سا جاتا ہے — شب لیلۃ القدر کی رات ہے
واں حبیب کے جاتا ہی عید اسطرح — جو دیکھے یہ تجھے مسمات ہے

جاگیر پہ کام ہی آئی کہ آخر مسٹش — مجنوں کا خاندان زمیندار ہو گیا

لکھ دیے جو ت کام یا یاد م وصال   انکار کرنے والے کئے اقرار ہو گیا

و درد دل کو جاتا ہوں کہو   ستا رہی مجھکو کر [illegible] بیں ابی

دو دو ابھے جمیں ہیں ظلم واستبداد کا   جوت آلو لوٹا ہے آ جکل صیاد کا

یٹ آئی [illegible] ستا یر مجھے تنہی کو   لاٹ صاحب کی دہائی وقت ہے امداد کا

ہمنشا ہو کی جا ائی ساقی ہوجاتی مگر   ہے پڑ یاروں کے ٹولے میں مکاں صیاد کا

ستم سحر طراز ہیں [illegible] ام یار ہیں   یار کی ڈیڑھ ٹانگ ہیں لطف ہے [illegible] کا

میری نگہ کے [illegible] جو ہیں   دل ہے ہمارے پاس مگر [illegible] تو نہیں

انکی اجت سے بہتر یہ تھا کہ ہم   کہیں [illegible] ہی بیچا یا کریے

یا کہ آئے [illegible] ہی لب   ہم بھی سنسرا تا کو حلوا کریے

ایک [illegible] سے ایک والد ایک ہم   آپ ہی کہئے گذر کس طرح ہو قلاش میں

ایک جیکی ایک یا جانہ کا رس ایک ایک   کون کون اسا تیرا کیسا قند تھا ئی نہ تھا

[illegible] ایسا کہ [illegible] میں ایکبھی رہتا نہ ہاں   جیر گری جا [illegible] والا [illegible] نہ تھا

یہ سمجھکر بھی لیو اس درم کے پیری نہیں   ان کے ہاں کتنے کی [illegible] ہے مگر [illegible] نہیں

ہم اور عرش مطلب آئے ہیں عدو کے گھر میں — بکھرے ہیں بال کتنے رہتے ہیں آج سر میں
اس یاس و حسرت و غم فکر دل و جگر میں — ان مالکوں سے ہی ملک جان خطر میں

ہر دم ہی تماشا ہے انکی رہگذر میں — نکلا اک انکے گھر سے ہو بیٹھا اک انکے گھر میں
غربت میں جو میسر ہو جائے ہے غنیمت — کانٹے میں نقص کیا ہے جو ملی ہو کباڑ میں

کلو ملیں تو شاید ملتے ہو رہ محبت — ہر راہزن کا کھٹکا ہوں فکر راہبر میں
کل قصد ہے جو صبح تشریف آوری کا — پیسوا کے کلو ڑی ہاہی رکھ آئیگا سر میں

بوسے میں ہے ملاحت گالی میں ہے حلاوت — کھو ہے شکر نمک میں کچھ ہے نمک شکر میں

دل جسپہ مبتلا ہے بس ہے وہی دل آرا — ما ما ہیں داغ رحیم ما ما ہیں کنج سر میں
کہتے نہ تھے کہ دیکھو دشمن سے دور رہنا — اب کیا ما ہیں تمکو کیوں درد سے ہو کر میں
کہتے ہیں وہ آگی عارف ہوں یہ نگوڑے — جیسو ترا نہ ایک گز ان ملے دل لے گھر میں

ڈر ہے جناب احمق جو تم نہ دکھائیں اکڑ
چھپ چھپا کے روز قاضی جاتے ہیں انکے گھر میں

اسعد۔ جناب اسعد علی قدوائی کا تخلص ہے جو جناب احمد علی قدوائی کے بھائی ہیں لکھنؤ میں قیام ہے جس زمانہ میں کیننگ کالج میں پڑھتے تھے تو ایک مشاعرہ سالانہ میں میں نے آپکو دیکھا تھا نوجوان خوش مذاق ہیں اُس زمانہ میں ظرافت کہتے تھے نہ معلوم اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے یا نہیں۔ چونکہ زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں اس واسطے صرف کلام درج کرتا ہوں۔

اٹھا پردہ بس اب آزادیاں بڑھتی ہیں نسوانکی — یہ ہے تاثیر یورپ کے ہوائے فتنہ ساماں کی

جہاں تاریک ہے تقدیر دل ہر مشرقی کی یہ حالت ہے   ہماری ہے دراست ہے یہ تری زلف پریشاں کی
ستا ہے چپ آک کی ہے عمر کی تو مدامے حصر سے   ہے عمل سری و دشوار ہیں لگی تر لوریں ٹانکی
نتیجہ رکھ یہی کرے گا میرے ہوا اظہار   ادا ناکی کمی پہلے اس کی اٹھالی کبھی سہے ناکی
نہ پائی نوکری جب صاحب نے تو فرمایا   چلو بس خاک اڑائیں جا کے یورپ کے بیاباں کی
سی جی کھیچو کا راہ اثر ہوگی ہیں دکھلاو   پڑھو ممبر کے اڈے پر سا کر شکل ٹیاں کی
وکٹ کھائی لئے پھرتے ہیں میدان فضیلت میں   ترقی جیر سیڑھی ہے یہ اطفال دبستاں کی

اسرار۔ زمانۂ حال کے ایک شاعر ہیں بائیس تئیس برس کی عمر ہے فارسی کی تعلیم معمولی ہے انگریزی میں بی اے تک تعلیم پائی ہے۔ نوجوان ہیں مگر زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔ میرے شناسا اور دوست ہیں مگر اپنا نام اور پتہ لکھنے کی اجازت نہیں دی کبھی کبھی ظرافت میں کچھ شعر کہہ لیتے ہیں جس سے کوئی اظہار کمال مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اپنے تفنن طبع کے لئے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔

ان کے لب سے جو رال بہتی ہے   اسکو کہتا ہوں قند کا شیرا

نہ آلو نہ گوبھیاں نہ شلجم نہ ٹماٹر نہ بس   مقرر ہیں عاشق کے لکھا ہے ڈھنڈیاں
وہ ٹھیلے کے اوپر سفر کر رہے ہیں   نشاں ہے نہ بگھی نہ موٹر نہ لیس
مری ہر تمنا پہ ہنستے ہیں اور ہوں خفا   نہیں تقریریں ہوتے دم تکرار کوشش میں
وہ اور بیٹھے دو بیٹھا ہیں مانند ہول صاف   جو وہ نازنیں ہیں تو میں ہوں مدرس

آلو ہیں لے سمجھے بسایا   مجھکو کھٹ مٹھا خطاب دیا

ڈر کیا کرتا ہے

کیا سادہ ہیں جنہیں ملا ہے یار کا ظلم — خوں پیتا ہے مرے سر کا مثل بکر

جیسیں کہاں پڑیں حجامت پر — یہ سیدھا اسے ہی پڑ گئے اوسلے
سہیں سیلہ ہو کم او سوتا ہوں — سکھایا کھالے یوں لے دو تولے

یہ کہتا ہے جو گر جاتا ہے کھٹمل چارپائی کا — بہانا ہم نے اس فطرت سے کر دیا کی جدائی کا
جو اپنا سر جھکاتا ہے حجامت اسکی کرتے ہیں — حسینان جہاں کرتے ہیں اکثر پیشہ نائی کا

سنا کیا ہے جو لوں لیکر چھری پیچھے پڑا میرے — مرے ہاں وار کرنے کی نہیں کچھ قصائی کا

مولوی محمد اسمٰعیل - آپ میرٹھ کے رہنے والے اور زمانہ آخر کے ایک مشہور شاعر اور ادیب تھے سررشتہ تعلیم کے لیے جیسی کتابیں آپ نے لکھیں ویسی آج تک سرکاری مدارس کے لئے کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ آپ کی بیسیوں نظمیں آج بھی بچوں کی زبانوں پر ہیں۔ علاوہ نثر نویسی کے آپ ایک زبردست شاعر تھے۔ مرزا غالب مرحوم کے شاگرد تھے اور نہایت عمدہ شعر کہتے تھے زمانہ کے رسم و رواج اور مقتضائے طبیعت سے کبھی کبھی ظریفانہ شعر بھی فرماتے تھے۔ مگر آپ کی ظرافت نہایت سنجیدہ متین عبرت انگیز اور ناصحانہ ہوتی تھی۔ حالی مرحوم اور مولانا ممدوح کا ایک رنگ ہے۔ بلکہ بعض باتوں میں آپ حالی مرحوم سے پیش پیش ہیں۔ آپ تمام عمر تعلیم کے محکمہ میں گورنمنٹ کے ملازم منتہی

اور اپنے نانا کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ نانا ان کو شست حال صفا سے ۲
طالب علمی ۱۴۴ ہ کیا آخر بن نہیں لیکر مرکز چلے آئے تھے گویا وطن سے پیرا سالوں کر
تھی آپ کے علم اور تعلیمی مشاغل میں کوئی فرق نہیں آیا اور آخر دم تک جوں کے لئے
مناسب مفید مصدر کتابیں لکھتے رہے - ۵ ۹ برس کی عمر میں تمام سرکاری ۱۹۱۷ء
یا ۱۹۱۶ء میں انتقال فرمایا آپ کی تصانیف میں مفید کتابیں - اور ایک کتابا ان
علم یادگار رہیں

آپ نے ایک قصیدہ جدید عربیت کے نام سے کہا ہے جسمیں اہل زمانہ کی غفلت اور
کمزوری پر حسب عادت طنز و ظرافت کی گئی ہے یہ قصیدہ نہایت دلچسپ ہے لہذا چند
اشعار منتخب کر کے درج کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ مختصر قصیدہ کہا ہے جس میں
نصائح کے پہلو کو ظرافت کی چاشنی دیکر ترتیب کی صورت میں پیش کیا ہے -

میں شاعر نہیں ہوں نہ قصیدہ نگار — ایک سادہ گزارش ہے یادگاری اخبار
لہذا سنکے ناصح اس سادگی کی بات — کیا ہو گیا ہے تمہارا جا بجا بازار
تو دیکھتا ہوں کہ گزری ہیں ایسا کیا زمانہ؟ — اور اسی فکر کیا کہیں حساب و شمار
نہیں وہ مولوی فاضل لئے پھری گرہا — ہر ایک فن کی کتابیں ہیں طاق اور طرار
جوان ہے یا بوڑھا یا نانا دیکھے ہے — دکھایا چہرہ تو پہلو بچا گیا [illegible]
شخص دیکھا تو سر سے عمامہ کھولی — سر اپنے ڈھنگ سے کر [illegible]
چلا ہے ایک ملنگ کا بادشاہ بنکر سپیکر — کھڑا ہے ایک لئے سفید اڑ رہا ہے کو ہار
میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے — مٹا ہے [illegible] جو اس پر یہ یہ جدائی نوار
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانہ میں — نہ وہ زمانہ رہا نہ اب صورت سپہ کار
کہاں ہیں اب وہ دلیران صف شکن باقی — کہاں قوم نہ ہو گئی جان و دل نثار
جوانی دل سے دعا کہہ سنا سمجھا کر — میں اس سے بڑھ کے نہ مانوں زمانہ کی گفتار

ئے رہہار

ا آرے طومار

اک عاشق ار

ں موسو بار

عیرشا ودار

س وتاتار

سے لپٹے سوار

لیجے دخار

ہین وقار

ور سے شہوار

سے ادکار

ں شرامعیار

را ہواہر وار

لوحت بچار

دھا سکار

ں کی سے پکار

سے کس دیار

ہوں کی قطار

ہ گا بیڑا پار

شب فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر / تو ایک ناگ کو ڈر دو [illegible] کو مار

وہی لنڈوری ہے قمری لوبے کی بلبل / وہی ہے سرو کا کھٹا اور طول واشتہار

عوض [illegible] ہر دم دو لتیاں جھاڑیں / کریں سلام [illegible] دم دبا کے فرار

ہے مدح میر تو [illegible] شاعروں کا پیر / [illegible] ہیں [illegible] مر رہا ہے وار

حمال یوں ہے اعجاز [illegible] و موسیٰ / ہیں ایک گدہ دبالی کے سامنے سحار

[illegible] خدا کا لحاظ اور [illegible] کا ادب / [illegible] اُن کی [illegible] شاعری خدا کی مار

ہیں ان کی طبع دلی عنکبوت کا جالا / اور ان کی [illegible] مکھیوں کا شکار

وہ لوٹتے ہیں [illegible] لوگے ماول / [illegible] کے [illegible] طرح [illegible] کہار

[illegible] اور ورع کی کرتی ہیں [illegible] کھس کھس / [illegible] لبوں پہ جو تیرہ گفتار

لگائیں جو قصہ [illegible] دلو دری کا [illegible] / لگا دیں [illegible] ڈھر اور [illegible] کے مار

کریں چڑیل کو حوراں [illegible] / [illegible] اور [illegible] کٹیلی کو [illegible] چہار

حسد [illegible] ہوئے ہیں [illegible] متبدل وارد / [illegible] عرش [illegible] اتری جیارہ کو سکار

کریں جو مدح کسی پہ کبھی وہ [illegible] / تو پھر سکیں [illegible] ہیں اُنکے [illegible] گزار

بنائیں اُسکے [illegible] کا سلطان / جو [illegible] ہے کوئی [illegible] سردار

ہے سچ تو یہ کہ انہیں شاعروں کے [illegible] / لیا ہے [illegible] کلک [illegible] ہیں آل کرا دتار

مشاعرہ ہو تو لڑتے ہیں جیسے ٹکیی مرغ / [illegible] ہیں تیغ شکستہ ہیں [illegible]

وہ جو دو دست سے [illegible] استاد [illegible] / کہ جس سے کوئی [illegible] سیکھے اسلئے اشعار

اگر سنیں کہ ہوا ہے وہاں [illegible] / تو [illegible] قطعہ تاریخ کر رکھیں تیار

اجڑ گئے ہیں وہ [illegible] اور لد گئے ڈیرے / جہاں [illegible] [illegible] کا عدد [illegible]

جہاں ہو شادیوں شاعروں کی [illegible]

اب ایسی کا [illegible] نہیں کوئی سرکار

فلسفی علما

رساعروں ہی تماشے میں ہے فقر — کہ عالموں کا بھی اب دور ہے نہ شمار

وہیں پیا آتے جہاں کٹے دور صدی پہلے — گنا ہے قافلہ دور او ٹم لیتے ہیں عسار

[illegible] ستوں — ہو جیسے کہنہ کھنڈر کی ٹوٹی پڑی دیوار

نظم بہت طویل ہے اس لئے اسی پر اکتفا کی گئی

اسلاف کا [illegible] اگر نام [illegible] — پڑھتے پھرو اسے اس کے مزاروں پہ درود

[illegible] — یا اسی ہی [illegible] مسلماں لوگ

گر اک [illegible] اس میں [illegible] اسلام — جب سے مساجد سے [illegible] کام

[illegible] کھانے کے لیے [illegible] — [illegible] اکا پیام

لے کار وقت کو گزار و [illegible] — یوں [illegible] بہت بارود

رسالت کی فصل میں [illegible] لازم — کچھ بھی نہ کرو تو مکھیاں ہی مارو

[illegible] پیرس [illegible] انگریز — سب کرتے ہیں [illegible] ہوس [illegible] تیز

پڑھے ہیں مگر علوم انگریزی سے — گڑ کھاتے ہیں اور گلگلوں سے پرہیز

اشتہا - ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہے جس کا اصلی نام مرزا عبداللہ تھا ان کا وطن اصفہان تھا وہیں نشو ونما پائی اور معمولی تعلیم بھی اسی سرزمین میں حاصل کی۔ اشتہا کے والد کا نام حاجی فرید دل تھا جو گرجستان سے ایران میں آئے اور [illegible] کو بھی کہ وہ بھی گرجستان [illegible] اپنے ہمراہ لے آئے ۱۲۴۵ھ میں مرزا عبداللہ

پیدا ہوئے اور ابتدا میں والد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ یہ ابتدا ہی سے
نہایت ذکی اور ذہین واقع ہوئے تھے۔ مگر بدنصیبی تھی اول دس برس کے بھی نہ ہونے
پائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور بیچارے اشتہا کو مدرسہ میں داخل
ہونے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ بغیر اس کے اوقات گزاری کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی
حالت میں یہ تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ خوشنویسی کی بھی مشق
کرتے رہے۔ چند روز میں صرف و نحو۔ منطق۔ کلام۔ عروض و قافیہ میں کمال حاصل کرلیا
علم کے ساتھ ہی ساتھ ان کی خوش بیانی اور ظرافت بھی ترقی کرتی رہی تا آنکہ علوم رسمیہ
سے فراغت کرنے پر ایک زبردست ظریف بن گئے اور ان کی ہر طرف شہرت ہو گئی۔ اور
ابتدا ہی سے یہ بھی شوق دامنگیر تھا کہ اپنے معاصرین اور متقدمین کا عمدہ کلام بیاض کے
طور پر جمع کرتے رہتے تھے اسی شغف اور علو کی وجہ سے خود ان کو شاعری کا شوق پیدا
ہوا۔ مگر جب یہ خیال آیا کہ ہزاروں ذی کمال شعرا گزر گئے اور آج ایسے گوشۂ گمنامی
میں پڑے ہیں کہ کوئی ان کو جانتا بھی نہیں تو کچھ دل افسردہ ہو کر رہ گئے مگر طبیعت
کے ابھار اور دلی جوش نے سیلاب بیٹھنے دیا۔ یہ چشمۂ ظرافت کی صورت میں پھوٹ نکلا
اور روز بروز بڑھنے لگا۔ مگر ظرافت میں بھی ایک خاص قسم اختیار کی۔ یعنی تمام کھانوں
مٹھائیوں۔ میووں اور پھلوں کا ذکر کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا۔ اور آخر کار وہ تمام کلام
اچھا خاصہ گلستان ظرافت بن گیا۔ مگر زمانہ اہل کمال کا ہمیشہ دشمن رہا ہے۔
اشتہا بیچارے ہمیشہ مفلوک الحال پریشان روزگار رہے۔ کبھی پیٹ بھر کھانا نصیب
نہ ہوا۔ آخر اسی عالم کس مپرسی میں ۱۰۸۹ھ میں انتقال کیا۔ خرم نے ان کی تاریخ
وفات کہی۔

افسوس کہ اشتہا سے با فضل و ہنر — از ملک فنا سوئے بقا کرد گذر
گفتا پئے تاریخ وفاتش خرم — اے وائے کہ اشتہا ندارم دگر

فلسفی علما

شاعروں ہی نے سنائے ہیں یہ خبر | کہ عالموں کا بھی اسی دور میں ہے شمار
وہیں ... آرت جہاں تھے یہ دس صدی پہلے | گیا ہے قافلہ دور اور ... لیتے ... بار
... کا فاصلہ ... طویل | ہو جیسے کہ ... کی ... ہوئی دیوار
... سخت طویل ہے اس لئے اسی پر اکتفا کی گئی۔

... کا سمجھ کیا اگر نام ... | پڑھتے پھر ... آن کے مزاروں پہ درود
کہ ... تاریخ الوقت بھی ہے | یا اسی ہی پڑھی ... مسلمان ہو

کیا کہتے ہیں اس میں مفتیان اسلام | ... مساجد سے نہیں چلتا کام
اور کھانے کے لیے ... کو | ... بھی ہے یا ... کا پیام

بے کار وقت کو گزار دو یارو | یوں سست پڑے پڑے نہ ہمت ہارو
برسات کی فصل میں ہے ورزش لازم | کچھ بھی جو کرو تو مکھیاں ہی مارو

... پیروں کے کھیتیں انگریز | ... کرتے ہیں دنداں ہوس اپر تیز
چرتے ہیں مگر علوم انگریزی سے | گڑ کھاتے ہیں اور گلگلوں سے پرہیز

اشتہا۔ ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہے جس کا اصلی نام مرزا عبد اللہ تھا
ان کا مولد اصفہان تھا وہیں نشو و نما پائی اور معمولی تعلیم بھی اسی شہر میں حاصل
کی۔ اشتہا کے والد کا نام حاجی فرید ... تھا جو گرجستان سے ایران میں آئے اور
اسی ... کو بھی کہ وہ بھی گرجن تھیں اپنے ہمراہ لے آئے ۱۲۴۵ھ میں مرزا عبد اللہ

ما ہو اور اپنے والد کے سائے عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ ابتدا ہی سے
طبیعت ذکی اور ذہن رسا واقع ہوئے تھے۔ مگر بدنصیبی تھی اول درجہ کی۔ بچے ہی ہوں
گے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور بیچارے اشتہا کو در بدر مراحل
ہونے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ بجز اس کے اوقات گزاری کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی
حالت میں تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ خوشنویسی کی بھی مشق
کرتے رہے۔ چند روز میں صرف و نحو منطق، کلام، عروض و قوافیہ میں کمال حاصل کر لیا
علم کے ساتھ ہی ساتھ ان کی خوشنویسی اور ظرافت بھی ترقی کرتی رہی تا ایں کہ علوم مروجہ
سے فراغت کرنے پر ایک زبردست ظریف بن گئے اور ان کی ہر طرف شہرت ہو گئی۔ اور
ابتدا ہی سے یہ بھی شوق دامنگیر تھا کہ اپنے معاصرین اور متقدمین کا عمدہ کلام بیاض کے
طور پر جمع کرتے رہتے تھے۔ اسی شغف اور غلو کی وجہ سے خود ان کو شاعری کا شوق پیدا
ہوا مگر جب یہ خیال آیا کہ ہزاروں ذی کمال شعرا گزر گئے اور آج ایسے گوشۂ گمنامی
میں پڑے ہیں کہ کوئی اُن کو جانتا بھی نہیں تو کچھ دل افسردہ ہو کر رہ گئے مگر طبیعت
کے ابھار اور دلی جوش نے پچھلا نہ بیٹھنے دیا۔ یہ چشمہ ظرافت کی صورت میں پھوٹ نکلا
اور بہ زور و شور بہنے لگا۔ مگر ظرافت میں بھی ایک خاص قسم اختیار کی۔ یعنی تمام کھانوں
مٹھائیوں میووں اور بھوک کا ذکر کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا۔ اور آخر کار وہ تمام کلام
اچھا خاصہ شکرستان ظرافت بن گیا۔ مگر زمانہ اہل کمال کا ہمیشہ دشمن رہا ہے۔
اشتہا بیچارے ہمیشہ مفلوک الحال پریشاں روزگار رہے۔ کبھی پیٹ بھر کھانا نصیب
نہ ہوا۔ آخر اسی عالم کس مپرسی میں ۱۲۸۹ھ میں انتقال کیا۔ خرم نے اُن کی تاریخ
وفات کہی۔

افسوس کہ اشتہائے با فضل و ہنر	از ملک فنا سوئے بقا کرد گزر
گفتا پئے تاریخ وفاتش خرم	اے وائے کہ اشتہا ندارم دگر

اشتہا بہا نہایت نیکدل اور غیور تھے۔ کسی سے سوال کر کو ما بیسہ اشتہا تھے

تھے - ایسا وقت و فاقہ حتی المقدور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے اور عالی ہمتی سے

بسر اوقات کرتے تھے - اُن کے کلام میں ظرافت بہت ہے - اور اسی حد موثر

ہے جسکا ہم ذکر کر چکے - سختگی اُن کے یہاں قدماء سے کم نہیں - گو قدیم زبان اور

اس کی زبان میں فرق ہے - نمونۂ کلام یہ ہے - جو تمام دیوان سے انتخاب کیا گیا

مشہور گشتہ است در آفاق نام ما ۔۔۔ زیں اشتہا سے سیہ و مالا کلام ما

با ما کسے چگونہ زند لاف برتری ۔۔۔ کایں سکہ را زدند دو ادل نام ما

گر ز دری تمام خلائق کمند ہیچ ۔۔۔ گر ز عدا سے عشق ز ہیچ و سام ما

آں کعبہ بزرگ کہ در مسجد ست است ۔۔۔ سرپوش کو بیکے است و اپے طعام ما

قتادہ زار ما رساند کسے سلام ۔۔۔ ق ۔۔۔ وانگہ ز روئے لطف تو دید پیام ما

چوں ذکر خیر ما ہمہ ستیر ہی شماست ۔۔۔ دور از ہر ... کام ما

از فیض عام شد ہست تاریخ عافیت ۔۔۔ بیش از ... بہار قوام ما

از بسکہ آتشم بہ دل است از غم کباب ۔۔۔ سوز سمندری کہ بہ تشد بام ما

مشکل کہ روز حشر برآریم سر ز خاک ۔۔۔ تا بوسے قرمہ رسد در مشام ما

بوسے رسد مشام ز قرمہ لمتا ہم ۔۔۔ گر بار گرانہ بہ ہمہ دیگ جہاں را

گر یدہ دلمہ بدرم در بعل خلق ۔۔۔ یک لحظہ کہم کنتف دو صد زار دہاں را

گر یک دو سہ مالیدہ تکہ آرم بجرم ۔۔۔ صد پارہ کنم کوں بن شہرستان را

دستم مزن بر دل دگر از درد وجد ہم در گرہ ۔۔۔ دیگر سیاہ در دو رقد ال ایں طبل بیہ شکنا مرا

بلبل من ... حلوا را　　بخورم هرچه ... یکجا را
سرو را ... الحمد　　قامت قد سرو بالا را

یک سر ... تا کی ... کنم　　از کف این ساربان ایدل مهار خویش را

گو تحفه ... در ... موسم ... ها　　هر صبح ... گرانده ... پیدا
از بوی ... فردا ... وجرائم　　از تحفهٔ سحر چه اندیشه ... پیدا
در چین و خطا ... حکایت ...　　بر قامت ... دست کسا ... نیما
بان ... از ... کباب ...　　کین جامه بود درخور آن قامت رعنا
یک ... در همه عالم　　شاید که بجویم ... سر ... عقبا
شب تا سحر ... از فرقت انگور　　ای دیده بدامن همه دم عقد ثریا

گر ریخته اگر ... ام ... صبح　　باد گور ... اندر ... شکند ... را
اگر از نقل ... مراد ...　　همه عمر بکام ... طلبم ... را

تها بوسه ... افتاده ایم　　که سر ... رشته است ... را

تمام سال خورم حسرت شب ...　　از آنکه از دل و جان ... را
... هر که ... مربی بود　　... شیدی ... را
دو صد هزار فدک ... شمرده اگر　　دو دانه رفدک ... خرما را

گر چند بوده سیر دیر میخورد می اکثیر ا — از دست ار دو هم شکسته ر شجیرا
دم ار هر علم می رید در پیش ما ما قایلی — کر ما نگ حرستما حه ریه دم کفگیرا

سگی که گندم سنته دانه ام بود در جیب — نعیمه در نظرم روز عین آورده مر است

خلق را گر همه عیبت ز پیر نیست اینست — نیست میل دلم ما کرده گا هستی آمده
به ضیافت بر دو شام گرم همسایه — آستان است که بهتر به هزار الا هستی آ
لا عوار کوفته گاه چه گردد فسر به — شیر در عرصه پیدا بر شا چو بس آست
خاک وجودم از لنگا هد تا محشر — هر چند جستجو شود از او به آورده است
آنکس که تابع است بوسه طعام ما — از خاندان آدم شاکی فرشته خو است

با حرص است از وقرم سید القوم — چون مرد ما کسی که زآل پیمبر است
هر کس که هر شتم به ضیافت صدا زند — در نزد من بی رشته چو سلمان بود است
زر دک هر انکه سیم رخان میخورد مدام — زرد چو صحیفه و تمل ور شوره لا عراست
هر کس که خورد یار دادان زرد و بیا — او در جماع با خر مصری برابر است
رد عین ندانی ار چه زدست عدس نکو است — این قو عدس زشت به اداد و بویه است

امید دادم و دیده گریم چو شمع　　حالیا بود از ره و رهزنی یارم نیست
بیهده ساختن و تکیه بطعنه آرد　　گوش بر نالهٔ کهگر بر ملامت نیست

جام صبوح پیالهٔ خورد اگر کس توبه　　کیتو دیهان میرو عاجز و دلتو ما
کس درم مهرو زندگی زمهر گرم　　زندگی گر شوم بود زهجت یابوت
سمن بخشم کم اندل اماده را هرگز　　کرداده المیتن بود زرحمت یاقوت

هر که خاک در دنا کند کحل بصر　　بر سر رستهٔ لیتک بسبب بار رود
هر که فصه حر لوره آید مسلمان　　بهتر آنست سحر از حرو حرو ار ود

مال و بیار بسر بخوردیم مسکان　　ماراکه ازیاد نیکی سپید یکیب

هر کس که خورد کو دیدهٔ نگار نیست　　چون پیل پیکرش نقش فریبی کند

بخوان قلم آنکس که ز لو و از قمه　　سیاه نامه است که او درجاسه دارد
قیمت شعر زیج اره گر اسعریح　　شیر و دشیره صبح سیر جاسه دارد
ورق ز راک بود شعلهٔ دردک اسار　　الهی باشند اگر در ظلمت یم دوزند
عبیر درد دل و درد و کمر و بارصداع　　از بیار ز است عوبیا دوسه آر ار دگر
روستان جهان بپیه ار عیب شود　　تمام عمر بر سیا بیم اییا شب دراز

اشفاق - ایک غیر معلوم شاعر کا کلام اس نام سے علیگڈھ میگزین میں دیکھا گیا

بہت ممکن ہے کہ یہی نام کبھی نہ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکیں۔ نمونہ کلام یہ ہے -

مصرع کا لگانا تو ہے حصہ شعرا کا | سانچی ہے وہ جو کہ دیا مارے کا
قمچی سے میاں جی کی بچی جان بہ مشکل | کھدیڑ سے ہی کھی لی نام کو لڑکا
بیٹھا ہے جو گدھ کی طرح مودی منعم | بیٹھے رہ جانے دیا لے اڑتا کا

اصغر - آپ کا نام سید علی اصغر ہے - شاہجہانپور ضلع ... کے رہنے والے ہیں زمانہ حال کے مدرسہ شاعر ہیں اور وہ بیچ سالق میں آپ کی ایک نظم بعنوان رنگ میں بھنگ نظر سے گذری - جس میں بعض جگہ شوخیاں اور ظرافت کا لطف رنگ شامل ہے - انتخاب نظم یہ ہے -

یہ محرم میں ہولی کا تہوار | ہنسی صورت ہے اور دل بیمار
گر پڑے کھل کے پردہ ہائے چشم | جب نہ آیا ہمیں قرار بسیار
لگ گئی آنکھ موت آپہنچی | ہو گئی حس و حرکت بیکار
روح قالب سے سیر کو نکلی | عالم خواب کی دکھائی بہار
نظر آیا بہت بڑا میدان | عرصۂ حشر تھا کہ باغ گلزار
کوہ آتش فشاں میں ناگاہ | دھویں ہاتھ سے تیر پھر آبشار
ایک بڈھا مہیب ریشائیل | نظر آیا بصورت خونخوار
پیٹ میں آگ تھی معدہ میں ... | ٹکڑیاں شکم میں پڑی تھیں ہزار
ضعف پیری سے جھک گئی تھی کمر | سر بھی جنباں تھا صورت پرکار
پاؤں مانند جانے رفتن بھی | تھی عجب مخمصے میں جان نزار
کچھ ہراس اور کچھ بڑھی ہمت | بڑھ کے دو ایک قدم ہوا دوچار
پڑھ گیا چند آیتیں قرآن | کر کے دم دم بہ دم لا لا جسم نزار

دل میں آیا سال بھر کا ہے | ہم بھی تو آدمی ہیں ہاں سے دار
حضرت مفتی صاحب تھے یاں | اہلِ دل درویش کامل دیندار
پھر یہ آیا خیال اُن کے ساتھ | ہو یہ انسان پہ کوئی آدم خوار
ایک ہی لقمہ میں نگل جائے | مجھ کو حلوا سمجھ کے لذت دار
پھر پڑھا لاحول کہہ کے بسم اللہ | دل میں دھڑکا سا ہو ہی چلا یار
پھر چلا اک مریض اس طبیب کے پاس | دیکھی آنکھوں سے اُسکی حالتِ زار
شیخ نے پوچھا کہ کون ہو کیا ہے | اُٹھ کے بتلاؤ نام و دیار
کس لیے پیر تک سکے کھائی ہے | کس کی چشمِ سیہ کے ہو بیمار
بولا وہ مرد کیا خوش اسلوب | حال کیا پوچھتے ہو تم اسے یار
تیغِ ابرو کا تیر ہیں گھائل | میں ہوں ... کا عاشقِ زار
انقلابِ دہلی کا احوال | دیکھو آنکھی سے ہے درد کی دیوار
لوگ سب مسرور ہیں ہر محلہ میں | اُن کے افعال پر ہوں زار و نزار

فرطِ غم سے جو کھل گئیں آنکھیں | مٹ گیا سب طلسم کا گھر بار
وہی کنجِ قفس وہی فریاد | بسترِ غم ہے اور اضطرار

افضل — اس تخلص کے ایک شاعر تھے جو ضلع شاہجہاں پور کی تحصیل یا کچہری میں عرائض نویسی کر کے بسر اوقات کرتے تھے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔ ظرافت کے یہ شعر اُن کی طرف منسوب ہیں۔

پیشتر تھا سما عمر سے تمہید چار کا | پھر کبھی نہ ملا یک کو ملا لوٹ یار کا
وہ کھو کر دوستی یہ مآل کہتے ہیں | امام آئے مگر ساتھ نہ قبلہ رہ ہو

بہت مشکل ہے کھینچی شکل اوصاف بتانی کی | یہاں پر آکے گھس جاتی ہے دم بہتان بانی کی
سپید بال کی جب کر چکے منہ کالے ہم | پری سے ٹھکرائے سروں ہیں نوحہ دانی کی

افسر آپ کا نام نامی حامد اللہ ہے - آپ میرٹھ کے مفتیوں کے خاندان سے ایک معزز رکن ہیں آپ کی شاعری میں بہت سی وہ نئی چیزیں پائی ہیں جن کا اس سے پہلے وجود نہ تھا - بعض دلچسپ نظمیں جو بچوں کی قابل ہیں آپ نے اس دلکش انداز میں لکھی ہیں کہ بے اختیار داد دینا پڑتی ہے - تمام اصناف سخن پر قادر ہیں - بہتی سی نظم - نکتہ سنج و موزوں طبیعت پائی ہے انگریزی میں بی - اے تک تحصیل علم کرکے وکالت کے امتحان کے لئے تیاری کی تھی - کہ یکایک طبیعت اُچاٹ ہو گئی - اور تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کی - چنانچہ اسوقت تک آپ کی متعدد تصانیف ملک میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں - جن میں ایسے کتب سررشتہ تعلیم خصوصیت کے ساتھ قابل قدر اور لائق تحسین ہیں - انگریزی کے علاوہ فارسی کا مطالعہ بھی نہایت دقیق ہے - آپ بسلسلۂ ملازمت متعدد مقامات پر رہے اور ہر جگہ ادبی خدمات اور زبان اُردو کی اشاعت و ترویج میں منہمک رہے - آپ کی عاشقانہ شاعری میں بھی ایک خاص قسم کی جدت ہوتی ہے - اسکے ساتھ ساتھ کبھی کبھی رنگ ظرافت کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں - اور تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھی ہزل بھی کہتے ہیں - مگر آپ کو کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ ان کو شائع کیا جائے میرے سخت اصرار پر یہ چند شعر مرحمت فرمائے تھے آپ میرے زبردست عنایت فرما اور ہموطن ہیں - اتفاق وقت سے آجکل لکھنؤ میں مقیم ہیں اور جوبلی کالج لکھنؤ میں اُردو پڑھاتے ہیں آپ کی عمر تقریباً ۲۸ سال ہے

نظر کو وسعتیں حاصل نہ ہوں گی دوربینوں سے | خدا تک ہو نہیں سکتی رسائی ان پتلیوں سے
دوں سیاہی کی طرح عمر بسر کی ہم نے | یعنی کی لوح کے دفتر میں کلرکی ہم نے

جہاں میں عیب جتنے ہیں وہ سب کٹنے سے ہیں آئے ہیں ‏ کہ عیبوں کو چھپا لینے کے ڈھب نکٹے ہیں آئے ہیں

کہا یہ شیخ نے خطبہ میں راہ صدق و صفا ‏ سکھاتے ہیں نہیں اسکول اس زمانہ میں

یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے اکبر ‏ تمراس ملتی ہے شیشے کے کارخانے میں

وہ کہتے ہیں سوادیشیوں سے تنگ کر ‏ ہمیں چاہئے دو تو ہم سوت کاتیں

اُن کی پرواز اٹھیں تا بہ فلک لے پہنچی ‏ ہم ہی سوچ رہے ہیں کہ خیال اچھا ہے

مسٹر ہو مولوی ہو کوئی بات ایک ہے ‏ مذہب میں تو رمز ہے سیاست میں کیک ہے

چپکے سے کان میں سو پردے کی بات ہے ‏ یہ پردہ وردہ کچھ نہیں سب واہیات ہے

آپنے موجودہ زمانے کی روش پر بعض ایسے اشعار کہے ہیں جنکے الفاظ نہایت سلیس اور پرشکوہ ہیں مگر معنی نام کو بھی نہیں ۔ مگر اُن کے لکھنے کی اجازت نہیں دی ۔

افسق ۔ میر غلام حسین نام تھا ۔ برہان پور کے رہنے والے تھے ۔ اگرچہ عام اور مشہور تذکرے آپکے ذکر اور نام سے خالی ہیں ۔ مگر پھر بھی ایک معاصر نے آپکا ذکر ان الفاظ میں کر ہی دیا " اسمش میر غلام حسین افسق تخلص از شعرائے این عصر است از بسکہ مزاجش بہ ہجو مائل است و شعر تیغ زبانی می نماید اکثر مزاج او بہ طرف ہزل می آید شوخی طبعش از کلامش ہویداست و جولی مزاحش از تخلص پیداست کاش کہ این خیال در دل او جا یافتہ در آفتاب اشعار رنگین برشتہ آتش بہ تافتہ انشاء اللہ رفتہ رفتہ ازین تادیب شود و تخلص خود بہ ہدایت قرار دہد ۔ دریں ایام از راقم الحروف ارتباط کلی دارد دیباچہ دیوان را بخط خود نقل کردہ بفقیر ارزانی داشت ۔" یہ ہے وہ عبارت جو منشی لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی نے اپنے تذکرہ چمنستان شعراء میں افسق صاحب کے لئے لکھی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ میر صاحب صاحب دیوان شاعر تھے ۔ مگر اس زمانہ میں اتفاق وقت سے آپ کا وہ ہی لکھا ہوا دیوان جو صاحب تذکرہ کو اپنے ہاتھ

لکھکر عنایت کر دیا تھا رسالہ یاب ہوگیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اور
بیوی ۱۲۹۳ھ تک بقید حیات تھے۔ کیونکہ دیوان کے آخر میں دونوں کی مہریں
لگی ہوئی ہیں۔ بیوی صاحبہ کے ایک مقطع سے ان کے سلسلہ کا بھی پتہ چلتا ہے

ادق کے اس حسن کا ہوا شہرہ اس سے فیض اسکا ای عالم اور کا

دیوان میں سب اصناف سخن۔ رباعیات۔ مستزاد مخمس۔ واسوخت۔ اور ایک
مثنوی گنجینہ آفاق بھی شامل ہے۔ مثنوی چار کمان مکہ مسجد۔ چوک میدان۔ دائرہ میر
چادرگھاٹ۔ چار محل۔ اور چوک حیدرآباد پر نظمیں ہیں اور لطف یہ کہ حیدرآباد کی اخلاقی
حالت کا اس زمانہ میں بھی فوٹو کھینچ دیا ہے ساتھ ہی ساتھ اپنی آوارہ مزاجی اور باشی کے
حالات بھی صاف صاف بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ بےشمار بازاری کے ذکر سے دیوان
مالا مال ہے تاجو رحمت۔ حلیمی بیگم۔ جملہ تاج النساء۔ الٰہی بی جان۔ بیسا۔
زہرہ۔ گلابو۔ بیاشا کے نام جا بجا دیوان میں نظر آتے ہیں۔ تمہید کا عاشقوں کا پرستان
سا ہوا ہے۔ اور یہ ذکر جا بجا ایسے عریاں الفاظ میں کیا گیا ہے کہ زمانہ موجودہ کے
مصالح ان کو مثالاً بھی پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ غزلیں محض اور سراپا عشق ہیں
کہیں دلربا یا مہرو کی جو پر اتراتے ہیں تو پیچھے اڑا دیتے ہیں کنایہ اور استعارہ کو بہت
ہی بہت بلند ہیں کیا مجال کہ کہیں ڈھکی چھپی بات کہیں وہ وہ کھری سنائی ہیں کہ
ظرافت اور ہرزہ گوئی سے گزر کر فواحشات میں جا بیٹھے ہیں اور ہر ایک ہرزہ گوئی علاوہ صرف
معاملہ بندی نظر آتے ہیں اور جناب اوق ہرزہ گوئی کے میر محفل بنے ہوئے نظر آتے ہیں غرضکہ ان
حضرت کا دیوان ہزلیات کی انسائیکلوپیڈیا یا یعنی قاموس الفواحشات بن کر رہ گیا ہے۔
مگر ہزل میں اتنے مشاق معلوم ہوتے ہیں کہ آج بھی ہر لفظ ان کے کمال کا پتہ دیتا ہے۔
سرنامہ دیوان۔ جب بسم الشیطان الرجیم لکھا ہوا نظر آتا ہے تو پڑھنے والے کی طبیعت
خوش ہو جاتی ہے۔ بڑی مشکل سے آپ کے دیوان کا انتخاب کرکے واہیات سے بچا کر

جناب محتسب کانپوری نے چند شعر زمانہ رسالہ کانپور میں طبع کرائے تھے جن کو ہم [illegible]
نقل کرتے ہیں -

قطرۂ آب [illegible] کو دیکھو [illegible] | ہم نے کم دیکھا ہے موتی جگمگ ایسا [illegible]

قطرۂ آب کی آب سے | چہرۂ گوہر پہ ہے پانی [illegible]

جب اسے محفل کی [illegible] کے لیے میں [illegible] جیا ماں سے گئی

ادھر سے [illegible] آکے دونوں نے مجھ کو گریباں سے کھینچا

حیدرآباد میں سیلاب کا اس ۱۹۰۸ میں [illegible] ہوا تھا اسی کے متعلق کہتے ہیں -

آجکل ہے [illegible] کا رستہ حق آیا | ہے [illegible] دوں کی [illegible] والوں کی قبر

اس گردش فلک میں [illegible] | [illegible] کو [illegible] سال [illegible]

بارہ صدی کے دور میں [illegible] رہی | [illegible] زندگی کی [illegible] رہی

حسن کی تصویر [illegible] ڈھل گئی | [illegible] ہو گئی [illegible] گئی

کس ڈھب سے [illegible] پڑی | [illegible] کی [illegible] کھلا [illegible]

[illegible] پڑا [illegible] کو | کیا [illegible] ہوئی کیوں [illegible] پڑی ہے

اٹھو یارو تماشے کو [illegible] ہنگام ہوئی ہے | کسی کی لال ساری ہے کسی کی [illegible]

ماتوں کے حق میں گرچہ طوفاں ہے [illegible] | گاندھے کے حق میں لیکن [illegible] ہے [illegible]

یہی چند شعر ایسے ہیں جن میں جو احساسات [illegible] ہیں باقی تمام دیوان اسی سے [illegible] -

---

اقبال ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب پی - ایچ - ڈی - بیرسٹر ایٹ لا لاہور کا
تخلص ہے - آپ کے حالات بوجہ [illegible] محتاج تعریف نہیں آپ کی
شاعری قوت مشق - فکر صائب - تحقیق - جوش [illegible] کا [illegible]
ہے - اور درحقیقت اردو و فارسی نظموں میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے [illegible] آپ نے

اکبر مرحوم کے رنگ ظرافت میں بھی کچھ دیا یا ہے اس لئے نا گوار ستہ جو آپ کی اطلاع
غزلوں وغیرہ کا مجموعہ ہے چند اشعار کا انتخاب کرکے شامل تذکرہ کرتا ہوں۔ اگرچہ
آپ کی اصلی شاعری کے مقابل میں اس قسم کے اشعار کم سے کم درجہ بھی نہیں پا سکتے
مگر صرف آپ کے نام نامی کے لحاظ سے درج کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی
شاعری کے لئے ہرگز آپ کا دماغ موزوں نہیں ہے۔ کاش جو کچھ فرمایا ہے نہ فرمایا
ہوتا۔ انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

مشرق میں اصول دیں بجاتے ہیں   مغرب میں مگر مشین بجاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلے   واں ایک کے تین تین بجاتے ہیں

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں   مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف   پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

سنتے ہیں ہند میں جو خریدار ہی مفقود   آ جا بھی لیکے آئے ہیں اپنے وطن سے ہانگ

تھے وہ بھی دن کہ خدمت استاد کے عوض   دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجئے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق   کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجئے

ابھی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی   آئیں گے غسال کابل سے کفن جاپان سے

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے   واں کنٹر سب بلوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے

ممبری امپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں — ووٹ تو مل جائیں گے پیسے بھی دلوائیں گے کیا
میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے — ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ — نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

سنا ہے میں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں — پرانے جھونپڑوں میں ٹھاٹھ تھا دستکاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا — کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا

اکبر - یعنی سید اکبر حسین صاحب رضوی الٰہ آبادی مرحوم اگرچہ آپ کے کمالات نے آپ کو ہندوستان بھر میں اتنا مشہور کر دیا ہے کہ اب یہ احتیاج باقی نہیں ہے کہ آپ کے حالات لکھے جائیں مگر قاعدہ و ترتیب کی وجہ سے کچھ لکھتا ہوں - آپ ۱۶ - نومبر ۱۸۴۶ء اٹھارہ سو چھیالیس کو بمقام الٰہ آباد پیدا ہوئے - دیسی مدرسوں اور مکتبوں میں تعلیم پائی ۱۸۶۶ء میں آپ نے ادنیٰ درجہ کا امتحان وکالت پاس کیا اور نائب تحصیلدار ہو گئے - اور پھر اگست ۱۸۶۷ء میں ہائیکورٹ میں مسل خواں ہوئے ۱۸۷۲ء میں وکالت کی درجہ اعلیٰ کی سند حاصل کی اور ۱۸۸۰ء تک وکالت کرتے رہے ۱۸۸۰ء میں دوبارہ سرکاری ملازمت اختیار کی اور ترقی کر کے سشن جج کے عہدے تک پہونچ گئے ۱۸۹۸ء میں خان بہادری کا خطاب پایا - آپ کو فارسی اردو اور انگریزی زبانوں پر حسب ضرورت کافی عبور تھا - ابتدائے عمر ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا - اور جناب وحید الٰہ آبادی کے شاگرد تھے - رنگ قدیم آپ کی شاعری پر غالب تھا - مگر ظرافت کے پہلو ابتدا ہی سے کلام میں نمایاں تھے - بالآخر اسی رنگ نے

اسقدر ترقی کی کہ آپ کے قدیم رنگ طبیعت پر غالب آگیا۔ اور باایں کہ آپ رنگ قدیم
کے ایک پختہ مشق شاعر تھے مگر پھر بھی ظرافت پر آپ کے کلام اور کمال کا حصر
ہوگیا۔ اور اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو آج ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو آپ کی عربیت
کی حیثیت سے آپکو جانتا ہو بلکہ سب ظرافت کے ہی وجہ سے آپ کے کمال کے گرویدہ اور
دلدادہ ہیں۔ آپ نہایت ہی نیک طبیعت زندہ دل منکسر المزاج مکمل انسان تھے اسی
وجہ سے آپ کی ظرافت اُن ہزالوں اور فحاشوں سے بالکل الگ ہے جن کے دیوانوں کا
سرمایہ یا اُن کی ہرزہ سرائی اور مزخرفات ہیں یا فحاشی اور خرافات۔ اُن کے علی الرغم
آپ کی ظرافت نہ صرف ظرافت ہے بلکہ پند و نصائح اور قومی مذہبی تمدنی معاشرتی۔
زوال۔ رسوم۔ تاریخ۔ سیاست وغیرہ کا مجلی اور مصفی آئینہ ہے۔ آپ کی ظرافت سے
دل کو ایک سچی خوشی اور روح کو صحیح فرحت ہوتی ہے۔ اور آدمی اس سے اسقدر فوائد عظیمہ
حاصل کرسکتا ہے جو بڑی بڑی اخلاقی کتابوں سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔ حق باتوں کی تلخی
اور پند و نصائح کے زہر کو خوش بیانی اور مزاح سے شہد و شکر کے شربت کی مانند ایسا خوش مزہ
اور گوارا کردیا ہے کہ اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ ظرافت کے ساتھ اعلیٰ تخیل اور جدت مضامین
طرز ادا اور سلیقۂ بیان۔ چستی بندش۔ نشست الفاظ۔ تلاش معانی۔ ہر جگہ حسب محل و موقع
موجود ہیں۔ جس سے آپ کی شاعری ایک پری کی طرح بن گئی ہے جو فصاحت و بلاغت کے
آسمان میں اُڑ رہی ہے۔ اور ایسی بلند ہے کہ دیکھنے والوں کو ٹوپی یا پگڑی سنبھالکر دیکھنے
کی ضرورت پڑتی ہے۔ آپ کے چند خود ساختہ استعارے۔ اور اصطلاحات ہیں جنہوں نے
سونے میں سہاگے کا کام دیا ہے۔ اور حسن کلام کی جان بن گئی ہے۔ مبتذل نام جمّن۔
گھورن۔ کلو۔ بدھو۔ ننھو وغیرہ جو استعاروں یا اصطلاحی یا استعارے کی صورتوں
میں پیش کئے ہیں۔ اسقدر خوش نما نظر آتے ہیں کہ دیکھکر جی پھڑک جاتا ہے۔ ہلکی ہلکی
ردیفیں اور قافیے اس حسن کے ساتھ لائے گئے ہیں کہ خیال میں نہیں آسکتے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اکبر مرحوم کی اس دربار تخیل تک رسائی تھی کہ عام نگاہوں اور معمولی نظروں کے وہاں جاتے ہوئے پر جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اتباع کا دعوی کیا مگر کوئی ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ اپنے رنگ میں منفرد اور منفرد رہے۔

آپ کی ظرافت بعض جگہ محض ظرافت ہے اور اس میں نہ ہی اختلاط۔ یا موقع نقاید یا سیاسی شور و غل یا عام پند و نصائح وغیرہ کی طرف اشارہ نہیں ہے مگر وہ بھی آپ کے کلام کا عنصر عرفانی ہیں اور اردو ادب کے واسطے سرمایۂ ناز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے عقیدے اور میری ذاتی رائے کے موافق دو ہی شاعر ایسے ہیں۔ جنھیں ہم فخر کے ساتھ دوسری قوموں کے سامنے لا سکتے ہیں۔ ایک اکبر۔ اور دوسرے مرزا غالب دوسرے لوگوں کے کمال کا اعتراف میں کر سکتا ہوں۔ مگر ان دونوں کے مارلانے کا کبھی دادار نہیں ہو سکتا۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست ۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اکبر مرحوم کو آخر میں دنیا سے تنفر ہو گیا تھا۔ اور عیش و مسرت و رنج و مصیبت کا فرق و امتیاز ان کی نظر سے اٹھ گیا تھا۔ اسی لئے آخری کلام میں متصوفین کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور آپ کی آخر عمر ۱۳۴۰ھ تک یہی رنگ آپ پر غالب رہا۔

اسوقت آپ کے چار دیوان ہیں تین دیوان طبع ہو چکے ہیں ایک ابھی طبع نہیں ہوا پہلے دیوان میں اور دوسرے میں اگرچہ فرق ہے۔ مگر تیسرے اور پہلے میں نمایاں اور بیّن فرق ہو گیا ہے۔ جن کی تفصیل اس طرح یا تذکرہ میں بیکار اور بے محل ہے۔ البتہ میں تینوں دیوانوں میں سے ظرافت کا انتخاب علیحدہ علیحدہ کرتا ہوں۔

انتخاب از جلد اوّل

مری تقریر کا اس مس پہ کچھ قابو نہیں چلتا | جہاں بندوق چلتی ہے وہاں جادو نہیں چلتا

لپٹ دے بوسہ مجھکو نہ تو بتیں یار ہیچ کر | میں نے سمجھ لیا ہے حساب اسکا جانچ کر
بوسہ لبوں کا لیتا ہوں میں مجھکو ہے ملا | جاتا مار رہا ہوں ذرا انتر آنچ کر

ملگیا شرع سے شراب کا رنگ | خوب بدلا عرض حیات کا رنگ
چلدیئے شیخ صبح سے پہلے | اڑ چلا تھا ذرا سفیدات کا رنگ

سنا ہے حلّت مادہ پہ ہو گیا فتویٰ | خدا کے فضل کیا بچ گئے حرام سے ہم

موسم گل میں صبا کو جو ہوئی باغ کی دھن | لحن بلبل سے کبھی پیدا ہوئی گلہائے کی دھن

الا یا ایہا الطفلک بنو راحت نہ مادرہا | کہ قرآں سہل اوّل ولے افتاد مشکلہا
بکن تدبیر یا سمجھو وہ پوشاک و قبیلوہا | کہ سر سبز خرد دار و رہ رسم و منزلہا

پیرو سے کا کیا ہے جو دار نگا پیدا | جو ہے کیا ازار او لگا پیدا
کیا خوب کہا ہے مولوی مدی نے | پیچھے کیا ہے ہمکو سکا پیدا

مس کو دیکھا عاشق زلف چلیپا ہوگیا   مست تھا دل کھول کر وہسکی کا پیپا ہوگیا

کہا یہ مجھ سے واعظ نے دیکھو سادگی میری   نہیں شوق نمائش کچھ پہنتا ہوں گری گاڑھا
کہا اگر ملے میں بھی یوں ہی کر لیتا مو دا ہی   عطا کرتا خدا مجھکو جو یہ تن توش یہ داڑھا

ایسا شوق نہ کرنا اکبر   گوروں کو نہ بنانا سالا
کھیا رنگ یہی ہے اچھا   ہم بھی کالے یار بھی کالا

رحیمن پکاری کہ سب یا ہوا   عجب جانور ہے یہ کاکا توا
بتاؤ ذرا عقل ہے میری گم   کدھر چونچ ہے اور کدھر اسکی دم

کرزن دیکھ کر کی حالت پر جو کل   وہ صنم تشریح کا طالب ہوا
کہہ دیا پیارے کہ ہے یہ صاف بات   دیکھ لو تم زن یہ سر غالب ہوا

پانی پینا پڑا ہے پائپ کا   حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے   شاہ اڈورڈ کی دہائی ہے

بتوں کی زلف میں الجھا رشتہ واعظ کا   دل غرق ہوا الجھا امتحانوں کا

سالیں پیسکر دو روٹیاں کھوٹ لیتے مولانا   ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

سکہ زر بانوے در دہوتی کرتار داشت — باوجودیکہ نالہا سے زار در اخبار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست — گفت مارا خوف عیسیٰ و ٹیکس و امیں کار داشت

ہر رنگ کی باتوں کا مرے دل میں ہے جمگھٹ — اجمیر میں کلچا ہوں علیگڈھ میں ہوں بسکٹ

شیخ جی رفرف پہ پھرتے تھے پہلے چرخ پر — چشم بد دور اب ہیں آپ ایکسرٹ سکاوٹ

سید کی طرف تو چندہ لانے کی ہے رچ — اور شیخ کے گھر میں بیہ گانے کی ہے رچ
بہتر ہے یہی کہ مت پرستی کیجئے — گو ان میں بھی صبح کو نہانے کی ہے رچ

تھا یہ سبب جہل و حقارت کی نظر — پتلوں پہ غصہ و شرارت کی نظر
بہتر ہے یہی کہ لگے پھرئے اکثر — شاید پڑ جائے اس کی رغبت کی نظر

جو سن چکے مری غزلیں تو بولے لا چندہ — جو کہنا یا ہے اتنا تو تھوڑی لید بھی کر

انھیں شوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی — نکلتی ہیں دعائیں انکے منہ سے ٹھمریاں ہو کر

آگے انجن کے دین ہے کیا چیز — بھینس کے آگے بین ہے کیا چیز

فرمائیں مرا قصور حضرت جو معاف — تو عرض ہے واقعی گزارش کردں صاف
انکار نہیں نماز روزے سے مجھے — لیکن یہ طریق اب ہے فیشن کے خلاف

شیخ صاحب کو نہیں شاعری کی بات سے کام
حسن کی قید نہیں ہاں ہے مسماۃ سے کام

ماسٹر صاحب کا علم اسوقت گو ہے بیکام
اہل دانش میں مگر افروں ہے میرا احترام
بات بالکل صاف ہے پیچیدگی کچھ بھی نہیں
میں ہوں سعدی کا کمینہ وہ ہیں ملٹن کے غلام

من العلم قلیلاً کو کبھی دیکھو بعید از تم
نہ مانوگے تو اکدن بجا بیٹو کھاؤ گے جوتی تم

آپ کی فرقت میں کل میں رات بھر سویا نہیں
لیکن اتنی بات بھی کہتا رہا رویا نہیں

بوسہ کیسا کہ گلوری بھی نہیں پاتا ہوں
بس کلام اپنا انہیں جاکے سنا آتا ہوں
وہ یہ کہتے ہیں کیا خوب کہا ہے واللہ
میں یہ کہتا ہوں کہ آداب بجا لاتا ہوں

خلاف شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

چاند میں آیا نظر غار مہیب
ہائے اب اے ماہ سیما کیا کروں

چھیکوں دنیا سے کس طرح میں
عورت نے کہا کہ گو دہ ہوں میں
قومی جید سے کدھر سمائیں
کالج نے کہا کہ تو دہ ہوں میں

یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں
جسکے سر پر جو چاہیں تہمت دھر دیں
بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کر دیں

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینک میں
قلاش کر دیا مجھے دو چار تھینکس میں

عالم دیا ہے شیخ ہیں آپ
گو تقدس مآب بیشک ہیں
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے
جاہ و حرم کے آپ بیڈک ہیں
شیخ جی کو جو آگیا غصہ
لگے کہنے یہ کھیک کر دھسا
ہے تمہاری ہی مودبس اتنی
کسطرح ہو یہ ڈیڈی پہ لیبد

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اکبر مجھے شک نہیں تیری تیزی میں
اور تیرے بیان کی دل آویزی میں
شیطاں عربی سے ہند میں ہے بیجوب
لاحول کا ترجمہ کر انگریزی میں

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو اتریں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

شوق لیلائے سول سروس نے مجھ مجنوں کو
اتنا دوڑایا لنگوٹی کر دیا پتلون کو

نیکی کے حق میں کج ادائی نہ کرو
اللہ کے ساتھ بیوفائی نہ کرو
نیٹو ہی رہو گے اور مرو گے بھی ضرور
کہتا ہوں کہ دعوی خدائی نہ کرو

احسان ہوئی مجھسے گو ہم پہ ستم — [illegible] تجھ سے بھی اک [illegible] لی
[illegible] ٹوٹے دانت — [illegible] کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

رہا کرتا ہے [illegible] قسم سا کی — [illegible]
تیری ہی سے اس کی کہا کر فلک نے — [illegible]
ابھی اس کو کیا ہے اس [illegible] — [illegible]

[illegible] آمد پیری ہوا میں سر کو پیتالی — [illegible]
[illegible] ہے [illegible] پیلو لوکی [illegible] — [illegible]

سمجھ لو سامیں [illegible] — [illegible]
[illegible] عالم میں واقعوں کی — [illegible]

[illegible] مجھکو [illegible] — [illegible] کالی
حضرت [illegible] انگلش مجھکو دلا دی [illegible] — [illegible] کالی

شیخ صاحب دیکھ کر اس بت کو [illegible] — [illegible]

سیکھا ہے تمہیں تقلید انگلش ہوا — [illegible]
[illegible] شوق انگریزی [illegible] کا [illegible] — [illegible]

کامیابی کا مدیشی پہ ہر اک در بستہ ہے — چونچ طوطا رام نے کھولی مگر پر بستہ ہے

ترا چہ ایسے بیخبر ہیں ابروے خمدار سے — جسطرح بابو کو ہے بیگانگت تلوار سے

سینۂ مس کا ابھار ایدل فسادانگیز ہے — لوگ سچ کہتے ہیں باد سنجان بادانگیز ہے

شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھے کہدیا — آپ بی۔اے پاس ہیں تو بندہ بی بی پاس ہے

ممکن نہیں اے مس ترا نوٹس نہ لیا جائے — گال ایسے پریزاد ہوں اور کس نہ لیا جائے

ہر اک ریمارک آپکا عقرب کا نیش ہے — مجھکو بھی رنج غیر کا بھی سینہ ریش ہے

مجھ سے کہا کہ گوز شتر ہے ترا سخن — اس سے یہ کہدیا کہ تو گوبر گنیش ہے

کہتے ہیں حرج کیا ہے جو باریک ہے وہ پُل — بائیسکل پہ گزرینگے ہم پل صراط سے

ہے نور خدا بھی طالب رزق کا دوست — داڑھی بھی تو پیٹ کی طرف جاتی ہے

کچھ شک نہیں کہ حضرت واعظ ہیں خوب شخص — یہ اور بات ہے کہ ذرا بے وقوف ہیں

اردو کے تین ربع کے مالک ہنود ہیں — پھر کیا سبب جو اس سے اُنھیں انحراف ہیں

یعنی اردو ہے چیز انھیں کے مذاق کی — اردو کے تین جز وہی صاف صاف ہیں

شیخ سے چھوٹے اُلجھے انجن میں — اسمیں پک پک تھی اس میں بھک بھک ہے

شاہدان مغربی کرتے نہیں مجھکو قبول — ٹال دیتے ہیں یہ کہکر آپ کا لا لو گندہ ہے

چہرے کے پیچھے قہر ہے داڑھی کا جھول جھال — اس فرد کو بچائیے تفصیل ذیل سے

جب کہا گیسو کا بوسہ دیجئے دل لیجئے — ہنسکے بولے آپ کو سودا ہے مسہل لیجئے

ہم سے شب وصال وہ بے میل ہوگئے — افسوس انٹرنس میں ہم فیل ہوگئے

واسطہ کم ہوگیا اسلام کے قانون سے — دب گئی آخر مسلمانی مری پتلون سے

اب کہاں تک بتکدہ میں صرف ایمان کیجیے — ترک کیا عشق بتان سست پیمان کیجیے

ہم بھی بہتر علیگڑھ جا کے سید سے کہیں — ہم سے چندہ لیجئے ہمکو مسلمان کیجیے

[illegible] ہوتا ہے کیا تعلیم تصور [illegible] — [illegible] کے زیادہ اور بھی [illegible] ہے

ان کو کیا کام ہے مروت سے اپنے رخ سے یہ منہ نہ موڑینگے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑیں گے

اس اکھاڑے میں اڑینگے دیکھکر قانون کے شیخ نے تہمد سے ہجرت کی طرف پتلون کے

راہ تو مجھکو بتا دی خضر نے اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

اب تھیٹر میں ہنسینگے جاکے خوب خانقاہوں میں تو برسوں رو لئے

ہوتا ہے نفخ یورپین نان پاؤ سے میں خوش ہوں ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تلے ہوئے لیکن خرید ہو جو علیگڈھ کے بھاؤ سے
دھمکا کے بوسہ لونگا رخ رشک ماہ کا چندہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے

چٹھی اس مس کی ہے کہ یہ جادو ہے دل جوش مفاخرت سے بے قابو ہے
ایسی پری اور مجھکو پیارا لکھے القاب میں دیکھئے ڈیر کلو ہے

اس غرض سے کہ سینہ پوش ہو شیخ کی ریش روز بنتی ہے

مستو تپہ شراب فاقہ مستی لائی پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

پردہ در کی رائے سنکر بیبیاں کہنے لگیں اب ہمارے وارث ایسے ہی لنگوٹے رہ گئے

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنسکر مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

عاشقی کا ہو برا اسنے بگاڑے سارے کام ہم تو اے بی میں رہے اغیار بی اے ہو گئے

پردہ کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم اللہ کی مار اسپہ علی گڈھ کے حوالے

کھائی مژگان و نظر کی جو قسم بولا وہ شوخ آپ اب قسمیں بھی کیا تیر چھری کانٹے سے

قصۂ منصور سنکر بول اٹھی وہ شوخ مس کیسا احمق لوگ تھا پاگل کو پھانسی دیدیا

کس مسوں سے آپ کسی شب نہ بچ سکئے جیسی گھڑی ہیں یہ انھیں ہر روز کو سکئے

نکالا شیخ کو مجلس سے اس نے یہ کہکر یہ بے وقوف ہے مرنے کا ذکر کرتا ہے

ہمتو کالج کی طرف جاتے ہیں اے مولوی کس کو سونپیں تمہیں اللہ نگہبان ہے

انتخاب از کلیات دوم

[illegible] جو اس سے بگڑ کے حسن ظالم — حیرت میں آ کے بولا کیا آپ جی رہے ہیں
پیروں کے عاشقوں کو سودا ہوا حسن کا — جو پھاڑتے تھے جامہ اب کوٹ سی رہے ہیں

میرے [illegible] شراب یہاں بھی ہے کیا حرام — اس شہر میں تو کوئی مجھے جانتا نہیں

[illegible] کو کے گنگوں کو پری کہتے ہیں — شیخ خوش ہوں کہ خفا ہم تو کھری کہتے ہیں

اللہ کا حال کچھ نہ پوچھو — دیکھا نہیں نام رکھ لیا ہے

حسرت بہت ترقی دختر کی تھی انہیں — پردہ جو اٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ — کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

شاعرانہ داد اچھی دی یہ مجھکو چرخ نے — تیغ ابرو کا تھا عاشق تھان بہادر کر دیا

شایق تحقیق کے بیٹھے [illegible] لیں — انسان کی شکل جیسے بیموں بنا
یا جامہ کبھی یونہی ارتقا سے بدلا — ممتا بھرا غرضکہ پتلون بنا

حکم انگلش کا ملک ہند کا — اب خدا ہی ہے بھائی صلوکا

پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے — ہر چہ از باپ میرسد نیکوست
ہو گئی اب خیال کی اصلاح — ہر چہ از آپ میرسد نیکوست

[illegible] امید — ترقی را چہ آمادہ برآمد
[illegible] — مدہوش [illegible]
اکنون کہ دماغ کہ پسند [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible] چرا تسلیم شود

فقط بسکٹ ہی کھاتا ہوں بجائے نان — نئی ملت کا ہوں میں زاہد خشک

قوم قائم ہے مگر وہ مذہبی تعلیم گم — جو براہیم باقی دین ابراہیم گم

حسرت عشاق بازار جہاں کچھ پوچھ — از صبا زر زر دس کی کثرت سیم گم

وہ سناتے ہیں بھی بناتے ہیں — کہتے ہیں مان جاؤ منسا رام

میری گردن پہ ہیں شیطان کے احسان بہت — ترک لاحول پہ مجبور ہوا جاتا ہوں

شیخ تثلیث کی تردید تو کرتے نہیں کچھ — گھر میں بیٹھے ہوئے والتین پڑھا کرتے ہیں

جنگل کے جو تھے سائیں وہ ریل کے ہیں پائیں — انکی جگہ سگنل قمری کی جگہ انجن

اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے — کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

پڑھے گنگناتے تھے لالہ نرنجن — نہ آنکھوں میں انجن نہ دانتوں میں منجن

چھٹے ہیں بالکل وہ اگلے طریقے — کہاں کھینچ لیجائے گا ہمکو انجن

شیخ پر گو کہ رشک آتا ہے — اونٹ کے سولفات جانتے ہیں

ہیں مگر اونٹ پر نہیں قابض — کام کی ہم یہ بات جانتے ہیں

ہماری عقلیں اب بھی لطیف اجزاء سے مملو ہیں — زراخفش تھے قبل سیکھے اسپنسر کے ذہن ہیں

نہ لیسنس ہتھیار کا ہے نہ زور — کہ ترکی کے دشمن سے جا کر لڑیں

تہ دل سے ہم کوستے ہیں مگر — کہ اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑیں

شیخ صاحب کے تملق کی نہ قلعی کھل جائے — لاٹ صاحب کا کہیں حشر میں اظہار نہ ہو

کریما بہ بخشائے بر حال بندہ — کہ ہستم اسیر کمیٹی و چندہ

عمر گزری ہے اسی بزم کی طراری میں — دوسری پشت ہے چندہ [illegible]

زبان اکبر کی اس طرز سخن پر ناز کرتی ہے — بھجن کی دھن میں تردید بت طناز کرتی ہے

تدبیر حفظ جان بقیہ ضرور ہے — اسوقت مومنوں کو تقیہ ضرور ہے

قوت سے سوا پیدا کی انجن کی سیٹی ہے — اسی سے شیخ بیچارے نے چھاتی اپنی پیٹی ہے

گل پھینکے ہیں یورپ کی طرف بلکہ ثمر بھی — اے نیچر و سائنس بھلا کچھ تو ادھر بھی

رات افسوس سے کہتے تھے یہ بنسی بھائی — ہم سے ناحق ہیں الگ کانفرنسی بھائی

وہ تو گرجا پر رکا اور یہ گیا کعبہ کو پھاند — شیخ کا ٹٹو تو انجن سے بھی بڑھ کر تیز ہے

دنیا آخر کو تم سے لپٹی — ہو ہی گئے تم غرض کہ ڈپٹی

کرتے کیا ان سے بھینٹ خالی — کر آئے ہم اپنی ٹینٹ خالی

مکہ تک ریل کا سامان ہوا چاہتا ہے — اب تو انجن بھی مسلمان ہوا چاہتا ہے

کچھ الہ آباد میں ساماں نہیں بہبود کے — یہاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے

وہ مس بولی میں کرتی ہوں [illegible] — مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے پاگل کا مافک ہے

کاش کر لے مجھے وہ شاہد ہوٹل منظور — کیک تو روز ہے اک رات تنجن ہی سہی

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے — لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

ان سے بی بی نے فقط اسکول ہی کی بات کی — یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

یہی ہے عقدہ کشائی قوم تو اک دن — ازار بند کو کھہ دیں گے جس پیچا ہے

سدا امر [illegible] فل کی اور کاٹھی کی — چلی جاتی ہے گستاخی بغیر [illegible] خان کی لاٹھی کی

اب کہاں دست جنوں تار گریباں کہاں — پانیر اور دست مجنوں اور خبر ہے تار کی

لے لیا شیریں نے کمسریٹ میں ٹھیکہ دودھ کا — ریل بنوانے لگے فرہاد اب کہسار کی

ڈنر سے تم کو کم فرصت یہاں فاقے سے کم خالی — چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

بتاؤں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہوگا — پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

رشتۂ در گردنم افگندہ بیٹ — می برد ہر جا کہ [illegible] و لیٹ

ہوا آج خارج جو میرا سوال — کہا میں نے صاحب سے با صد ملال

کہاں جاؤں اب میں ذرا یہ بتاؤ — وہ جھنجھلا کے بولے جہنم میں جاؤ

یہ سنکر بہت طبع غمگین ہوئی
مگر اس تصور سے تسکین ہوئی

کہ جب اہل یورپ میں بھی ذکر ہے
تو بیشک جہنم بھی ہے کوئی شے

نہیں مناسب کہ ہو یہ [illegible] مونہ صاحب
بجا ہو فرما رہے ہیں جو کچھ جناب عبدالعزیز صاحب

در کار چندہ سیم و زر از جیب دور رفت
مالِ حضور بود بہ پیش حضور رفت

شیخ اپنی رگ کو کیا کریں ریشے کو کیا کریں
مذہب کے جھگڑے چھوڑیں تو پیشہ کو کیا کریں

فرہاد سے کہا کہ مناسب ہی تجھکو صبر
کہنے لگا بتائیے تیشے کو کیا کریں

رہیں ہر پھر کے آبائی نصیبین
وہ گو اسکول میں برسوں پڑہا کیں

زمانِ حال میں اگلے فسانے امر ماضی ہیں
جو تلواریں چلاتے تھے وہ اب ٹھوکر پہ راضی ہیں

شراب اڑتی ہے مجلس میں رواں ہے خون تقوے کا
مزا ہے اب تو رندوں کو نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں

نام اللہ و رسول اب تو میں کم سنتا ہوں
پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

یاد کرتا ہے گزشتہ با اثر لاحول کو
شیخ کو طعنے دیا کرتا ہے شیطان ان دنوں

بت سے مراسلت ہے تو عنوان سادہ ہے
ناخوش کہیں نہوں وہ ہو المستعان پر

مجال کیا کوئی کہدے خوشامدی مجھکو
اسی سبب سے بہت سہل ہے جناب کی مدح

لاکھ روئے کر رہے جاتے ہیں اللہ و رسول
دین کا کورس برہمن نے مگر کم نہ کیا

انتخاب کلیات سوم

اطبا کو تو اپنی فیس لینا اور دوا دینا
خدا کا کام ہے لطف و کرم کرنا شفا دینا

شعور نفس [illegible]
[illegible]

غریب اکبر [illegible]
[illegible]

کام اس [illegible] گزشتہ [illegible] کیا
[illegible] سے کیا

مال گاڑی پہ بھروسا ہے جنہیں اے اکبر — اُن کو کیا غم ہے گناہوں کی گرانباری کا

بھائیو تم کبھی ہندی کے مخالف نہ ہو — بعد مرنے کے کھلیگا کہ یہ تھی کام کی بات

بسکہ تھا نامۂ اعمال مرا ہندی میں — کوئی پڑھ ہی نہ سکا مل گئی فی الفور نجات

بظاہر تھا براق راہ عرفاں — چو دُم برداشتم لیڈر برآمد

کونسل میں بڑا ہے یہ نہایت ابھی — عاقل ہیں مگر بھیا تی پرشاد

شیخ کہتے ہیں کہ بیرونی پرستش بھی ہے فرض — ماسٹر کہتے ہیں اللہ کو بھی یاد نہ کر

مولوی ہو ہی چکے تھے نذر کالج اس سے قبل — خانقاہیں رہ گئی تھیں اب ہے انکا انہدام

بند ٹاپے میں تھے وہ بنگلہ پر — صبح کے وقت ہنس پڑی وہ میم
جب وہ بولے کہ پیاسے کر کے جئیں کیوں — مرغ شاخ درخت لاہوتیم

لیڈروں کے ساتھ لوگ کھانا تناول کریں — لیکن جو موت آئے تو لیڈر بھی کیا کریں

گو بہت اونچی ہے پرواز حریف — شیخ بھی کچھ کم نہیں ہیں ٹپ میں
ان کا طوطی بولتا ہے عرش پر — انکی مرغی بولتی ہے ٹپ میں

تعلیم دختراں سے یہ امید ہے ضرور — ناچے دلہن خوشی سے خود اپنی برات میں

بے پردگی میں مغربیوں کی رفاقت سے گئے ہیں — بچے سے مذاق تکیہ میں اصالت انکو کہتے ہیں

بوڑھے تو رقص پر کس بات کی ہیں داد و دہش — ڈالر یہ حیا ہے ہاری کو مبارکباد دو دل

چرخ نے پیش کمیشن کیا اتنا اظہار میں — قوم کالج میں اور اسکی زندگی اخبار میں

پاپ کو کوئی کھانا نہیں گھر میں لگی ہے آگ — بے جا لگتا مقرر ہوا غور کیا کریں

کہتے ہی بے وقار چوں مرزا کو غم نہیں — کافی ہے یہ شرافت کہ وفاقی سے کم نہیں

اولاد مرزا بر خلاف بدنام ہیں — تنگ ہیں پر وارث اسلام ہیں

مفتی شرع نہ ہوں لیڈر اسلام تو ہیں — یہ سہی مسجد نہ سہی کلب کے گلفام تو ہیں

اس شرح پر ہمیں فلک سے صلح آخر ہو گئی — قبریں عیادہ کرے تزئین اونکی ہم کریں

کسی کو بحث نہیں آج [illegible]   سبا سیاست کے نغمے ہیں دنیں کی دھن میں

میری نصیحتوں کو سن کر وہ شوخ بولا   نیٹو کی کیا سند ہے صاحب کہے تو مانوں

مہربانی سے مجھے گودام کی کنجی تو دی   لیکن گیہوں [illegible]

خوب اکبر نے یہ اڑائی تان   دین ہے آنکھ اور مذہب کان

جیسا موسم ہو مطابق اسکے میں دیوانہ ہوں   مارچ میں بلبل ہوں تو جولائی میں پروانہ ہوں

ہمارے دم سے تابندہ ہیں [illegible]   ہمیں نے ان کو چمکایا ہمیں دوزخ کے کندے ہیں

یہ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ پڑے رہو   [illegible] کھاؤ پڑے رہو

قاصد ملا جب ان سے وہ کھیلتے تھے پولو   خط رکھ لیا یہ کہکر اچھا سلام بولو

قاعدوں میں حسن معنی گم کرو   شعر میں کہتا ہوں ہجے تم کرو

خوب لڑوایا بہم دل کھول کر   مار ڈالا راویوں نے قوم کو

سر اقدس پہ جو اونٹوں کی [illegible]   اگر بندر کی بن آئے تو فیض ارتقا کہئے

جب کہا میں نے کہ پیار آتا ہے مجھکو تم پر   ہنسکے کہنے لگے اور آپ کو آتا کیا ہے

عام الزام ہے اکبر یہ کہ پیتا ہے کیوں   اسکی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

وہ دل کو تو کلیسا بنا کے چھوڑیں گے   اس اونٹ کو خر عیسیٰ بنا کے چھوڑیں گے

کریں گے شوق سے مسلم غذا میں مے داخل   شراب کو بھی ہریسا بنا کے چھوڑیں گے

توپ کھسکی پروفیسر پہونچے   جب بسولا ہٹا تو رندا ہے

کمیٹی میں چندا دیا سیکھئے   ترقی کے ہجے کیا کیجئے

اب نہ جنگی علم نہ جھنڈا ہے   صرف تعویذ اور گنڈا ہے

کیا ہے باقی جناب قبلہ میں   کچھ حدیثیں ہیں ایک ڈنڈا ہے

تاکید عبادت پہ یہ اب کہتے ہیں لڑکے   پیری میں بھی اکبر کی [illegible]

دنیا میں تو صاحب [illegible]   میدان الکشن میں [illegible]

جب غم ہوا چڑھا لیں دو بوتلیں اکٹھی ملا کی دوڑ مسجد اکبر کی دوڑ بھٹی

سید کے نغمے کہاں ان ٹھمریوں کے سامنے ولیس کو جسنے بھلایا یہ وہی کھماچ ہے

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود ہے اکبر شکم بولا کہ اسکی بحث کیا خادم تو حاضر ہے

حضرت اکبر سے کہدو قافلہ تیار ہے اک رزولیوشن کا ڈرافٹ آپ بھی لکھ بھیجیے

عقل نے مجنوں کو کیا یہ مجلس آرا سے جھک کے چلنا چاہیے ہم سب گروہ اہل ہے

سیٹھ جی کو فکر تھی اک اک کے دس دس کیجیے موت آ پہونچی کہ حضرت جان واپس کیجیے

قوم قصبہ تنگ ہے چندے کی مانگ ہے کالج کے چھوکروں کے لیے پیری اڈی کی مانگ ہے

نیٹو کی گندگی ہے دال ہی پر کالا اسطرح دال میں ہے

آمنو میں تو سب کے آ گئے ہیں عملوا الصالحات مشکل ہے

اسٹیشن جنت کی گاڑی کیا خوب ریل ہے اس راہ میں ہر ایک پسنجر کا میل ہے

کیا پوچھتے ہو دل کو مرے کیا مقام ہے فطرت کے کارخانے میں غم کا گودام ہے

پیدا ہوئے ہیں مبارک یہ حنبل کو آپ کو خون مجھ میں بھی ہے [illegible]

اک دن میں کٹ گیا اتنا کہ نکلی تن سے جان خدمت قومی میں بارے جاں نثاری ہو گئی

نجد میں بھی مغربی تعلیم جاری ہو گئی لیلی و مجنوں میں آخر فوجداری ہو گئی

یہ شعر تو قافیہ ہی کے لیے ہے خوب اے اکبر جو آ جڑا لکھنؤ کچھ غم نہیں پیرس تو باقی ہے

نہ سہی لطف نظم گہری ہی سہی شیخ صاحب جنت جی ہی سہی

زندگی کو ضرور ہے اک شغل خیر بالفعل لیڈری ہی سہی

ان کو بسکٹ کے لیے سوجی کی تھیلی لگ گئی کمپ میں غل مچ گیا مجنوں کو لیلی مل گئی

تھے معزز شخص لیکن انکی ذات کیا کہوں گفتنی در رنج گزشت باقی سب ناگفتنی

شکم سے حضرت انساں نجات پا نہ سکے اب اپنے پیٹ میں سانپ پالے ہیں پیٹ کے لیے

آنکھیں ساقی کی تھیں رسیلی — اب تک میں بچا تھا آج پی لی

شوہر افسردہ پڑے ہیں اور مرید آوارہ ہیں — بیبیاں اسکول میں ہیں شیخ جی دربار میں

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر — خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

ذی علم متقی ہوں جو ہوں اُن کے منتظم — استاد اچھے ہوں مگر استاد جی نہ ہوں

آدم چھٹے بہشت سے گیہوں کے واسطے — مسجد سے ہم نکل گئے گیہوں کی چاٹ میں

دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم — قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

منزلِ گور تک پہونچنا ہے — خواہ موٹر ہو خواہ چھکڑا ہو

مرزا غریب چپ ہیں انکی کتاب ردی — بدھو اکڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے

جناب ہی کو مناسب ہے یہ سول لائن — نیاز مند کو تو شہر ہی میں راحت ہے

مرغی نے کہا خوب کسی کیمپ میں لٹ کے — انڈا وہی اچھا ہے کہ بچہ جسے کھٹکے

کیوں اپنے سر یہ زحمت بیسود لیجیے — کونسل [illegible] اچھل کود لیجیے

ہر چند کہ ہے مس کا لونڈر بھی بہت خوب — بیگم کا مگر عطرِ حنا اور ہی کچھ ہے

قیمت کو تیرے بڑھکے دیتے ہیں بچھڑے کے دام — بے حسی کا [illegible] غفلت [illegible] کا دور ہے

بھرتے ہیں میری آہ کو فونوگراف میں — کہتے ہیں فیس لیجیے اور آہ کیجیے

شیخ کے دامن کو اکبر نے دیا بوسہ جو کل — ہم نے برکت کیلئے اس مس کا سایہ چھو لیا

قوم پر ممبری کا فیض ہوا — کل جو اپنا تھا آج غیر ہوا

شیخ جی مر گئے کمیٹی میں — غل مچا خاتمہ بخیر ہوا

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو ابھارا — اک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا

پتلون میں وہ تن گیا یہ سایہ میں پھیلی — پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا

ہمراہ بنا کیمپ میں یہ بیگمیں آئیں — بی بی نور ہیں حبیب تو میاں [illegible]

پبلک میں ذرا ہاتھ ملا لیجیے مجھ سے اچھا ——— یہ بجا ہے قول شاعر کہ خرد جنون اچھا

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز ——— جغرافیہ میں عرش کا نقشا نہیں ملا

فرقت نے کہا کہ جاگئے آپ ——— کھٹمل نے کہا کہ بھاگئے آپ

ہم ڈنر خواہی و ہم آروغ صاحب ——— ایں خیال است و محال است و گزاف

کیا پوچھتے ہو اکبر شوریدہ سر کا حال ——— خفیہ پولیس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

خدا کی راہ میں اب ریل چل گئی اکبر ——— جو جاں دینا ہو انجن سے کٹ مرو اک دن

وصل کا اس بت سے تو دیتے ہیں کو ڈپٹمنٹ کہاں ——— حرف بوسہ میں بھلا اسسٹنٹ گورنمنٹ کہاں

رسماً تو اک بوسہ ہے کافی دم وداع ——— لیکن مزا جو آئے تو دو تین کیوں نہ لیں

ممبر علی مراد ہیں با شکوہ نادان ہیں ——— لیکن معائنہ کو وہی نابدان ہیں

ہجر کی شب پوچھیں کاٹو کیا کیو ——— ان کا فوٹو لیکے چاٹو کیا کیو

جو جی چاہتے ہیں کہ ٹھہریں عقلمندوں کے ساتھ ——— بیٹھا رہے ہیں وہ [illegible]

شیطان نے ترکیب تنزل یہ سکھا دی ——— ان لوگوں کو تو شوق ترقی کا دلا دو

کافی ہیں امیروں کو تو [illegible] گورنمنٹ ——— مذہب کی ضرورت تو غریبوں کے لئے ہے

ذروں میں اب نور خدا کے دن گئے ——— ہڈیوں میں فاسفورس دیکھیے

دہریت سکھاتی ہیں ہمکو یہ کہکر ——— جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

نظر میں تیرگی ہے اور رگوں میں ناتوانی ہے ——— ضرورت کیا ہے پردے کی جہاں پیری کا پانی ہے

اٹھا دیا ہے ترک کو مغرب نے پاس کر کے ——— سید بھی گو رہے تھکے برسوں مساس کر کے

یہ گدڑی کے مولوی کو کیونکر پہنچتے ہو گیا ہے ——— مغرب کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

فکر ساری کی ہے نہ کنگن کی ——— اب تو دھن ہے انھیں فرنگن کی

یہ دال اب گنگ کبھی گل نہیں سکتی ——— کلو کے پٹاخے سے بلا ٹل نہیں سکتی

ہو گیا ہے اہلال آماجگاہ تیر غرب — اس نئے دور فلک کی چاند ماری دیکھئے

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو — جب توپ مقابل ہو تو تلوار نکالو

ضبطی پرچۂ توحید ہوئی خیر یہ ہے — قل ہو اللہ احد ضبط نہیں خیر یہ ہے

صاف کہتا ہوں رہیں خوش یا ہوں ناخوش مولوی — آسماں اب چاہتا ہے مولوی کش مولوی

حج کو کیونکر جائیں کارخانگی کو چھوڑ کر — اتنی کثرت ہو جو چوہوں کی تو بلی کیا کرے

شیخ جی کے دو تو بیٹے باہنر پیدا ہوئے — ایک ہیں خفیہ پولیس میں ایک پھانسی پا گئے

ڈاکٹری [illegible] ندراج — لڑ گئے خفیہ پولس سے کل کرا آ گا تیں

داڑھی خدا کا نور ہے بیشک مگر جناب — فیشن کے انتظام صفائی کو کیا کروں

[illegible] یاں کانٹا چھری ہے — مگر گھی ہے تو کھچڑی کیا بری ہے

دہن دیس کی تھی جس میں گاتا تھا اک اناتی — بسکٹ سے ہے ملائم پوری ہو یا چپاتی

شانِ نماز اکبر شاہانہ ہو چلی ہے — مسجد الگ بنائیں اپنی میاں بقاتی

بابو ہیں نگل گئے اس عہد میں تو خیر — رہنا پڑا ہے تیلیوں کو مچھلی کے پیٹ میں

حقیقی اور مجازی شاعری میں فرق یہ پایا — کہ وہ جامے سے باہر ہے یہ پاجامے سے باہر ہے

لیڈر کو دیکھتا ہوں تصوف پہ معترض — کالج کے کیڑے پڑ گئے دلق فقیر میں

تعلیم اسکی اچھی جو گھر میں اپنے خوش ہو — مذہب اسی کا بہتر [illegible]

[illegible] دولت ان کو بھی ارتقا ہے — جو مارتے تھے مکھی اب مارتے ہیں چوہے

فرما گئے ہیں یہ خوب بھائی گھورن — دنیا روٹی ہے اور مذہب چورن

سایہ مدت ہوا غبارہ بنا — بانچوں میں کبھی اب [illegible] ہوا

مغربی تعلیم [illegible] — [illegible]

حرج کیا روپیہ جو کاغذ کا چلا — شکر روٹی تو گیہوں کی رہی

الانسان [illegible] صرف یہ تخلص معلوم ہے یا یہ کہ ایک وقت میں یہ مرحوم اودھ پنچ کے نامہ نگار رہتے - باقی حالات وغیرہ بالکل معلوم نہیں - صرف تھوڑا سا کلام ملا ہے جو نقل کیا جاتا ہے [illegible] جب کسی لیڈر [illegible] ہندوستانیوں پر جھوٹ کا الزام لگایا - جس سے متاثر ہو کر اکبر مرحوم نے یہ رباعی کہی تھی:-

بیڈھب ہے جھوٹ سچ کی جھگڑی بحث ہند میں — پر سچ کہتے ہیں جو جھوٹ [illegible] کہتے [illegible] روسیاہ
کیسے [illegible] آپ [illegible] حکمراں — جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

اسی زمانہ میں جناب الانسان [illegible] نے یہ نظم کہی:-

جھوٹا ہمیں بتاتے ہیں [illegible] — کیونکر کہیں کہ جھوٹ کا الزام جھوٹ ہے
وہ صبح کو بتائیں اگر شام راست ہے — اور ہم بتائیں شام کو گر شام جھوٹ ہے
وہ کہہ رہے ہیں ہند میں تکلیف کچھ نہیں — ہم کہہ رہے ہیں ہند میں آرام جھوٹ ہے
[illegible] سوتے نظر شکل ہند کی — پوچھا جو میں نے نام کہا نام جھوٹ ہے
انعام پاتے ہیں جو ہمارے گر بجھے — انعام سے نہ سمجھو سب انعام جھوٹ ہے
مفلس ہوں گرچہ صدمۂ آلام ہیں اسیر — افلاس جھوٹ صدمۂ آلام جھوٹ ہے
تصویر میں ہے ان کے اگر آم رس بھرا — یاں شاخ میں لگا بھی ہو گر آم جھوٹ ہے

. . . .

بندۂ خدا وہاں ہے یہاں بندۂ خدا — دینِ مسیح راست ہے اسلام جھوٹ ہے
نادان ذرا سے سچ ہیں کہ یورپ میں ہیں بچے — مطبوع ہند قصۂ گلفام جھوٹ ہے
کہتے ہیں وہ جو آئی کو اشارۂ عین صدق — کہتے ہیں ہم جو آنکھ کو بادام جھوٹ ہے

. . . .

گردش کا [illegible] مرد مشرق ایام سے [illegible] ۔۔۔ [illegible]

دو بار حیدرآباد جب آئے [illegible] ۔۔۔ [illegible]

اسی طرح جس وقت فصیح الملک نواب مرزا داغ کا انتقال ہوا تو [illegible] صاحب کی منچلی شوخ طبیعت نے [illegible] اور [illegible] قطعہ ارشاد فرمایا۔

یادش بخیر آہ اجل نے مٹا دیا — گویا کہ داغ [illegible] پہ داغ تھے

تھے باعث نشاط [illegible] — بلبل تھے [illegible] باغ تھے

گھبرا گئے تھے ولایتی چکر کی سیر سے — [illegible] جام [illegible] ایاغ تھے

[illegible] — [illegible] ایاغ تھے

شایستہ لیڈیوں کی تو مطلق تھا ان کو شان — [illegible] سراغ تھے

باتوں میں [illegible] طبیعت [illegible] شوخیاں — [illegible] وہ عالی دماغ تھے

کس نے کہا کہ تھے وہ نئی روشنی کے لیمپ — وہ تو الہ دین کے [illegible] چراغ تھے

المست — [illegible] ظریفی تخلص ہے۔ تھیٹر کے رنگ کی ایک نظم جس میں موجودہ زمانہ کے بعض جنٹلمینوں اور لیڈروں کو ظرافت کی شیرینی سے شربت بنا کر نصیحت کا زہر پلایا گیا ہے۔

تم صاحب لکچر مالک — تم شہر کے لیڈر مالک

تم اعلیٰ افسر مالک — تم مولوی مسٹر مالک

تم خان بہادر مالک

تم ہتھو شندر مالک — تم پورے بندر مالک

تم تیز مچھندر مالک — تم لال تھندر مالک

تم خان بہادر مالک

تم وڈر کے بنگلے جاؤ — تم ڈنر ٹفن سب کھاؤ

تم کلب میں ناچو گاؤ — تم شیخی سے اتراؤ

تم خان بہادر مالک

تم صورت اپنی دیکھو — تم سیرت اپنی دیکھو

تم شہرت اپنی دیکھو — تم نخوت اپنی دیکھو

تم خان بہادر مالک

تم سید زادے کیسے — ہو شاید ایسے ویسے

صاحب کے ٹھیلے کے بھینسے — ہو مدہوش شاہی پیسے

تم خان بہادر مالک

یہ شان بیٹے درزائی — ہیں جیسے خلیفہ نائی

کیا اچھی ناک کٹائی — کچھ بھی شرم اور لاج نہ آئی

تم خان بہادر مالک

تم شاہد مشیخت والے — تم کبر و رعونت والے

تم ... لعنت والے — صہبائے جنوں کے متوالے

تم خان بہادر مالک

تم کھاؤ مرغی انڈا — تم مارو سب کو ڈنڈا

تم گاڑو چٹائی جھنڈا — تم یا کھو انگلش کنڈا

تم خان بہادر مالک

تم گھوڑا ٹم ٹم رکھو — تم گوری میڈم رکھو

تم نیزہ بلم رکھو — تم نوکر یو دم رکھو

تم تان بہادر ملک

الست قرانی آیا   تم بچا کو ڈھنڈ لایا

تم ہپ ہپ ہرا گایا   یہ نغمہ خوب سنایا

تم تان بہادر ملک

امید ۔ تخلص ہے میرے دوست ابوالکمال سید محمد علی صاحب کا ۔ جنکا اصلی دولت خانہ امیٹھی ضلع سلطان پور تھا ۔ مگر ایک عرصے لکھنؤ محلہ حسین گنج میں قیام ہے ۔ آپ فارسی اور اردو دونوں زبان میں شعر کہتے ہیں نہ صرف شعر گو کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اب ایک مسلم الثبوت استاد کامل ہیں ۔ آپکے علمی و ادبی کارناموں سے ملک کا گوشہ گوشہ واقف ہے ۔ آپکو سلسلۂ ظرفا میں شامل کرنا آپ کے لئے درجۂ مرتبت سے کم نہیں ہے ۔ مگر چونکہ اودھ پنچ سابق کے آپ ایک قابل اور مشہور و معروف نامہ نگار تھے اور مدتوں تک آپ کے علمی ادبی تنقیدی مضامین اور اسی کے ساتھ آپ کی ظریفانہ نظمیں بھی شایع ہوتی رہیں بلکہ آخر میں آپ نے اودھ پنچ کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں بھی کام کیا ۔ اور نہایت ہی فاضلانہ و قابلانہ طریقے سے اسکی خدمات انجام دیں ۔ اس لئے تذکرہ نویسی کا گناہ ہوگا اگر ہم آپ کا ذکر نہ کریں ۔ آپکا سن شریف کم از کم اسوقت پچپن سال کا ہوگا ۔ مگر زندہ دلی اور ظرافت کی ایک مجسم تصویر ہیں ۔ وضعدار نیک دل ہونے کے علاوہ علمی شغف یہاں تک رکھتے ہیں کہ ہر معمولی سے معمولی لفظ کو بھی بغیر تحقیق و تدقیق کے استعمال نہیں کرتے ۔ مجھ سے دس بارہ برس سے ملاقات ہے مگر آپکی پاس وضع میں کبھی فرق نہیں آیا کہ برابر تیسرے چوتھے روز تشریف آوری سے مجھے شکریہ کا موقع دیتے ہیں ۔ اگرچہ آپ کا کلام ظرافت بہت کچھ ہے مگر سردست جو کچھ مل سکا وہ حاضر کیا جاتا ہے ۔

ہر شعر ظرافت کی نہر کا ایک موج رواں معلوم ہوتا ہے یہ آپ نے بطریق تحفہ سال نو اودھ پنچ کو پیش کی تھی ۔

مشفق من کیجئے کیا عرض حال — شامت اعمال کا سنئے مآل

زن مریدی کا بُرا ہو کیا کہوں — جان سے جورو کے ہاتھوں تنگ ہوں

زندگی اپنی ہوئی مجھکو وبال — ہے کسی کا شعر میرے حسب حال

حکم جورو جی یہ از حکم خداست — انچہ جورو جی بفرماید رواست

سنت شارع سمجھ کے بے صلاح — اک عفیفہ سے کیا میں نے نکاح

وہ نکاح سنت خیر الوریٰ — میرے حق میں طوق ذلت ہوگیا

حال من از دست بانو ابتر است — در گلویم سنت پیغمبر است

ہے اجازت جورو صاحب کے کہیں — میں کہیں آتا نہیں جاتا نہیں

کیا کہوں شامت جو آئی اکبار — خودسری سر پہ ہوئی میرے سوار

جلدی جلدی ڈریس کرکے میں ٹھن — کوٹ اور پتلون کرکے زیب تن

رکھکے ٹرکش کیپ سر پر اک نئی — فیشن ایبل ہاتھ میں لیکر چھڑی

جورو صاحب سے نہ کچھ پوچھا گچھا — گھر میں سے سیٹی بجاتا چلدیا

کی ہواخوری بہت بے قاعدہ — جیسے جنٹلمینوں کا ہے قاعدہ

صبح سے القصہ پھرا تا مسا — دربدر کی خاک میں چھانتا گیا

اب خیال آیا کہ کیا کیجے علاج — میم صاحب ہیں نہایت بدمزاج

وہ جو پوچھیں گی کہ تھے اب تک کہاں — کیا کروں گا سامنے ان کے بیاں

کچھ جو آئیں بائیں شائیں بکدیا — عذر بدتر از گنہ ہو جائے گا

میں جو کچھ بگڑا تو شامت آئیگی — وہ جو بگڑینگی قیامت آئے گی

سوچتا تھا یا الٰہی کیا کروں
جان تھی تیجے درون تیجے بروں

دیکھتا ہوں سامنے اتنے میں کیا
اک تبسم دید آتا ہے چلا

کچھ عجب اک ڈھو کا ڈھو تھا وہ بشر
ڈر گیا میں اسکی صورت دیکھکر

جب مرے نزدیک بالکل آگیا
میں نے حسب وضع اس سے یوں کہا

دل تم آیا ہو کہاں سے کون ہے
پوچھ کیا لادا ہے جس سے ڈون ہے

وہ لگا کہنے بکین اے خواجہ گوش
من زکابل ہستم انگوزہ فروش

سن کے ان کی بات کو میں خوش ہوا
اور دل ہی دل میں اپنے یوں کہا

عذر معقول آگیا ہے خوب ہاتھ
ان کو لے چلئے مکاں پر اپنے ساتھ

لیکے ہمرہ ان کو قصہ مختصر
پہونچے خوش خوش تا در نکبت اثر

چپکے چپکے گھر کے اندر میں گھسا
سامنا چوہے کو بلی کا ہوا

گو ذرا میں بگڑے تیور دیکھکر
دفع دخل اسطرح کر ڈالا مگر

بیوی صاحب یہ نہ سمجھو ڈینگ ہے
دال کی لذت جو ہے وہ ہینگ ہے

دل جو دال ماش کو چاہا مرا
جستجو میں ہینگ کی دن بھر پھرا

اتفاقاً ایک آغا کابلی
ملگئے آتے ہوئے مجھکو ابھی

ساتھ ساتھ اپنے انھیں لایا ہوں میں
اُن کو ڈیوڑھی میں بٹھا آیا ہوں میں

کہکے اتنا گھر میں با خوف و ہراس
الغرض آیا میں پھر آغا کے پاس

چونکہ ہے سودا ترقی کا مجھے
ہینگ … … آپ سے ترقی لینا مجھے

بیٹھکر کہنے لگا میں اُنسے یوں
بیچتے پھرتے ہو تم یہ ہینگ کیوں

ہینگ کیا اور ہینگ کا بکنا ہی کیا
پیڑی کیا اور پیڑی کا کیا شوربا

رہ کے دنیا میں ترقی کیجئے
حرفت و صنعت میں حصہ لیجئے

چھانتے پھرتے ہو کیوں گلیوں کی خاک
کیوں ہوس سے جاتے ہو … ہلاک

کرکے ہمت کسب کوئی سیکھ لو
نفع ہوتے تاکہ اور دل کو بھی ہو

آجکل جاپان ہے حرفت کی کان
جس نے کاٹے اہل یورپ کے بھی کان

سیکھئے جاکر وہاں کوئی ہنر
زندگی بھر چین سے کیجئے بسر

سنکے یہ باتیں وہ کابل کا گدھا
یک بیک جھنجھلا کے یوں کہنے لگا

کہ خری انگورہ را دہینگ را
خر چہ داند شاخ را و سینگ را

ہینگ باشد دافع دردِ شکم
ہینگ باشد نافع ہضم اکم

ہینگ باشد جملہ علت را دوا
ہینگ باشد نوش و نیش جانفزا

ہینگ خواہد ہر کہ او بینا بود
قدر دانش بو علی سینا بود

ماش را روح روانے چیست ہینگ
قالبش را تازہ جانے چیست ہینگ

گر بزاز جاپان از جاپانیاں
قید صد ایجاد واز زندانیاں

جاہل اند از دال ماش و انگرہ
مے ندانند ایں غذائے خوش مزہ

غزل

آجکل ہے کچھ سنیچر پاؤں میں
مفت کا رہتا ہے چکر پاؤں میں

سیکڑوں خارِ مغیلاں ٹوٹ کر
رہ گئے ہیں مثل نشتر پاؤں میں

رشتۂ تہذیب کو تو آج کل
باندھتے پھرتے ہیں پھندر پاؤں میں

بدگمانی تو ہے جب باندھے کہیں
چوردل کو اپنے شوہر پاؤں میں

عشق میں اک آسماں رفتار کے
آگیا ہے سر کا چکر پاؤں میں

ہجر میں ان کے ستم یہ اور ہے
کاٹتے ہیں شب کو پتھر پاؤں میں

بابو صاحب وطن کا پاس اچھا ہے
کفایت اچھی ہے ماشلی کا مال اچھا ہے

ہم دور اندیش لاکھ سمجھاتے گئے
آپ ایسے گھو کہ [illegible] گئے
کچھ لاج رہی نہ پت رہی اور نہ راے
جب مانڈلے لالہ جپت راے گئے

واعظ پیر مغاں تو کنجوس نہیں
لیکن تجھسا بھی کوئی منحوس نہیں
لٹیا ہی ڈبوئی جنکے میکش دیکھا
بادہ ہے تو شراب معکوس نہیں

رات اپنا جس مقام پر قضا پر تھا گزر
تذکرہ کچھ مختصر ہمکو وہاں کے یاد ہیں
یعنی یہ دیکھا ہے کہ اک بوستان بےخزاں
قید غم سے جس جگہ سرو چمن آزاد ہیں
ناگہاں وہ شوخ آکر مجھسے یہ کہنے لگا
آپ کسکو پوچھتے ہیں کسلیے ناشاد ہیں
انتظام مملکت کہتے ہیں مجھکو خاص و عام
پوچھیے اُن سے کہ یہ لالہ بڑے استاد ہیں
پھر بقول مومن اس کافر نے لالہ سے کہا
آپ کہتے پھرتے ہیں ہم مورد بیداد ہیں
اور سوا اسکے سنی ہے آپ کی اسپیچ بھی
ہم کہیں ظالم کہیں قاتل کہیں جلاد ہیں
جی میں آتا ہے کہ اک دن ذبح کر ڈالوں تجھے
کیوں قضا آئی ہے تیری [illegible]

کل مجھسے بکڈپو کے منیجر نے یوں کہا
کچھ ملک و قوم کی بھی مدارات چاہیے
دلچسپ ناولوں کی ضرورت ہے ملک کو
کثرت سے چاہیے نہ اشارات چاہیے
اک جی حضور خان بہادر کا ہے یہ قول
صاحب کے اردلی سے ملاقات چاہیے
غالب کی پوچھیے تو مقولہ ہے انکا یہ
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
مجھسے جو پوچھیے مے و معشوق کے سوا
امید سب سے ترک ملاقات چاہیے

انشا — سید انشاء اللہ خاں [illegible]
کے رہنے والے تھے - مگر جائے ولادت مرشد آباد تھی - ان کے والد خود بھی پختہ مشق شاعر
تھے - انشا جب سیانے ہوئے تو ان کی تعلیم و تربیت اس زمانہ کے شرفا کی طرح کی گئی -
اور عربی فارسی وغیرہ میں نہایت زبردست استعداد پیدا کرائی گئی -

انشا کی شاعرانہ طبیعت چند روز میں اپنے اصلی رنگ پر آ گئی مشق شعر و سخن شروع
کی ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کو اپنا کلام دکھایا - انشا کی شاعری کا سرسبز پودا
مرشد آباد ہی میں پھولا پھولا - مگر چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان میں ہر طرف تباہی کا
طوفان اٹھا ہوا تھا اس وجہ سے انکو بھی مرشد آباد چھوڑ کر دلی آنا پڑا - مگر آج کل
دلی کا دربار ایک خانقاہ بن گیا تھا نہ وہ شاہانہ عظمت اور جبروت باقی تھا نہ وہ
اقتدار تھا دلی کا [illegible] بادشاہ شاہ عالم بادشاہ عماد الملک وزیر کے ہاتھوں شاہ
شطرنج بنا ہوا تھا - بیکسی اور بےبسی کی زندگی بسر ہو رہی تھی - مگر تاہم ابھی وہ
غریب نوازی اور بندہ پروری کی روایات قدیمہ زندہ تھیں - یہی سبب تھا کہ ہر
ذی کمال اہل ہنر کی پہلی تمنا یہی ہوتی تھی کہ وہ دربار شاہی میں داخل ہو - اسی بنا پر
انشا کو بھی دربار کا شوق چرایا - چونکہ اہل کمال بھی تھے اور ساتھ ان کی لطیفہ گوئی
اور بذلہ سنجی کی چاروں طرف دھوم تھی اسی لئے آسانی کے ساتھ دربار میں داخل ہو گئے
مگر وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں - دربار نام کا دربار ہے
باقی خدا کا نام ہے - پھر بھی ننگ آمد و بخت آمد کا معاملہ تھا - زمانہ باتو نسازد تو
باز مانہ بساز کی مشہور ضرب المثل پر عمل کرکے چار و ناچار چند روز نباہی - اور اپنی خوش بیانیوں
اور خوش مذاقیوں - گل افشانیوں سے اس وادی خزاں رسیدہ کو گل و گلزار بنائے رکھا
مگر کب تک آخر گھبرا گئے جی اکتا گیا - اور لکھنؤ کی طرف رخ کیا - لکھنؤ اسوقت آج کا لکھنؤ
نہ تھا - گوشہ گوشہ قدر والوں سے آباد تھا - قدر میں فیض رسانی مہمان نوازی کی خصلت

سلیمان شکوہ شاہ عالم بادشاہ کے بیٹے تھے۔ انھوں نے کچھ انشا کے علم وفضل اور رنگین مزاجی کی قدر کی۔ کچھ اپنے باپ کے درباری ہونے کا لحاظ کیا۔ غرض کسی نہ کسی صورت سے یہ ان کے شاگرد ہو گئے۔ انشا کو تمامتر تو نہیں مگر کچھ نہ کچھ اطمینان ہو گیا اور غربت کے آنسو پونچھ گئے۔ چند روز انھیں کے یہاں رہتے سہتے رہے مگر آخر لکھنؤ آ کر تفضل حسین خاں کے توسل سے نواب سعادت علی خاں کے دربار میں پہونچے۔ اور اسقدر مقرب بارگاہ ہوئے کہ نواب کو ان کے بغیر کسی وقت چین ہی نہ آتا تھا۔ انشا کی رنگین مزاجی نے کچھ نہ کچھ نواب کو بھی رنگین کر دیا تھا۔ مگر فطرتاً نواب چنانچہ بہت ہی سادہ مزاج۔ خاموش۔ متین۔ اور سنجیدہ تھے۔ پھر یہ عالم تھا کہ خلوت اور جلوت میں دم بھر کے واسطے بھی سید انشا جدا نہ ہوتے تھے۔ ایک غیر مطبوعہ کتاب جو مشہور بھی نہیں ہے لطائف السعادت کے نام سے مجھے بہ تقریر انشا اللہ کی تصنیف تھی اور اسمیں نواب کے حکم سے انشا نے وہ دلچسپ لطائف اور باتیں جمع کی ہیں جو نواب میں اور ان میں خاص خاص مجلسوں میں ہوا کرتی تھیں یہ کتاب مدتوں میرے کتبخانہ میں رہی اب سید جالب صاحب ایڈیٹر ہمدم کے یہاں ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ نواب سے اور ان سے اتنی بے تکلفی تھی کہ اس سے زیادہ محال تھی۔ مگر ہم لکھ چکے ہیں کہ نواب کے مزاج میں یہ رنگینی جو انشا کی صحبت سے پیدا ہو گئی تھی۔ دراصل وہ متین تھے اور انشا ضرورت سے زیادہ منھ پھٹ شوخ مزاج۔ رند لاابالی چنانچہ اسی افراط و تفریط کی بدولت یہ نوبت پہونچی کہ نواب کو کچھ بدمزگی پیدا ہوئی اور اسی کی پاداش میں ان کو ۱۸۱۰ء میں دربار سے الگ ہونا پڑا۔ نواب نے اسکے بعد ان کو یہ بھی حکم دیا کہ ہمارے دربار کے سوا اور کہیں نہ جایا کرو۔ اسکے بعد یہ ستم کیا کہ تنخواہ بھی بند کر دی۔ ایک آفت یہ آئی کہ تعالی اللہ خاں جوان بیٹا مر گیا۔ اور انشا کی اسی غم میں بہت ہی زار و نزار حالت ہو گئی۔

ان کے ظریفانہ انداز کا سب سے بڑا نمونہ سمجھئے۔ بعد ازاں داڑھی وغیرہ کا نمبر آتا ہے
بہر صورت ہم ان کی ہر قسم کی ظریفانہ شوخیوں میں سے کچھ نمونے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔
مگر قبل اس کے کہ نظم کا حصہ شروع کریں۔ ان کے کچھ لطائف لکھے دیتے ہیں تاکہ معلوم
ہو جائے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے از راہ تکلف و تصنع نہ تھا بلکہ ان کی فطرت یہی تھی۔ ان کا
وجود ان کی ہستی محض ہنسنے ہنسانے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ لطف یہ ہے کہ جس رنگ میں
کوئی شعر کہتے ہیں۔ یا جس قسم کی ظرافت سے کام لیتے ہیں اسمیں کسر باقی نہیں رکھتے۔ کیا
مجال کہ کہیں بھی عنوان کیسا نظر بھر کر دیکھنے کی بھی گنجائش نکل آئے کوئی غلطی سرزد ہو
معاذ اللہ۔ ایک یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر بھر انھوں نے اسی رنگ میں مشق کی ہے۔ اور یہی رنگ
عمر بھر رہا ہے۔ وہ انتہا کے شوخ حاضر جواب تھے۔ چنانچہ چند لطیفے درج کرتا ہوں۔

ایک دن نواب کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اور گرمی کی وجہ سے صافا۔ یا پگڑی
علیحدہ رکھدی سر گھٹا ہوا تھا۔ نواب کے دل میں جو ترنگ اٹھی۔ ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک
ٹیپ دی۔ آپ نے جلدی سے ٹوپی سر پر رکھکر کہا۔ بزرگوں کی نصیحت پر عمل نہ کرنا بڑی بری
بات ہے۔ نواب نے پوچھا کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سنا تھا ننگے سر کھانا کھانے سے
شیطان دھولیں لگاتا ہے۔

ایک مرتبہ نواب نے دفتر والوں کو حکم دیا کہ بھئی سب خوشخط لکھو اور جو کوئی غلطی
کرے گا فی غلطی ایک روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔ اتفاق کی بات ایک بڑے قابل مولوی
صاحب نے فرد حساب میں اجناس کا سین بھولکر اجنا لکھدیا۔ نواب صاحب نے کہیں
دیکھ لیا۔ مولوی صاحب نے اسکے معنی بتانا شروع کئے اور تاویلوں کے انبار لگا دئے۔
نواب نے انشا کو اشارہ کر دیا۔ انشا نے یہ رباعی نظم کر کے پڑھیں۔ اور غریب
مولوی کو دیوانہ کر دیا۔

اجناس کی فرد پر یہ اجنا کیسا   میاں ابر لغات کا گرجنا کیسا

گو ہوں اجنا کے معنے جو چیز آگے   لیکن یہ تو ہے ایچ اپچنا کیسا

ترخیم کے قاعدے سے ججنا لکھئے   اور لفظ خرد خبا کو خجنا لکھئے
گر ہمکو اجی نہ لکھئے ہوئے لکھنا   تو کرکے رخم اس کو اخبا لکھئے

اجناس کے بدلے لکھئے اجنا کیا خوب   قاموس کے رعد کا گرجنا کیا خوب
از روئے لغت نئی ایچ لے لی ہے   اس تان کے بیچ کا اچنبا کیا خوب

اجناس کے موقع پہ اجبا آیا   سامانے علوم کا یہ سجنا آیا
اخبا چیزے ست کال بردیدہ زمیں   یہ تخم لغت کا لو اپجنا آیا

نواب نے کہیں روزہ رکھا تھا اور یہ حکم دیدیا تھا کہ کوئی نہ آئے۔ پہرہ لگوا دیا تھا مگر انشا کو کوئی ضروری کام تھا۔ آخر عورتوں کا لباس بدل ناک پر انگلی رکھ نواب کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ نواب نے چونکہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی نہ آئے۔ اب یہ پہونچے ذرا تیوری پربل آئے۔ انھوں نے فوراً یہ شعر پڑھا۔

میں تو کہتی تھی نہ رکھ او مرے پیارے روزہ   بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزار روزہ

ایک مرتبہ لب دریا چلے جا رہے تھے ایک حویلی نظر آئی جس پر یہ تاریخ لکھی تھی ع

حویلی علی نقی خاں بہادر کی

کسی نے کہا کہ انشا دیکھو کیا تاریخ کہی ہے ذرا اسے رباعی تو کر دو تو انھوں نے فی البدیہہ کہا۔

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی   نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی

فائق جو ان کے معاصر تھے انھوں نے انشا کی ہجو کہی انشا نے صلہ میں پانچ روپیہ دیئے اور کہا -

فائق بے حیا چو ہجوم گفت   دل من سوخت سوختہ بہ
صلہ اش پنج روپیہ دادم   دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

انھیں فائق نے جنکا بیان ہو چکا ایک مرتبہ ید کو بہ تشدید لکھا - انشا کو ایک سامانِ تمسخر مل گیا ایک قطعہ لکھ مارا -

چہ خوش گفت فائق شاعر غرا   کہ چوں ذہن او ذہن رسا نباشد
یکے شعر نادر کہ در چند وزن   شود خواندہ و شک یعنے نباشد
دراں لفظ ید را بہ دال مشدد   نوشت است در نیہ مقلد اصلا نباشد
شنید ایں سخن راچو گرد سخن   ز انشا کہ ہمسرش اصلا نباشد
بگفتا کہ من شاعر خوش فکرم   چو من ہیچ مقبل گویا نباشد
تو گلستاں نخوانی درست   ترا ہیچ شعور و ذکا نباشد
سند یاد از استاد است مارا   بہ کلام ما ہیچ خطا نباشد
چو تشدید در شعر ضرورت افتد   تشدید صحیح چرا نباشد

گیان چند ساہوکار کی ماڑواڑی میں ایسی ہجو لکھی ہے کہ تلوار تیغ تیز معلوم ہوتی ہے - جس سے اسکی عزت تک کا خون بہا دیا گیا ہے - بھڑوں کھٹملوں وغیرہ کی ہجووں میں پوری پوری مثنویاں نظم کر دیں - مصحفی سے الجھے تو ایسے ہی الجھے وہ وہ ادکھیاں کہیں کہ توبہ ہی توبہ ہے جیسے شیخ مصحفی کے ذکر میں لکھیں گے انشا کے لئے کوئی ہی ضرور نہ تھا کہ وہ جب ہزل - یا ظرافت یا ہجو کا ارادہ کرتے تبھی ایسے شعر لکھتے تھیں غزل کہتے اسوقت بھی یہی عالم تھا - قصیدہ لکھتے تو بھی یہی رنگ غالب رہتا دو چار شعر

لیا کر عقل نے منہ میں دل بیتاب کا گٹکا
تو جوگی جی دھرا جہاں گا سیوا کے گٹکا

صنم خانہ میں جب دیکھا بت زنار پوش کا جوڑا
لگا ٹھاکر کے آگے ناچنے طاؤس کا جوڑا

ملے پیارے سے جو ہر تال کر کے راکھ کا جوڑا
تو تانبے سر جی لگیں کوئی نوے لاکھ کا جوڑا

نہیں کچھ بھید سے خالی یہ تلسی داس جی صاحب
لگایا ہے جو اک بھونرے سے مٹنے آنکھ کا جوڑا

لپٹ کر کرشن جی سے رادھا ہنسکر لگیں کہنے
ملا ہے چاند سے اسے لوانہ ہیرے ماگھ کا جوڑا

یہ سچ سمجھو کہ انشا ہے جگت سیٹھ اس زمانہ کا
نہیں شعر و سخن میں کوئی اسکی ساکھ کا جوڑا

یہ برہمن بیٹھے ہیں دہا کے کنڈ پر
اوتار ہو کر گیتے ہیں پریوں کے جھنڈ پہ

دل ستم زدہ بیتابیوں نے لوٹ لیا
ہمارے قبلہ کو وہابیوں نے لوٹ لیا

سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا
تو اہل درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

یوں چلی مژگاں سے اشک خونفشاں کی سیدنی
جیسے برابر چلے بالے میاں کی سیدنی

رات وہ بولے مجھ سے ہنسکر چاہ میاں کچھ کھیل نہیں
میں ہوں ہنسوڑا اور تو ہے چقیلا میرا تیرا میل نہیں

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے
یہ تو بیچاری آپ ننگی ہے

ڈر و وحشت کی دہوم دہام ست تم
وہ تو ایک دیونی دبنگی ہے

جوگی صاحب آپ کی بھی واہ
دہرم مورت عجیب کڈہنگی ہے

چشم بد دور شیخ جی صاحب — کیا ازار آپ کی اٹنگی ہے

خیال کیجئے کہ کیا آج کام میں نے کیا — جب اُن نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

دیوار پھاندنے میں دیکھوگے کام میرا — جب دھم سے آ کہوں گا صاحب سلام میرا

ہیں روز حسن سے وہ نہایت گھمنڈ پر — دام تعلق نگاہ پڑے کیوں نہ ڈنڈ پر
تعویذ لال ہو کے نہ کیونکر ہو گھمنڈ پر — اک نیلا ڈورا باندھئے اس گورے بازوبند پر
یارب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — بچے بچے کھیلیں رہے آفت ارنڈ پر
دو شقہ دن تو بیچ چھپے ایسا کیونکر یقین — فیروز شاہ کی لاٹ سا اس بیچ کے کنارے پر
وہ پہلوان سادہ لب جو یہ ڈنڈ پیل — بولا کہ کوئی غش تو ہوا ایسے بھنڈ پر
انشا بدل کے قافیے رکھ جھنجھٹ اٹھا کے — چڑھ بیٹھ ایک اور بکھیڑے اکنڈ پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں راجہ کے کنڈ پر — بنکر مہنت گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر
ریجھے ہیں ایک جوگی کے چیلے پہ عشق میں آپ — عاشق ہوئے ہیں واہ عجب لنڈ منڈ پر

جو چاہے تو مجھے ہنسوڑے کی خیر — تو یوں دیکھ اس لنگوٹے جوڑے کی خیر
کہا وے نشے کے مرے رنجش کو — میاں ساقی اس سلفے کوڑے کی خیر
ہنسا یا جو میں نے تو یہ دے نہیں — نظر آتی کچھ اس تگوڑے کی خیر
لگا بیٹھ انشا کو کھو کر تو ایک — ارے اپنے سونٹے کی تھوڑے کی خیر

غرضکہ اسی طرح بات بات میں ظرافت اور ہنسوڑپن کرتے تھے۔ ریختی ان کا کوئی

خاص رنگ نہ تھا بلکہ اپنے دوست میاں رنگین دہلوی کے اتباع میں تفنن طبع کے طریق پر یہ بھی لکھ ڈالی - اور لکھی تو ایسی اور اتنی لکھی کہ آج پورا ایک دیوان موجود ہے - ان کی ریختی میں خصوصیت سے یہ بات دیکھنے کے قابل ہے کہ جان صاحب کی طرح تصنع اور آورد سے سراسر پاک ہے - خاص دلی کی بیگمات کا روزمرہ ہے - اکثر اشعار ایسے ذو معنی ہیں جو ریختی اور ہزالی دونوں رنگوں کا نمونہ ہیں جنھیں دیکھنے والے خود دیکھ سکیں گے -

میں کیا کہوں دوگانا اس کل کے دوڑنے سے — جو حال ہو گیا ہے اس پاؤں کی تلی کا
مجھ سے نہ اڑ زناخی تو رات کو کہیں تھی — چھپتا ہے رنگ کوئی ایسی ملی دلی کا
ہاتھوں سے تیرے میں تو کمبخت عاجز آئی — جو کام ہے نگوڑا تیرا سو ہلبلی کا
انشا سوائے اپنے اللہ کے جہاں میں — ہے کون کھونے والا اس دل کی بکلی کا

بات جو کہنی نہ تھی [illegible] — [illegible]
تیری تو انشا کبھی بات نہ باور کرے — چاہے [illegible] اگر دے تو قرآن کا

اللہ کرے سلامت جم جم رہے یہ بیڑا — ہے جس کے دم قدم سے دنیا کا سب کھکھیڑا
کیوں [illegible] تجھ کو سب [illegible] — ہے سب تری [illegible]
[illegible] میں ناحق [illegible] آئی — لگ جائے آگ منہ پر اس غیب کا تھپیڑا
[illegible] منہ کو کل وہ پری پیلی — کیوں [illegible] انشا اللہ خاں [illegible]

کروں بیدار کیا اپنی دوگانہ کی ریکھائی کا — [illegible]
[illegible] لگا ہے [illegible] میری — [illegible]
وہی جانے کہ کیونکر بات چیت [illegible] — [illegible]

چوٹی ہے تری سانپ کی اک لہر دگانا — کھاتی ہوں ترے واسطے میں زہر دگانا

چتون تری بس دیکھتے ہی یاد پڑی ہے — دلّی کی وہی چہل وہی نہر دگانا

نوج ایسے کہیں اور ہوں گھر کھوج مٹے لوگ — [illegible] یہ تمہارا شہر دگانا

میں تجھ سے سمجھ لوں گی بھلا کون ہے انشا — اللہ رے تو ہے بڑی قہر دگانا

اڑ گئی فاختہ کیوں سرو پہ دم دیتی ہے — [illegible] اچھا مجھے کھٹکا سا لگا

تھام تھام اپنے کو رکھتی ہیں بہت سا لیکن — کیا کہوں تھم نہیں سکتی [illegible]

اپنے کوٹھے پہ کچھ اسطرح سے رنگیلا کہ مری — لے گیا جان اڑا ایک کبوتر والا

ہے یہ سمجھی کونسی منزل انشا اسکا نام بتا — ڈر سا میرے دل کے اندر اس منزل میں بیٹھ گیا

تجھے پر بیتی کہاتی تو منڈی آنا — آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی آنا

پاپلی چھکری [illegible] — اپنی میں رگڑا کروں پاؤں کی ایڑی آنا

کٹ تو نا شے سے [illegible] اچھا تو ہوا — کٹ گئی یعنی مرے پاؤں کی بیڑی آنا

نہیں سنکا دیا تو نے تو پھر انشا نے — میرے دروازے کی کیوں چول اکھاڑی آنا

اپنا جو دکھاتا ہے ہمیں زور نگوڑا — صدقے اسے کر ڈالیے در گو رنگوڑا

میں پانچ پڑوں کیوں نہ جو لے انگلی میں اپنی — ڈالے مسل انگلی کی مری پور نگوڑا

ہمسایہ میں کو خجل ہوئی کل رات کو انشا — گھس آ کے جو خانہ میں گیا چور نگوڑا

تو قیامت بے مہری ہے حد برا تیرا گلا — خوش نہیں آتا ہمیں بی قاضتہ تیرا گلا
کیوں پڑا نہ نکلے نہ دل میرے کلیجے میں بھلا — ہے تمھارا روپ ایسا جیسے سوتے میں ڈرا
دل میں اک انشا کے چٹکی لی پرے کو ہٹ گئیں — و [illegible] بھیلا

آگ لینے کو جو آئیں تو کہیں لاگ لگا — بی بی ہمسائی نے دی جیبیں مرے آگ لگا
نہ برا مانے تو لوں توڑ کوئی مٹھی بھر — بیگما تیری کیاری میں تیا ساگ لگا
شوق سے سونگھے انشا مرے بو بالوں کی — دے چنبیل خود کے ہونٹوں میں تو اک ناگ لگا

کمبخت ہے وہ کام جو لگانا بہت برا — صدقہ گئی تھی ہے یہ زمانا بہت برا
دلسوز ہے دوا مری پر اس کا ہر گھڑی — لگتا ہے انگلیوں کا نچانا بہت برا

تو تو آکٹی نہیں جائیگی مرے عیبوں سے — اری میں عیب بھری ہوں تو بھلا تجھکو کیا
نئی ڈھاکوں کی سی کھیتی کیطرح سے انشا — ڈہڈہی ادرہری ہوں تو بھلا تجھکو کیا

مشک کی طرح سے گال اپنے پھلاتا کیوں ہے — ارے او سقہ کے لونڈے تو نہ پانی چھلکا

پک رہی ہے جو یہ کھچڑی سی سو ہو تیر جس سے — اسکی ابتک نہ گلی دال نہ جا تول کسکا
ہاتھ آیا سو ہتیلی سے ہتیلی ملنا — چولھے اور بھاڑ میں جاوے یہ نگوڑا چسکا

چبھتی ہے یہ تو نگوڑی مجھے بھاری انگیا — کوئی سادی سی مرے واسطے لا ری انگیا

گو کھرو لہر بنت ڈاک ستارے کیا چیز — اس سے ہو جاتی ہے کمبخت گنواری انگیا

گیند اک میں نے جو پھینکی تو جھجک کر ان نے — کچھ عجب ڈول سے کل اپنی سنواری انگیا

بی بی منظانی جو سی لائیں تھیں آئی نہ پسند — بیگما جی نے وہ سراون کے سے ماری انگیا

جسمیں بو باس ہو تیری وہ نشانی دے ڈال — چھلا میں کیا کروں گا اسے تیرے واری انگیا

اوڑھنی مجھسے جو بدلی تو اجی باجی جان — وہ بھی اک دیجیے جو ہو بھاری سے بھاری انگیا

تھی عجب کوئی سگھڑ جسنے یہ کاڑھے بوٹے — وا چھڑی بنگئی اک پھولوں کی کیاری انگیا

ہاتھ انشا کا کہیں چھو جو گیا تو بولیں — تیرا مقدور کہ تو چھیڑے ہماری انگیا

سیں کے گونڈے اسکے آج ہیں کیا اسے دوا — ہے وہ چھوٹا سا جو لڑکا تیری گودی کا پلا

تمنے جو میرا اوڑھا دوپٹہ ہے یہ دگاناپا ت کڈھب — لگتا ہے آپس میں دونوں کو یہ ہے یہ دگانا پات کڈھب

ایسی نہ چالیں چلیں تو ہم چاہ بھری جو نوگ کہیں — آپس میں ہی ان کے سٹا ہے یہ دگانا پات کڈھب

خرپڑھنے کو ڈیوڑھی کے اوپر چاہے کوئی بوڑہا سا — انشا تو ہے ہٹا کٹا ہے یہ دگانا تات کڈھب

کوٹھے پر سیڑھیوں میں یا کہ سنڈریوں سے ادھر — صحن میں ڈیوڑھی میں یا اور کہیں منھ سے پھوٹ

سر ہلانے سے بھروسہ نہیں پڑتا کسو وقت — کسیگی کب وہ کہ ہر یاں کہ وہیں منھ سے پھوٹ

بس بلائیں مری نہ لے چٹ چٹ — اے دگانا تو ایک ہے نٹ کھٹ

دم دلاسا عبث نہ دے آنا — چل چخی دور ہو پرے بھی ہٹ

چوٹ اک دل کو لگ گئی انشا — جب سنی اس کے پانوں کی آہٹ

مت اجڑ گئے سے بھڑ اور غش نہ کھا کر گر بیگما نہ کر آخر چین نے ذری ظلم بخت
کچھ تجھے شرم بھی ہے بیٹھ پرے او کمبخت تاڑ جاویں گے بڑے لوگ ارے او کمبخت

انشا سے ملتے کیوں نہیں عشق ہو بھلا تو دیر کیا جی ہچا یہ کھیلے ہو تو پھر لوگوں سے ڈرتے ہو عبث

سارے بھوتوں سے پرے ہو یہ موا خواجا خبیث مجھکو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خواجا خبیث
رات بھر گئی انشا کرے ہے تھتیا آتی تری نہیں موت کے اب دن بھرے ہے یہ موا خواجا خبیث
بیگما انشا سے بچپسی نہ کھیلو بس کرو رشک کے مارے مرے ہے یہ موا خواجا خبیث

کوئی چاہت میں کسی شخص کے بدنام ہو نوج اے ددا جان وہ کمبخت بڑا کام ہو نوج
مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کریں جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج
دل دبا بڑا ہی رہے ، جی تو بچے اے انشا کلو ہی کالی بلا ہاے وہ پھر شام ہو نوج

باجی کہتی ہیں کہ اک مردوے پر غش ہے تو مفت ایسا بھی کسی شخص پہ بہتان ہو نوج
ساٹ کے ٹکرے پہ کھینچا جو انھیں تو بولیں میسرے کپڑو نکی طرف دیکھ اور انشا کو سوچ

کالے بادل نہ گھر آتے تو ارے او لوگو آبرو آج مری مفت میں کیوں کھوتی صبح
کان کی لو میں گھسی موٹی سی بالی کیونکر جسکا ہو سوئی کے ناکے سے بھی تنہا سوراخ

بلائیں لیتے جو لیں انکی کل چٹاخ پٹاخ تو کس مزے سے کہا بیگما نے چل گستاخ

لگتی ہے چوٹ تو لگنے دے مسوس اور ذری
ایک دم کے لئے خاطر سے ہماری مت چیخ
چیخ چنگھاڑ مچاتی ہوئی انشا سے نہ مل
ہٹو اب منتیں کرکے تری باری مت چیخ

جاڑا لگے ہے کھینچ لے مجھکو لحاف میں
پاجامہ یخ ہے برف ہوا اولا ازار بند
تقصیر کیا ہوئی تھی کہ انشا پہ رات کو
وہ کھچے وار آپ نے تولا ازار بند
کیا بجھ گیا ہے آج کہ جسکے سبب ترا
ہے سخت جیسے لکڑی کا چیلا ازار بند
انشا کو اور اپنی نشانی نہ دیجئے
دیجئے تو اپنا میلا کچیلا ازار بند

ہے تو سہی اجی یہ نکیلا ازار بند
لیکن کسی کا تو ج ہو ڈھیلا ازار بند

اے ڈگانا مجھسے کشتی کھیلنے کا ہے گھمنڈ
تو کیا کر آج سے تو بھی بس اک اکیس ڈنڈ
جو پری مہندی لگا دے اسکے باندھے ہاتھ پاؤں
لوٹتی کیا کیا مزے ہو یہ موئی شقشل ارنڈ

جو مجھے ٹوکے سو الہی کرے
ہوتے سوتے کو اپنے کھا دے پچھاڑ
ٹوٹ جا دے کہیں یہ تیری چول
ارے او بے سرے نگوڑے کو اڑ
لے چل انشا مجھے کھجور تلے
یہ تو ہے مرد نام اسکا ہے تاڑ

بیگما نے جو کیا جھککے سلام آتو کو
آغا مینا نے سنائی اسے یوں ہی آواز
پوتوں پھلنا تجھے اور دودھوں نہانا ہو نصیب
بیاہ ہو سو نیکے سہرے سے تری عمر دراز
بیگما جان بڑی شرم کی ہے یہ بات
گتھ گئیں بطخے سے انشا کی تمہاری بی قاز

گود پھولوں سے بھری [illegible] شاباش　　تیری کھیتی ہو ہری میرے دگانا شاباش
اوٹ میں اپنے [illegible] مجھے اس شخص کو آج　　میں [illegible] دگانا شاباش
میری خاطر سے جو دکھ ہو تو پڑا ہو سہ لے　　اور کچھ [illegible] میری [illegible] شاباش

ادی راسیلی ہو گئی میں آج　　گورے گورے ترے بدن پہ غش
یوں ہی میں عشق [illegible]　　راجہ نل جیسے تھا دمن پہ غش

باجی تم چاہتی ہو بندی سے جیسا اخلاص　　اجی دو کواریوں میں تو جہوا ایسا اخلاص
نہ بتولے مجھے دویاں سے اور کچھ ہو جاؤ　　کس کو کہتے ہیں محبت اجی کیسا اخلاص

کب ترا تھی مرے پاس آئی تھی کل رات غلط　　مجھے اس سے ہوئی کسطرح ملاقات غلط

شرط ہے رکھنا لحاظ اتنی بھی مت ہو بے لحاظ　　سانس مت بھر او دگانا چپ اری او بے لحاظ
ہوتے سوتوں سے کہو اپنے چہ خوش لے دا سے چھڑے　　دال نے ہو یہاں یہ سہلا کہتے ہو کس کو بے لحاظ

نہیں جاتی کہیں مہمان مرے دل کا شوق　　تمکو کیا اس سے دو اجان مرے دل کا شوق
بات چیت ایسی طرح کی مجھے آتی ہی نہیں　　نہیں اسکا مجھے ارمان مرے دل کا شوق
طعنے مت دے مجھے ہاں ہاں اجی ہو جاتی ہو نا　　جان اور پوچھ کے انجان مرے دل کا شوق
منتیں مت کرو انشا کی طرف سے او سپیر　　میں نہیں کرنے کی احسان مرے دل کا شوق

اس کی زنجیر بھی نہیں لگتی — آگے پھر شرم ہی کی آڑ ہے ایک

میں جھجک اٹھی لیکے انشا نے — کل چبھو دی جو میری ران میں لونگ
اری بی ایک ہی عیار ہو تم — ناک چوٹی میں گرفتار ہو تم

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی کچی گولیاں — جو نہ سمجھوں گی زنانی جان تیری بولیاں
کیا یہ چھیڑ خانی کی باتیں آگے جیسے چھیڑیاں — سیکڑوں مجھ سے یہاں رگڑا کیے ہیں ایڑیاں

بلا سے اگر آئی ہولی کہارو — نہ مجھ سے کرو بولی ٹھولی کہارو

ہاں وہ لائیے کمبخت جو چت چاہی ہو — اجی بس جاؤ بھی کچھ تم تو بڑے واہی ہو
پھر جو بولی! ٹھٹوں گی کچھ میں تو یہ طعنے دوگے — قہر ایسا نہ کرو تم ابھی بن بیاہی ہو

تم بڑی قہر ہوا سے باجی جان — نوج تم سی کوئی چھپتی ہو
اسے دگانا تری مشغولی کو — چھیڑ اک موم کی بتی سی ہو

جی ہی کچھ رکھتی نہیں دھڑ میں بڑی بولی ہو تو — اسے ددا فرہاد کشش بڑھیا کی ہیولی ہے تو

نگوڑی پان کی جو کھا رہی ہے اس سے کہتا ہوں — ذرکھے بات کچھ جی میں بھری ہو سو اگل ڈالے
فضیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیوں پینا پیسے — بڑا دانہ جو ہو چکی میں کیا چھوڑوں کو دل ڈالے

مجھے ڈر ہے بچھیڑا اک جو ہے تاکند سا پھرتا　　[illegible] بھی دیکھیں، تمکو کہیں دل ڈالے
غلیلہ پھرائے گھڑیاں کا کیونکر نہ ٹھرا دیں　　نگوڑی باولی چڑیا مزے میں جو غلل ڈالے
وگانا مدھ میں جو [illegible] کے بھیڑی وہ وقت آ پہنچا　　کہ کوئی پھول اسکی گود میں کوئی لاکے پھل ڈالے
اری تو ایسی ہی پڑتی ہے مارے جھل کے اور نڈی　　خدا ایسی بھی دیدونیں کسیکے تو نہ جھل ڈالے

ہزاروں دیو دنکو یانکی پریوں نے پچھاڑا ہے　　نہیں یہ لکھنؤ راجہ اندر کا اکھاڑا ہے
رضائی شال کیا اوڑھ [illegible] ہم تم چھپر کھٹ میں　　ہوائیں ٹھنڈی [illegible] خوب جاڑا ہے

میں نے جو کچھ [illegible] زبان کاٹی　　تو اس نے کس مزے سے میری زبان کاٹی

یوں جھکا مجھ کو کوئی رات کا جاگا جیسے　　تم تو وہ چاہتے ہو سوئیں ہی دھاگا جیسے
یونہی ہر بات میں بولا کرو سکڑا سڑوا　　ابھی آغا کو بہک کر کہا آگا جیسے
ڈھال تلوار لئے لانگ چڑھائے انشا　　مجھسے یوں رات ملا ہو کوئی تاگا جیسے

اسے قربان کروں جو مجھے چھیڑے انشا　　میری چھاتی جو چھوے اسکی ہتیلی جل جائے

پڑ گیا نیل مرے گال میں کیسا قہر ہوا　　ارے کمبخت نگوڑے پڑے تجھپر بجلی
ہو گئی رات تو [illegible] لے انشا　　دیکھ میں چیخ پڑونگی نہ مرے لے چٹکی

چپکے دیتی کھول کنڈی لینا انشا کو بلا　　ڈر بھلا کیا چاہئے دربان یوبیکا تجھے

[illegible]

ہے بو اس کو کھٹری [illegible] اڑا گیا ہے — اک عبا اوڑھ کے [illegible] بیٹھے ہیں حاجی باجی

چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی — لادے وہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی

بنت سے سرڈھپے ہوئے تجھے کیا چاہیئے بھلا — بوٹے سے قد پہ اس بڑے آنچل کی اوڑھنی

کوکا جی دیکھو میرے دوگانا پہ کیا پھبی — پشواز اودی اور جلا جھل کی اوڑھنی

انشا کے سو نگینے کے لیئے [illegible] نے بھیجدی — جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

رباعیات

اے بی بی میں خاندار بھائی تیرے — صدقے قربان جاے دائی تیرے

وہ چال نہ چل کہ نام رکھے کوئی — بے ڈول یہ ہیں دیدے ہوائی تیرے

ناحق ناحق مجھے جلاتی کیوں ہے — گھر میں مرے آگ لینے آتی کیوں ہے

آئی تو نہیں ٹھہرتی یہ رنجش ہے — بے فائدہ یاں تو آتی جاتی کیوں ہے

جینا تجھ کو ذکر عبث فضیحت ہوگی — آ تو یہ سنے گی تو قباحت ہوگی

چالیں یہ چھوڑدے نہیں تو ناحق — اک روز بڑی بڑی فضیحت ہوگی

انعام - یعنی جناب مولانا انعام صاحب گنگوہ شریف ضلع سارن کے رہنے والے ہیں - حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہے - عربی فارسی میں کافی دسترس ہے ظرافت نہایت خوب

فرماتے ہیں اور اسمیں اکبر کے رنگ کا اتباع کرتے ہیں اور اس میں نہایت کامیاب ہیں
آپ کے چند شعر دستیاب ہوئے جن میں آپ نے سندھیوں کی مقروضیت کا خاکہ کھینچا ہے
ملاحظہ ہو۔

سندھیے شلوار زر ہم سکہ ز تار داشت — باوجودش نالہ ہائے زار در اقبا بہشت
گفتمش دریں وصل ایں نالہ و فریاد چیست — گفت ما را قرضہ بقال بر ایں کار داشت

سیٹھ اگر نہ نشست با ما نیست جائے اعتراض — مالک ہمیان زر بود از گدایاں عار داشت
بنگرید ایں تنگیٔ حال مسلمانان سندھ — شیخ سندھی خرقۂ خود رہن ساہوکار داشت

حدیث از قرضۂ خود گو و راز کھٹی کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را
من از آں سود روز افزوں کہ قرضہ داشت دانستم — کہ قرض از کیسۂ سندھی بر آرد پیسہ پیسہ را
فغاں کیں بنیائے شوخ و شیریں کار و شہر آشوب — چناں بردند سود از ما کہ ترکاں خوان یغما را
سمن داوی و خورسندم جزاک اللہ نکو کردی — ہمیں زیبد بہ رہن و قرضہ [illegible]

غلام ہمت بقال تاجدارانند — خراب کھاتہ و بہی تو ہوشیارانند
گذار کن چو صبا در دیار ہند ببیں — کہ از تقاضائے بنیا چہ سوگوارانند
ترا بیاج و مرا آب دیدہ شد غماز — وگرنہ قارض و مقروض رازدارانند

انوری۔ محمد اوحد الدین نام تھا۔ ایران میں علاقہ ابیورد میں بدنہ ایک گاؤں ہے جو مہنہ کے مقابل واقع ہے وہی اسکا مولد و مسکن تھا۔ اس علاقہ کو خاوران بھی کہتے ہیں اسی مناسبت سے اوائل حال میں خاوری تخلص رکھا تھا۔ پھر اپنے اوستاد کی فرمائش سے

یہ تخلص بدل کر انوری تخلص اختیار کیا۔ مدرسہ منصوریہ طوس میں علوم کی تحصیل کی اور خصوصیت کے ساتھ علم ریاضی میں کمال حاصل کیا۔ اسکا پایۂ فضل و کمال اتنا بلند ہے کہ تذکرہ آتشکدۂ آذر کے مصنف نے لکھا ہے کہ چار شخص ہیں جنکا جواب شعرا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ انوری۔ فردوسی۔ طوسی۔ نظامی گنجوی۔ شیخ سعدی۔ انوری ابتدا میں نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ مگر تقدیر نے یاوری کی تو سنجر کے دربار میں رسائی ہوئی عرصہ تک وہاں رہا۔ اور ۵۴۳ھ میں سلطان احمد پیروز شاہ نے اسکو بلا لیا۔ اسکے بعد مختلف درباروں میں رہا۔ اور آخرکار بلخ میں پہونچا۔ چونکہ اسکی طبیعت میں قدیم سے ہجوگوئی کا مادہ تھا۔ اور اسی عادت کی وجہ سے اس نے ایک زمانہ کو اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ لہذا جب یہ بلخ میں پہونچا تو وہاں بھی اگلوں کی اور اس شہر کی ہجو کہی لوگ اس سے نہایت برہم ہوئے۔ بلکہ اصل میں مشہور یہ ہے کہ یہ اسکے دشمنوں کی کارروائی تھی تو بھی ایک شاعر تھا جس نے اسکے نام سے وہ ہجو کہکر مشہور کر دی تھی۔ مگر پھر بھی اسکا خمیازہ انوری ہی کو اٹھانا پڑا۔ اہل شہر اس قدر بگڑے اسقدر برہم ہوئے کہ انوری کو تختہ کلاہ کیا۔ اور اوڑھنی اوڑھا کر گلی کوچوں میں تشہیر کیا۔ بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ نوبت پہونچی۔ سچ ہے بد اچھا بدنام برا۔ لیکن قاضی حمید الدین مصنف مقامات حمیدی کی سعی و کوشش سے ان کی جان بچ گئی۔ اس مرتبہ انوری کچھ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے تمام لغویات اور شعر و شاعری سے پرہیز کر لیا۔ اور آخرکار ۵۸۷ھ میں بمقام بلخ وفات پائی۔

انوری شعر و شاعری میں شہرۂ آفاق تھا۔ اسکے معاصرین میں کوئی اسکا مد مقابل نہ تھا۔ خصوصیت سے ہجوگوئی میں اپنے اقران و امثال میں سب سے زیادہ تھا۔ اسی وجہ سے ہزل۔ اور ظرافت کی طرف بھی اسکا میلان طبع تھا۔ اور اس میں بھی اس نے وہ کمال حاصل کیا تھا کہ سوزنی۔ اور سعدی وغیرہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسکی ظرافت، ہزالی۔ اور ہزالی فحش گوئی تک پہونچی ہے[1]۔ مگر کمال ہر صورت اور ہر رنگ

[1] ہجو بہت سخت ہتک کے بعد چند شعر لکھتے ہیں جو اگر چاہو کہ [illegible] ...

[illegible]

اے خواجہ درازیت رسیدہ است بجائے — کز اہل سماوات بگوشت برسد صوت
گر عمر تو چوں قد تو بودے بدرازی — تو زندہ بماندے و بمردے ملک الموت

روزے از بہر تماشا سوئے دشت — چند زن بیروں شدند از شہراں
چوں بصحرا ساعتے ماندند دیر — چند خر دیدند در صحرا چراں
نر خرے بر مادہ خر رغبت نمود — بر مثال عاشقاں با دلبراں
باعمودے یک گز و نیم آبنوس — گادنی میکرد بر رسم خراں
کہ فرو می برد گہ بر می کشید — تیز می افگند و میکرد عاں عاں
زاں زناں یک زن آں گادن بدید — بر کشید آہے و گفت اے شوہراں
گر جماع اینست کایں خر میکند — بر کس ما می رینند ایں شوہراں

زعیم خیرہ را ریشے است بگذرد زحد بیروں — کہ گوئی عنکبوتے بر کس گادے تنیدستے
سرے دارد کل و ہر جائے موئے رستہ در وے ہم — کہ گوئی بر اطراف کدوئے خشک رستے
بجائے ناف چوں نافہ درادل سر بریدیش — دریغا گر بجائے ناف ادر کس دریدستے

آنکس کہ جگر خورد وبہ مرد ی ہنر آموخت — در دور قمر گو بہ نشیں خونِ جگر خور
پیغامِ زناں می برد و بیباے بزر پیش — یا مسخرگی می کن و حلوائے شکر خور

اوج ۔ تخلص تھا عبد اللہ خاں نام تھا ۔ دلی کے قدیمی باشندہ تھے ۔ اور یہیں کی گلیوں میں پوری عمر گزاری تھی نہایت ہی کہنہ مشق بزرگ تھے ۔ مگر خرابی اتنی تھی

کہ چاہتے تھے دنیا بھر سے نیا مضمون کہوں - اس میں ایسے الجھتے تھے کہ ایک مصرع کہنے کیلئے
گھنٹوں پہروں منہمک اور سربگریبان رہتے تھے - پھر بھی وہ مضمون قابو میں نہ آتا تھا
اور کچھ کا کچھ کہہ جاتے تھے - جب شعر کہہ لیتے تو شہر کے باکمالوں کو جا کر سناتے - اسوقت کے لوگ
مہذب تھے کیسکو آجکل کے بدتمیزوں کی طرح یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ منہہ پر ایک لفظ بھی ایسا
کہہ دیتے - جس سے توہین ہوتی - سنتے اور خوب واہ سبحان اللہ کا غل مچاتے رہجاتے - ذوق
غالب وغیرہ سے پہلے کہنے والے تھے - اس واسطے ان لوگوں کو وہ اپنے سامنے کا بچہ ہی سمجھتے تھے
ادھر ان کا بھی یہ خیال تھا کہ اگر ایک کہنہ مشق بڈھا خوش رہا تو ہمارا کیا نقصان ہے - اسی لئے
ان کی مشیخت آبی کی باتیں سنکر یا یہ لوگ چپ ہوجاتے اور یا برابر داد دیتے - مرزا غالب نے
جب اردو کا دیوان تمام کر دیا تو ذوق مرحوم نے یہ شعر کہا اور مرزا غالب کو سنایا -

دیکھئے حیرت میں ہیں تو ہے مطلع مقطع غائب ٭ غالب آسان نہیں صاحب دیواں ہونا

مگر مرزا نے کہا کہ واللہ کیا خوب یہ لوگ جو آپ کو استاد کہتے ہیں - تم تو شعر کے خدا ہو -
ایسے ہی ایک مرتبہ کنور اجیت سنگھ نے حکیم مومن خاں کو ایک ہاتھی انعام دی -
چونکہ مومن مرحوم نجومی بھی تھے لہذا اسی کو خیال میں رکھتے ہوئے انہوں نے شعر کہا -

جھنڈوں میں وہ مومن کٹا لیتا ہے ٭ نجومی بنکے جو ہاتھی کا دان لیتا ہے

دلی کے شہر میں ایک بڑی نامی رنڈی تھی - خدا نے توفیق جو دی تو گناہوں سے
تائب ہو کر حج کو چلی - اور حج کے استہزا کے لئے ایک مسالہ ہاتھ آیا یہ شعر کہا -

بجا ہے شیخ جی اگر چھوڑ رنڈی حج کو چلی ٭ مثل ہے نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی

ان کے کلام میں ظرافت کا چٹخارہ اسی سے پیدا ہو گیا ہے کہ جو کچھ یہ کہنا چاہتے ہیں
وہ کہا نہیں جاتا - چنانچہ تمہید کے شعروں میں آپ یہی بات پائیں گے -

ہیں ہتھیلیاں ہو ونکی بنتیں پرشکن کے اندر ٭ الٹی ہے بہتی گنگا بھی یہوں سے کے اندر
دنیا کے منقلب کا انداز ہے نگار خانا ٭ ہے مہر شمع وارثوں اس انجمن کے اندر

میں وہ ہوں نخل جو ہے سلسبیل دریائی | مری ہے کشتی گل نارجیل دریائی
مجھے اترتی ہے گرداب آسماں سے وحی | ہے راہبر خضر جبرئیل دریائی
میں کالا پانی پڑا ناپتا ہوں ہر شب و روز | زمین کا گز ہے مرا کلک میل دریائی
بنا ہے کنگرۂ خار میرا دشت حصار | مرا ہے آبلہ برج فصیل دریائی
جہاز ہے مرا اک تار لنگر دم پر | مرے عمل میں ہے جر ثقیل دریائی
میں اپنے کوچ کی ہوں موج میں بہا جاتا | حباب وار ہوں کوس رحیل دریائی
ہماری موج تلاطم سے آشنائی ہے | یہ آب شور ہے دیتا زفیل دریائی
ہے اوج مردمک دیدہ مردم آبی | نکال دیدۂ تر سے سبیل دریائی

وحشت مجھے زنجیر پنہاتی ہی تھی اکثر | طفلی میں بھی ہنسلی مری جاتی ہی تھی اکثر
جب تھا زر گل کیسۂ غنچہ کی گرہ میں | بلبل پڑی گلچھرے اڑاتی ہی تھی اکثر

دم بھر کا جو دمدمہ ہے باندھے خیال اپنا | بے پل صراط اتریں یہ ہے کمال اپنا
طفلی ہی سے ہے مجھکو وحشت سرائے الفت | سم میں گڑا ہوا ہے آہو کے نال اپنا
کب ہے شہادت اپنا ہے کس کو یاد قاتل | سانچے میں تیغ کے سر لیتے ہیں ڈھال اپنا
بھاتا ہے جوش عشق شیریں وشوں میں رونا | ہے آب شور گریہ آب زلال اپنا

اوحدی — مولانا اوحدی کرمانی کے علاوہ یہ ایک دوسرا ایرانی شاعر ہے جو علم وفضل کے لحاظ سے اپنے زمانہ میں طاق تھا۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ اس لئے تھوڑے سے اشعار ظریفانہ جن میں اخلاق ونصایح بھی شامل ہیں پیش کرتا ہوں۔

میاں رفیقے مشہد کچھ اسباد ذکر ہے | دید دنیا چو دختر بکرے

کرد از دے سوال کاے دختر — بکر چونی بایں ہمہ شوہر

گفت دنیا کہ با تو گویم راست — کہ مرا ہر کہ مرد بود نخواست

ہر کہ نامرد بود خواست مرا — ایں بکارت ازاں بجاست مرا

پسرے باپدر بزاری گفت — کہ مرا یار شو بہ ہمسر و جفت

گفت بابا زنا کن و زن نہ — پند گیر از خلائق از من نہ

در زنا گر بگیردت عسسے — بہ ہلاکو گرفت چوں تو بسے

زن بخواہی ترا رہا نکند — گر تو بہ گزاریش چہا نہ کند

از من و مادرت نہ گیری پند — چند بینی و بار بینی چند

آں رہا کن بگو آسیہ دہیہ نماند — ریش بابا نگر کہ نیمہ نماند

فرج گور است اندراں لحدے — صحبت او عذاب ہر احدے

آنکہ شہوت تو کور افتاد — زندہ زاں بے کفن بگور افتاد

ایم آر بیگ - اودھ پنچ سابق کے ایک نامہ نگار ظریف تھے - جنکا تھوڑا سا کلام تو دستیاب ہو گیا - لیکن افسوس ہے کہ پورا حال نہ معلوم ہو سکا مجبوراً ایک غزل ہی پر اکتفا کی جاتی ہے - ملاحظہ ہو -

اٹھنے لگے جمنا سے بخارات سودیشی — تو ہونے لگی ہند میں برسات سودیشی

کیوں آگئی حرارت سے نہ تبخیر ہویدا — تا چرخ چمکنے لگے ذرات سودیشی

جب بھونکدیں پا دل میں لگی پانی برسنے — ایجاد ہم ایسے کریں آلات سودیشی

یورپ کی نہ گھی ہو نہ امریکہ کے گیہوں — بنیوں کی دکانوں پہ ہوں غلات سودیشی

چوپایہ نہ لینگے کو [illegible] کبھی ہم — ناگور کا ہو جیل تو ہو شات سودیشی

غلے کی بساط ایسی بچھے ہند میں گھر گھر — اک کشت سے یورپ کو کرے مات سودیشی

سوڈا ہو کہ منگنیشیا سب چولھے میں جائیں — اب بیچیں گے عطار نباتات سودیشی

برسات بلالیں گے ہم اشکوں کی جھڑ لیسے — [illegible] سودیشی

[illegible] ڈر قحط کا اے پیچ — ہاں فکر رسا کرتی ہے ذرات سودیشی

باب بائے موحدہ

باپ۔ مادھورام نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں۔ مکرمی قمر بدایونی [illegible] جناب حکیم حافظ عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی سے آپ کا کلام مل گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ حالات کچھ زیادہ نہ معلوم ہو سکے۔ قمر صاحب ہی سے یہ لطیفہ سنا کہ باپ جب بدایوں کے مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ تو اکثر لوگوں سے نوک جھونک ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ مستقل حریف پیدا ہوئے اور اپنے ایک شاگرد کا دادا تخلص رکھا۔ مشاعرہ میں جب اس شخص نے غزل پڑھی تو باپ کو بہت کھری کھوٹی سنائیں۔ باپ ایک حاضر جواب آدمی تھے رہا نہ گیا یہ شعر موزوں کرکے اسی مشاعرہ میں سنایا۔ روئے سخن اپنے [illegible] کی طرف تھا ؎

وہ تیرے باپ [illegible] پردادا ہوں کوئی ہوں — مگر سب باپ کو تو باپ ہی [illegible] کہتے ہیں

حریف پر ایک اوس سی پڑ گئی۔ اور عرق شرم میں نہا گئے۔

باپ کا کلام محض ظرافت کی حد میں ہے۔ نہ اسمیں اخلاقی نکات کے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ سیاسیات کا دخل ہے۔ دیوان کا انتخاب کرکے یہ چند شعر درج کئے جاتے ہیں

ہر اک بات میں اوجھی رسے مار ڈالا — کوئی تم سے بڑھکر نہ نانا تہ دیکھا

چڑھائیں کبھی ہم گف بن کبھی ٹوپی پہنیں [illegible] جہیں یار تیری گدھیا نے مارا
غضب ہائے اس بت کا رونا کہنا ۔ مجھے آج جورو کے بھیا نے مارا

چھڑا کر کمر بند کہنا کسی کا ۔ تو کیا پھاڑ ڈالو گے لہنگا کسی کا
بہت آزمایا زمانے میں ہم نے ۔ نہ رنڈی کسی کی نہ بھڑوا کسی کا

نہیں ہے ساتھ اے ہمراز میرا اور دشمن کا ۔ میں اک اندھی یہ عاشق ہو وہ [illegible]

دیکھیے دل ڈر رہے مجھے اب یہ مریجاں دل کا ۔ حال پوچھے نہ کہیں مجھ سے مری ماں دل کا

مری جاں قتل کے ملزم ہو تم محشر کا موقع ہے ۔ ضمانت ہو نہیں سکتی مچلکا ہو نہیں سکتا
وہ کہتے ہیں [illegible] ۔ چپتے خالی کھا دیتے ہیں ایسا ہو نہیں سکتا
اسی ہفتہ میں سنتا ہوں کہ بیگم ہونے والا ہے ۔ کہا نکا ناچ ان سے صرف مجرا ہو نہیں سکتا

پوچھتے کیا ہو شب وصل میں کیا کیا ہوگا ۔ آج تو کچھ بھی نہیں بعد کو دیکھا ہوگا
گرجتے کھائے ہیں میرے یہ ذرا یاد رہے ۔ آج وعدے پہ نہ آؤ گے تو [illegible]
شیخ کا جبہ تمہیں باپ ہوا ہے دھوکا ۔ میرا سالا تو نہ ہوگا مرا سسرا ہوگا

جوتہ نیا دہوڑی کا پہنے ہے یار آج ۔ شاید کہ ہوگیا کوئی عاشق چمار آج
جاتے ہیں میکدے کو تماشا بنے ہوئے ۔ پیچھے ہے شیخ جی کے لگی لونڈھیار آج

وہ آدھی رات سے ہی شب وصل چل دیئے
اس کا [illegible] رقیبوں کی جان پر
دوزخ میں ہم پولس میں پڑا سے یہ جیل میں
کچھ تو کہو ملو گے مجھے کس مقام پر

ہے ان کے وصل کا [illegible]
جگہ تجویز کیا کی بانس پر یا بے بی چھت پر

جو دشمن ہیں ہمارے جنکو ہم اغیار کہتے ہیں
انھیں سب کو وہ اپنی ماں کا رشتہ دار کہتے ہیں

رقیب روسیہ کی کاٹ لینگے ناک جوتے سے
بلا سے ایک دو ہفتہ رہینگے گر بڑے گھر میں

عدو بکرا [illegible] کھل گیا اب پہ
[illegible] زیر خنجر میں
غلط خیال تھا میرا کہ وہ مری جان ہیں
نہیں ہیں جان مرے دشمنوں کی اماں ہیں
تخت کی رات مری چھیڑ [illegible]
مجھکو یہ کہکے ڈرایا کہ خصم مار ہوں میں
ان کی منت پہ شب وصل انھیں چھیڑ [illegible]
وہ کہیں یہ نہ سمجھ جائیں کہ بیکار ہوں میں

اغیار ترے ماں ہیں بہن ہیں کہ چچی ہیں
کیا حق ہے انھیں کیوں ترا [illegible]

غیر کے وصل کو اب ہوتے ہیں کمرے خالی
غسل خانہ ترا لکھا تھا مری قسمت میں

جز میرے ترا بوسہ لب جس نے لیا ہو
اللہ کرے چار مہینے کی سزا ہو
کسواسطے اس سے مجھے ملنے نہیں دیتے
تم حضرت ناصح کوئی رنڈی کے چچا ہو

بیٹے دیکھا جو لنگوٹا مجھکو
دختِ رز نے کہا لنڈگا مجھکو

وصل کی بات پہ ہو کر کچھ خواہش
یا رب کہتا ہے بھیا مجھکو

گھستی ہے دشمنوں سے صبح و مسا تمہاری
یہ ریڈ مار دینگے اے دلربا تمہاری

رندوں کی تم مذمت کرتے ہو واعظ
اٹھکر خبر نہ لے لیں یہ سب چچا تمہاری

ہم بھی ترے صحن میں اغیار بھی ہیں آج
یہ دیکھنا ہے اب تری کھٹیا کدھر رہے

کہتے ہیں آج تیرے میاں سو رہیں تو پھر
اماں سے کیا کہیں گے کہ کا کیسے گھر رہے

خود کے لئے سر منڈا دو مری جان
بہت بڑھ گئی ہے حجامت تمہاری

تاکہ مجھ پہ خدا اور میں رنڈی پہ نثار
ایک کے گھر میں رہوں ایک مرے گھر میں رہے

پھر اگر غیر جھنک جائے تو سکا تو منہ
باپ کو حکم وہ دیدیں کہ مرے گھر میں رہے

وہ جو تولے سے کی ہے عزت کسی کی
کہ بن بن گئی ہے حجامت کسی کی

کوئی ٹیچر تو ساتھ پالے پڑے گا
علیگڈھ میں ٹھہری ہے نسبت کسی کی

سنا ہے دخترِ رز آپ کی ہمشیر ہوتی ہے
جبھی تو شیخ کی رندوں میں یہ توقیر ہوتی ہے

گر باپ میں نہیں ہے تو ماں میں قصور ہے
نطفے میں تیرے فرق مری جان ضرور ہے

کہاں جا سکتے [illegible] گذرے — تمھاری تاک [illegible]
ملا جو اُنسے اُس نے قید کاٹی — ملا ہے جیل خانہ اُن کے گھر سے
پھر آخر مجھسے تم کیونکر ملوگے — خوشامد سے [illegible]
عدو کیا مار ڈالے گا مری جان — خطا پیشاب کیوں ہوتا ہے ڈر سے

رنڈیاں [illegible] پھانس [illegible] — بیبیاں [illegible] کیے چڑیماروں کی
ہاتھ میں نیم کی سٹنی ہے بغل میں جوتا — یہی پہچان ہے آپ [illegible]

بزم عدو میں ہوں کہ جہنم میں جائیں آپ — جب میرے گھر نہیں ہیں تو جاہے جہاں رہیں

سیکڑوں کو وہ ٹانگ دیتے ہیں — اُنکو پھانسی مگر نہیں ہوتی

کیا مزا آئے جو اغیار کے اوپر سر بزم — [illegible]

کل سنا تھا یار کا جلاب ہے — آج سنتا ہوں کہ رحلت ہو گئی

نیند کیسی سننے والے مر گئے — [illegible]
نیم کی سٹنی لئے پھرتا ہے دوست — [illegible]

تاثیر [illegible] بخت سیاہ کی — معشوق [illegible]
کوہ ستم اٹھا دل [illegible] عاشقی — کیا [illegible]

چلا ہے سیٹھ خدا بن کر تو اسکے ہو تشنگ نکلے
رولائے جو ہمیں ناحق تو بیماری ہو رقت کی

ترا دادا بڑا خفقش تھا باپ اس کا بچھڑا تھا
پرانا خبطی ہے بو نہ کیوں ہو تجھ میں وحشت کی

تضمین شعر شہیدی

فضول مجھ سے تو بدظن ہے اے بت گلفام
تری قسم نہیں کرتا ہوں میں کسی سے حرام

کھلا کھلا کے مجھے سیر سیر بھر بادام
پری اٹھی مرے پہلو سے بارہا ناکام

فریفتہ ہوں ترے طرز دلربائی کا

براق - فرضی تخلص ہے مرے ایک دوست کا جو ضلع شاہجہاں پور کے ایک معزز رئیس اور کہنہ مشق شاعر ہیں اسوقت سن شریف تقریباً ۴۵ برس کا ہوگا نہایت باخلاق زندہ دل یارباش اور وضعدار منکسر المزاج ہیں مجھسے کافی مراسم ہیں - لیکن باوجود اصرار بھی آپ نے اپنا صحیح نام لکھنے سے مجھے منع کر دیا — واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ کے دیگر کمالات شاعرانہ کے سامنے ظریفانہ شاعری کا ذکر آپ کے لئے کچھ موزوں اور مناسب نہیں معلوم ہوتا - گرمیں جانتا ہوں کہ آپ کا ظریفانہ کلام بھی بہت کچھ ہے - اور اگر مجھکو وہ سب کلام ملجاتا جو آپ نے مختلف اوقات میں کیا ہے تو شاید ایک بڑے ظریف کا اس تذکرہ میں اضافہ ہو جاتا - مگر کیا کیا جائے - کہ ان چند اشعار کے سوا جو میں نے آپ کی زبان سے سنکر اپنی نوٹ بک میں درج کر لئے تھے اور کچھ بھی نہ مل سکا - شعر یہ ہیں -

محو دیدار ہر اک طرف دیکھنے والا ہوتا
تنے لنگے میں کمر بند نہ ڈالا ہوتا

کل شب عجب خیال دل ناصبور تھا
لنگا کسی حسین کا آغوش حور تھا

دشمن لپٹ کے بھول گیا شل نان جو	شاید شکم شریف تمہارا تنور تھا
نارنگیوں سے بڑھکے کچوں کی بہار تھی	سینہ کسی کا باغچۂ ناگپور تھا

جگنو کی چمک جالی کی انگیا میں نہیں ہے ۔۔۔ مرغ دل سوزاں ہے تہ دام ہمارا

برق - اسم گرامی منشی جوالا پرشاد تھا قصبہ محمدی ضلع سیتاپور میں ۲۰ اگست ۱۸۶۲ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن محمدی ہی میں پائی ۱۸۷۷ء میں ضلع کچہری میں مڈل اسکول کا درجہ اول میں امتحان پاس کیا اور وظیفہ مقرر ہو گیا یہاں تک کہ ۱۸۷۹ء سے کیننگ کالج لکھنؤ میں تعلیم پاکر ۱۸۸۱ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۸۳ء میں وکالت کا امتحان پاس کرکے وکالت شروع کی ۱۸۸۵ء میں بعہدۂ منصفی مامور ہوئے اور اسمیں بہت کافی شہرت اور ناموری حاصل کی آخر ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء کو بعارضۂ طاعون لکھنؤ میں جب کہ عہدہ جج خفیفہ پر متعین تھے انتقال کیا۔

گوکہ آپ اسم بامسمیٰ اور قدرتی نہایت ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے مگر پھر بھی آپ نے لکھنؤ کی زبان حاصل کرنے میں کافی کتب بینی کی تھی - اور خصوصیت کے ساتھ یہاں کے بڑے بڑے زباندانوں کے ساتھ ملتے جلتے رہے - منشی سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ سابق پنڈت تربھون ناتھ ہجر - مرزا مچھو بیگ ستم ظریف - منشی احمد علی شوق وغیرہ حضرات آپ کے احباب خاص میں تھے - جب آپ لکھنؤ میں تشریف لائے اسوقت سے اودھ پنچ میں نامہ نگاری شروع کی - اسی سلسلہ میں متعدد ظریفانہ نظمیں لکھیں - اکثر انگریزی ڈراموں کے لفظ بلفظ ترجمے اس خوبی سے کئے کہ باید وشاید - بنگلہ سے چار پانچ ناولوں کا ایسا

ترجمہ کی۔ کہ میرے خیال میں ہر ناول ان کے واسطے ایک شاہکار ہے۔ رد وہنی۔ پرتاب بنگالی دلہن۔ ماہ اسیتن۔ مرنالنی۔ سب کے سب نہایت دلچسپ سلیس اُردو کے ناول وہی بنگلہ ناولوں کے تراجم ہیں۔ میں نے ان سب کو از اول تا آخر پڑھا۔ ہر ایک لاجواب ہے۔ مثنوی بہار آپ کی شاعرانہ مشاقی کی ایک زبردست سند ہے۔ ظریفانہ رنگ۔ نظم و نثر میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ہم نثر کی بوجہ طوالت نظرانداز کرکے صرف بعض بعض نظموں پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلے ایک مخمس ملاحظہ کیجئے جو فارسی کے اس پرانے اور فرسودہ مصرع پر کہا گیا ؎ اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند۔

کلاہ سرخ ترکی والیکا برسر نمی ماند — ہمیشہ کوٹ و جاکٹ زیب و زینت نمی ماند

زنانہ بیجکے آئین اسے نیچر نمی ماند — عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

برانڈی کی ہوا کا در بوتل و ساغر نمی ماند — چنیں بید و چرٹ در دست دلبر نمی ماند

بیا اے پوش انگریزی وقر بر سر نمی ماند — عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

چنیں اسپ و سرپٹ میدان تا کجا تازی — ہمیشہ گیند و کرکٹ ہیچ طفلاں تا کجا بازی

عزیزہ در بدر تا کے چنیں پتلون بگو سازی — عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

بہ ہندی تا بکے از ما بگو اسکرٹ ہی پوشی — لباس جاکٹ و پتلون بے کھٹکے چنیں پوشی

بنا کے گردن این رسم [illegible] آغا کو شی — عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

نمی گردد عالم را بہ ایں ہیچ زبوں تا کے — بہ سر سر من خود ان انجمن فیشن و جنوں تا کے

نمودن یوں استادہ بمش [illegible] تا کے — عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

خودی تا چند مرغ سر بریدہ را بدین غبت   حرامے را نمائی از دلیلِ خویش چون حلت

خودی نالدا ے تیجہ بدین عقل بریں ہمت   عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

بجاے سنگ سود [illegible]   بوقت گنبد گرکٹ بیدھڑک بیتاب گردیدن

[illegible] [illegible] تیجری انجیل سادیدن   عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

تو گوئی ذکر [illegible] آں خالق سمجھا   کبوتر چوں [illegible]

[illegible] کنوں   عروس تو حجاب آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

نظر پڑا ایک پیر نیچر نرالی سج دہج نئی ادا کا   جو عمر دیکھو تو سو برس [illegible]

سفید داڑھی [illegible] کالا جوتہ [illegible] سرخ ٹوپی   بدن پہ جاکٹ گلے میں پٹی [illegible] بلا کا

[illegible] باتیں [illegible] منقول   غضب کے فقرے ستم کے جملے [illegible] طرز بیاں بلا کا

بہت [illegible] کے کرشمے طرح طرح کے دکھائے تجھے   خدا کے بندے [illegible] غضب [illegible] اکا

ایک مرتبہ دکن کے قحط پر ایک رثیہ عجیب طرح کا لکھا تھا جس کے دو تین بند لکھتا ہوں۔

ملکِ دکن پہ قحط کی یارو چڑھائی ہے   چاروں طرف سے فوج تبر کا رآئی ہے

[illegible]   [illegible]

بھرتی امیدوار ہوں خواہش ہے کام کی

آؤ سبیل رکھی ہے کنگروں کے نام کی

آئی گھٹا سی [illegible] پھرے تھے امیدوار   اٹھی بلا کی فوج کہ منہ جھکے چار چار

پوربیئے یار [illegible] گدھو کے سب سوار   آتی تھی ہر طرف سے صدا [illegible]

چہروں پہ جھریاں تھیں وہ لاکھ اکڑی ہوئی

سمت جنوب سب کی تھیں باگیں مڑی ہوئی

اک در کھپ آئی کہ اللہ کی پناہ	اونچے وہ انگرکھے کہ کبھی واہ واہ واہ
تیور سے آشکار کہ بیسوا پہ ہے نگاہ	اسے نہ کچھ خیال کبھی گو خلق ہو تباہ

بگڑے ہوؤں کو اور بگاڑیں یہ زور تھا

مارا بدہ بدہ کا ہر اک سمت شور تھا

بحر طویل کہنے پر آئے ہیں تو انشا اور مصحفی کو مات کر دیا ہے - ملاحظہ کیجئے

دوش رفتم سوئے بازار - کسے یافتم عیار - زہر قید سبکبار - بہ تزویر گرفتار - نہ خود رفتہ و سرشار - سبک خیز چو رہوار - تنش چوں تن زنبور - سیہ خال رخ حور - مثال شب دیجور - سیہ کوٹ پتلون - بدن شستہ ز صابون - رخش زرد - دلش سرد - تن دیا از ہمہ گرد - نہ او صاحب ایمان ، دلے بندۂ شیطان - نہ ہندو نہ مسلمان - نہ از قوم نصاریٰ - دوڑ ہر سمت بصد شوق گہے تحت گہے فوق - گہے استاد و شاگرد - گہے جست و سرائید - گہے ٹھوکر دیتی - گہے چائے گہے کافی شمپین و برانڈی - گہے بیر و کلارٹ - گہے پاٹ گہے جاکٹ - گہے شیری و گہے رم - گہے ٹیکی گہے ٹم ٹم ہمیں فکر بہر دم - گشتہ حرص و ہوا را - گفتم اے ہمسر فرعون - چرا می شدی ملعون - کسے نیست چہ بازت - چہ بود آخر کارت - ایں وضع کدام است کہ داری - چوں شدہ ز خرد عاری - شیشۂ ننگ شکستی - زرہ دانش بجہ بستی - تو کی دیوانہ و مدہوش - رہ عقل فراموش - بشر علم و ادب دور - بہ مئے گمرہی مخمور - بگو نام و نشانت - بشوم آگاہ بجانت - مکن دیر خدا را - گفتہ عدوئے ناموس - بر دو ڈام بگر ڈس - ٹم آدمی ہے کالا - ڈیم کا لاتا لا - من صاحب لوگیم - فدائی بسر سیم - صاحب پیلی نامم - بجہاں شہرۂ عالم - زر صوزم تو چہ دانی - کہ نا قابل آنی - بزنم ٹھوکر و تھپڑ - ایڈو گڈا میر شکنم بروئے شمارا گفتم اے صاحب اوصاف - مزن بیہدہ بن لاف - بہ بیں روئے سیہ خویش

بعد آئینہ و بیش - بشو طائر نقال بزن مفت پر و بال - بجز بیکت و ہم کیک - یکن نیک رہ نیک - بشو پیرو حسنات - بر ست از مزخرفات - بہ بیں صدق و صفا را -

---

بزمی - مرزا محمد اشرف صاحب بی - اے خلف جناب محمود اشرف گورگانی کا تخلص ہے - آپ نہایت قابل اور نیک مزاج ہیں مرزا ارشد دہلوی گورگانی کے شاگرد ہیں - بے حد شوخ اور بلا کے ذہین ہیں - آپ کی ظرافت شعر میں اس درجہ تک ہوتی ہے - جسے انبساطی شاعری کا انتہائی رنگ کہہ سکتے ہیں - صرف ہزالی اور محض ظرافت کہیں نہیں ہے - بلکہ اس رنگ انبساطی میں یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ کہیں تغزل سے علیحدہ نہ ہو جائے چنانچہ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں - مگر یہ کلام ابتدائی ہے اسوقت کا کلام موجود نہیں -

شیخ نے جانے کیوں کی توبہ ۔۔۔ مے سے اچھی کب تھی توبہ
کعبہ گرجا اور بتخانہ ۔۔۔ گھر گھر جھانکی میری توبہ
واعظ کر لو گرمی گرمی ۔۔۔ ساون آیا ٹوٹی توبہ
آخر زاہد کی بیٹی تھی ۔۔۔ رندوں میں کیا ٹکتی توبہ
میری صورت دیکھی آئی ۔۔۔ سیرت دیکھی بھاگی توبہ
مولوی صاحب کیوں کہ کرتے ۔۔۔ اون کی ردی تھی بی توبہ
میں اور ایسا کام کروں گا ۔۔۔ توبہ توبہ کیسی توبہ
واعظ اب تو جاڑا آیا ۔۔۔ کسکی توبہ کیسی توبہ
اوری بندے ہم کیوں ٹھیرے ۔۔۔ ہم گئی دل میں کرلی توبہ
واعظ اپنا دل تو دیکھو ۔۔۔ دیتی خالی خولی توبہ
دیکھو بزمی اب بھی کر لو ۔۔۔ کام وہاں پر دیگی توبہ

[illegible]

نقل کرکے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے زیادہ بلند شعر اس کے اور نہیں دیکھے گئے۔ میر تقی نے لکھا ہے کہ بسمل تخلص ایک شخص کا شہرہ پہلے سنا تھا اسوقت تک میں نے یہ تذکرہ نہیں لکھا تھا۔ اب خدا معلوم کہاں گیا۔ بہرصورت میر حسن نے جو شعر لکھے ہیں انھیں میں سے دو ایک شعر منتخب کرکے لکھتا ہوں۔ میرا قیاس ہے کہ میر حسن نے جس جگہ ان شعروں کو بلند لکھا ہے اس کے وہ پست شعر جنکا انھوں نے ذکر نہیں کیا خدا معلوم کیسے ہوں گے۔ کاش ہوتے تو لکھتا۔

جب کہ دیکھا کی فوج چلتی ہے	زلزلے سے زمیں دہلتی ہے
دیکھ لو تم بھی کرکے سراغ	مہ کے سینے میں دیکھو کا داغ
ذرے کے دام میں نہیں خورشید	دیکھوں نے اسے کیا ہے جمشید
ڈرے دیکھ سے وہ جو ہیں شال	یاں تو اب کے کھسیو ہے بال
لنگلے زیر و لنگلے بالا	نے غم دزد و نے غم کالا

بسمل۔ ایک رسالہ میں آپ کی ایک غزل نظر سے گزری تھی۔ نام و مقام بھی لکھا تھا مگر حافظہ نے صرف تین چار شعر یاد رکھنے پر اکتفا کی نام دام سب بھول گیا شعر یہ ہیں۔

حبیب را اگر علاج بخواہی	طلب وصل مہترانی کن
در شب وصل می پڑد جاڑا	یک لحاف است اینچا تانی کن
بنیں کم شیر مید ہد بسمل	از گھلی و بتولہ سانی کن

بسمل۔ تخلص ہے مولوی فتح الدین صاحب مرحوم کا۔ آپ پنجابی اخبار نویسوں میں ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ اور نہایت ذکی و ذہین تھے۔ عرصہ تک

پنجاب پنچ لاہور کے ایڈیٹر رہے اور برابر ظرافت کے نظم و نثر مضامین لکھتے رہے۔ ظرافت میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا ۱۸۸۱ء میں بعارضہ تپ انتقال کیا۔ کلام تلف ہو گیا صرف ایک ظریفانہ سیاسی نظم مل سکی جو درج کیجاتی ہے۔ غالباً سابق جنگ افغانستان کے وقت لکھی ہے۔

کابلی برسرپیکار ہیں لو اور سنو
ان کے اب موت کے آثار ہیں لو اور سنو

جن کے صدقے سے پلے اور ہوئے اتنے بڑے
ان سے بھی لڑنے کو تیار ہیں لو اور سنو

شاہ تھیا نہ تو اور کہ نہ مصالح موجود
سونٹھ کی گانٹھ پہ عطار ہیں لو اور سنو

دو قدم گو نہیں چل سکتے مگر اسپر بھی
جنگ میں چلنے کو تیار ہیں لو اور سنو

ہم تیرے مولوی تھے [illegible] سرکار
پنچ [illegible] صاحب اخبار ہیں لو اور سنو

جیب میں [illegible] کے مدام
آج ہم غیرت تاتار ہیں لو اور سنو

بقا۔ شیخ بقاء اللہ خاں نام تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ حافظ لطف اللہ خوشنویس کے بیٹے تھے میر اور سودا کے معاصر تھے۔ گر دونوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے اردو میں شاہ حاتم اور فارسی میں مرزا فاخر مکین کے شاگرد تھے۔ مولوی عبدالغفور نساخ مرحوم نے اپنے تذکرہ سخن شعرا میں انھیں غلطی سے میر درد کا شاگرد لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ پہلے ان کا بقا تخلص نہ تھا بلکہ غمگین لکھتے تھے پھر نہ معلوم کیا بات کیا جی میں آئی کہ اس تخلص کو چھوڑ کر بقا بن گئے۔ آخر میں ترک وطن کر کے لکھنؤ گئے تھے۔ یہیں میر اور سودا سے معرکے ہوتے تھے۔ اسی بنا پر انھیں ہجو کہنے کی ضرورت پڑتی تھی چونکہ خوش مذاق ظریف الطبع تھے۔ اس لئے انھیں ظرافت کا رنگ پیدا کر کے نئی روح پھونک دیتے تھے۔ میں بہت مہذب ہجووں کے دو چار شعر لکھتا ہوں۔

ایک مرتبہ میر تقی میر نے یہ شعر لکھا۔

[illegible] گریۂ کہ آنکھیں زبان سے ... سو کھا پڑا ہے اب تو مدت سے [illegible]

بقا نے بھی یہ شعر سنا گمان پیدا ہوا کہ میر صاحب نے سرقہ کیا اور میرے ان
دونوں شعروں سے یہ دوآبہ کا مضمون اڑا لیا۔

ان آنکھوں کا تت گریہ دستور ہے — دوآبہ جہاں میں یہ مشہور ہے

سیلاب سے آنکھوں کے رہتے ہیں خرابے میں — ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہیں دوآبے میں

میر پھر کیا تھا بگڑ گئے اور ایسے بگڑے کہ یہ قطعہ لکھ ڈالا۔

میر نے گر ترا مضمون دوآبے کا لیا — اے بقا تو بھی دعا دے جو دعا دینی ہو
یعنی آنکھیں میر کی آنکھوں کو دوآبہ کرے — اور بینی کا یہ عالم ہو کہ تربینی ہو

اس کے بعد غالباً میر صاحب سے اور ان سے چل گئی ایک اور قطعہ کہا۔

میر صاحب بھی اس سے کیا بہتر — اسمیں ہووے جو نام شاعر کا
لیکے دیوان پکارتے پھریے — ہر گلی کوچے کام شاعر کا

ایک جگہ میر اور مرزا دونوں کو لے ڈالا ہے فرماتے ہیں

میر و مرزا کی شعر خوانی نے — بسکہ عالم میں دھوم ڈالی تھی
کھول دیوان دونوں صاحب کے — اے بقا جبکہ ہم نے زیارت کی
کچھ نہ پایا سوائے اسکے سخن — ایک تو تو کہے ہے ایک ہی ہی

تھے ہم استادہ ترے در پہ تو لے بیٹھ گئے — تو نے چاہا تھا کہ اٹھا لے نہ اٹھے بیٹھ گئے
آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں — اسکا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہ رے میں

ان اشعار کے سوا اور ظریفانہ شعر دستیاب نہ ہو سکے۔

صبکائی۔ اودھ پنچ سابق کے کوئی نامہ نگار ہیں۔ ۶۔ اپریل [illegible]ء کے اودھ پنچ میں آپ کا یہ نوحہ۔ اس مختصر دیباچہ کے ساتھ درج ہوا تھا۔

نوحہ رقت و خجالت افزا حسن اتفاق سے نوحوں۔ سوز دل۔ مرثیوں کی فصل۔ رونے رلانے کی بہار ہے چنانچہ بالفعل اپنی حسرتوں آرزوؤں کے قتل و کشتہ ہونے بلکہ مرے دل سے پوچھیئے تو شہادت پر ایک نوحہ حسب حال عرض کیا ہے کیا عجب لوکل سلف گورنمنٹ اور اس محرم کے اجتماع میں یہ نوحہ ہندوستانیوں کے بہت سے دلوں میں رقت پیدا کرے۔

چنگی کا میر [illegible] ہے ہے مری شاہی / کرتا تھا میں ہاتھوں کی بڑی پشت پناہی۔ ہے ہے مری شاہی

افسوس عجب طرح [illegible] مصیبت۔ ذات [illegible] ذلت / چنگی کی حکومت گئی ہر پیچ تباہی۔ ہے ہے مری شاہی

کرتا نہیں [illegible] کیا ہے بغاوت / مجھ پہ حکومت [illegible] الٰہی۔ ہے ہے مری شاہی

باری سے ہوا نام مرا بورڈ سے خارج۔ [illegible] / بیکار ہے [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

یہ رنج کیا ضبط تو تب آ گئی مجھکو لے میرے مجو / خون [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

اک بھائی کے دلبر تھے لگے تیر سے چلنے لگا تیل سا ڈھلنے / تب بورڈ میں [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

کمبخت مجھے [illegible] گھبرا یا / کالا ہوا [illegible] قسمت [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

بیٹے تو بہت چاہا رہے ممبری قائم۔ ہو ملکہ [illegible] دائم / قسمت ہی [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

میٹنگ میں تو سب ووٹ مخالف [illegible] / دیکھا جو [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

سب ایک [illegible] فریاد خدایا / رو رو کے میں دیتا تھا [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

وقت آیا جو اسکا کہ [illegible] اعانت باقی رہے عزت / منہ پھیر لیا یاروں نے [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

نیچا سر [illegible]۔ آخر [illegible] / [illegible]۔ ہے ہے مری شاہی

بلیغ۔ محمد نثار الحسن نام ہے۔ [illegible] کے رہنے والے ہیں۔ زمانہ حال کے [illegible]

خوش فکر تخریث شاعر ہیں - اردو و فارسی دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے ہیں - مجھے اردو کا کلام نہیں مل سکا فارسی کے کچھ شعر رنگ ظرافت میں ملے جو نمونہ کلام میں درج کرتا ہوں -

ہنر ہائے مزید ت نا فرجام برایں ہمت عالی — کہ من مرغوبۂ خود را در آغوش دگر دارم
چو دستم شد حائل گفت آں نازک مزاج من — بترس از من کہ یک خونخوار خنجر در کمر دارم
خوشا روزے کہ آں برخور آید در کنار من — بسا خربوزہ و تربوز دارم نیشکر دارم
بلیغ بارلغ بلیغہ بلاغت صرف کن اینجا — کہ ہر اہل بلیغ گو ید کہ من سویت نظر دارم

بلبلیلی - یہ مافوق العادت وانفطرت تخلص پنڈت رام نرائن صاحب شرما کا ہے آپ فرخ آباد کے رہنے والے اور زمانہ حال کے ظریفوں میں ہیں - علمی قابلیت کی بابت اتنا ہی معلوم ہے کہ اردو لکھ پڑھ بھی نہیں سکتے - ہندی خط میں غزل لکھتے اور پڑھتے ہیں - بعض بعض شعر اچھے کہتے ہیں بد قسمتی سے مجھے صرف ایک ہی غزل مل سکی جو انتخاب کرکے درج کرتا ہوں -

یار کے گھر دعوت شیراز کی تدبیر ہے — دیگ میں دیکھا تو بس کفگیر ہی کفگیر ہے
وائے قسمت میرے نسخہ میں رقم انجیر ہے — چارہ گر اتنا نہ سمجھا عشق کی تبخیر ہے
عقد رندانہ مبحث بحث ہو لے واعظ تجھے — دختِ رز ہے نور چشمی یا تری ہمشیر ہے
ہو ازل سے ہی یہ دیوانوں کے رہنے کا مقام — نجد کیا اے قیس ترے باپ کی جاگیر ہے
ایک مکتب میں پڑھے اور ایک ہی استاد سے — بس اسی رشتہ سے لیلیٰ قیس کی ہمشیر ہے
اے بلبلیلی میں اپنے فن پہ کیوں نازاں نہوں — مضحکہ انگیز شہرت میری عالمگیر ہے

بندریہ - عجیب و غریب تخلص ہے کسی نامہ نگار اودھ پنچ سابق کا جس کے

لفظ لفظ سے شوخی ٹپکی پڑتی ہے - ایک نظم جو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے - وہ لکھکر حضرت بندریہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ چند شعر حضرت سعدی کے تتبع میں کہے ہیں - گویا مصرع طرح یہ قرار دیا گیا ہے - ہمچناں از طویلۂ خر بہ -

دست خالی ز کیسہ پر زر بہ	بد نمائی بجال خوشتر بہ
از ہمہ ارزلاں یورو بین	پایۂ ہندیاں فراتر بہ
من بہ کعبہ روم ز ترکستان	از رہ مستقیم چکر بہ
ابلہے ہم بکار می آید	خر عیسی بحال خود خر بہ
وضع خوش اختیار باید کرد	ریش کوتاہ را کلاں سر بہ
تا نہ گردن کنند بپا پیش	خاکساری شما را احقر بہ
ہمچل خواب را نمودے نیست	نو بود خواہ کہنہ چھپر بہ
قند زنگی ز نیشکر آید	چوں شکر میدہد چقندر بہ
مفلسانیم در بساط حیات	اسپ اگر نیست مہرۂ خر بہ
خرس روسی و شیر جاپانی	جان یل چوں غزال اصغر بہ
ایشیا فتح کرد یورپ را	ایں چنیں ذکر عیش اکثر بہ
چیست مردی زمانہ انگریزی	تیغہا در نیام خنجر بہ
چوں یکے اہل فارسی شعر شنید	ہنسکے گفتا کہ اور خوشتر بہ

بو اسحاق اطعمہ ایک نہایت مشہور و معروف بزال اور ظریف تھے جنکی نسبت معلوم ہوا ہے کہ عہد محمد شاہی کے اوائل میں دہلی میں تھے - اور اس زمانہ کے دستور کے موافق ایک بہت بڑا مکتب قائم کر رکھا تھا - جس میں اُس وقت کے بڑے بڑے شرفا کے بچے تعلیم پاتے تھے - چنانچہ میر جعفر زٹلی بھی انھیں کے ایک مونہار

[illegible]

درج کرتا ہوں۔

ابو اسحاق چونکہ خود بدرجۂ اتم شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لیے جب شاگرد کا رجحان اس طرف دیکھتے تو بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ایکدن اپنے شاگردوں کو کچھ شعر سنائے۔ میر جعفر زٹلی نے غور سے اُن اشعار کو سنا اور جی چاہا کہ خود بھی کچھ کہیں۔ مگر [illegible] اس شوق کے پورا ہونے میں مانع آئیں خاموش ہو کر بیٹھ رہے جب کچھ جوش پیدا ہوا تو کچھ شعر کہے استاد نے دیکھا کہ ان سے تو اور مذمت ہوتی ہے میر صاحب کو بہت برا لگا۔ چونکہ شعر قابل نقل نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ابو اسحاق کی بیوی کو شکست اعمال سے بخار آ گیا۔ مولوی کا دم [illegible] پر ختم ہو گیا ہے۔ یہ جناب اس عالم پریشانی سے بہت ہی چڑچڑے ہو رہے تھے شاگردوں کو بات بات پر مارنا شروع کیا شاگردوں میں صلاح ہوئی اور جعفر زٹلی سے کہا کہ آج مولوی صاحب کی شان میں کچھ لکھو۔ جعفر نے یہ فرمائش پوری کرنا چاہی اور بہت بڑا نامہ جو ابتک انکی کلیات میں ہے لکھ ڈالا جس کے ابتدائی بند یہ ہیں۔

درود پڑھ ناد علی راکش بیتال کو باندھ　　درود پڑھ ناد علی جن و گرو لال کو باندھ
درود پڑھ ناد علی بھیرن و گھڑیل کو باندھ　　درود پڑھ ناد علی پھولوں کے سربال کو باندھ
درود پڑھ ناد علی بے خرد چھال کو باندھ

ہو جیو ہے یا ہر تو اسے چھوڑ کے چل جا　　باندھو نکا عیث بھاگ مرے آگے سے نکل جا
کر اور کسو آدم دھیان پہ عمل جا　　اتو بھی کہاں ناتابی سے نکل جا
بسم اللہ و الحمد کی برکت سے نکل جا
یا شیشہ میں ہو بند و یا آگ میں جل جا

چونکہ ابو اسحاق اکثر اپنی ظرافت میں صرف مزے دار طرح طرح کے کھانوں کا

زیادہ ذکر کیا کرتے تھے اس واسطے اِن کے نام کے ساتھ اطعمہ بھی شامل ہو گیا تھا
اِن کا کلام بہت تھا مگر اب کمیاب ہے۔

من آں نیم کہ ز حلوا عناں بگردانم — کہ ترک صحبت شیرینہ کافر طرد است
کسے بجوہر یکدانہ نخود نہ رسد — کہ قفل حقہ کیسا بیا چہ نگشاد است
دگر مگوے کہ نان نو عروس عفرہ است — کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است
نوشتہ است ز روغن بچہرہ حبشی — کہ ایں سیاہ ز [illegible]
چہ می بری اے کاسہ لیس بر بسحاق — بجز زرد و عسل روزی خداداد است

بچشم در سحرگاہاں گر آری سحن نعیر را — ببوئے نیکوش بخشم سمرقند و بخارا را
کباب آہوئے فربہ اگر [illegible] — کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلا را
جمال برہ بریاں و حسن دنبہ فربہ — چناں [illegible]
چہ آرائی بمشک و زعفراں رخسار فالودہ — بہ رنگ و بوئے و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
بگو بسحاق وصف خوشۂ انگور [illegible] — کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

نمی گردم ز ذکر قلیہ خالی — بشکر بورقم فی کل حال
سحر برخیزم از بہر ہریسہ — ومن طلب العلی سہر اللیالی
درونِ رشتہ آں خورشید شلغم — کأن الشمس فی جوف اللیالی
چو از ہم میدرم مرغ مسلّم — فما ادری یمینا عن شمال

بو یک ایک بیاض قلمی میں بو یک بڑھانوی کے نام سے چند شعر گزرے۔ اور نام وحالات وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ میں اپنے قیاس کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ شاید بوڑھانہ

[illegible]

یا بیوی کی شکایت ہے جو سننے والے کو ہنسا دیتی ہے [illegible] ایک
نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں شادی کی ہے اور اس کا خمیازہ [illegible]
ستم سے چیخ اٹھے ہیں۔ وہی شور وہی ہائے واویلا پیدا کرکے [illegible] شاعری
بنکر رہ گئی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو ایک تخلص بہت ہی موزوں ہے۔ کریما کے بعض
بعض مصرعوں پر مصرعے لگائے ہیں بعض کو تضمین کیا ہے۔ ان کے اکثر اشعار [illegible]
اور سنجیدگی سے دور ہیں۔ اسی لئے ان کو نظر انداز کرکے ہم چند اشعار نقل کرتے ہیں۔

جب وقت گیا اور بڑھاپا آگیا — شوہر کی جگہ کہتی ہے جورو مجھے گیدی

ہوئی پیری کے ہاتھوں جو ٹاپٹ — گرے پڑتے ہیں جیسے کوئی مست
کبھی [illegible] کام از دست — خوے بد در طبیعتے کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

بڑھاپے میں کیوں بیاہ ہم نے کیا — کریما ببخشاے بر حال ما
کہا کر یہ جورو سے [illegible] — [illegible] فریاد رس
یہ کہتی ہے جورو ہمیں بڑھا — کہ ہستی اسیر کمند ہوا
[illegible] جو ہم نے اشارا کیا — نگہدار ما را ز راہ خطا
میں کہتا ہوں [illegible] — خطا در گذار و صوابم نما

نہیں وہ عروسی کی شب رات بھر — کبھی مارے گھونسے کبھی ٹیکا سر
بنایا کبھی مجھکو اپنا پدر — تو میں نے کہا اس سے تنگ آن کر
تکبر مکن زینہارا اے پسر — کہ روزے ز دستش در آئی بسر

بوم - شیر محمد خاں نام ہے - ہاپوڑ ضلع میرٹھ کی تحصیل میں چپراسی ہیں۔ متین کلام میں شوقؔ تخلص کرتے ہیں اور ظرافت میں بوم - چودہ پندرہ برس پہلے میں بھی ان سے ملا تھا اسوقت کچھ زیادہ مشہور و معروف نہ تھے - مگر اس زمانہ میں ظرافت کی بدولت اچھا خاصہ نام پیدا کرلیا - اکثر ان کی ظرافت فواحشات کی حدتک پہونچ جاتی ہے چونکہ خود بھی اسی قسم کے آدمی ہیں اس لئے زیادہ تر کلام کی بنا بھی اسی طرح کے انداز کلام پر رکھتے ہیں - اب سنا ہے کہ میخواری اور عیاشی میں پھنسکر کچھ غبن وغیرہ کیا اور اس کی بدولت زندانِ فرنگ کی ہوا کھا رہے ہیں - ان کے شعر جو ظرافت کی حد میں ہوتے ہیں نہایت دلچسپ اور قابل انتخاب ہوتے ہیں - مگر افسوس کہ میرے پاس ان کا کلام نہ پہونچ سکا - اگرچہ تلاش میں میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر کسی طرح کامیابی نہ ہوسکی - اس زمانہ میں جب تذکرہ لکھ رہا ہوں ہاپوڑ کے کسی صاحب کو لکھا مگر جواب نفی میں آیا - چند شعر مل سکے وہی درج کرتا ہوں - اسوقت ان کی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی -

جس زمانہ میں مہاتما گاندھی کھدر پرچار کر رہے تھے - اسوقت گاڑھے کی قیمت اچھے اچھے کپڑوں سے بھی بڑھ گئی تھی - اور جولاہوں نے ہر ایک کپڑے پر زیادہ نرخ بڑھا دیا تھا اسی سے متاثر ہوکر بوم نے یہ نظم اور اسی قسم کے اور بہت سے شعر لکھے تھے چند اشعار جو ہمکو مل سکے لکھے جاتے ہیں -

پہلے سے نہیں مفلس و محتاج جولاہے — اب بھرنے لگے کوٹھیوں میں ناج جولاہے
لیڈر تو گئے قید میں اک راج کی خاطر — بیٹھے ہیں دبائے ہوئے سوراج جولاہے

جب کہ دنیا میں خلافت کی دہائی ہوگئی — اچھی خاصی ان جولاہوں کی کمائی ہوگئی
یہ ترقی کسطرح ملبوسِ کھدر کو بھلا — چودہ آنے سیر گاڑھے کی کمائی ہوگئی

[illegible]

یا بیوی کی شکایت ہے جو سننے والے کو ہنساتی بھی ہے اور واقعی بھی ہے۔ غالباً کریک نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں شادی کی ہے اور اس کا خمیازہ اٹھانا پڑا ہے۔ ظلم و ستم سے چیخ اٹھے ہیں۔ [illegible] بات ہے [illegible] پیدا کر کے موزوں [illegible] ہے اور شاعری بنگرید کی گئی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو یہ تخلص بہت ہی موزوں ہے۔ کریا کے بعض بعض مصرعوں پر مصرعے لگائے ہیں بعض کو تضمین کیا ہے۔ ان کے اکثر اشعار متانت اور سنجیدگی سے دور ہیں۔ اسی لیے ان کو نظر انداز کر کے ہم چند بطور نمونہ شعر نقل کرتے ہیں۔

جب یار [illegible] گیا [illegible]   شوہر کی جگہ [illegible] مجھے گیدی

ہوئی پیری کے ہاتھوں جب ٹپ ٹپ   گرے پڑتے ہیں جیسے کوئی مست

کبھی [illegible] کام از دست   خوے بد در طبیعتے کہ نشست

نرود جز بوقت مرگ از دست

بڑھاپے میں کیوں بیاہ بھی کیا   کریا بہ بخشا سے برحال ما

کہا کر یہ جورو سے [illegible]   خدایا بہ تقصیر ما فریاد رس

یہ کہتی ہے جورو ہمیں [illegible]   کہ ہستی اسیر کمند ہوا

[illegible] نے اشارا کیا   نگہدار ما را ز راہ خطا

میں کہتا ہوں اس سے کہ اے [illegible]   خطا در گذار و صوابم نما

نہیں وہ عروسی کی شب رات بھر   کبھی مارے کروٹ کبھی ٹیکا سر

بنایا بھی مجھکو اپنا پدر   تو میں نے کہا اس سے تنگ آن کر

تکبر مکن زینہار اے پسر   کہ روزے ز دستش در آئی بسر

بوم - شیر محمد خاں نام ہے - ہاپوڑ ضلع میرٹھ کی تحصیل میں چپراسی ہیں۔ متین کلام میں فوق تخلص کرتے ہیں اور ظرافت میں بوم - چودہ پندرہ برس پہلے میں بھی ان سے ملا تھا اسوقت کچھ زیادہ مشہور و معروف نہ تھے - مگر اس زمانہ میں ظرافت کی بدولت اچھا خاصہ نام پیدا کر لیا - اکثر ان کی ظرافت فواحشات کی حد تک پہونچ جاتی ہے - چونکہ خود بھی اسی قسم کے آدمی ہیں اس لئے زیادہ تر کلام کی بنا بھی اسی طرح کے انداز کلام پر رکھتے ہیں - اب سنا ہے کہ میخواری اور عیاشی میں پھنسکر کچھ غبن وغیرہ کیا اور اس کی بدولت زندانِ فرنگ کی ہوا کھا رہے ہیں - ان کے شعر ظرافت کی حد میں ہوتے ہیں نہایت دلچسپ اور قابل انتخاب ہوتے ہیں - مگر افسوس کہ میرے پاس ان کا کلام نہ پہونچ سکا - گرچہ تلاش بسیار میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر کسی طرح کامیابی نہ ہو سکی - اس زمانہ میں جب تذکرہ لکھا جا رہا ہے ہاپوڑ کے کئی احباب کو لکھا مگر جواب نفی میں آیا - چند شعر مل سکے وہی درج کرتا ہوں - اسوقت ان کی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہو گی -

جس زمانہ میں مہاتما گاندھی کھدر پر چار کر رہے تھے - اسوقت گاڑھے کی قیمت اچھے اچھے کپڑوں سے بھی بڑھ گئی تھی - اور جولاہوں نے ہر ایک کپڑے سے زیادہ نرخ بڑھا دیا تھا اسی سے متاثر ہو کر بوم نے یہ نظم اور اسی قسم کے اور بہت سے شعر لکھے تھے چند اشعار جو ہمکو مل سکے لکھے جاتے ہیں -

پہلے سے نہیں مفلس و محتاج جلاہے — اب بھرنے لگے کوٹھیوں میں ناج جلاہے
لیڈر تو گئے قید میں اک راج کی خاطر — بیٹھے ہیں بنائے ہوئے سوراج جلاہے

جب کہ دنیا میں خلافت کی وبائی ہو گئی — اچھی خاصی ان جلاہوں کی کمائی ہو گئی
ہے ترقی کسطرح ملبوس کھدر کو بھلا — چودہ آنے سیر گاڑھے کی کٹائی ہو گئی

کیا کہوں شوق ہوس نے مجھکو از خود کر دیا — کیا خبر ہے بیخودی میں میں نے کیا کیا کر دیا

کیا ذرا سی بات پر تم نے ... کر دیا — میں نے اک بوسہ لیا اور تم نے دعوی کر دیا

خود ہوئے بدنام اور مجھکو بھی رسوا کر دیا

کہہ دیا دامن پکڑ کر صاف میں نے اُن سے آج — کس لئے رکھا ہے سر پہ مسیحا کا تاج

پوچھنے کے واسطے آئے نہ تم میرا مزاج — ہو نہیں سکتا جو تم سے درد فرقت کا علاج

تمکو کس الو کے پٹھے نے مسیحا کر دیا

رہ گیا تھا ... پیٹنے پٹانے کیلئے — کوئی بھی آیا نہیں میرے بچانے کیلئے

اور تو ... سب گھر کھانے کیلئے — صرف ترکاری نہ لایا تھا پکانے کیلئے

مارے گھونسوں کے مری بیوی نے بھرتا کر دیا

ٹھہرنے دیتا نہیں یکجا اُسے دوران سر — یہ کبھی اس شاخ پر بیٹھا کبھی اس شاخ پر

دیکھ او نادانی نہیں جاتا تخلص کا اثر — بوم کو کچھ بھی نہیں اپنے سر و پا کی خبر

شاعری نے اب اُسے الو کا پٹھا کر دیا

نہ مل رنڈی سے تو یہ قوم ہے بد — ہوا ہے تجربہ یہ مجھکو بیحد

اگر جوتے اُسے گارد کا گارد — زمین شور سنبل بر نیارد

درو تخم عمل ضایع مگرداں

....

بھسنڈ ایک شاعر کا مجہول الاسم کا تخلص ہے۔ صرف کلام مل سکا درج کرتا ہوں۔

دل مرا مجھ سے چھین کر بھاگا — ہت تری دُم میں سوت کا دھاگا

خطاؤں پہ یہ اکثر [illegible] ہے — مری بیوی برابر ماشا کرتی ہی جاتی ہے

دنیا بدل گئی ہے کھلاڑن بناؤں گا — اب اپنی بیوی کو میں تمبولن بناؤں گا

کھاتے کھاتے رات دن کمبخت عادت پڑ گئی — کوئی ترکاری نہیں بھاتی ہے بینگن کے سوا

والدہ نے یہ شرافت کی مری تدبیر کی — سیدوں کے پاس رہ کر مجھکو سید کر دیا

پوچھتے ہیں نام ہم بسنت تمسے لوگ — کہہ بھی دو الّو کا بچّا نام ہے

دی ایک چپت ایسی گالوں سے لہو نکلا — وہ بھوتنی والا تو سیرا بھی گرد نکلا

....

اپنی ٹوپی پہ نام لکھتا ہوں — کھوپڑی کا فقط بچا نسب ہے

جسمیں تھے ہم عدم میں اے بسنت — اک بڑا وہ بھی کارخانا ہے

وہ مری قطع دیکھکر بولے — یہ تو مسجد کا کوئی ملّا ہے

جام جم میں نے بارہا دیکھا — کھوپڑی سے مری نہیں ملتا

چوٹیں کرتا ہوں خوب لوگوں پر — پھر بھی جوتا کبھی نہیں ملتا

نہ کوئی ڈاکو ہوں میں اور نہ کوئی چور ہوں میں — حرام خور نہیں ہوں حلال خور ہوں میں

کان اکثر کھڑے ہی رکھتا ہوں — جب سے دنیا نے گوشمالی کی

میری بیوی بھی بچہ کش ہے اور میں بھی ہوں بچہ کش — میں مہینہ میں نکالوں اور وہ نو ماہ میں

بیڈ صاحب - ایثار علی نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں مشفقی قمر بدایونی کے شاگرد ہیں نوجوان زندہ دل ہیں انکی کلام سے نو مشقی کا عالم نمایاں ہے اگر کہتے رہے تو شاید کسی وقت اچھا کہنے لگیں ایک مجموعہ نقد ظریف کے نام سے چھپ گیا ہے جسمیں زیادہ تر بیڈ صاحب کا اور باقی اُن کے استاد بھائیوں کا کلام ہے - پورے مجموعہ کو پڑھکر چند شعر انتخاب کیئے گئے ہیں - اگرچہ وہ بھی معمولی سے زیادہ نہیں ہیں -

حمد خدا میں بیڈ صاحب زور قلم دکھانا — ایسا ہے جیسے چھپر افلاک پر چڑھانا

اک آدھ آتشیں میں ڈبل کام ہو گیا — اُن کو بخار غیر کو سرسام ہو گیا

دو سیر باجرے کا ملیدہ اُڑا گئے — لالہ کا پیٹ کیا ہوا گودام ہو گیا

بہن سے ڈروں گا نہ ماں سے ڈروں گا — جو والد کہیگی وہ بیشک کروں گا

نہ ہوگا اگر تم سے میرا مداوا — تو میں ساتھ اپنے تمہیں لے مروں گا

اگر آپ دل مجھکو واپس نہ دیں گے — تو میں آج سرقے کا دعوی کروں گا

اگر سخت جانی مری کام آئی — تو قاتل کو بھی مار کر ہی مروں گا

گدھا ہوں تو لوں گا نہ بوسہ تمھارا
بس اب آپ سے خط ہی بھیجا کروں گا

اگر ساس نے مان لی میری بیڈ صب
تو میں بیاہ سے قبل گونا کروں گا

ہمارے بس میں اس شہر کے دھیا رہو جاتا
کہ تھانے دار ہم ہوتے وہ چوکیدار ہو جاتا

ڈھولک بجا بجا کر ... نانا
اب کے جنم میں یارب مجھ کو رنڈی بنانا

اس آگ پر ہو لعنت یہ بھی کوئی گانا
تا دیم دیم درنا تا دار دیم ... نا

کہا ... مجھ ... ملے گا جو کبھی
ایک سو دس میں گرفتار نہ ہونے پایا

بار ہا بیٹھ گئے ہار کے چنگی والے
اس سے ... نہ ہونے پایا

عمر چالیس برس کی ہوئی ان کی لیکن
آج تک سبزہ نمودار نہ ہونے پایا

کوئی انسان ہے بے مہر کہ طاعون ہے تو
کبھی جانبر ترا بیمار نہ ہونے پایا

... تھا ...
سائیکل اللہ نے دی تھی مگر پیڈل نہ تھا

واہ وا اس کی روشنی دیکھی تو فرمانے لگے
گیس کا ہنڈا تھا ...

قحط کی عید ...
ضعف آنتوں کو ... ہونا

آخر وقت پر اک چیز مزا دیتی ہے
قابل قدر ہے آموں کا بھدیاں ہونا

یہ بھی ... گنا ... پڑت
اور کچھ ... آئیں تو مسلماں ہونا

قحط میں کیسا جمعہ عید کا
پھنس گیا دلدل میں ... عید کا

مفلسی اسیر ہے برخورداریاں   عرس افطار اور میلا عید کا
ہیں یہ جیبے اور یہ لندن کا بوٹ   شیخ جی ہیں یا بھنڈیلا عید کا
عیش کا ٹٹو تو لدکر چلدیا   رہگیا خالی طویلا عید کا

دل میں اترائے ہو کیا غیر کو اپنا کہکر   ہوش میں آؤ کریلا کہیں میٹھا ہوگا
دل لگانے کی مزا اب مجھے کیا دینگے   قید ہوگی کہ ضمانت کہ مچلکا ہوگا
سود پیری کا بڑھا جب عمر کی نقدی کیساتھ   ہوگیا نیلام اُن کے حُسن کی دکان کا
تنگدستی کا یہی عالم رہا بیڈھب اگر   عید کے دن بھی مزا آجائیگا رمضان کا
رات یہ اندھیر کیا بزم بتِ پرفن میں تھا   غیر تو دالان میں تھے اور میں آنگن میں تھا

ترقی کے زمانے میں بھلا ایسی گھٹی کیوں ہے   خدا نا خواستہ جورو ہماری بے پڑھی کیوں ہے

جو نہ شوقین ہوا ایسا نہیں دلبر کوئی   پالتا ہے کوئی بلبل تو کبوتر کوئی
جذبۂ دل نے جو انھیں ٹانگ پکڑ کر کھینچا   وہ یہ سمجھے کہ ہے پتلون کے اندر کوئی
پہلے معشوق انھیں لوگ کہا کرتے تھے   اینٹھو جب پست کوئی کہتا ہے مچھندر کوئی
بیسیوں چاہنے والوں کی ضرورت کیا ہے   ناز اُٹھواؤ گے تم ایسے کہ چھپر کوئی

بیکس مرزا محمد نام تھا عظیم آباد کے باشندے تھے۔ ہجو گوئی اور ظرافت میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر آج دستبرد زمانہ سے کچھ بھی نہیں بچا صرف ایک یہ رباعی ہے جو غالباً میر ماشاء اللہ اور میر انشاء اللہ کی ہجو میں کہی ہے اس سے اُن کے زمانہ کا اندازہ کیجیے

ظاہر میں تو ایسے ہیں کہ ماشاء اللہ   سب کہتے ہیں یادہ ہونگے انشاء اللہ

باطن میں جو دیکھا انھیں اتنے ہیں یہ پیچ   لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بیگم — تذکرہ چمن انداز اور ماہ درخشاں میں لکھا ہے کہ ان کا نام رشک محل تھا پنجابن تھیں جو واجد علیشاہ آخری تاجدار اودھ کے متاع میں آئیں۔ اور پھر انتزاع سلطنت کے بعد بادشاہ کے ہمراہ کلکتے چلی گئیں وہیں انتقال کیا۔ ریختی کہتی تھیں چند شعر جو تذکروں میں ملتے ہیں درج کیے جاتے ہیں۔

نہ بھیجو گی سسرال میں تم کو خانم   نہیں مجھکو دوبھر ہے کھانا تمھارا
میری کنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو   یہ احسان ہے سر پہ دگانا تمھارا
ہوا بال بیکا جو مرزا ہمارا   تو پھر ننگ ہے اور شانا تمھارا

گھر سے گانے کے دگانہ [illegible] گئی   میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

حرف باء فارسی

لالہ پاگل داس اودھ پنچ کے ایک انشاپرداز نامہ نگار تھے جن کی ۱۹۱۰ء کی لکھی ہوئی ایک قصیدہ چپا مجھے بھی مل گئی زبان وہی جو ہر شخص سمجھ سکے گا۔ چندہ کی مذمت میں غالباً یہ شعر کہنے کی زحمت فرمائی ہے۔

ہم نے دیکھے تھے گدایانِ مساجد چند ۔۔۔ چشم دل سے جو نگہ کی تو ہیں دیوانے چند

شاغل وردِ وظیفہ ہیں بحقیقت آگاہ ۔۔۔ بس وہی عاشقِ دولت ہیں شیدائی چند

خدمت قوم میں مصروف سدا رہتے ہیں ۔۔۔ ہیچ پوچ ہیں ہوس والے بیابانی چند

ایسے ہیں اُن کے لیے شغل عبادت کیا ہے ۔۔۔ زر و پوشاک کے اُن کو نہیں پروانے چند

ایک چمن داس وہ فقیر تکیہ دار شاہ ۔۔۔ آسمان پر بھی نہیں آنکھ ہے پاکانِ چند

گر کبھی چھپ کے کسی طرز سے ہم چندہ لائیں ۔۔۔ اس کے رستے کو کہاں ہو پہنچے سلیمانے چند

دلِ احقر میں یاد آوت ہی شب سوزندم ۔۔۔ ترک کردم ہے کردہ دنیا دیوانے چند

پدری چمن نام ایک شخص دہلی کے باشندے کا تخلص تھا، جو ریختی کہنے میں مشاق تھا شاہزادہ مرزا رحیم الدین حیا (جو دلی کے ایک مشہور شاعر تھے) سے اصلاح لیا تھا۔ تذکرہ گلستانِ سخن میں لکھا ہے کہ نوجوان ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ چالیس پچاس برس اُدھر اُن کی شاعری کا دور دورہ ہوگا۔ کلام کہیں یکجائی صورت میں نہیں مل سکا تین شعر گلستان سخن میں ملے۔ اور دو سخن شعرا میں۔

دنیا کے مردوے مرے اوپر فدا ہوئے | مجھ آشنا مزاج کے سب آشنا ہوئے
اب کے تو مردوے ہیں نہایت ہی بے وفا | اگلے تماشبین خدا جانے کیا ہوئے
دن کو ہی آتا تھا تجھے ماہ صیام میں | درگور مردوے ترے روزے تو سنا ہوئے

شاہ پچھا - ایک آزاد لاابالی فقیر منش آدمی تھا - دہلی میں قیام تھا - وضع یہ تھی کہ کاغذ قلم دوات ہر وقت ساتھ رہتا تھا - جہاں بیٹھتا تھا - وہیں کچھ نہ کچھ کہہ لیا کرتا تھا ظاہر ہے کہ اس آوارہ گردی میں کلام کیا جمع ہوتا - میر حسن چونکہ ان کے معاصر تھے صرف ایک شعر اُن کا نقل کرتے ہیں -

دل مرا گرد لب یار کے منڈلاتا ہے | یہ شکر خورہ شکر چھوڑ کہاں جاتا ہے

پیٹنٹ - اخبار اودھ پنچ کے ایک نامہ نگار ظریف پلاسینج تخلص ہے جو غزل ان کی لکھی جاتی ہے اس غزل کے لکھنے کی علت غائی خود مصنف کی زبان سے سناتا ہوں -

اخبار اودھ پنچ مرحوم کے نام لکھتے ہیں -

ڈیر پنچ - آجکل آپ کے اخبار میں اردو شاعری پر بحث ہو رہی ہے چونکہ اینجانب بھی قدرے پہلے شاعر تھے اور پھر بھی بوقت ضرورت بازآمد بندہ مگر ریختہ شاعر ہو سکتے ہیں لہذا ایسے زریں ... سے آپ کو محروم رکھنا سخت احسان فراموشی ہے - سنئے جناب بندہ اور دو انگلش پرش سے سنئے اردو شاعری پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ شاعر لکیر کے فقیر ہیں جدت کا مادہ نہیں - اعتراض کسیقدر صحیح معلوم ہوتا ہے - ہم صرف ایک شق پر بحث کریں گے شعرا نے صرف چند اعضاے انسانی لے لئے ہیں - جن کا فراق اور وصال میں دکھڑا رویا جاتا ہے - ہم کہتے ہیں کیا خدا نے کوئی عضو بیکار بنایا ہے - یا کوئی عضو ایسا بنایا ہے جو اس عشق کو حس نہ کرے جو سر سے پیر تک محیط ہو جاتا ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ صرف دل جگر

آنکھ، سینہ، پہلو، [illegible] ہے اور باقی اعضا جو شاید مادۂ عشق کے قبول کرنے اور متاثر ہونے میں اُن سے زیادہ قابلیت رکھتے ہوں چھوڑ دیئے جائیں۔ ہماری رائے میں سب کو درجہ بدرجہ اور رتبہ برتبہ یاد کرنا چاہیئے۔ اس عمل درآمد کے بعد نیچرل شاعری کے اسکول والوں سے بھی صلح ہو جائے گی۔ بہر صورت ایک نئی غزل اس نئی طرز میں نذر ہے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے سمجھنا چاہیئے۔ راستہ ہم نے بتا دیا۔ [illegible] رنگین بیان طبع آزمائیاں کریں اور اس طرز جدید کو آسمان پر اڑا لیجائیں۔ حق ایجاد بنام موجد پٹینٹ ہے [illegible] اجازت عام ہے۔

اب میں وہ غزل جو واقعی طرز جدید ہے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

معدہ میں آگ عشق کی [illegible] جلتی ہے
پھیپھڑوں کی دھونکنی مرے سینہ میں چلتی ہے

گردوں نے درد عشق میں آنت [illegible] ہے
تلی غم فراق میں ہاتھوں کو ملتی ہے

چھینک آئی ہم نے شکر خدا کا ادا کیا
اس راستے سے ناک کی حسرت نکلتی ہے

کروٹ بدل رہے ہیں شب ہجر یار میں
آنتوں میں از در شور سے بندوق چلتی ہے

تارے گنا کیا ہوں پڑا چت شب فراق
اتنی دبلی کہ پیڑھ کی ہڈی اچھلتی ہے

دانتوں کا دستہ نہ ہوا گوش یار تک
سچ ہے کہ بدنصیب کی کب دال گلتی ہے

تیر و شکر محبت عشق میں یہ بھی بنا ہوئیں
اب آج پسلیوں میں بھی تلوار چلتی ہے

تصویر یار ہم نے لگائی دماغ میں
کچھ کچھ شب فراق طبیعت بہلتی ہے

برسات آئی پھر وہی گڑبڑ مزاج ہے
پھر پیٹ میں فساد ہے پھر ناف ٹلتی ہے

پیام ۔ نام شرف الدین علی خاں تھا۔ پیام تخلص تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے مقتضائے طبع اور زمانہ کے دستور کے مطابق زیادہ تر فکر سخن فارسی میں کرتے تھے۔ کبھی کبھی اُردو کے شعر بھی

کہہ لیتے تھے۔ اُن میں کہیں کہیں ظریفانہ اور نہایت شوخ مضامین قلم سے نکل جاتے تھے۔ اِن کے بیٹے سے میر تقی میر کی بڑی دوستی تھی۔ پیام عہد محمد شاہی کے ایک نامور اور ذی وقار شاعر تھے۔ ایک دیوان [illegible] یادگار ہے مگر نایاب ہے۔

دلی کے کجکلاہ لڑکوں نے — کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہیں آتا — ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

حرف تا و قرشت

تبسم ۔ مرزا عالیقدر نام ہے خاندان شاہی سے ہیں حضرت ظریف لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں مگر فی الحال کلکتہ میں مقیم ہیں اور وہیں فوٹوگرافی کی دکان ہے۔ چند شعر مل سکے جو درج کرتا ہوں۔ راقم نے ان کو ایک دو مرتبہ دیکھا ہے مگر باہمی کوئی تعارف نہیں ہے۔

مر گیا جو وہ کوئی عاشق نہ صابر ہوگا
جسپہ مرتا تھا وہ معشوق خیالی ہوگا

آ دبایا جو مرے طائر دل کو اُس نے
ناز اُس شوخ کا شاید کوئی بلّی ہوگا

کچھ قرابت تو زمانہ میں ہر اک سے ہوگی
کوئی سُسرا کوئی سالا کوئی سمدھی ہوگا

خال رخسار اڑا دیتا ہے گر ہوش حواس
عارض اس شوخ کا بارود کی کاتی ہوگا

در غلطاں شعرا دانت کو جب کہتے ہیں
تو یقیناً دہن یار بھی سیپی ہوگا

غل مچاتے جو کسی کوچہ میں شب کو ہر روز
سچ تو یہ ہے کہ وہ عاشق نہیں پاسی ہوگا

بیگناہوں کو دیا کرتا ہے جو قتل کا حکم
یار کاہے کو جونپور کا قاضی ہوگا

جسکو دیدے کے مزے لگتے ہیں انکو عاشق
غم نہ کھائے اُسے وہ آم کی چٹنی ہوگا

کوہکن سے یہ کہا کرتی تھی اکثر شیریں
دب گیا گر کہیں پتھر سے تو چٹنی ہوگا

تجھپہ ہو جائیگا ظاہر جو کسی روز [illegible]
عشق کچھ چیز نہیں ایسی کہ جو مخفی ہوگا

[illegible]
عادت بڑھ جائے تبسم تو وہیں [illegible] ہوگا

[illegible] یہ حالت ہے کہ ہم مرتے ہیں [illegible]
وہاں سوال وصل پر کہتے ہیں وہ بھی ہم نہیں

[illegible] | [illegible]

پردہ سے کچھ [illegible] ہو جا [illegible]	پہلے اپنی بیگموں کو [illegible] توڑ دو
پاک ہو جائے گی سب آپ کے بھولے راہ عشق	صاف تم اپنی گرہ [illegible] توڑ دو
انڈے بچے گھر پہ جا کر دو گے کیا فخر ہما	آشیانہ [illegible] سے جانا [illegible] توڑ دو
آٹھویں دن ترک الفت دور از انصاف ہے	اپنے عاشق کو ذرا تو شیروان [illegible] توڑ دو
اے مسیم خون [illegible] ایک ہو جائیگا پھر	شیر خوار ہے ابھی قاتل جوان [illegible] توڑ دو

تپش تخلص تھا۔ مرزا محمد اسمٰعیل نام تھا مرزا جان کے نام سے معروف و مشہور تھے۔ آپکے آبا و اجداد بخارا کے رہنے والے تھے۔ مگر ان کی ولادت شاہجہان آباد دہلی میں ہوئی۔ کبھی کبھی شستہ ظرافت کی طرف بھی توجہ کرتے تھے۔ میر درد کے خاص شاگردوں میں تھے۔ ۱۸۱۲ء تک بخیر و عافیت کلکتہ میں موجود تھے۔ آپ کی مستند [illegible]۔ بہار دانش، شمس البیان، ضرب الامثال انکی تصنیف ہیں۔ اگرچہ ان کی ظرافت اس حد پر نہیں ہے کہ اس کو محض ظرافت کہا جا سکے مگر شستہ مذاقوں کے لئے ایک اچھی چیز ہے۔

ہر ک سر کے پلنگ پہ مچل مچل جانا	[illegible]
نہ تیغ چل سکی مجھ پر تو منفعل ہو کر	لگا یہ کہنے کہ [illegible]
میں نے کہا کہ رکھتا ہوں کچھ تم سے التماس	کہنے لگا کہ سمجھے ہیں جو التماس ہے
غصہ اٹھا اٹھا کے یونہی بار بار کا	ایدل مزاج تو نے بگاڑا ہے یار کا

تجلی منشی سید منتخب الدین دہلوی۔ آپ کا ظریفانہ ایک شعر مل سکا۔

شیخ کل میکدے میں بیٹھا تھا	آدمی کیا تھا اک تماشا تھا

بھانجے تھے۔ بیگم کے باغ واقع چاندنی چوک دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔ مصنف سخن شعرا
اور گلشن بیخار۔ دمخانۂ جاوید سب اسبابت پر متفق ہیں کہ یہ نہایت ظریف نکتہ سنج تھے
مگر افسوس کہ کسی نے وہ کلام نقل نہیں کیا۔ جو افسردہ دلوں کے لئے کشت زعفران اور
نقل محفل بنجاتا پھر بھی جو کلام تذکروں میں ملتا ہے اس میں سے جب انتخاب کیا جاتا ہے
تو کچھ کلام ایسا ملجاتا ہے جس سے ہلکی ہلکی ظرافت کا پتہ چلتا ہے۔ وہی درج کرتا ہوں
سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں ان کا کہیں ذکر
نہیں کیا۔ انتخاب کلام یہ ہے۔

مجھے کہتے ہیں کیونکر رہے تو [illegible] تھا
الٰہی اسکے پاؤں تک سر لے آرزو پہونچا

ہوا گستاخ اب ایسا کہ کچھ خطرہ نہیں کرتا
کبھو چھاتی پکڑتا ہے کبھو بازو کبھو پہنچا

کر گلے شکوہ کو موقوف میاں بس چپ چپ
میں بھی بولوں گا تو ناحق تو خفا ہوئے گا

آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہیں [illegible]
دیکھا تری طرف کو کسی نے تو کیا ہوا

تصوّر۔ ذکی الدولہ میر تصور علی داروغہ خلف میر صفدر علی خاں باشندۂ بنارس
کا تخلص تھا۔ آپ عرصہ تک لکھنؤ میں بھی مقیم رہے ترتیب تذکرہ سخن شعراء کے وقت
میں زندہ تھے۔ مولوی عبد الغفور صاحب نساخ نے لکھا ہے کہ ان کا ایک دیوان بنجی
میں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود تلاش مجھے نہ مل سکا اسی لئے کلام کے لکھنے سے
معذوری ہے۔

تمکین۔ مولوی غلام رسول خاں صدر امین ضلع بیر بھوم خلف مولوی غلام رسول خاں

متخلص تحسین کا تخلص تھا - مولوی عبدالغفور نساخ مصنف تذکرہ سخن شعرا کے دوست تھے
مولانائے مرحوم نے لکھا ہے کہ بیشتر ریختی کہتے تھے مگر افسوس ہے کہ کچھ نمونۃً بھی کچھ کلام ریختی کا نقل
نہیں کیا - مجھے صرف ایک شعر مل سکا ۱۲۸۰ھ میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے -

بوا کتنے ہرجائی یہ مردوے ہیں   کوئی نرج یوں ان کے نخرے اٹھائے

توفی ایران کی ایک مخدرہ عصمت مآب کا تخلص ہے - مرزا کمال الدین سحر قزوینی
کی شاگرد تھی، ظریفہ تھی اور کبھی کبھی تفنن طبع کے طریق پر کچھ ظریفانہ شعر کہہ لیتی تھی - اگرچہ
کلام مل نہیں سکا - مگر تذکرہ اختر تاباں سے ایک رباعی جو واقعہ طلب ہے نقل کرتا ہوں -
واقعہ یہ ہے کہ ان کے شوہر ایک ایرانی مذاق کے بزرگ تھے توفی بیچاری اُن کی اس
غیر فطری حرکت سے باخبر تھی بہت کچھ سمجھاتی تھی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا آخر عاجز ہو کر اُن کو یہ
رباعی لکھ بھیجی -

آن شوخ کہ ہست حسن عالمگیرش   یارب چہ شود شبے بخوابم زیرش
اے خواجہ بیا تا من و تو صلح کنیم   تو با کونش بساز و من با کیرش

توفی آتون - ملا بقائی کی جو ایک مشہور و معروف شاعر تھی بیوی تھی
میر نظام الدین علی شیر کے زمانہ میں زندہ تھے - نہایت خوش مزاج تھی، شوہر اور بیوی میں
اکثر مطارحہ ہوا کرتا تھا - ایک مرتبہ ان کے شوہر نے یہ رباعی کہی -

یاران ستم پیرہ زنے کشت مرا   کاواک شدہ چونے از دلشت مرا
گر پشت بسوے او وے خواب کنم   بیدار کند بضرب انگشت مرا

توفی آتون نے جواب میں یہ لکھا -

ہم خوابگی سست بگے گشت مرا   روزے نبود از و بجز پشت مرا

قوت نہ چنانکہ پنجہ توانند برداشت | [illegible] انگشت مرا

جواہر العجائب میں بجاے اس کے یہ رباعی ہے —

ملا ہمہ ناز و غمزہ انگشت مرا | تا چند زنی طعنہ بانگشت مرا

شبہا ہمہ پشت سوے من خواب کنی | بگذار کہ واگرفت از پشت مرا

شعرائے زمانہ

ٹیڑی - کوئی ظرافت مآب شاعر ہیں جنکا نام اور حال معلوم نہیں یہ تین شعر اُن کی طبع وقاد کے دریائے ناپیدا کنار سے نکلے ہیں جو ہدیۂ پیش کرتا ہوں -

جب وہ آتے ہیں میں رو دیتا ہوں | جب وہ جاتے ہیں میں ہنس پڑتا ہوں
غیر سے رہتی ہے الفت مجھکو | اور اپنوں سے سدا ڈرتا ہوں

تری فرقت میں او ظالم مری نکسیر چلتی ہے | مگر خوں میں نہانے کی یہی تدبیر چلتی ہے

ٹریڈ مارک - اودھ پنچ سابق کے ایک نامہ نگار کا فرضی اور عارضی تخلص ہے - موجد پیٹنٹ کی غزل پر خمسہ کہا ہے - اور خمسہ کی پیشانی پر یہ دلچسپ عبارت درج کی ہے -

پنچ - آداب عرض جناب من - دنیا اور اُسکی مضافاتی بکھیڑا یا دھساں الٹی کھوپڑی کی مخلوق نے ناک کھاتے کھاتے کانوں میں دم کر دیا ہے - جب ہمیں خدا نظر موزوں و طبیعِ بصیر دے گا - تو شعر کا مذاق تا بقائے حیات کیوں چھوٹ جائیگا - رہا یہ جھگڑا کہ اردو سے فنی میں شاعری کیجاوے یا حال مستقبل میں - ہم بانگے پکارے کہتے ہیں کہ کئی پشت سے ہم اس کے دلدادہ دیوانہ اور شعر کہتے ہیں - یہ مثل مشہور ہے کہ کہنے والے کی زبان نہیں رکتی وہ کیوں جائیے ہمارے عنایت فرما موجد پیٹنٹ کو ملاحظہ کر لیجے کیا غزل بے بدل لکھی ہے جسکا ایک ایک شعر اوندھی کھوپڑی کے خیالات کے لوگوں کے واسطے نہایت لطیف

ارمغان سمجھنا چاہئے - ماضی کی شاعری سے تجاوز کرکے ....

حال کی شاعری میں حضرت موجد موصوف نے ثابت کردیا کہ ہمیں شعر کہنا آتا ہے - اور اس سے بھی اگر ان صاحبوں کی تسلی نہ ہو تو بشرط درخواست مستقبل شاعری بھی ہم کرسکتے ہیں - اگر صحت وسلامتی دسار ہے تو کسی آئندہ نمبر میں بے درخواست بھی شاید کوئی حصہ نظم نذر ناظرین کردیں - میں موجد پٹنیٹ کے کلام کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور حاشیہ میں حاشیہ لگاکر دوبارہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - دوسری حیثیت سے یقین ہے کہ آتش حسد سے کوئلہ کی طرح جلکر خاک ہو جائیں گے غزل بے بدل پر حاشیہ لاجواب یعنی خمسۂ دنداں شکن یہ ہے -

شہرگ یہ دم بدم مری گردن پہ ملتی ہے — دیوانگی کی نہر شب روز ابلتی ہے
گنگسی میں جو پڑی وہ محبت نکلتی ہے — معدے میں آگ عشق کی ہر دم جلتی ہے
پھیپھڑوں کی دھونکنی مرے سینے میں چلتی ہے

تخمیں درد ہو گیا پھوڑا اک اٹھائی ہے — اڑی ہے پاش پاش یہ اپنی کمائی ہے
ہر نرخرہ میں دم کہ حلق میں بلائی ہے — گردوں نے درد عشق میں آفت مچائی ہے
تلی غم فراق میں ہاتھوں کو ملتی ہے

انگڑائی لیکے توڑا چپٹنا کا آسرا — بخت سیہ کا لیکے جماہی کیا گلا
اچھو ہوا تو مجھے کہ نازل ہوئی بلا — چھینک آئی تو نے شکر نہ ادا کیا
اس راستے سے ناک کی حسرت نکلتی ہے

صبح شب فراق میں اصغری نار میں — ہے دوپہر تو لوٹ رہے ہیں بخار میں
الٰہ سے کہ شام ہوئی انتظار میں — کروٹ بدل رہے ہیں شب تار یار میں
آنتوں میں زور شوق سے بندوق چلتی ہے

جب دل کا حال ہو سوزش سے اگر قاق — یہ حسن اتفاق ہے یا سوء اتفاق

آیا جو چارہ گر تو بتایا مجھے مرض — تارے گنا کیا ہوں پڑا چت شبِ فراق
اتنی دبی کہ ریڑھ کی ہڈی اچھلتی ہے

خط کا شمار کیا کروں دیئے ہیں تار تک — قرم بھی بھیجے ایک سے سو تک ہزار تک
ملنا نہ تھا ملا نہ انھیں گھر میں یار تک — دانتوں کا دسترس نہوا گوشِ یار تک
سچ ہے کہ بد نصیب کی کب دال گلتی ہے

بیمارِ غم کی حالتیں کیا تھیں کیا ہوئیں — وہ روٹیاں نفیس جو پہلے تھیں ساری ہوا ہوئیں
جل جل کے ہڈیاں مری جنگ آزما ہوئیں — خیر و شکر تھیں عشق میں یہ بھی بلا ہوئیں
لو آج پسلیوں میں بھی تلوار چلتی ہے

زلفوں میں جو سیاہی ہے ساری چراغ میں — جو رنگ تیرے مسّی میں ہے دیکھے داغ میں
یہ اچھی سوجھی عقل کے روشن چراغ میں — تصویرِ یار ہم نے لگائی دماغ میں
کچھ کچھ شبِ فراق طبیعت بہلتی ہے

سردی سے ہر زکام برابر علاج ہے — گرمی میں ہر بخارِ خنک احتیاج ہے
اچھا تو اپنا حال نہ کل تھا نہ آج ہے — برسات آئی پھر وہی گڑبڑ مزاج ہے
پھر پیٹ میں فساد ہے پھر ناف ٹلتی ہے

ٹیسو پرشاد - اودھ پنچ سابق کے کوئی ظریف شاعر ہیں جن کی ایک نظم (ہندوستان کا جیوک۔ منگا ٹیسو) کے عنوان سے مل سکی چونکہ نہایت ظریفانہ رنگ میں لکھی گئی ہے ہدیۂ نقل کرتا ہوں۔ ہندوستان کی مفلسی اور ضرورت کی نہ بردستیوں کی ایک تصویر ہے۔

بازاری لڑکے — آئے آئے جھم جھم آئے — پنچ دوارے ٹیسو آئے
پنچ بہادر کہاں ہیں آئیں — ہری الچ گرج سن جائیں

پنچ

اتنا کیوں چلاتے ہیں   آتے ہیں بھی آتے ہیں

ٹیسو

آج بات یہ ہم نے ٹھانی   لا یہ ہوئی ہمکا یا بانی
تنک تنک ہم بات بتی ہے   رتی رتی حال سنی ہے

ہندوستان

ٹیسو سارا بہت ستائس   گھر سے بھیک منگائس
بھکنگی ماں عمر گنوا وا   آدھی دمڑی جو ہم پاوا
ایس بجوگ پڑا کچھ آن   چند چھین لس جا پان
کہو کہاں سے اب ہم لائی   دوسرے کی جو لگی بجھائی
جھنجی کوڑی گھر لانا ہیں   کہو کہ کہ کی کھیر سنائیں

ضرورت

کہہ بہت نشو بجے نہ   اور کسی کے دوارے جائیں
اور کسی سے بات بنائیں   جہاں تھے بنے وہاں سے آئیں

ہندوستان

پنچ بہادر سنتے ہو   سنتے ہو بھی سنتے ہو

بازاری لڑکے

پنچ بہادر چپتے ہیں   دیتے ہیں بھی دیتے ہیں

ٹیسو

جھنجھیا ہمری بڑی کہانی   جہا بیٹی بی بی رانی
رانی نخرہ کرتی ہے   بن مارے وہ مرتی ہے
جو کوئی دوارے جاتا ہے   ٹیسو کو وہ سمجھاتا ہے

	راجہ سب کی سنتا ہے	روتا ہے اور کہتا ہے
	عقل گیان آپکا کچھ بہی نا	کہو تو جھوٹے سچ کچھ کر دیا

بازاری لڑکے	کھیلو کودو جانے دو	مرتی ہے مر جانے دو

ضرورت	پنچ دوارے سے کالا لو	سچ سچ کہہ کا پایو

ہندوستان	ہم کا ملی نہیں اک پائی	کا جھوٹے لیکھا سمجھائی

ضرورت	اچھا اچھا دیکھیں گے	دیکھیں گے پھر دیکھیں گے

ہندوستان	اے بدھنا ہم کا گن کینا	ہمرے کرم ماں کا لکھ دینا
	یا ہی دیکھا کرم ہمکا لیکھا	جا سے جینے بھی نا دکھ دیکھا

حرف ہائے تتمہ

ثریا۔ جمعیت علی نام تھا۔ جھجر ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔ غدر سے پہلے زندہ تھے۔ مرد خوش وضع سپاہی پیشہ تھے۔ جس زمانہ میں جان صاحب کے کلام کا شہرہ اکناف ہند میں پھیلا اُسی زمانہ میں ان کو شعر گوئی کا شوق ہوا رفتہ رفتہ طبیعت کا میلان ریختی ۔ ی کی طرف ہو گیا اور چند ہی روز میں بہت کچھ کہہ ڈالا۔ اب کلام نایاب ہے۔ یہ چند شعر مل سکے جو درج کئے جاتے ہیں۔

کنگھی چوٹی مسی اور سرمے کی کس کو دھن نہیں
اے بوا اب کنواریوں میں کنواریوں کے گن نہیں

مجھ نُچنی کو جلاتی ہے سدا وہ جیسے — میری سوتن کے لگی یونہی آگ لگے
دن گزارا تھا جہاں شب کو بھی رہتے ویں — ہائے پھٹے کا ستے کیوں رات کو بھاگ آئے
شام سے سوتے ہے منھ پھیرے مردوں کی طرح — آئے تو گھر میں کسی رات کے جاگے آئے

دل میں یہ سوچا للہ دو تہ نہ زنانہ کہیں — کنواریاں خود تو بساتی نہیں گھر بار کہیں
ان کو ناری تو آجائیں وہ گھر ہے اُن کا — مجھکو کیا کام ہے جائے مری پیزار کہیں
آجکل کنواریاں بیگم بڑی تحقیقی ہیں — منگنی ہوتے ہی کہیں کرتی ہیں اقرار کہیں
دیکھ ہر کام پر کیوں دیکھتی ہے پھر ماما — رات بھر جاگی نہیں ہے جو بیمار کہیں

تیری چوٹی سے ثریا جو وہ مرجاتی ہے ڈھونڈے سے تو بھی کوئی نہ ملے جدا کہیں

عمر بھر سسرال میں جلنا پڑا ناشاد کو ہا بچی کو مرے موت آئے اس داماد کو

سوتنیں جو مرا غم کرتی ہیں مرے چونڈے پہ کرم کرتی ہیں

حرف جیم

جان - میر یار علی نام تھا - میر امن لکھنوی کے بیٹے تھے اور نواب عاشور علی خاں لکھنوی کے شاگرد تھے - اگرچہ وطن لکھنؤ تھا - مگر بسبب فکر معاش آخر میں متوسلین دربار میں ملازم ہو کر رام پور میں جا رہے تھے نہایت خلیق زندہ دل خندہ پیشانی - مرنجان مرنج آدمی تھے جب تک لکھنؤ میں رہے تنگی معاش میں مبتلا رہے آخر سنہ ۱۲۷۴ھ میں مجبوراً ترک وطن کر کے روزگار کی فکر میں دلی گئے - مگر یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی - پھر بھوپال گئے مگر یہاں بھی بدنصیبی ساتھ رہی - آخر آپ بہ ارادۂ گردش اور نواب کلب علیخاں مرحوم کی قدر دانی رام پور میں آئے اور یہیں مستقلاً رہنے لگے - تا اینکہ سنہ ۱۲۹۱ھ میں ۶۳ برس کی عمر پا کر پیوند خاک ہو گئے -

جان مرحوم نے ابتدا ہی سے ریختی گوئی کی مشق کی تھی بجز اس صنف خاص کے سوائے کسی دوسری صنف سخن میں کوئی شعر نہیں پایا جاتا -

آزاد مرحوم نے آبحیات میں لکھا ہے کہ رنگین اور انشا اس کے موجد تھے - یہ قول کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا - اس لئے کہ ریختی کا پتہ اس سے بہت پہلے زمانہ میں چلتا ہے - ہاشمی جو دکن کا رہنے والا اور مادر زاد اندھا شاعر تھا - وہ اس کا موجد ہے اسکا انتقال سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوا آصفی ملکاپوری نے دو شعر ریختی کے اپنے تذکرہ شعرائے دکن میں ہاشمی کے نام سے نقل کئے ہیں - مولانا آزاد نے غالباً تذکرہ مرزا قادر بخش صابر میں یہ عبارت دیکھی "زبان اردو میں اول ریختی کا رواج انشاء اللہ خاں انشا نے دیا - اور اس کے بعد سعادت یار خاں رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ ان کی طبیعت کو خود اس صنف کلام کی طرف التفات تھا

اختیار کر لیا" اس کے بعد ان کو معلوم ہوا ہو گا کہ خود سید انشاء نے دریائے لطافت میں سعادت یار خاں رنگین کو ریختی کا موجد قرار دیا ہے - لہذا بطریق مسامحت دونوں کو ریختی کا موجد قرار دیدیا - اسیطرح تذکرہ مہر جہانتاب میں بھی انشاء ہی کو ریختی کا موجد بنایا گیا ہے مگر یہ اقوال ایسے ہی ہیں جیسے ولی دکنی کو انھوں نے ریختہ کا موجد قرار دیا تھا اور اب پایۂ تحقیق اس سے بہت آگے بڑھ گیا ہے - بہر حال ہاشمی سے ریختی کی ابتدا ہوئی اگرچہ مٹے مٹے نشانات اور جگہ بھی پائے جاتے ہیں چنانچہ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم میں لکھا ہے کہ اس فن کا موجد رحیم معاصر [illegible] کے کچھ شعر بھی لکھے ہیں مگر میرے نزدیک وہ کچھ اوسط ہی شعر یہ ہیں -

[illegible] اپنے سجن کو کیوں رٹھایا ہے
رٹھا کر پیو کو جگ میں کسی نے ذوق پایا ہے

[illegible] نصیحت مان کہتی ہوں
سکھی کو رات سوتی ہے پیارے کو جو بھایا ہے

بعض نے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی موجد قرار دیا ہے - لیکن [illegible] کے ہماری رائے میں دوسرے [illegible] مرزا [illegible] السلام صاحب ندوی نے شعر الہند میں اسکی بابت کافی تحقیق کی ہے ان کی بھی یہی رائے ہے - غرض ریختی [illegible] صاحب نے اس میں مشق کی [illegible] بعض تذکرہ نویسوں کے اسکو تکمیل کو پہنچایا - مگر ہمارے نزدیک ان کی ریختی میں آورد سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے - اور اسی وجہ سے رنگین [illegible] کی سی روانی اور بے تکلفی اسمیں باقی نہیں رہی - [illegible] شاعری [illegible] کرتے ہیں ان کے یہاں بھی موجود ہیں - [illegible] جگہ [illegible] ان کے کلام میں فواحشات [illegible] کہ عرصہ تک ان کا دیوان چھپا تھا [illegible] ہو گیا تھا - مگر اب بعض لوگوں نے محنت کر کے اسکا انتخاب کر کے [illegible] لئے ہیں [illegible] چھپا یا ہے سنا ہے کہ

جان صاحب محفل مشاعرہ میں بالکل زنانہ لباس پہنکر جاتے تھے اور اس انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے ہنستے ہنستے لوٹ جاتے تھے اس میں شک نہیں کہ باوجود آورد اور [illegible] ان کے یہاں بیگماتی زبان ۔ لکھنؤ کے ۔ روزمرہ شیریں کلام عورتوں کے محاورات ۔ رسوم و رواج کا اسقدر ذکر ہے کہ متقدمین میں کسی کے یہاں بھی نہیں ۔ میں نے ان کے کلام کو اول سے آخر تک متعدد مرتبہ دیکھا اس مرتبہ بھی انتخاب کے لئے پورا دیوان دیکھنا پڑا ۔

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور — کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

پھبتی کہی چراغ جو بیٹے کی بجھ گیا — محرم کی جب کٹوری میں جگنو نظر پڑا
یہ بات پٹھری بیوی کے ہو گئی اتفاق — کنبے میں بیگم کے دولہا جو نظر پڑا
جس مردوے کے پیچھے پڑا گھر ہوا خراب — برسوں کے بعد پھر وہی آ تو نظر پڑا

لگتا میٹھا [illegible] لگتا ہے — کہیں مشاطہ کر پیغام اب مصری کی نسبت کا
وہ دل در گور جیناں نے کبھی جو نام الفت کا — کسی دشمن کے دشمن کو نہ ہو آزار چاہت کا
وہ چھٹے استادان سے جانصاحب تجھکو کیا نسبت — کیا پر نام روشن تجھی تم نے میری نسبت کا
کلموئی یہ مرتا ہے لگن اُسکی لیش پہ — قاضی کے گھر میں کیوں نہ ہو چرچا شراب کا
مشاطی سوت پر پڑے خالق مرزا بال — پڑ جائے اس کے حلق میں پھندا شراب کا
سومنیوں سے جلا ہونے جو جوبن کھلے — چال وہ مجھسے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا
رنگیا کس سوم کا پیٹ جو جنتی نہیں — تیرھواں مہتاب کو یہ چاند ہے شوال کا
ساس نندوں کی محبت میں قربان گئی — جاؤں میکے مجھے منگوادو سواری مرزا
تم سلامت رہو صدقے میں تمہارے صاحب — کتنا پہنوں گی ابھی گوٹہ کناری مرزا
پکا نہ تھا کچا تھا وہ جن اسے پر سیجا تم — کل سر پہ چڑھا آج نگوڑا اتر آیا

نہ چھینکا ڈھیلا نہ کھنکارا چپ چلے آئے | کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا

خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی | ہیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کا لاکھی لال ہو گیا | غصہ سے مردوے کا عجب حال ہو گیا

بیگما اچھا نہیں بڑھنا نکمے بال کا | راکھ مل کے نوچ یا نورہ لگا ہڑتال کا

آرزو بندی کی خالق سے [illegible] | کھائے پھل تلوار کا اور پھول سونگھے ڈھال کا

خالی کے مہینہ [illegible] رہتا | درگور مرے پاس رنڈالا نہیں رہتا

کھلتی ہے جبھی بھوکے ہیں کھانے کی حقیقت | سر پہ جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا

کیا ڈرتی ہو ماموں سے محرم ہیں بھی ڈرتی | [illegible] کالا نہیں رہتا

اک پیٹ ہے ہمکو تو سو خطرے ہوں سپڑے | [illegible] کسالا نہیں رہتا

حسن جاناں ہے پرچھائیوں کا روپ ہے | صدقے اس عقل کے جس نے یہ بنائی انگیا

اگر باور نہیں آتا ملا کر دیکھ لو صاحب | مری نارنگیوں سے آپ کا بہتر نہیں کیلا

خدا دکھائے نہ چٹر کی آنچ کا صدمہ | یہ وہ جلاپا ہے ہرگز سہا نہیں جاتا

کیوں نہ جامے سے [illegible] | اودھڑی دو یا مگر ٹھیک آئی انگیا

کپڑا [illegible] سے ٹھیکے اسے جو پہنے | میں تو کوسوں گی مری جس نے چرائی انگیا

اب بھلی مانسیں کیا پہنیں جو یہ پہنائیں | [illegible] انگیا

چپکے رہنے میں بگڑا ہوا امرود کا کام | ایک دو بولوں میں جھلا لی ہوا

خدا نے [illegible] | بڑا ہر ایک سے رتبہ [illegible] سمجھیں چھار اپنا

تف اس بہادری پہ نامردوا ہی کر لیا | چھوڑا پڑا قد میں نے [illegible] گیا

تصویر اُن کی دیکھ کے آنسو نکل پڑے | بچہ تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا

باجی دنرات کا [illegible] جھگڑا نکلا | کوئی لگ جوئے گا پھر سوت کا چرچا نکلا

[illegible] | چاند کے پیٹ میں خورشید [illegible] نکلا

جان صاحب تو بہے رات کو خانم کے گھر مجھ نصیبی نے عبث عیش [illegible]

کیسے میں دیتی ہوں لڈو [illegible] [illegible]

میں پاس [illegible] کیا غضب کیا [illegible] لیکر مرا بکا ما

ہونگی بیکے میں اپنے جا کر [illegible] پیاس [illegible] کی ادلی [illegible]

کھانا چرا کے خوب [illegible] پان کا منہ [illegible] نہ جیسکا زبان کا

محرم [illegible] پھپتی ہے نئی انگیا غلاف جوڑا [illegible]

کسکو سمجھاؤں [illegible] کھائی [illegible] خصم [illegible]

اے بوا [illegible] دل ہے [illegible] [illegible]

پیا تھا پاس [illegible] یاد دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا

کرتا [illegible] دھوکے دھڑی کا [illegible] گھڑی کا

چھوٹی مری کھا گئی ہری پان کا بیڑا منجھلی کو [illegible] کا [illegible] بیاد [illegible] کا

ناک کٹا کے میں [illegible] دشمنوں کو [illegible] بال ہوا

نامرد ہے [illegible] خبر ہوا قربان اس [illegible] کے [illegible] سال بھر ہوا

سوکن سوکن گورا گورا کملو کا گھر والا ہوگیا

[illegible] آن [illegible] ہر اک عاشق کو [illegible] پنجرے کا

[illegible] کسی کی [illegible] ہونا ارے مشہور [illegible] نہیں اچھا

جو شوہر ہے [illegible] اسکے حق میں [illegible] کر دے تجھکو ثواب ہوگا

[illegible] دکھا [illegible] ٹھنڈا رکھے گا سب تجھے اوہی جلانا میرا

تم اگر دو گے نہ تن [illegible] کپڑا کیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا

بچی کے واسطے جو کھلونے منگائے ہیں گھر والا [illegible] نہ ہوگئے

مجھے نفرت ہے صورت سے [illegible] وہ اسکی شکل کیا ہے [illegible] قربان کی صورت

[illegible]

صبح کو دیکھا [illegible] کہا دریغے
خبر ہے کاٹے تھا آج کا دن آجکی رات

تیسرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے
اور رہ جاتا ہوا آج کا دن آجکی رات

جو دال دلیہ ہو دے بسر مجھے وہ کھاتی ہیں
بھائی کو بھائی کیا ہو کمائی کی احتیاج

نشہ میں تاڑی کے جو رو کو مار اکھڑ دے لے
نکل گئی مری باجی کی آگ [illegible] میں روح

جیتے جی بندی کو اشد دکھائے سہرا
تجھکو کیا لاگو ہو گھر [illegible] ایسا میرے بعد

سچ میں کہتی ہوں نبی بخش برا ہے داماد
کیسے [illegible] میرے بعد

قبر میں روح کو صدمہ مری ہوگا مرزا
سوت بچو نہ اگر [illegible]

[illegible]
بچہ تم اپنے جنیں بیاہ دیجو میرے بعد

رنگیں کی ریختی ہے سخن میر ا ریختہ
فتنے کو فوق کیوں نہ ہوا باجی قمر پر

مجھ میں باجی ایک [illegible]
یہ حال اسکے گھر کے نظر آئے نہ در پر

[illegible] شب برات میں مردوں کا فاتحہ
لوٹے گھڑے [illegible] چھتی پہ ٹھیکے [illegible] پہ

دیکھو [illegible]
[illegible] دلہن بجی ابھی تو دو چار دن حیا کر

[illegible]
بنا یا صاحب امام [illegible] تم نے دعا کر

[illegible]
[illegible] گھر [illegible] ایسے بنا بنا کر

[illegible]
[illegible] آئی ہے [illegible]

خدا نے [illegible]
[illegible] اس نے ارا جلا جلا کر

نصیب [illegible] ہے میرا [illegible]
[illegible] پڑھا کر

[illegible]
اب [illegible] چھری ہے مرے دو چار سے تیز

سوت سے گالیاں نہ کھلوائے
[illegible] میرا پاس

کیا زمانہ برا ہے اچھی بی
کوئی کرتا نہیں کسی کا پاس

سوت کی بھتی نہ کھائی بانجھ دنیا سے چلی | دل ہی میں سب رہ گئے [illegible]
پھٹکار سی کے منہ پہ برستی ہے چل پرے | منہ اپنا دیکھ مردوے منگوا کر آئینہ
مسجد کا طاق بھرنے نگوڑی چلے گی کب | کیا فرض ہے دوگانے کو کرنا سنگھار کچھ
خوب گن سیکھے کواری کھیلکر جوبن کے ساتھ | رات کو سسی کی اندھیری ہے سوتن کے ساتھ

....

دوسری مجھ سی لٹے صدمہ [illegible] | میں بھی برباد ہوئی آس [illegible]
شمع افروزی کی بی چھاتو پھر بھبتی کہوں | تیل پانی کے کنول آج ہیں دشمن دیکھے
یہ درشن [illegible] | دو چار بڑے اپنے ہول دو چار کھائے
ڈر لگے کیونکر نہ ان دونوں کی مجھکو جان ہے | جیجا کری اندھی بڑا کام نہیں ہے بچال ہے
ریختی پڑھتے [illegible] سکتا ہے بوا | جان صاحب کی اجی دیکھو حماقت تو گئی
تانبے کا تار لانا نہ اکدن ہوا نصیب | سونے کا لے گئے مرا زیور اتار کے
حلوائی [illegible] بھبتی کیوں کہوں | دنرات آسمان مٹھائی کا تھال ہے
کیا ہو گا گل [illegible] موا بہار | میں بات بات [illegible]
کھلوا نہ [illegible] مجھے | رسوا نہ کر ذلیل نہ کر [illegible] مجھے
بانھن یہ مجھے کہتا ہے [illegible] بچا کے | پھندے میں تم پھنسوگی [illegible]
منگا دو مجھے ڈولی میکے کو جاؤں | تمہارے لئے کچھ برائی نہ ہوگی

جعفر — مرزا مومن بیگ نام تھا ۔ نواب عمدۃ الملک امیر خاں کے (جو عہد شاہی کے ایک بڑے امیر تھے) متوسلین میں تھے رفتہ رفتہ تقرب شاہی حاصل کیا اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں منصب سہ ہزاری پر فائز ہوئے ۔ نہایت ذکی طبع اور ذہین تھے طبیعت میں ظرافت کا جوہر خداداد تھا ۔ دانستہ نہ کہتے تھے تب بھی وہ مذاق رنگین سے متین شعر سے بھی آشکارا

نہ مل سکا مجبوراً اسی پر اکتفا کی گئی -

بلبل کو باغباں سے رہے نت کھٹا پٹی — تا صبح کیوں نہ ہووے چمن میں جتا پٹی

آنکھیں نہیں ہیں بس کہ خرابے ترے سلئے — ہیں چشم سیاہ و سفید دیٹا پٹی

پڑتے کیوں ہر اک بات میں تو تو میں میں — صفا دانتوں کی مثل مسی میں چھپی

جعفر زٹلی - میر جعفر نام تھا - اسمیں اختلاف ہے کہ دہلی کے باشندے تھے یا نارنول کے - بہر صورت عہد عالمگیر کے دور آخری کے نامی گرامی ہزال تھے - اور ہزال بھی اس زور کے تھے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے جید اور مشہور شعرا بھی آپ سے کانپتے تھے - آپ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی امیر یا رئیس کے ہاں ملنے جاتے تو پہلے ہی سے ایک کاغذ پر میزبان کی مدح اور ایک پر ہجو لکھکر پاس رکھ لیتے - منزل مقصود پر پہنچکر حسب دلخواہ خاطر تواضع ہوتی تو مدح کا پرچہ پیش کر دیتے ورنہ اگر کچھ بھی کمی کیا جاتا تو فہو المراد - غصہ کے مارے پیٹر کا پارہ [illegible] ہجو کا پرچہ نکالکر پہلے اس قیامت زدہ کو خود سناتے اور پھر سوسائٹی اور زمانہ کی رسم کے مطابق اشاعت کرکے اس غریب کی اتنی رسوائی کرتے کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا -

ایک مرتبہ اتفاقاً بیدل سے ملنے گئے - وہ ایک قدیم وضع کے درویش صفت سیرت ساکت خوش مزاج شاعر خوش فکر تھے - آپ نے پہلے انداز کرم نوازی سے کچھ بیدل کا کلام سنا - طبیعت محظوظ ہوئی تو خود بھی کچھ کہنا چاہا - بیدل نے اجازت دیدی - آپ نے کچھ مدح کرنے کا قصد ظاہر کیا - بھلا ان کو روک کون سکتا تھا کس کی شامت آئی تھی - بیدل نے اشارہ سمجھ لیا اور سکوت اختیار کر لیا - آپ نے کچھ ہجویہ شعر پڑھے جن میں ایک مصرع یہ بھی تھا -

ع - چہ عرفی چہ فیضی بہ پیش تو ہیچ -

بیدل ایک متین بزرگ تھے سنتے رہے [illegible]

میر جعفر نے ابو اسحاق اطعمہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ وہ بھی ایک پرانے ہزال تھے لہذا آپ نے وہیں سے یہ رنگ بھی اخذ کرلیا۔ اور اس میں ایسے کامل الفن ہوئے اور اُن کی شاعری اور ہزالی کا ایک خاص معیار قرار پاگیا۔ جسکے لئے بہت سے نقادوں کا خیال ہے کہ انھیں کے ساتھ ختم ہوگئی۔ کیونکہ جہاں اُس میں فحش اور لایعنی باتوں کا ہجوم ہے اور کانٹے کی طرح پڑھنے والے کی آنکھ میں کھٹکتی ہیں اسی طرح اسمیں بعض نظمیں ایسی ہیں جو ظرافت کے ساتھ اخلاق و انسانیت کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ ہیں مگر افسوس کہ ہزل گوئی کی شہرت نے اُن جواہرات کو ماند کردیا۔ اور صرف ہزل میر جعفر کے نام سے مخصوص ہوگیا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ انھوں نے ابو اسحاق اطعمہ سے ابتدائی تعلیم کی کتب پڑھیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ ابو اسحاق پہلے استادوں کے موافق ایک جابر استاد تھے ہر وقت لڑکوں پر تشدد کرتے تھے۔ لڑکے اس روز کی نادر شاہی سے عاجز آگئے تھے ایک مرتبہ اپنے استاد کی میر جعفر زٹلی سے شکایت کی۔ میر بھی استاد کے ستم دیدہ و آفت کشیدہ تھے فوراً انتقامی کارروائیوں کے واسطے تیار ہوگئے۔ قلم کا جانستاں حربہ سنبھالا۔ اور استاد کے دل پر وہ کاری زخم لگائے جنھیں کوئی مرہم کبھی نہ بھر سکا۔ یعنی پہلے تو ایک نظم "بھوت بڈارنامہ" کے عنوان سے لکھی پھر اور کچھ لکھا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مولوی صاحب کو خبر ہوئی۔ اور اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد میاں جعفر کو بیک بینی و دو گوش اپنے مکتب سے نکال دیا۔ میر جعفر نکل تو گئے۔ مگر سمند نازک کو اور تازیانہ ہوا۔ گویا بارود میں آگ لگادی فوراً ایک کچھوا نامہ لکھا۔ جسمیں مولوی صاحب کی جی کھول کر ہجو کی گئی تھی۔ اس کے ابتدائی بند یہ ہیں۔

کہتا ہوں کچھوے نامے کو نادر سخن ستی
سُن مرحبا کہوگے مجھے اس بچن ستی

مشہور ہے یہ بات کفوے زمن ستی
کچھوے کو شیخ جی نے وغادی لتھی فن ستی

تس کا کروں بیان نوجان و تن ستی

یہ ہجو ایسا مشہور ہوا کہ شہزادہ کام بخش کے کانوں تک پہونچا اور میر صاحب طلب ہوئے۔ چونکہ نظم میں ہجو کے ساتھ ہی ظرافت کی خوشگوار چاشنی بھی موجود تھی۔ اسی کے اثر سے خوش ہو کر شہزادہ نے مورچھل کی خدمت میر جعفر کو دیدی۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جعفر زٹلی نہایت اچھے شاعر ہیں تو شہزادہ نے امتحاناً ان سے ایک غزل کی فرمائش کی انھوں نے تعمیل ارشاد کی اور غزل کہی جس میں کے ایک دو شعر یہ ہیں۔

از عاشق بیچارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ — تا کے بود ایں گرمی بازار جو ہے تو
تا چند کنی عشوہ بریں رنگ گلابی — یہ رنگ پتنگے کا اڑن ہار جو ہے تو

شہزادہ نے غزل پسند کی اور اسکی بدولت میر صاحب کی شہرت اگرچہ [illegible] گئی مگر خالی شہرت سے کام نہیں چلتا ضرورت تھی کہ نقد و جنس سے کچھ ان کی امداد کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا۔ میر جعفر کا دل تنگ ہو گیا کیونکہ انہیں مورچھل کی خدمت بار ہو گئی انھوں نے فوراً اس خدمت کی ہجو لکھی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

توبہ ازیں دمدمۂ مورچھل — دمبدم از دمدمہ جاں در خلل
توبہ ازیں مسکن روزن فراخ — روز و شب آوازۂ پھس پھوں پٹاخ
توبہ ازیں مسکن پر شور و شر — مرحلۂ پر خطر و خوف و ڈر
پر خس و خاشاک بہ سر نوکری — نزد خرد بہتر ازیں نوکری
جعفر ازیں کوچہ دریں مورچھل — شرم حضوری بکن و لوٹ چل

شہزادہ کو جب اس ہجو کا حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے۔ جب ان کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے شہزادہ کو لے ڈالا ہجو لکھی اور دل کھول کر لکھی ایک شعر یہ ہے۔

زہے شاہ والا گہر کام بخش — کہ غنچی بزد کرد پچی و بخش

اس کے بعد نوکری سے بیزار ہوئے اور دکن کی طرف چل دیئے مگر بدقسمتی ہر جگہ ساتھ تھی یہاں بھی روزگار نہ ملا تو جھنجھلا کر یہ غزل کہی۔

در بیکسی تا بوده با درد و غم آلوده ‏ ‏ مفلس شدی و در بدر کہہ جعفر اب کیسے بنے

از چه آمد سلطانی خود کردی پشیمان خود ‏ ‏ درمانده بے بال و پر کہہ جعفر اب کیسے بنے

اسباب غم پرداشتی تخم فلاکت کاشتی ‏ ‏ اکنون [illegible] کہہ جعفر اب کیسے بنے

اتفاق سے جس زمانہ میں یہ پریشان روزگار دکن کی خاک چھانتے پھرتے [illegible] کو در در بھٹکتے پھر رہے تھے اسی زمانہ میں نواب کوکلتاش خاں ستارہ کی مہم پر گئے۔ [illegible] کو غنیمت جانا اور نثر کا ایک رقعہ لکھا نواب پر بڑا اثر پڑا۔ اپنے ہاں ملازم رکھ لیا مگر صرف [illegible] تھا۔ [illegible] میسر نہ ہوا۔ ورنہ کپڑا بنانے کے لیے کوئی پیسہ نہ ملا۔ مجبوراً ایک منظوم عرضداشت لکھی ؎

زنانہ جہاں شاہ گیتی پناہ ‏ ‏ زہے او جوانی زطفلی داد خواہ

کھواں پڑ گئیں در قبا و ازار ‏ ‏ نئی آئی مشکل یہ دلی دیار

رکت کی جوئیں میری پیاسی پھریں ‏ ‏ کہ حیران دیکھ ان مجھ کو کریں

سو میرا لہو پی کے موٹی ہوئیں ‏ ‏ بغل بیچ دشمن مری ہو رہیں

جواں مارتے مارتے شب گزشت ‏ ‏ وسے [illegible] نگذشت

خیر قسمت یہ کہ یہ ترکیب منظور ہوئی اور کپڑے بنوا دیئے۔ مگر چند روز بعد اور اسباب پیش آئے اور وہ وہاں سے بھی جدا ہو گئے۔

میر صاحب کی زندگی نہایت مفلسی اور مفلوک الحالی پریشان روزگاری میں بسر ہوئی۔ مگر وہ زمانہ کی زبردستیوں سے عاجز آ کر کبھی پریشان نہ ہوتے تھے۔ بلکہ نہایت آزادی اور خوشدلی سے ان تمام سختیوں کو برداشت کرتے تھے۔ اسیطرح ان کا مشغلہ شاعری نہ کسی کی مدح و ذم کا پابند تھا۔ وہ ذاتی خصومت کی بنا پر کسی کی ہجو نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اس سے تفریح و انبساط مقصود ہوتا تھا۔

ان کا [illegible] گو [illegible] ہجو ہزل کے درجہ پر پہونچگئی ہے۔ اور خوش طبعی مسخرا پن کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر [illegible] مسخرا پن جو ظرافت جو ہزل ہو کچھ ہو اس درجہ کی ہے جس کا جواب بڑے بڑے اہل کمال نہیں دے سکتے۔ انکے ایک لفظ میں ظرافت اور خوش طبعی کا ایک جہان پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ جیسے مزاج و خندہ روئی کے خوگر ہیں [illegible] دلدادہ ہیں اور اخلاق کے نکات بھی کبھی مولویوں کی طرح بیان نہیں کرتے بلکہ اس میں بھی اپنا انداز خاص قائم رہتا ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں ایسا کہتے ہیں کہ [illegible] فرحت کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اسکی وجہ خاص یہ ہے کہ گو وہ ایک مسخرے ہیں۔ رنگین مزاج ہیں۔ مگر علم و فضل و فنون سے ویسے ہی آشنا ہیں جیسے اس [illegible] کے [illegible] ہوتے تھے۔ عربی اچھی طرح جانتے ہیں۔ فارسی کے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ اس کے ماہر کامل معلوم ہوتے ہیں اور اس بے تکلفی سے اس کو استعمال کرتے ہیں کہ یہی اُن کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

میر جعفر کے ایسے واقعات [illegible] ان نظموں کا دار و مدار ہے بے تعداد ہیں جن میں سے ہم چند لکھتے ہیں۔

لطیفہ جب زمانہ میں میر جعفر کوکلتاش کے یہاں رہتے تھے ایک روز یہ اتفاق پیش آیا کہ مرزا سلیمان کی اہلیہ مرزا سے ناراض ہوگئیں۔ میر جعفر کو خبر ہوئی۔ یہ جانتے تھے کہ مرزا کی بیوی اونچے گھرانے کی عورت ہے اور یہ ذلیل ہیں انھوں نے چند قطعے گھڑ ڈالے جو ہجو بھی ہیں سامان تفریح بھی۔ پند و نصائح بھی۔ عزت بھی۔

جعفر او رجہاں معاذ اللہ   ہر کہ محتاج نان زن باشد

نتواند کہ ضبط بنشاند   گرچہ عفریت و اہرمن باشد

جعفرا مفلسے کہ زن بہ کند   آہ آں زن زنست مرد کِ خر

آرزوے دلش بہ دل ماند   خود پے نان خراب و رسواتر

بلبل خوش گفته مصرع جعفر پیش نظر فطرت — چرا کارے کند عاقل که باز آید پشیمانی

مرزا سلیمان کو جب یہ خبر ہوئی تو بہت بگڑے اور کوکلتاش خاں کے پاس پہونچے۔ میر جعفر کی سخت سے سخت شکایت کی مگر انھوں نے معاملہ کو ہنسی میں ڈالدیا اور ٹالدیا۔

ایک موقع پر کوکلتاش خاں نے غنیم کو سخت شکست دی۔ اور بہت کچھ مال غنیمت پایا۔ جب مال غنیمت تقسیم کیا تو آدھا مال خزانۂ شاہی میں بھیجیا اور آدھا سپاہیوں میں تقسیم کردیا۔ بیچارے سپاہی تو تھے نہیں کہ کچھ ان کو بھی ملتا۔ میر جعفر کو سخت رنج ہوا۔ نواب کے پاس پہونچ کر کہا کہ مجھکو بھی حصہ دیجیے۔ کہا تم سپاہی نہیں۔ مرد میدان نہیں پھر حصہ کیسا۔ خیر اُسوقت تو جعفر خاموش ہوگئے مگر دوسرے دن اپنا تصنیف کیا ہوا رستم نامہ لیکر پہونچے اور نواب کو سنایا۔ جو یہ ہے۔

من آں رستم وقت روئیں تنم — کہ دہ پاپڑ از مشت خود بشکنم
کنم روزن اندر چپاتی بہ تیر — بر آرم دمار از سر مور تیر
کشم گردن پشہ را در کمند — مگس چند را من در آرم بہ بند
بپوشم اگر جوشن جنگ را — ہزیمت دہم پسوے لنگ را
بہ صد حملہ بال مگس بر کنم — قطار دو صد مور برہم زنم
اگر بر زنم پنجہ در دال بھات — فتد ہیبت و خوف من در جہات
بدوزم بہ رمح سناں دو درا — شگافم بہ چنگال فالود را
دریں دور ثانی رستم منم — بتاسا بہ گرز گراں بشکنم
بہ ہنگام خشم و تردد تلاش — کنم غرق انگشت در دال ماش
من آں شہسوارم کہ روز نبرد — بر آرم بہ یکدست از پنبہ گرد
چناں بشکنم رشتۂ خام را — کہ سازم خجل رستم و سام را

خروشاں کنم اسپ جولاں کنم | جہاں خانۂ موش ویراں کنم
چنہم رسانم از خنجر آب دار | بجلوا و جغرات ہنگام کار
اگر بر کشم تیغ تدبیر را | ببرم سر شیر تصویر را
تھلن منم گر کشم تیغ خشم | تراشم بہ ضرب یک موے پشم
نہ آنم کہ بگریزم از گور خر | بہ گوزش کنم سینۂ خود سپر
بہ نام و نشاں جعفر مرد مند | چو گوز خر آوازۂ من بلند
فتد لرزہ از من بہ اندام شوم | کنم زیر پوستہ درکام شوم
سر مسکاں بر سر دار بہ | نہ بر دار بہ بلکہ در غار بہ
بترسد دل شوم از شاعراں | چو از باز و شاہین دل طائراں
چو بیند مرا شوم تھر تھر کند | چو از گربہ مرغے کہ کر کر کند
اگر بنگرد صورت من بخیل | گریزد چو از گرگاں الاغ و فیل
بیا جعفر ایں قصہ کوتاہ کن | بہ سمت جناب سخی راہ کن

اتفاق کی بات ہے کہ میر صاحب جب یہ نخرہ رجز سنا رہے تھے اسیوقت خبر آئی کہ [illegible] ہوکر دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئی تو کلتاش خاں کو بڑا صدمہ ہوا۔ اور ایسے بگڑے کہ میر صاحب کو نکلوا دیا۔ اسطرح میر صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ دو نظمیں لکھیں جن میں سے ایک میں اپنی شان استغنا کا ذکر تھا۔ دوسری میں نوکری کی پریشانیاں تھیں جیسا کہ [illegible] نظم سے ہے۔

بشنو بیان نوکری جب [illegible] | [illegible] یہ نوکری کا خبط ہے
ہر روز مجرا [illegible] | [illegible] یہ نوکری کا خبط ہے
دن بھر [illegible] | [illegible] یہ نوکری کا خبط ہے

ایک مرتبہ میر صاحب کے [illegible] اور کچھ بھی باقی نہ رہا غصہ میں یہ نظم کہی۔

چکن اور زر کا چیرہ پشم کرو جھ | چھٹی پگ باندھ کر سب سے اکڑ رہ
اگر کشور نباشد کسکو غم ہے | لنگوٹا باندھ کر سب سے اکڑ رہ

ایک دفعہ لوگوں نے صلاح دی کہ کوکلتاش خاں سے عفو جرائم کی درخواست کرو انھوں نے ہرگز منظور نہ کیا اور یہ نظم لکھی۔

اے تونگر این محلّی آبخورہ تابکے | شربت قند وگلاب کوزہ کوزہ تابکے
کج [illegible] | باندان نقرہ وزریں کٹورہ تابکے
[illegible] جعفر زباں رابند کن | این سخنہاے زٹل پھکڑ لپھوکڑہ تابکے

بادشاہ ذیجاہ اورنگزیب کو جب دکن میں فتح حاصل ہوئی تو آپ نے ایک ظفرنامہ لکھکر قصد کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں مگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور دربار تک رسائی نہ ہو سکی اسکے بعد یہ توکل کرکے بیٹھ رہے [illegible] ظفرنامہ کے یہ ہیں۔

زہے شاہ اورنگ و تاکسائی | کہ در ملک دکھن پڑی کھلبلی
پڑا در عسکر لعبد دھوم دھام | کہ ہل چل پڑی بر سر روم و شام
ورلی پیر سالار [illegible] بدن | نچائی دھما چوکڑی در دکن
زہے شاہ شاہاں کہ وقت وغا | نہ ہلد نہ ٹلد نہ جنبد زجا
کمر بستہ ہتیار میدان پر | شب و روز تیار گھمسان پر

اورنگ زیب کی وفات پر میر صاحب نے دو مرثیے لکھے ایک نہایت متین ہے دوسرا انکے رنگ کا ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔

اورنگ زیب مرگئے نیکی جنت کو گئے | تخت اور چھپر کھٹ دھرے گئے آخر فنا آخر فنا
ہوا خدا کی یاد میں رکھنا اورنگ کا پاٹیا | نہ برس گنبد بغداد میں آخر فنا آخر فنا

عظیم شاہ کی تخت نشینی پر بھی ایک نظم ایسی ہی لکھی۔ مگر بے نتیجہ رہی۔ آخر عمر میں یہ رنگ

ہلکا ہوگیا تھا۔ اور بجائے ظلمیات اور شوخیوں کے متین مضامین اور پیرانہ جذبات زیادہ ہوگئے اگرچہ طرز بیان وہی تھا مگر پھر بھی بہت فرق محسوس ہوتا ہے یہ دو قطعے اسی رنگ کے ہیں۔

جعفرا بر سر عروس جہاں — چند پاپوش و چند کہنہ بزن
زانکہ ایں با کسے نکرد وفا — بر ہمہ نقد و جنس ٹلہ بزن

تذکرہ خمخانۂ جاوید میں لکھا ہے کہ جب اعظم شاہ تخت نشین ہوئے تو شعرا کے ساتھ جعفر نے بھی سکہ نظم کیا اور وہ نہ صرف بادشاہ کو پسند ہوا بلکہ خاص و عام کو پسند آیا۔ بادشاہ نے انعام میں خلعت فاخرہ۔ اور ہاتھی۔ اور ایک لاکھ روپیہ دیا۔ مگر ان کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ گھر پہونچنے بھی نہ پائے اور تمام روپیہ راستہ ہی میں صرف کر دیا۔

میر صاحب کے کلیات میں اگرچہ فحش بہت زیادہ ہے پھر بھی وہ انواع و اقسام ظرافت نظم و نثر سے مملو ہے چنانچہ

(۱) گفتگو نامہ نثر جسمیں اردو کے محاورات اور ضرب الامثال کا محل صرف نہایت خوبی سے بتایا گیا ہے۔

(۲) رقعات نثر جنہیں تلازمے۔ اور طرح طرح کی شوخیوں کا [illegible] دیکھنے والا دنگ رہجاتا ہے۔

(۳) عدالتی تحریریں نثر [illegible] الخاص رنگ میں جنہیں [illegible] ظرافت شوخیاں اپنے اپنے محل پر سبھی کچھ ہیں

(۴) شرارت نامہ جسکو شاہی یادداشتوں اور تزک کے طرز پر مرتب کیا ہے۔ اور اس میں ضرب الامثال کو اس صورت سے صرف کیا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(۵) اصطلاحات زمانہ۔ یہ لغت کے طرز پر ہے۔ [illegible] اسمیں الفاظ کے معانی بیان کئے ہیں۔ اگرچہ اسکو دیکھکر میر صاحب کے کمال [illegible] پڑتا ہے مگر اسکی ایجاد کا سہرا غالباً عبید زاکانی کے سر ہے۔ انکی لغت بھی ان کے کلیات میں [illegible]

حصہ نظم - [illegible] - واقعات - ہجویات - رقعات - دستور العمل - [illegible]
رجز - نسخہ جات - مسئلے - غزلیات - مورچھل نامہ - کچھوے نامہ مسدس - ظفر نامہ مراثی -
سپش نامہ - تضمین قطعات - اُردو فارسی سبھی کچھ ہیں - اور ہر ایک اپنے رنگ میں
لاجواب ہے -

اگرچہ اُنکا کلام اُن کے رنگ میں سراپا انتخاب ہے مگر ضرورتاً تھوڑا سا انتخاب پیش کرتا ہوں - ممکن ہے کہ قطع کرنے پر بعض ناظرین کو تادلی کی شکایت پیدا ہو -

انتخاب دستور العمل نظم

ہر زن کہ باشد جنگجو - در چال ٹھیکے [illegible] — دارد بہ شوہر گفتگو [illegible]

جورو لڑاکا گر بود پر خوف دوڑ آ گھر بود — [illegible]

جو نار لچکے چال میں سسکی بھرے چال میں — [illegible]

[illegible] — چوٹی پکڑ کر ہندی کرے پر گردش تلوار ہے

گھوڑا جو اسواری [illegible] — بیٹا جو [illegible]

سسرا جو [illegible] — داماد [illegible] سے گھر وار ہے

جعفر [illegible] جہاں [illegible] غنیمت است — [illegible] غنیمت است

دو سپارہ و کتاب [illegible] اگر — [illegible] شلغم غنیمت است

گر [illegible] — یک چیز گدھری پالک غنیمت است

آواز شیو [illegible] — آواز بول بیگم و خانم غنیمت است

تربوز و خربزہ نبود گر میسرت — یک سبز پھانک کھیرہ بالم غنیمت است

ہجو مرزا خدا یار بیگ

زہے قدرت پاک پروردگار — کہ مرزا خدا یار مارا پچھاڑ
کروں اب خبر شہر و بازار کو — لگی آہ میری خدا یار کو
خدا یار پر صبر میرا پڑا — کہ تالاب پر یہ بکھیڑا پڑا
بدست حریفاں گرفتار شد — بہ پشت و سرش مشت و پیزار شد
چہ مرزا چہ رفتار و گفتار او — چہ آواز پیزار و دستار او
تڑاتڑ سڑاسر لگی لاگنے — ٹھٹک چال مرزا لگے جاگنے
پکڑ باندھ کر جب مرنڈا کیا — کشندا اس کا تال گنڈا کیا
دریغا چہ صورت چہ دستار او — چہ پاجامہ چڑیاں دار او
چو ایں ماجرا جان بابا شنید — دوا دو دوا دو بپا پے رسید
زہے جان بابا شرافت مآب — کہ کتا چھڑایا نگہ شد خراب
جہاں میں کروں آج میں بو مڑی — کہ گیدڑ کے منہ سے چھٹی لومڑی
خدا یار مسکیں دہا دم کٹا — بلیا کے پنجے سے چوہا چھٹا

ہجو مادھوداس چوکی نویس

سگ لینڈی از وے نکو تر بود — کہ از عفت عفش مردار ڈر بود

مدح شاہزادہ محمد کام بخش

سزاوار خداوند گیتی پناہ — توئی وارث مالک تخت و جاہ
بدرگاہ تو ہر کہ گشت پٹا کند — خدایش بیک لحظہ چیٹ پٹا کند

بو تجھسو بر [illegible]

من از ضعف چوں چونی دھوسیم	نہ چوری سسرا نیل منگلو سیم
مرا طاقت ٹکرا او کجا است	تن و توش آنکس جو کالی گھٹا است

ایک مرتبہ قمر النسا بیگم نے میر صاحب کو اپنے دیوان کی معرفت تیس روپیہ انعام دلوائے اُس نے صرف پانچ دیئے باقی خود خورد برد کر دیئے انھوں نے ہجو کہی جسکا یہ اثر ہوا کہ قمر النسا بیگم نے اپنے دیوان فتح علیخاں کو بہت ڈانٹا اور میر صاحب کو پورا روپیہ دلا دیا ہجو کا ایک شعر یہ ہے ۔

دلائے تیس لیکن پانچ نکلے	فتح خاں کی الٹی ..... نکلے

مدح حسن معشوق

جعفر چہ بہی باشد و کس یا کنی بولی	بر حسن تو جبریل گرفتار چہ ہے سو
با تیر اتا کانی و برچھی تغافل	امروز مجھے مارنا ہے یا جو ہے سو

جوانی کے جانے کا غم

دریغا کہ جوبن چلا روس کر	اکیلے تلّلے کا گھر نوس کر
ارے ہائے جوبن چلا جائے ہے	چہ چارہ کنم ہائے رے ہائے رے
مرا عشق و اکھیل چن از تو بود	شب و روز البیل پن از تو بود
طفیل تو بود ایں کلیل و چھلانگ	نبیل تو بود ایں الول و ترنگ
جوانی ز من چوں شنید ایں بیاں	نکو گفت در گوش ہوشم عیاں
کہ اے کل ٹرو پنج ہرد کہنہ پال	توئی میزبان و منم میہمان
ندانی کہ مہماں نگیرد قرار	بجز ایک شب یا دنا دوئے چار

بروصبر کن با بڑھاپا پساز — ازیں پس مکن پا بغفلت دراز

بڑھاپا بود مغفرت خواہ تو — بود قالب گور ہمراہ تو

جوانی و جوبن پڑو بھاڑ میں — کہ آخر ٹھکانا اسی غار میں

تصوف

در قیام و قعود از کشش نفس مخور غوط — در خدمت حق بازی کنکوہ نباشد

دارد خبر از لذت چپ چاپ عبادت — آنکس کہ شکم سیر بہت کہوہ نباشد

برتھیہ تتا تھیہ منز دل — تا رشئے تو فردا چو سپیدہ [illegible]

بے سود بود توبہ شیشہ [illegible] — منظور چنیں توبہ پھسلوہ نباشد

مدح عالمگیر

زہے حکمت شاہ اورنگ زیب — کٹاوے لڑاوے بہ فن و فریب

نقارے دمادم [illegible] گیا — بہ سرناد کرنلے [illegible] کیا

عجب اوٹ این کھوٹ بیجاپور است — کہ ہر برج او مثل بھنڈسر است

چہ گویم ازیں قلعۂ بے لگاو — کہ انگشت [illegible] لگاو

لگا کوٹ کو مورچہ جاے کر — [illegible] کو [illegible]

زہے پادشہ [illegible] ود پوکہوت — [illegible] چار پوت

ازیں [illegible] بیٹے نپٹ ناخلف — پسر خود خلف بہ وگرنہ تلف

وگرنہ چہ یارا حسن شاہ را — کہ گرداند امرے شہنشاہ را

مگس را چہ طاقت کہ با شاہ باز — بہ ہیجا در آید بود کینہ ساز

چہ پشہ کہ با شیر پہلو زند — چہ پسو کہ با اژدہا پہو زند

چہ خشخش کہ با زہرہ و مشتری | بہ نخوت زند دعوئی ہمسری
چہ گیدڑ چہ لمڑی بہ پیش پلنگ | چہ جھینگر چہ مچھی بہ پیش نہنگ
چہ جٹمل کہ دعوای رائی کند | چہ کھٹمل کہ پر چار پائی کند
چہ قطرہ کہ سربار دریا شود | چہ ذرہ کہ اغیار بیضا شود
چہ جھینگر کہ برکوہ چکر زند | چہ مینڈک کہ بر فیل ٹکر زند
چہ جمشید شوزہ چہ عبد الرؤف | کہ دیجئے سٹا ٹھوک سے چوں حروف
چہ مدناجی پنڈت چہ مرزا خلیل | بیک دھار پیشاب گردد ذلیل
در آفاق بسیار چکر زدم | بہ ہفتاد و دو فرقہ ٹکر زدم
بایں حسن و سیرت چو تو دلنواز | ندیدم درین سیر گاہ مجاز

سپش نامہ

حضور جہاں شاہ گیتی پناہ | زبیداد جواں ذٹل داد خواہ
جویں پڑ گئیں در قبائے ازار | نئی آئی مشکل بہ دلی دیار
آدھی رات تن بیچ اٹھی کلبلی | چو دیدم کہ فوجاں جواں کی چلی
لڑائی پڑی جواں سے وقت رات | جواں کا چلا منھ چلا میرا ہات
جواں مارتے مارتے شب گذشت | ولے یک جواں از میاں کم نگشت
کروڑوں جویں اور اکیلا منم | دونوں ہاتھ سے تا کجا میزنم
کہ در رقبہ ایں قباد ازار | پھروں کھیلتا ہیں جو دل کے شکار
بڑا پہلوان است افراسیاب | کہ زند در جواں خورد پیچ و تاب
جوا کا سس جواں کند ترک تاز | شود سرنگوں طرہ طرہ باز
جواب افضل خان صدر الصدور | جواں مارنے میں نرکھیں شعور

جوشہ داد خان جی بجسے شرع دار	بہ پیش جوان کھول ڈاریں ازار

جوانی بگزرد در حسرت حال	بہ پیری پیش آید دولت و مال
بنزد جعفر مسکیں سخنداں	بداں ماند کہ بوسہ بعد انزال

جعفر زرکوب اصفہان کے رہنے والے تھے۔ بے انتہا ہزال اور مسخرے تھے مگر یہ دو شعر مل سکے۔

از خرام آن صنم تنہا نیاید از من آب	میکشد زار از یک قطرہ [illegible] آن آب
چوں بر دہان [illegible]	[illegible] از من او دہان [illegible] آب

جگت ۔ جگت موہن نام ہے الہ آباد کے رہنے والے قوم کھتری ۔ سے ہیں قریب قریب ۲۰ [illegible] سال کی عمر ہو گی پہلے ریلوے کے دفتر میں ملازم تھے اب بینک میں ملازم ہیں ۔ شاعری کا ابتدائی عمر سے شوق ہے اور اب بہت اچھی ظرافت کہتے ہیں اگرچہ ظرافت میں پختہ مشقی ۔ اور مراعات النظیر ضلع جگت نہیں پھر بھی اشعار نہایت شگفتہ ہوتے ہیں ۔ بعض بعض ظریفانہ گلدستوں میں آپ کا کلام چھپ چکا ہے ۔ بعض رسالے بھی آپ نے ترتیب دیئے جو طبیعت کے لگاؤ کے موافق تمام ظریفانہ رنگ پر مبنی تھے انھیں سے آپ کے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے ۔ کلام میں بسبب عدم پختہ مشقی بعض بعض جگہ خامیاں پائی جاتی ہیں ۔ مگر عیوب کو فرو گذاشت کرنے کے بعد نہایت عمدہ انتخاب باقی رہ جاتا ہے ۔ ہولی ۔

بڑے بھنڈار ہولی کے جو بھیا بھیے سن پائن	بگو بیچ کے لوا کے [illegible] ہمکا بلوا ترت
پڑی کھاتر سے ہمرا ہاتھ پکڑا لیگئے بھیتر	بچھونا پھیر رسوئیاں ولئے کرتے ماں دیکھو

کچوری پوری ربڑی [illegible] ٹھیکونے   پڑکیا اور پیرا گھر میں اپنے خوب پکوائن

گرج ہم کہہ سکت ناہیں بڑی اکھاتر بھی ہمری   ہمیں تو پیٹ بھر کے اچھا اچھا کھانا کھلوائن

بدل لہنگا دوپٹہ بھوجی گاتن ہاری بلوائن   ہماری گود ماں [illegible]

عبیر اور بکا سب رکھا [illegible] کے تھریا میں   ملن ہمرے بھی گگوا ماں اور لینہ منہ میں ملوائن

منگائس دارو مہوا کی بہت اچھی سی اک بوتل   بڑے ہی سوک سے بھر بھر کے کلہڑ نہکا پلوائن

خدا غارت کرے اس کشتہ زن کو   نہ نکلا ٹاٹ کا ٹکڑا کفن کو

ہمہ تن یاس کر دیا تو نے   ستیاناس کر دیا تو نے

دونوں رخسار عنایت کریں اک اک بوسہ   اب مرے واسطے سرکار سے چندہ ہو جائے

دمکا کے بوسہ لوں گا رخ رشک ماہ کا   چندہ وصول ہوتا ہے صاحب باوے

جہاں پاشی کبھی کرتی ہو کیوں اپنے دہقاں سے   کہ اپنے کھیت پر لیجائے میری چشم گریاں کو

چشم نے میری اشکباری کی   کاشتکاروں نے کاشتکاری کی

ایک دن رو دیا برائے امتحاں میں ناتواں   سو سمندر سا بحر نالے ناکھو دریا بہہ گئے

میٹھی نظروں سے جو دیکھا مجھکو   کیا میں حلوہ ہوں مجھے کھائیے گا

حسینوں سے نظر مجھسے لڑی ہے   لڑی ہے یا مری قسمت لڑی ہے

خبر دیتی ہے ہچکی ان بتوں کی   نئی فیشن کی یہ جیبی گھڑی ہے

پھنسے جاتے ہیں سب اسکی گرہ میں   تمھاری زلف ہے یا ہتکڑی ہے

سرخ انور پہ ان کے ہے یہ خال   یہ بیٹھا ہے دودھ میں مکھی پڑی ہے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی   بت بے پیر پر لعنت خدا کی

ٹھک کر ناک پہ انگلی کو رکھ کر — کہا ایجاد ہے میری ادا کی
غمِ ہجراں سے ہے یا پھاگن کی آتش — دلِ ویراں میں ہولی ہی جلا کی
ہوا اس سیم تن سے جب سے سونا — اُسی دن سے مری چاندی کٹا کی
چپت جھٹ مار دیتا ہے اچک کر — بُری عادت ہے یہ اُس بے وفا کی

نہ ہو کیوں کم سنوں کے شربتِ دیدار میں لذت — مزا دیتا ہے جب پانی تلک [illegible]
مثلِ لقا کے اکڑنے لگا وہ ماہ لقا — اب جگت کا بھی اڑا ہوش کبوتر بنکر

کیا خلق میں آمادۂ بیداد ہیں مچھر — نمرود سے کچھ کم نہیں شداد ہیں مچھر
پیاسے ہیں یہ ظالم بنی آدم کے لہو کے — سفاک ہیں خونخوار ہیں جلاد ہیں مچھر
چاہیں جسے کاٹیں جسے چاہیں اُسے کھائیں — خالق کی خدائی میں بھی آزاد ہیں مچھر
مارے کوئی لاکھوں [illegible] — مشکل ہے [illegible] مچھر
ہے گانے بجانے کا فن ایجاد انہیں کا — شاگرد جو دنیا میں ہیں استاد ہیں مچھر

ہے شبِ وصل بولو آہستہ — چارپائی بھی کان رکھتی ہے

مدت کے بعد پائی تھی ہمنے شبِ وصال — دو چار سو برس تو الٰہی سحر نہ ہو

روٹھا ہے مجھ سے میرا صنم ہائے ہائے رے — کرنے لگا ہے چرخ ستم ہائے ہائے رے
بالائے طاق وصل کی امید ہو گئی — چھاتی سے لگ کے بولا صنم ہائے ہائے رے
جسطرح مٹ گئے ہیں یہ نشانِ پیرہن — [illegible] ہائے ہائے رے

[illegible]

لکھنؤ کے ایک معزز خاندان کے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی عمر سے شعر و شاعری کا شوق تھا اور ابتدائے سن ہی کے زمانے میں نہایت ذہین اور طباع تھے۔ چنانچہ صاحب تذکرہ گلستان سخن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ہر چند عمر اس کی ہنوز زیادہ تیرہ برس سے متجاوز نہیں ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے ... طبیعت کی شوخی شعلۂ ہوا سے زیادہ ہے ازبسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہے اشعار میں مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہے یہ چند شعر ان کے کلام سے انتخاب ہو کر نذر ناظرین ... شعر درج ہوتے ہیں۔

رواں جو ہوتے ... ہوا ہوتا | تو اک جہاز ہوائی یہ آسماں ہوتا
... اٹھ گئے یہ اس ستمگر کو | جو آج کوئی ... ہوتا

ترے کوچہ میں آنے نہیں دیتا ہوں غیروں کو | بنا ہوں ٹھیکری سے اپنی جو کیدا پھرتا ہوں
ترے غم نے مجھے بخشا ہے اسباب عشرت کا | کہ شکل اپنی بنا کے ... ہو کے پھرتا ہوں
کہا میں نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجئے | اسی کے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہوں
تو ہنس منہ پھیر کے لگا کہنے کہ یوسف نہیں ہوں میں | کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہوں

اُسے عاشق ہوں پر نہیں یہ خبر | شکل گوری ہے یا کہ کالی ہے
سیم کی طرح دل گداز میں ہے | میرا سینہ ہے یا کٹھالی ہے
کھودتی ہے ہر ایک کا سینہ | تیری مژگاں ہے یا کدالی ہے
آنکھ پوچھے تو دے جواب وہ لب | اک جوابی ہے اک سوالی ہے
زلف سلجھی رہی تو ہے وہ ... | اور الجھی رہے تو جالی ہے
ہم غریبوں کا بستر اک یہ | اک پرانی پھٹی نہالی ہے

جوش۔ ان کا اصلی نام رحیم الدین تھا۔ مگر لوگ رحمو رحمو پکارتے تھے۔ اور اسی نام سے مشہور ہوگئے تھے۔ تذکرہ خمخانہ میں [illegible] لکھا ہے کہ پڑھے لکھے تھے مگر مصنف گلشن بے خار کہتے ہیں کہ یہ ایک بازاری اور عامی آدمی تھے۔ ہولیوں میں کوچہ و بازار میں غزلیں گاتے پھرتے تھے۔ اور ٹھیاروں کے ساتھ خوب ہلے [illegible] میں زندہ و بخیریت تھے مصحفی نے [illegible] لکھا ہے۔ ان کے شعر ظریفانہ تو کیا ہوتے مگر شوخی طبع کا پتہ ضرور دیتے ہیں ایک شعر اسی انداز کا ملا ہے۔ جو اگرچہ وثوق کے [illegible] کہا جا سکتا مگر اہل تذکرہ نے متفق طور پر انھیں سے منسوب کیا ہے ممکن ہے کہ اور بھی کلام اسی انداز کا ہو مگر مجھے مل نہیں سکا۔

میں نے جو کہا [illegible] ستم گزرا   بولا کہ ابے تیرا روتے ہی جنم گزرا

جوکر۔ حسن جعفر نام ہے لکھنؤ کے رہنے والے ہیں ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں نہایت رنگین مزاج شوخ زبان یار باش ملنسار خلیق زندہ دل آدمی ہیں اب چند روز سے شوخ تخلص کرتے ہیں۔ گو ظریفانہ شاعری کی عمر زیادہ نہیں ہے مگر اپنے احباب کی شاعرانہ گرمی صحبت سے آپ کی شگفتگی بھی درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے مجھسے اچھی خاصی ملاقات ہے۔ مشاعروں کی صحبتوں میں آپ برابر شریک ہوتے ہیں اور قریب ہر شاعر اور سخن فہم آپ کے نام سے واقف ہے۔ آجکل معراج الادب میں جو لکھنؤ کے ایک مخصوص طبقۂ شعرا کی انجمن ہے۔ آپ بھی شریک ہیں اور ہر مشاعرہ میں اپنی ظرافت سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں۔ اس وقت سنہ ۱۹۳۲ء میں آپ کی عمر چالیس بیالیس برس کی ہوگی۔ مجموعہ تبسم گل کی ترتیب کے وقت میں آپ کا کلام حاصل کرنے کے لئے

سے کلام کا انتخاب کر کے اس تذکرہ میں درج کرتا ہوں جی چاہا تھا کہ اس تذکرہ کے لئے جدید کلام حاصل کروں۔ مگر فرصت کی قلت ہے اور لکھنے کو بیجا ہے۔ اس لئے اسی پہلے کلام کو تبند مکرر سمجھ کر لکھتا ہوں۔

[illegible] سوگوار سے   تھوڑا سا تیل لے لے چراغ مزار سے

چمن میں آ کے کرتی سے بلند اپنا دکھاتا   کہ ان کی جھو [illegible] کے اوپر ہمارا آشیاں ہوتا
اگر وحشت کی لیتا قیس اور مجنوں [illegible]   تو لیلیٰ کے اوپر [illegible] سایہ ماں ہوتا
کسی [illegible]   اگر بندہ نصیب دشمنان محو خناں ہوتا
قفس میں آ [illegible] کا تھا [illegible]   کر ایسے چلا دیتا جو میرا آشیاں ہوتا
میں [illegible] چمکی [illegible]   جو آ جاتے [illegible] تو پھر کہاں ہوتا
حسین جتنے [illegible]   جو [illegible] میں اگر یاں [illegible] ہوتا
گزرتیں [illegible] وصل کی راتیں   اگر خود ناقہ لیلیٰ کا مجنوں ساربان ہوتا
کبھی [illegible] کام آ جاتا   مرا دل [illegible] ہوتا
بسیرے کے لئے پھر کیوں [illegible]   ارے صیاد [illegible] اگر آج آشیاں ہوتا

عاجز ہوئے ہیں گرمی روز شمار سے   مردے نکل کے بھاگ رہے ہیں مزار سے
حاجت ہوئی جو [illegible]   کچھ [illegible] لے گیا میرے مزار سے
[illegible]   الفت میں [illegible] پڑ گیا اب [illegible] سے
وعدے میں تیرے جھوٹ کا [illegible]   [illegible] گر پڑے نظر اعتبار سے

کھاتے ہیں قلابازی ہیں جتنے تماشائی | کس دھوم کی ہے [illegible] تری انگڑائی
جب پردہ محمل سے لیلیٰ تھی تماشائی | مجنوں [illegible] کو کھلائی
عشاق گراں جانسے ہاری شب تنہائی | یہ کیسی ہوئی بھاگی [illegible] تمھیں آئی
کیوں ہجر میں نا کس کے مردے کو جلاتے ہو | ٹھنڈے گے میں نہ ملیاے اگر دو مسیحائی
دم ہم آن کا دم رخصت کا آیا بہت [illegible] | وہ بیٹھ گئے اٹھ کے جب چھینک مجھے آئی
کمبخت کو کنگھی سے [illegible] | اللہ کرے اسیر عاشق ہو کوئی نائی
[illegible] لیلیٰ مجنوں [illegible] عمر چڑھاتے ہیں | تسلیم [illegible] بڑے بھائی
جب سامنے آتا ہے تم دیکھ کے ہنستے ہو | آخر تمھیں جو کرنی کیا چیز پسند آئی

منہ شیخ نہ کر شیفتہ زلف دوتا کے | داڑھی کو تری ذبح نہ لے ہاتھ بڑھا کے
صیاد کا بند ہے [illegible] تجھ کا دشمن | اللہ کرے گر پڑے پھنگی [illegible] جا کے
جراہ مرے صبر میں [illegible] | بالے سے ہوا پھینک [illegible] لگا کے
دیکھوں تو گراتا ہے فلک برق کہاں تک | [illegible]
کوئی مجھے اس بھول بھلیاں سے نکالے | رہتا ہوں [illegible]
جب [illegible] | [illegible]
جو کر [illegible] کے تصدق | [illegible]

دل توڑ دیا میرا اس بت نے نہیں جانا | بجائیگا یہاں آ کے یہ ٹوٹا چینی خانا
مقتل میں یہ کہتا ہوں ڈر سے کہ نہ گھبرانا | جب قتل کا وقت آئے [illegible]
مجنوں کی طرح ہوتا فرزند بھی دیوانا | اللہ جو لیلیٰ کو دکھلاتا [illegible] خانا

[illegible]

آہ دل سوزاں ہے یا آریخ ہے جلسوں کی
ٹکریے [illegible] نہیں سیدکے

عشاق کی محفل ہے یا کوئی چرس خانہ
ادنیٰ سا کرشمہ ہے دو ہاتھ اچھل جانا

ہے دعوی ردی کپڑے کا یہ منظر خرساماں ہے
کہ سارا چوک ہے اور ایک جگر کا گریباں ہے

ادھر دریائے خوں [illegible]
یہ کوئی مرگھٹا ہے یا زمین کربے جاناں ہے

انھیں جلادے [illegible]
تو میں یہ کہہ کے بھاگا اب یہاں کچھ اور ساماں ہے

عجب کیا ہے جو [illegible]
اگر سب ملکے چلائیں گریباں ہے گریباں ہے

دھرے [illegible]
تو فرمایا کہ وہ ٹیسو تو اب طاق نسیاں ہے

کیا ہے گردش ایام نے لیلیٰ کو بھی پاگل
لیے [illegible] مجنوں کا گریباں ہے

زمیں کے اس طرف آباد ہیں سب اہل امریکہ
تو کیا یہ ملک بھی منجملہ گور غریباں ہے

ہزاروں ہی [illegible] اسنے کر دیئے پیدا
میاں [illegible] دنیا کیا ہے دیوانوں [illegible]

وہ دن نزدیک ہے اس گھر میں اک شادی رچی ہوگی
ہمارا چھوکرا ہوگا تمھاری چھوکری ہوگی

[illegible]
[illegible] ڈھولکی ہوگی

[illegible] اپنی آنکھوں کو
وہ آتے ہیں [illegible] بے پردگی ہوگی

[illegible]
[illegible] ہوگی

اسے تو آپ بھی شاید کہیں گے اپنا دیوانہ
کہ جسکے جسم بھر میں اک لنگوٹی گیروی ہوگی

میں سنتا ہوں کہ معشوق کی حد دم ہوتی ہے
وہ کیا شے ہے جو اسکے نیل پر [illegible] کسی ہوگی

گذر جائے گا کوئی اختصار شوق وصلت میں
خدا کی مار [illegible] کنگھی ختم کی ہوگی

پڑھا دی حضرت گاندھی نے [illegible] ترکوں کی
خدا چاہے تو ہر نسخے میں وہی مصطفیٰ ہوگی

وہ سے یہاں کے لئے ہے پرے زباں کیلئے | پچھان زباں کیلئے ہے زباں پچھاں کیلئے
کبھی یہاں کیلئے اور کبھی وہاں کیلئے

لگائے یار نہ جوتہ تو دل درست نہ ہو | یہی تو ایک مرمت ہے اس مکاں کیلئے
میں چنکے لایا ہوں بہرام گھاٹ کے لٹھے | بہت حقیر یہ تنکے ہیں آشیاں کیلئے
ہزار عاشقوں کی غزل سمجھئے لیکن | کہاں وہ بات جو تھی قیس ناز خاں کیلئے
یہ کوئی کھیل نہیں ہے ذرا خیال رہے | دیا ہے دل انہیں جو کرنے امتحاں کیلئے

جوینده یابنده یہ نہ کوئی نام ہے نہ تخلص - مگر اودھ پنچ میں کسی منچلے شاعر نے اسی نام سے اپنی غزل دی تھی لہذا مجھکو بھی مجبوراً اسی صورت سے لکھنا پڑا - حال وغیرہ معلوم نہیں غزل ملاحظہ فرمائیے -

دل سوئے دلربا روانہ ہے | واہ کیا منقلب زمانہ ہے
جورو کستی ہے ... میاں کی تلاش | مرد عورت میاں زنانہ ہے
جسکو کہتے ہیں غنچۂ سوسن | میری شیریں کا وہ دہانہ ہے
آجکل کے حکیم ہیں عطار | سب کے گھر میں دوائی خانہ ہے
مسی اسدرجہ گہری تھوپی ہے | اُن کا منھ کالا جیل خانہ ہے
غیر کی آنکھ میں سور کا ہے بال | دیکھتا سب کو دشمنانہ ہے
جمع اک جا ہیں عاشق و معشوق | صبح وصلت کا یہ دوگانہ ہے

تل نہیں اُن کے گورے گالوں پر
آیا صدقے کو کالا دانہ ہے

حضرت جیم فارسی

چچا تخلص ہے نام سید اسحاق ہے۔ دلی کے ایک پیرزادے ہیں۔ مگر تخلص ایسا اختیار کیا ہے کہ تمام دنیا کے چچا بن گئے ہیں طبیعت میں انتہا کی ظرافت ہے۔ آپ کا مشاعرہ ہوتا [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] مضامین آپ کے مخصوص [illegible] ہیں اور شاید دونوں خود آپ کے [illegible] ہیں [illegible] حسینہ آباد کی [illegible] کشتی کے خطرناک نتائج۔ ایک چاندنی رات کی چوریاں۔ اور جگہ [illegible] آپ چوروں کے [illegible] ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت چچا کو اس [illegible] آپ کی ایک غزل رسالہ [illegible] سے نقل کی جاتی ہے۔ وہو ہذا۔

بھلا کہیے تو کیوں سنتے لگے تھے پہاڑ میرا — مجھے [illegible] داستان میری

اندھیری [illegible] کی [illegible] — شب [illegible] یار میری

جناب شیخ مجبوری ہے تو اب [illegible] — کہ سب [illegible]

ہنسی [illegible] خبطی و خیری — دو [illegible] حکیم [illegible] میری

چرکین شیخ باقر علی نام تھا۔ قصبہ دولی کے رہنے والے تھے مگر مصنف تذکرہ گلستان سخن ان کو لکھنؤ کا رہنے والا کہتے ہیں۔ اور علی الرغم سب تذکرہ نویسوں کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ چرکین نے اول اول مضامین غلیظ محض ہزل اور تفریح طبع سمجھکر لکھنا شروع کئے تھے" لیکن رفتہ رفتہ اس قال کو حال بنالیا اور اس گندہ ذہنی نے اسکو اگھوری بنادیا۔ گویا یہی اس کے بدن میں رچ گئی تھی۔ مدام لباس چرک پہنتا اور ایسی میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اسکو سچ مچ حلال خور

سمجھتا صحیح [illegible] یہاں صرف تصور اور خیال نے بیتاثیری کہ صحیح [illegible]
حق یہ ہے کہ جو ابتدا میں کہتا تھا انتہا میں کر دکھایا [illegible] رنگ کی صحبت اور گو کا پیر
کی [illegible] کے شیدا [illegible] شہر کے مقامات پاکیزہ [illegible] صدہا آرزو کا ٹوکرا سر پر رکھے ہوئے
بطریق پاتراب کے جنگل کے کسی کونے پر ڈال منزل کی" غرض یہ کہ ہمارے نزدیک چرکین نے
اگرچہ رنگ [illegible] اور برا اختیار کیا تھا۔ مگر وہ اپنے طرز کے استاد بے بدل تھے۔ گو اچھا نے
کو اپنے دیوان کی ایک [illegible] صفت بنا دیا ہے [illegible] اس غلیظ [illegible] سے انکا
دامن شاعری کمال [illegible] نگینہ [illegible] بہار معلوم ہوتا ہے

کئی سال بزرگوں سے سنا ہے کہ ان کے بہت شاگرد تھے جن میں سے دو نہایت
مشہور اور اپنے استاد کے رنگ کے مشاق تھے۔ ایک کا تخلص گودڑ۔ اور دوسرے کا حیض
تھا۔ [illegible] معلوم نہیں ہو سکا مگر دو دو چار چار شعر مل گئے ہیں۔ جو ان کے تذکرہ میں
درج کروں گا میرا ارادہ ہے کہ اب دیوان چرکین کا ایک ایسا مکمل انتخاب پیش کروں کہ اسکے
بعد ان کے دیوان کے دیکھنے کی کسی احتیاج باقی نہ رہے۔ گو کہ اب دیوان چرکین ایک انتخابی
صورت میں چھپ گیا ہے اور وہ عام طریقے سے ملتا ہے۔ مگر میں قدیم اور مکمل دیوان سے
انتخاب کرتا ہوں [illegible] شعر ہیں جو مروجہ دواوین میں نہیں ہیں۔ انتخاب میں
بعض وہ شعر بھی دوں گا جن میں چرکین نے اپنی وضع کے التزام کے ساتھ ساتھ محاورات بھی
صرف کئے ہیں۔ اور اپنے کمال کا اتنا بڑا سکہ بٹھا دیا ہے جسکا ازالہ دشوار تر اور ناممکن ہے

گو پاچھی بھی [illegible] آبدست — مدعی کو گو میں نہلائے گا جاناں کا تپاک
گھیرے ہی رہتے ہیں اغیار نجس اس ترک کو — لینڈیوں سے بند کیا ہے شیر بتاں کا تپاک
موتنے میں تم چلی بھسکی جو کوئی چھوڑ دو — برق باراں سے [illegible] ابر باراں کا تپاک

جب سے رابطہ ہے شیخ کا ستر لیسر سے ربط — ہو گیا ہے گو یا چھی چھچی سے ان کی قبا کا رنگ
پائخانہ انکے فیض سے رشک چمن بنا — گنبد دہار میں بھی نہ بدلا ہوا کا رنگ

ہوگئیں ہوگئی ایسی [illegible] — لگ رہے وحشت سے جو دیکھے مرا لاشا قاتل

دست بر دست چلے آتے ہیں لے جلد خبر — ترے بیمار کا اب [illegible]

دست بردار [illegible] آ جانے دے — قتل چرکیں کو نہ کر گو نہ اچھلو قاتل

تنگ آئے ہیں دنیا کی گو اچھی چھی سے — ہو قبض روح نجس چھوٹیں [illegible] ہم

فلک [illegible] گوہ کی — جو گوہ کے چھوٹ [illegible] ہم

[illegible] صرف اپنے کا لیدک تھا — یہ چاہتے ہیں زمانہ کے انقلاب سے ہم

بنائے چرخ بریں [illegible] — لگے گا کونسا شو کہ نشان نہیں معلوم

ہمارے پاس بناتا ہی گھر [illegible] — ہمارے ہگنے کی کیا داستان نہیں معلوم

ہمیشہ [illegible] — جہاں ہے کسکو تمہارا مکان نہیں معلوم

وہاں گوہ خوش آئی ہے اُسکے موت کی بو — کبھی نہ سونگھیں اگر دے کوئی گلاب ہمیں

سڑے کی طرح سے گو کھاتے [illegible] — جمال اپنا دکھا دو پری شتاب ہمیں

کپڑے چرکیں جب بدلتے ہیں — عطر کے بدلے موت ملتے ہیں

نہیں کہتے ہیں [illegible] — اپنے منھ سے وہ گو اگلتے ہیں

کس شجر کے ثمر ہیں سیب ذقن — نہ تو گلتے ہیں یہ نہ سڑتے ہیں

بزم جاناں میں پادتا ہے غیر — ہر طرف سے اشارے چلتے ہیں

تیرے بیمار کے ستے غمخوار — پوتڑے دمبدم بدلتے ہیں

طبع چرکیں بھی طرفہ سانچا ہے — گو کے مضمون جس میں ڈھلتے ہیں

سگ دنیا جو ہیں کب وہ سنا رکھتے ہیں — گو کبھی بلی کی طرح سے وہ چھپا رکھتے ہیں

گو اچھی چھی کے سوا کچھ نہیں حاصل اس سے — گو وہ کھاتے ہیں جو امید وفا رکھتے ہیں

گو زکی بو سے معطر ہے چرکیں کا دماغ — تجھ سے امید یہ اے باد صبا رکھتے ہیں

سمجھتا ہے [illegible] بستر بیمار محمل میں
[illegible] جرس میں فریاد کرتے ہیں

رقیبوں سے تو [illegible]
مرا حبیب نکہت بیت الخلا میں یاد کرتے ہیں

اٹھائے گوہر اکیونکر [illegible]
سدا دستمند انکے خدمت [illegible] کرتے ہیں

طلب کرنے نے انکے کر دیا مجبور یوں مجھکو
چلا جاتا ہوں لگتا پا دتا جب یاد کرتے ہیں

[illegible] بری گوشہ نشیں ہے
رغبت نکرے گو یہ کبھی زاغ گماں کا

سدوں کو کیا بو سے اگر دیجیے تشبیہ
پاخانہ میں عالم ہو کیا بی کی دکاں کا

چرکین مرے کوچے میں کہیں ہنے نپائے
مہتر کو یہی حکم ہے اس آفت جاں کا

پھر گفتگو سے پوچ لگی آنے بیچ میں
پھر گوز بند یار کی گفتار نے کیا

گو میں سنا [illegible]
بوسہ طلب جو یار سے اغیار نے کیا

تو نے آنا جو وہاں غنچہ دہن چھوڑ دیا
گل پہ [illegible] اب کیا ہمنے چمن چھوڑ دیا

عطر کی بو سے معطر ہوا بلبل کا دماغ
ب گوز اک تو نے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا

ہے متوڑا طفل [illegible]
موت [illegible]

یاد آوتی سلہ ہے چرکین [illegible] شوخ
دب گیا ہوگا وہ گھورے کے خس و خاشاک میں

موت کے کہتا ہو ہمسے اپنے کوچہ میں وہ گل
اس [illegible] نہیں

چرکین [illegible] ہیں
مطلب [illegible] پاخانہ دلدار سے ہمیں

کرتا ہوں عرض [illegible]
ہوتا ہے درد سر تری گفتار سے ہمیں

کاش گھورے سے [illegible] قسمت [illegible] پیدا
تو بھی چرکین [illegible] کر پیدا

گردن شیخ پہ رندوں نے رکھا بار گناہ
ب [illegible] اچھا کیا یہ خر پیدا

گو نہ کھا پوچ نہ رندوں کو سمجھ جھوٹ نہ بول
صوفیا ہوش میں آ عقل و خرد کر پیدا

کوچۂ یار میں پھولا ہے جو گو کرشتا
بلبلو ہوگا نہ پھر ایسا گل تر پیدا

اسکے رکھ خانے کی دیوار پہ گر گل کیجیے
[illegible] رنگ کی ہو [illegible] پیدا

وصف گیسوے معنبر میں غضب جو کیے [illegible] — گو کے مضمون [illegible] بہتر پیدا

چمن میں پھینکا [illegible] استنجے کا ڈھیلے کو — گلیلہ بن کے توڑا سنگ دانہ کسنے بلبل کا

نظر [illegible] کو دست چھٹے — کبھی جو باغ میں [illegible] گا جنا نکلا

اگر جیت [illegible] ہوگا — وہیں [illegible] آرام جاں ہوگا

[illegible] خفتے [illegible] — [illegible]

اگر اقربت [illegible] جاتے ہیں کھسیانے — [illegible]

[illegible] لگنے [illegible] — مقرر اس برس [illegible]

[illegible] — [illegible] قد [illegible] زیب گلو کریں

چولوں [illegible] — [illegible] لب آبجو کریں

[illegible] — [illegible]

کھانا پینا موتنا ہگنا نہ کیوں کر بند ہو — زیست کا جس سے مزا تھا پاس وہ دلبر نہیں

[illegible] — [illegible]

[illegible] چراغ — [illegible]

[illegible] سر [illegible] — چاہئے [illegible] بازار کی طرف

جوش جنوں میں ہگو یہ پاس ادب — موتا نہ [illegible] دیوار کی طرف

مژدہ وصل آئے جائے فراق — ہگ [illegible] مبتلائے فراق

ہگ چکے خون عاشق ناشاد — [illegible] فراق

[illegible] آئے [illegible] — [illegible]

[illegible] دہشت [illegible] — [illegible]

پاخانہ [illegible] ہو گیا گلزار تمہارا — [illegible] تمہارا

پیدا ہوں [illegible] کی جا [illegible] — گو [illegible] میدار تمہارا

بیت الخلا [illegible] گیا غیر جا کے — دہشت سے گوز بند ہے اس نابکار کا

کھوے بھلے [illegible] — کھاؤں میں گوز [illegible]

کیا کہیں تجھ سے کہ کیا کیا ہوئی چرکیں کی کچھ — پاخانہ میں بدن دیکھ کے عریاں [illegible]

مجھ سے جو چرکیں وہ خفا ہو گیا — رعب سے پیشاب خطا ہو گیا

طائر و کردمت [illegible] بھی — گوز کے مانند ہوا ہو گیا

وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا میں یار نے — [illegible] اچا پاخانہ آج

[illegible] یار کو — چاہیے پہنچ [illegible]

شیخ [illegible] — ہو گیا پھر آج کل [illegible]

سامنے اسکے نیچے گھگھو ہر ایک سے — گر اچھالے گا بہت چرکیں [illegible]

سنے گر رستم و ستاں [illegible] کا ہے خطرہ کے — غرض [illegible] اپنا

قبض سے اب یہ حال ہے صاحب — پادنا بھی محال ہے صاحب

شیخصاحب سر مبارک پہ — ق — یہ جو ٹری سی جو شال ہے صاحب

رند کہتے ہیں پھبتیاں [illegible] — لینڈ [illegible] صاحب

اب کے چرکیں جو زر کماؤں گا — پاخانہ میں سب لگاؤں گا

موتنے پر کبھی جو آؤں گا — سیر دریا [illegible] دکھاؤں گا

تیرے گھر سے جو اب کے جاؤں گا — موتنے بھی کبھی نہ آؤں گا

فخر ہو گا مجھے [illegible] تیر [illegible] — گو بھی تیرا اگر اٹھاؤں گا

نوجوانی ضعف [illegible] ہو گیا — آگے آئیگا [illegible]

روز و شب [illegible] — [illegible]

سامنے [illegible] کرتا نہیں — [illegible]

ایک دن [illegible] — [illegible]

پادنے میں شیخ کیا میرا کرے گا سامنا — مجھ میں اس [illegible] آتا ہے کا

یہ دعا ہے روز و شب چرکیں کی گوگا پیر سے — میں بھی اب مہتر [illegible] کا

چرکین - اس تخلص کا ایک مختصر دیوان میری نظر سے گزرا جس کے متعلق تحقیق کرنے پر بعض احباب سے معلوم ہوا کہ جناب آغا صاحب جلیس [illegible] جو موصوف لکھنؤ کے ایک [illegible] شاعر تھے تفنن طبع کے لئے کبھی کبھی اس رنگ میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے۔ غالباً طبیعت کے استغنا [illegible] نے اجازت نہیں دی کہ اس قسم کے کلام کے ساتھ اپنے نام نامی کو ظاہر فرمائیں۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو۔ مگر سعدی۔ انوری۔ عبید زاکانی وغیرہم حضرات جو بلا مبالغہ افراد کاملین زمانہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں وہ بھی اس رنگ میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں [illegible] ظرافت کو بھی اپنے کمالات کا ایک جزو سمجھ کر اپنے کلام کے ساتھ شامل کر گئے [illegible] میں اگر لکھنؤ کے ایک باکمال کا نام بھی زمرۂ ظرفا میں شامل ہو تو کچھ نقصان رساں نہیں ہو سکتا اسی لئے میں نے اس تذکرہ میں نام پر پردہ ڈالنا کچھ بہتر نہ سمجھا۔ بہت ممکن ہے کہ میری یہ تحقیق صحیح نہ ہو۔ مگر کلام کی پختگی اور متانت بار بار مجھ کو یقین دلاتی ہے کہ کسی نو مشق کا یہ کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ ظرافت کی برجستگی۔ شوخی۔ محاورات کا استعمال برمحل ہر ایک دیکھنے والے سے مصنف کے کمال کا اقرار لئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ انتخاب ذیل سے آپ خود اندازہ فرمائیں گے۔

اثر تھا بار غم ہجر یار پُر فن کا — مرے پلنگ کا کھٹمل تلا کئی من کا

یہ نامہ بر ہے پتہ میرے یار پُر فن کا — کہ اس کے در پہ لگا ہے درخت بیگن کا

گلے میں ڈال دے میرے بھی خشتک کا پٹہ — کہ میں نے دیکھ لیا طوق تیری گردن کا

دھواں نکلتا ہے ہر بار [illegible] کے — نہ کیوں گماں ہو دل سوختہ پہ انجن کا

کرو علاج اگر سر میں بال خورا ہے — لگاؤ تیل ہمارے چراغ مدفن کا

وہ آج قبر کو کھدوا کے لیگیا تجھے | نشاں مٹا گیا بے رحم میرے مدفن کا
دعا جناں کی ہے یہ اسکا منہ کٹے یا رب | [illegible] بتا سے مدفن کا

ٹپکتی [illegible] | کٹھل ہوں [illegible]

دیکھنا پھر تو بکے گی ڈھیلے [illegible] | [illegible] بیٹھے عندلیب
آتی ہے فصل خزاں بکنے کو ہے [illegible] | دیکھنا [illegible] عندلیب
اے جناں ہرگز نہ اس کے آشیاں کو دیکھنا | آج پنجوں میں لئے بیٹھی ہے ڈھیلے عندلیب

نہ تو اچھے ہیں نہ بیمار ہیں آپ | نہ ہیں اس پار نہ اس پار ہیں آپ
پہلے تھے آپ نہایت لاغر | اب تو مجھ سے کہیں تیار ہیں آپ
دیجئے ہاتھ سے اپنے نہ شراب | نہ کہے کوئی کہ کلوار ہیں آپ

شاید کھلی نہ آنکھ ہماری تمام رات | در پر رہی کسی کی سواری تمام رات
گائی جو آکے ان کی کنواری تمام رات | ڈھولک بجا کے ہم نے گزاری تمام رات
پھر بھی نہ قطع تعلق محبت ہوا جناں | اس نے [illegible] تمام رات

[illegible] | [illegible]

ردی نہ ملے گی جو ہوا محبت کو خلل آج | اللہ کرے خیر کہ کھایا ہے کٹھل آج

صحرائے عشق میں نہیں مجھ سا شکستہ پا | منزل تمام کرتا ہوں تیمور کی طرح

بگلے کی طرح عشق میں چہرا سفید ہے | چلنے لگا ہوں چال انیفور کی طرح

دیوار یار میں نے گرائی ہے دوستو | اینٹیں اٹھا رہا ہوں میں مزدور کی طرح

باتیں کریں گے آکے بلندی پہ آپ سے | کنڈوں کے ڈھیر کر رہے ہیں طور کی طرح

[illegible] سر کڑک | انڈے دیے گئی وہ انیفور کی طرح

[illegible] | سب جھکوں مجھے تو غدائے کمر کا درد

[illegible] آپ کو نہیں | [illegible]

چونے سے پٹ گئے ہیں [illegible] چھالے | پھولا ہوا ہے پیٹ [illegible] کے اندر

پاؤں کے ناخن سے [illegible] چونہ | تیار ہو رہی ہے دیوار [illegible] کے اندر

یار کے [illegible] کچھ خال ہیں | آج آبادی نظر آئی مجھے جنگل کے پاس

جو بناتے تھے مکانِ یار خاص | مر گئے افسوس وہ معمار خاص

دوسرے خیاط کی کیا جان ہے | سی نہیں سکتا تری شلوار خاص

گونگے کو کچھ بھی خوف نہیں ہے گناہ کا | [illegible]

[illegible] | [illegible] سے غرض

ممکن [illegible] کہاں ضبط | [illegible] ضبط

گر جنس محبت کے خریدار نہ ہوں گے | [illegible] ساری دل [illegible] کہاں ضبط

جس طرح سے چھنٹ گئے [illegible] | [illegible] دل [illegible] کہاں ضبط

ہے مملکت دل پہ تو اس شوق کا تسلط | ڈرتا ہوں ہو جاؤں کبھی [illegible] ضبط

آئی ہے فصل محرم جاؤ گھر گھر مانگنے | پر جلاؤ میری تربت پر جہاں سے پاؤ شمع

کس جہم پہ چھبتی ہوئی لکڑی مجھے ماری
[illegible] تری کچھڑی میں کہاں داغ

دل [illegible] گیا ہے
اس درجہ ہوا ہے تری فرقت کا گہرا داغ

مرہم وہ شاید مجھے مشہور کریں گے
دل دیتے ہیں جو نہیں دکھاتا ہوں چھپا داغ

فرقت میں بھی جیتے ہیں ترے ہجر میں بھی ہم
المختصر اے یار چنیں داغ چناں داغ

عید کے دن یوں گلے لپٹا وہ مجھ سے دوڑ کر
جس طرح سے باز آتا ہے کبوتر کی طرف

بے ستوں پر ایک بورا [illegible]
ہے جو وہ شیریں تو خود آئیگی شکر کی طرف

گھیرے ہوئے ہیں لگے [illegible] دخط [illegible] عشق
بیٹھے [illegible] شام سے دیوار پہ عشق

جلتے ہیں غیر [illegible]
کھوائیں نہ کیونکر عرق نیلوفر عاشق

عاشقی [illegible] غزل بھر میں نہ ادا
معشوق کو [illegible] عاشق

یا ندیدہ جانتے ہیں مجھکو وہ یا بدنظر
شغل [illegible] کہتے ہیں کہ سانپ سے الگ

رات بھر رہتی ہے کھڑ بڑ اڑتی ہیں رسیاں
اے چناں ماہ کو بند [illegible]

تیری آمد میں کچھ ایسی ہوئی ہلچل قاتل
گر گئی [illegible] اگر [illegible] محل قاتل

سنتے ہیں بال کو کم کاٹتی ہے تیغ اصیل
[illegible] اڑتے ہوئے کیا قاتل

تھک گئے ہیں لیٹتے ہیں یار ہم
کب سے بیٹھے ہیں پس دیوار ہم

قتل کا جو خوف تھا جاتا رہا
کل چرا لائے تری تلوار ہم

[illegible] کے کہتے ہیں ہتھیلی پر مٹر
بیچتے ہیں یہ در شہوار ہم

رات کاٹی چکوے چکوی [illegible]
دور ہے اسپار اور اُس پار ہم

قصہ دل کی کچھ مرمت [illegible]
مول لینے جاتے ہیں تلوار ہم

پھر انھیں نزلہ ہوا اس سال میں
ناک بھر رہنے لگی رومال میں

ہے اگر فرہاد کو شیریں کا عشق
ڈال دے شکر چنے کی دال میں

پوریاں پکیں [illegible] جام شراب
[illegible] چھناں میں

چھپ کے آتا ہے رقیب روسیاہ ۔۔۔ کچھ نہ کچھ ہے آج کالا دال میں

آج یوں وعدہ ہوا ہے وصل کا ۔۔۔ رات کو آنا مری سسرال میں

ہے یہ اے فرہاد شیریں کا پتہ ۔۔۔ چیونٹیاں لپٹی ہوئی ہیں کھال میں

اب چنی بیگم جواں ہیں اے چناں ۔۔۔ اپنی شادی سمجھئے اس سال میں

اسقدر بالو سے رگڑا تن بدن ۔۔۔ سر سے پا تک ہو گئے ہم آئینہ

شکل حوا سی نظر آنے لگی ۔۔۔ کیوں لگا یا قد آدم آئینہ

یہ مجنوں پوچھتا تھا ساربان سے ۔۔۔ میاں یہ اونٹ تم لائے کہاں سے

یہ بلبل کہہ رہی ہے باغباں سے ۔۔۔ کہ اب گرتے ہیں انڈے آشیاں سے

ثنا کنگھی کی تیری گر کروں میں ۔۔۔ جوئیں جھڑنے لگیں لاکھوں زباں سے

طلوع مہر پہ کہتا تھا یہ قیس ۔۔۔ مری لیلیٰ نے جھانکا [illegible] سے

تہ و بالا ہوئے جب تو کھلا حال ۔۔۔ زمیں چت ہو گئی ہے آسماں سے

ہے اس کے در پہ سب نکو بکا مجمع ۔۔۔ چلے گی آج لاٹھی پاسباں سے

شب فرقت سے کہیں روز وصال اچھا ہے ۔۔۔ سچ ہے یہ ماش کی روٹی سے سہال اچھا ہے

[illegible] اے صیاد ۔۔۔ تیرے نشتر سے مری مونچھ کا بال اچھا ہے

جان عشاق کی لیتی ہے تپ صفراوی ۔۔۔ نزع کے وقت تو آلو کا [illegible] اچھا ہے

اے چناں وہ ابھی سر لیں تو نکالیں آنکھیں ۔۔۔ گر کہوں آپ کی بکری سے غزال اچھا ہے

وہ ساتھ غیر کے مل مل کے گائے جاتے ہیں ۔۔۔ میاں چناں ہیں کہ ڈھولک بجائے جاتے ہیں

چونچ کوئی ظریف شوخ مزاج بدایوں کے رہنے والے ہیں جنکی ایک غزل سالنامہ اقتباس میں ملی جس سے چند شعر انتخاب کرکے لکھتا ہوں۔ زیادہ حالات باوجود کاوش

[illegible] دھتیہ پنڈت ہیں مولوی میں — اور بی جمال خانم اترا رہی ہیں جی میں
کیا کیا کیا نہ میں نے اے یار تیری خاطر — چاول پکائے جا کر مرگھٹ پہ کھوپڑی میں
تم قتل عاشقاں سے پہلے یہ سوچ لینا — الونہ بول جائے دنیائے عاشقی میں
خوش قسمتوں کو شاید کوئی جگہ ملی ہو — میری تو عمر گذری بس نو و کینسی میں
سرکار عشق میں بھی ہونے کو ہے رڈکشن — اب ہر ہوس کا بندہ آ جائے گا کمی میں
صد [illegible] آتی ہے مغربیت — تہذیب نو کے حامی خوش ہو رہے ہیں جی میں
وہ دن بھی آگیا ہے نزدیک اب کہ جس دن — دلہن فٹن پہ ہوگی نوشاہ پالکی میں
اللہ کا کرم ہے اے چوچ تجھ پہ ورنہ — یہ لاجواب باتیں اتنی سی کھوپڑی میں

چرخوش سید اقبال حسین نام ہے نیوتنی ضلع اناؤ کے رہنے والے ہیں۔ قریب قریب تیس برس کی عمر ہوگی۔ مگر آپ کی شاعری کی عمر بہت کم ہے۔ میری ملاقاتی ہیں دو چار مرتبہ کے اصرار پر آپ نے تھوڑا سا کلام عنایت کیا۔ کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اگر مشق سخن جاری رہے تو آپ بہت جلد اچھا کہنے لگیں۔ مگر افسوس کہ بہت کم فرماتے ہیں اگر چہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ مطبوع طبع ہوتا ہے۔

وہ مزا کب رات بھر بستر پہ چلانے میں ہے — شام ہی سے جو در دلبر پہ سو جانے میں ہے
چاند نکلا عید کا اک دھوم رندوں میں مچی — کوئی مینا سے کوئی چھت پر کوئی میخانے میں ہے
کی وصیت ایک آتشباز نے اولاد سے — زندگی کا کچھ مزا جل جل کے مر جانے میں ہے
نیند اڑاتا ہے دل نالاں تو کر دو سینہ چاک — یہ اذاں دیتا ہوا مرغا اسی خانے میں ہے
اسکی رسی کا درازی جسکی ہے ضرب المثل — اک سرا دوزخ کے اندر اک سرا تھانے میں ہے
مرد مادہ رو بنے عورت بنی ہے نر نما — فرق اب باقی زنانے میں نہ مردانے میں ہے

نائیو تمکو مبارک ہو یہ خدمت یعنی — ہر مسلمان کے بچہ کو مسلماں کرنا

لیکے خوش خوش [illegible] — کام بندر کا نہ اے حضرت انساں کرنا

ہو مبارک تجھے اے عشق کے پکے پلیس — قیس کو عشق کے پردے پہ نمایاں کرنا

کی ہیں اُس شوخ نے جیلر سے خفیہ باتیں — اس چہ خوش کو بھی ذرا داخل زنداں کرنا

اے بلبلین عشق کا جب سے اڑا اب مجھے — اک تل دیار حسن دکھائی دیا مجھے

[illegible] عشق [illegible] لازم فسردگی — مس سی ایک مس سے ہوئی عشقیا مجھے

مجنوں کبھی ہوں اور کبھی [illegible] — اس عشق نے بنا دیا بہروپیا مجھے

کہتی ہے شمع جل مرے پروانے آپ ہی — اپنے خدا کی مار لگی ہتھیا مجھے

ظالم نے میرے رونے پہ ہو ہو کے [illegible] — کچھ ایسا منہ بنایا کہ ہنسنا پڑا مجھے

یہ قہقہے ہیں کیوں مرے اشعار پر چہ خوش — سمجھے ہیں آپ لوگ کوئی مسخرا مجھے

یہ سوچ کے دشت میں اٹکنے لگا مجنوں — لیلے کا مکاں نجد سے کچھ دور نہیں ہے

جو فیض جسے حکمت قدرت سے پہنچ جائے — منصور کا پردادا بھی منصور نہیں ہے

بولی یہ مس ہندی مخلوط بصد ناز — ہم حور کا بچہ ہے مگر حور نہیں ہے

در آئینگے اک روز مری آہ کے گولے — کچھ قلعۂ دل تیرا بھرت پور نہیں ہے

ٹھنڈی سے چلی جاتی ہے بکٹٹ جو ہے ٹاپ — دُم نور کے گھوڑے کی ہے گو نور نہیں ہے

یہ جان مجھے ذبح نہ کر [illegible] — کھانا مرے دروازے سے کچھ دور نہیں ہے

ہر عشق بھی نعمت ہے جدائی بھی مرے یار — پھر کیوں مرا وصل آپ کو منظور نہیں ہے

حرف حائے حطی

حالی - خواجہ الطاف حسین نام۔ حالی تخلص۔ آپ کے والد خواجہ ایزد بخش صاحب کا سلسلہ نسب حضرت عبداللہ انصاریؓ تک پہونچتا ہے۔ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے جب مولانا حالی کی عمر نو سال کی تھی اسیوقت ان کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے بعد اُن کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوا۔ جس کے کامل ہونے پر آپ اہل ملک کے اُن مشہور اہل قلم میں شمار ہوئے جن کو زمانہ کبھی بھلا نہیں سکتا۔ آپ کے مفصل حالات جا بجا ملتے ہیں اور لکھے بھی جا رہے ہیں۔ نہ آپ کی سوانح حیات سے بحث کریں گے اور نہ آپ کی حکیمانہ شاعری سے بحث کرنا مقصود ہے۔ بلکہ ہم اس تعجب کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ظرفا کے تذکرہ میں مولانا حالی کا نام دیکھکر اہل نظر کو ہوگا اصل میں متعجب ہونے والے اس راز سے آگاہ نہیں ہیں کہ مولانا حالی وہ ادیب یا وہ شاعر تھے جن کا مرتبہ تمام اصناف سخن میں یکساں ہے۔ جس طرح وہ متین شاعری کے استاد کامل ہیں جس طرح آپ نے ملک کو ایک شاہراہ ادب پر لگا دیا۔ جس طرح ان کی خداداد قابلیت نے ایک اختراع کر کے شعر گوئی میں جدید طرز پیدا کیا۔ اسی طرح آپ نے ظرافت میں کمال دکھایا۔ مگر ظرافت کو ہجو گوئی یا ہزل گوئی۔ یا فواحشات کی حد تک نہیں جانے دیا۔ بلکہ بدیہہ گوئی اور بذلہ سنجی تک محدود رکھا۔ حکیمانہ ظرافت کی تصویر کھینچ کر دکھا دی اور اس متانت کی وہ صورت بنا دی جس سے ہزاروں شوخیاں قربان کیجا سکتی ہیں۔ جہانتک غور کیا جائے مزاح اور خوشدلانہ کے پیکر مجسم کی بے تعداد تصویریں نظر کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ اور ظرافت سے حقیقی مقصود ظرافت حاصل ہوتا ہے۔ بعض جگہ جدت کو اس انداز سے ظرافت کا ہم دوش

[illegible]

شاعر [illegible] غم کے پہلو نکل آئے جب کوئی [illegible] نکل آئے

وہ لوگ کثرت سے ملینگے جن کے یہاں [illegible] الفاظ کے رنگ [illegible] غن سے ظرافت کے
مجسمہ کو چمکایا جاتا ہے اور اس کے ماحصل سے سخت غفلت کیجاتی ہے۔ مولانا حالی کے
یہاں وہ قالب بیجان اور مجسمہ بے روح نہیں ہیں [illegible] کہئے یا
چٹکیاں۔ دل و دماغ اس سے مسرور ہو جاتا ہے۔ اور روح کیف نشاط سے مخمور۔ مگر
ظاہری متانت کبھی جانے نہیں پاتی۔ میں نمونہ کے لئے چند شعر لکھتا ہوں۔

[illegible] طبع رنگیں تھی مے عشق کی جب متوالی
اپنی روداد [illegible] کرتے تھے بیاں جو غزل لکھتے تھے ہوتی تھی سراسر حالی
[illegible] سر سے سودا ہے [illegible] عشق سے دل ہے خالی
گر غزل لکھئے تو لکھئے غزل میں آخر نہ ہی چند وہ مضمون سمجھانے والی
ہاں مگر کیجئے کچھ عشق کا [illegible] بیاں لائیے باغ سے [illegible] کے لگا کر ڈالی
کھینچئے وصل صنم کی کبھی [illegible] تصویر کیجئے درد جدائی کی کبھی [illegible]
پر [illegible] کہیں اپنی بھی [illegible] قحبہ چوں پیر شود پیشہ کند دلالی

کہتے ہیں ایک امیر زادے کو تھا خدنگ افگنی کا شوق کہیں
خصلتیں جو امیر زادوں میں لازمی ہیں وہ اس میں بھی سب تھیں
واہ وا سنتے سنتے یاروں کی ہو گیا تھا ہنر کا اپنے یقیں
الغرض ایک روز صحرا میں جبکہ تھے ساتھ سب جلیس و قریں
مشق تیر افگنی میں تھا مصروف کر رہے تھے خوشامدی تحسیں
آکے دیکھا جو اک ظریف نے حال وجہ تحسیں ہوئی نہ ذہن نشیں

جا کے بھولے سے بھی نہ پڑھنا نعت
تیرا آنا ہنگ کے کونسل میں

کچھ جو شوخی ظریف کو سوجھی
لکھ کے حالات ظرافت سب تکیں

خاک تو دو یہ ہو کے جا بیٹھا
لوگ کہتے رہے پشیمان ہیں

ناوک انداز بولا جھلا کر
کون تجھکو جنوں ہے تسکیں

عرض کی چارہ کیا ہے اسکے سوا
جبکہ جائے گھر نہ ہو نہیں

زد سے ان بے پناہ تیر دلوں کی
کہیں جائے فرار کو امان نہیں

مجھکو ہر پھر کے شش جہت میں حضور
امن کی اک جگہ ملی ہے یہیں

اہل حل و عقد ہیں متفق اس رائے پر
سید احمد خاں کو کافر جانتا اسلام ہے

سید احمد خاں کیا کہنا ہے جو پوچھا آکے
کر لیئے سید سے صاف صاف [illegible] الزام نہیں

آپ بھی نام خدا ہیں تارک صوم و صلوٰۃ
اور سلوک اسلام سے [illegible] کچھ نہیں

چشم بد دور آپ کا مجھ [illegible]
پھر یہ سید پر تبرا آپ کو زیبا نہیں

سنکے فرمایا اگر ہو پوچھتے انصاف سے
بات یہ ہے عشق تو صاحب تم سے کچھ [illegible] نہیں

سچ کچھ اسکا نہیں مجھکو کہ وہ ایسا ہے کیوں
بلکہ ساری کدورت [illegible] نہیں

عادت تھی اک فقیر کی کرتا تھا جب سوال
انگریز کے سوا کسی سے نہ تھا مانگتا

مدت تک اسکی جب یہی دیکھی گئی روش
پوچھا کسی نے اس سے کہ اسکا سبب ہے کیا

بولا کہ عادت اس سے کو ہے یہ اختیار
چھٹ جائے تاکہ مجھ سے لپکا سوال کا

پہلے پڑھا گدا تو ان سے حاتی دی بھیک
آ کر [illegible] میں بھی بھیک کے مزا

پر جب یہ سوال کا اس قوم پر مدار
ہنستا ہے مجھ سے کبھی ملتا نہیں ٹکا

ایک مسرف نے یہ ممسک سے کہا — کب تلک اے ناداں یہ حب مال و زر

تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ — ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر

سن کے ممسک نے کہا اے سادہ لوح — زر لٹانا رایگاں اور اس قدر

آج ہی گویا نصیب دشمناں — آپ کا دنیا سے ہے عزم سفر

فقیہ شہر نے ایماں کی جو کی تعریف — تو دی چراغ سے اسکو بہ آب و تاب مثال

کہا فتیلہ اقرار باللساں ہے ضرور — جہاں ہو آتش تصدیق [illegible] روغن اعمال

کہا کسی نے کہ [illegible] — نہیں ضرور فتیلہ کا جسمیں استعمال

کہہ رہا تھا یہ اک آزاد کہ جنہیں ملاپ — دولت و بخت ہیں ہر حال میں انکے ہمراہ

نہ انھیں حاجت اعوان نہ تلاش انصار — نہ انھیں [illegible] نہ بیم بدخواہ

پر نہیں رابطہ جس قوم میں اور یکجہتی — اسکی دنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ

[illegible] کے لئے [illegible] نہ خندق نہ فصیل — نہ مفید ان کے لئے فوج نہ لشکر نہ سپاہ

ایک ملا نے سنا جب یہ سخن فرمایا — تکیہ اور اسقدر اسباب پہ کرنا ہے گناہ

[illegible] کچھ نہیں — دست قدرت کے ہیں سب ہاتھ سفید و سیاہ

واں نہ ملت کی ضرورت ہے نہ کچھ قوم کا ڈر — پڑ گئی فضل کی مولا کے جہاں ایک نگاہ

کہا آزاد نے سچ ہے کہ وہ سب ساتھ اگر — کردیں افراد پراگندہ جماعت کو تباہ

پر مجھے خوب ہے اللہ کی عادت معلوم — اسکو جب دیکھا ہے دیکھا ہے جتھوں کے ہمراہ

ہاروں نے کہا مصر لگا ہاتھ جب اسکے — فرعون کا تھا مصر ہی نے مغز چلایا

وہ خطۂ ملعون تھا یہی جسکی بدولت — تھا دل میں خدائی کا خیال اسکے سمایا

میں بھی اُسے اک باغی طاغی کے علی الرغم | اک بندۂ بیقدر کو بخشوں گا خدایا
کہتے ہیں خصیب ایک غلام حبشی تھا | جسپر نہ پڑا تھا خرد و ہوش کا سایا
کی سلطنت مصر کی باگ اُسکے حوالے | نا اہل کے پنجہ میں اہالی کو پھنسایا
باڑی[۵۱] گئی یہ ایک برس نیل کی رو میں | یہ حادثہ آ اسکو کسانوں نے سنایا
فرمایا کہ روئی کی جگہ بوتے اگر اُون | ہوتا نہ یہ نقصان کہ جو تم نے اٹھایا

اثنائے وعظ میں ہے تکیہ کلام واعظ | قدر قلیل ہے یہ سب مال و منال دنیا
گویا کہ حرص اُسکی اس سے بھی نہیں ہے | ہو جسقدر فراہم پاس اُسکے مال دنیا

خوشامد کرتے ہیں آ آکے جو لوگ | تمھاری ہر جا اے ارباب دولت
خوشامد پر نہ اُن کی پھولنا تم | وہ گویا تمکو کرتے ہیں ملامت
کہ جو ہم نے بیاں کیں خصلتیں نیک | نہیں اُنمیں سے تم میں ایک خصلت

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر | مردوں کی حکومت ہے جہاں ملکوں کی درگت
لیکن ہے خلاف اسکے جہاں عورت کا ہے راج | واں ملک ہے سرسبز اور آباد رعیت
فرمایا کہ ہوتے ہیں جہاں مرد جہاندار | قبضہ میں ہے واں عورتوں کے دولت و مکنت
اور سر پہ ہے عورت کے جہاں افسر شاہی | سمجھو کہ ہے اس ملک پہ مردوں کی حکومت

بشر کے صدمے سے ہوتا ہے بشر کو ملال | کہ ایک جڑ کی ہیں سب ٹہنیاں صغار و کبار

---

۵۱ دلّی کے نواح میں باڑی خصوصاً کپاس کے کھیت کو کہتے ہیں ۱۲

یہ صدمہ گر غلطی سے کسی کی پڑتا ہے — تو اور بھی اُسے دیتا ہے [illegible] فشار

یہی سبب ہے کہ ہوتے نہیں طبیب ملول — جو چل بسے کوئی اُن کے علاج میں بیمار

وہ جانتے ہیں کہ تھا [illegible] — کیا ملال کا اپنے گر اس جگہ اظہار

رُباعی

زاہد کہتا تھا جاں ہے دیں پہ قرباں — پر آیا جب امتحاں کی زد پہ ایماں

کی عرض کسی نے کہئے اب کیا ہے صلاح — [illegible] جہاں

ایضاً

ہے عشق طبیب ایک بیمار دل کا — یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا

ہم کچھ نہیں جانتے پر اتنی ہے خبر — اک شغلِ دلچسپ ہے بیکاروں کا

پوچھا جو کمال انجام ترقی البشر — یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنسکر

باقی نہ رہے گا کوئی انساں میں عیب — ہو جائیں گے چھل چھلا کے سب عیب ہنر

اک منعم مسرف نے یہ زاہد سے کہا — کر میرے لئے حق سے فراغت کی دُعا

زاہد نے کہا یہ ہاتھ اٹھا کر سوئے چرخ — محتاج کر اسکو جلد اے بار خدا

جب تک کہ نہ ہو دشمنِ اخواں پکا — ہوتا نہیں مومن کا ایماں پکا

ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے — سنتے ہیں کسی کو جب مسلماں پکا

دیکھو جس سلطنت کی حالت دہم | سمجھو کہ وہاں ہی کوئی برکت کا قدم
یا تو کوئی بیگم ہے مشیر دولت | یا ہے کوئی مولوی وزیر اعظم

یاروں میں نہ پایا جب کوئی عیب و گناہ | کافر کہا واعظ نے انھیں اور گمراہ
جھوٹے کو نہیں [illegible] جسوقت | لاتا ہے [illegible] اپنے عیب پہ گواہ

کہتا تھا فقہا کا مومنوں کو بے دیں | سنتے سنتے یہ ہو گیا ہمکو یقیں
مومن سے ضرور ہوگا مرقد میں سوال | تکفیر بھی کی تھی فقہا نے کہ نہیں

واعظ نے کہا کہ وقت ہے [illegible] اٹل | ہر وقت سے اپنے نہیں ٹلتی تو اجل
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اٹھکر کہ حضور | ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل

حجام ایک [illegible] ہدایت اللہ نام [illegible] تخلص تھا جس کا اصلی وطن [illegible] تھا۔ مگر اب وہ [illegible] اور اپنے پیشہ کے چمکانے کی ضرورت سے دلی میں قیام رہتا تھا۔ اور یہاں کی خاک پاک سے وہ اس قدر مانوس ہو گئے کہ یہیں رہے۔ طبیعت میں شعر سے قدرتی لگاؤ تھا مرزا رفیع سودا سے اصلاح لیتے تھے اور اسوقت کے تمام مشاعروں میں شریک ہوتے تھے وہ زمانہ کچھ آجکل کا سا نہ تھا کہ لوگ اُس کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے سے انکار کرتے۔ بلکہ وہ لوگ فن کے قدردان تھے۔ چونکہ یہ ایک خوش گفتگو خوش مذاق شخص تھا اسی لئے بڑے بڑے رئیس [illegible] اپنے مشاعروں میں بلاتے تھے۔ بعض شعروں میں ظرافت کے ساتھ اپنے پیشہ کا ذکر کرتا لوگ آفرین کرتے اور جی کھول کر داد دیتے۔ مولانا فخرالدین رحمۃ اللہ کی داڑھی میں جمعہ اور منگل کو خط اسی لگایا کرتا تھا۔ اور مولانا ہی سے بیعت رکھتا تھا۔ مولانا نے تبرکاً ایک پوشاک

اور دستار دیدی کتھی یہ فخریہ اُسکو پہنتا تھا۔ اور ہمیشہ اپنے دامن حال اور وضع وقطع
کو روشِ درویشانہ سے مزین رکھتا تھا۔ اسی بنا پر اہل محلہ اسکو شاہ جی کہا کرتے تھے۔
تمام تذکرہ نویس اس کی خوشگوئی کے مقر ہیں۔ چنانچہ مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں
کہ اچھا شعر کہتا تو اس کے خیال بال سے زیادہ باریک ہوتے تھے۔ مسٹر ایفت فیلن نے
اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ۱۷۹۳ء میں اسکی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ اشعار ظریفانہ
کا انتخاب یہ ہے۔

روز رخسار کے لیتا ہوں مزے خوباں کے — بہتر اس شغل سے حجام ہنر کیا ہوگا
کیوں مجھکو ستاتی ہے تو اے گردش گردوں — میں نائی کا بیٹا ہوں کہیں سر نہ گر دوں
آجکل کے خوبرو دیکھے تو ہیں یہ سیکھ بچے — الٹی لگا کے حجام ہی پیچھے نہیں حجام تک
خط آئے نہیں بچے ہیں ابھی سالی نہیں جو بال — حجام کس طرح سے ملیں کیا ہنر کریں
قیبوں پر میاں پڑتا ہے تب سوکھتے پانی — بلا حجام کو جس روز تم حمام کرتے ہو
اُس شوخ کے کوچے میں نہ جایا کرو حجام — چھن جائینگے اک روز یہ اوزار تمہارے
کل میاں حجام سب کا ڈھونڈتے پھرتے تھے سر — آج اس کوچہ میں اُن کی بھی حجامت ہو گئی
لگ چلئے جو اس شوخ سے رستہ میں تو آ ہے — جھنجھلا کے یہ کہتا ہے کہ چل دور ہٹا لے

حجام کسی دہلی کے رہنے والے حجام کا تخلص تھا جو غازی الدین خاں کے مدرسہ کے
متصل رہتا تھا۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں اسکا ذکر کیا ہے لیکن نام نہیں لکھا۔ اور خیال ظاہر
کیا ہے کہ غالباً کسی سے اصلاح نہیں لیتا۔ ایک شعر نمونتاً لکھا ہے۔

کام کیا زور پہ حجام نے — شیخ کی داڑھی کو قصر کر گیا

حرق۔ میر حسن مرزا نام میر اشرف علی مرحوم رئیس ڈھاکہ کے نواسے اور میر علی آشنا

اور غلام حیدر مجیب کے شاگرد تھے ۱۸۷۴ء میں ناسخ کے تذکرہ سخن شعرا کی ترتیب کے وقت زندہ و بخیریت تھے شعروں میں ظریفانہ رنگ بھی شامل رہتا تھا۔ نمونہ کلام

کبھی محرم دکھا کر اپنی وہ محرم سے یہ بولے
کسی عیار نامحرم کی یہ چالاک دستی ہے

تمھیں صورت کا غرہ ہے تو [illegible] دل کا مجھے ہے
تمھارا حسن مہنگا ہے تو کس کی جان سستی ہے

ایک بندہ کی بھی جان بخشی نہ کی
اے بتو تم سے خدائی ہو چکی

حریف لالہ شیام لال سائیکل میکر ساکن لکھنؤ کا تخلص۔ جو دور موجودہ کے ایک ظریف شاعر ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔

تیرے عاشق جتنے تھے [illegible] تھا
کوئی دھوبی [illegible] تھا

دیتا [illegible] لیلیٰ کے کتّے کا کفن
چھیڑتے تھے لونڈے مجنوں قوم کا بزاز تھا

سیکڑوں دیتا تھا تاوے قیس سے پرند کو
[illegible] کبوتر باز تھا

بار ہے وصل کی شب آپ کا تن توش مجھے
ہٹیے ہٹیے کہیں اب کیجیے سرپوش مجھے

آیا نخاس تو بولا مرا کمسن دلبر
اچھا اچھا کوئی لے دیجیے خرگوش مجھے

گالیاں سن کے جو میں ٹال دیا کرتا ہوں
اپنے دل میں وہ سمجھتے ہیں گراں گوش مجھے

ڈر گیا دیکھ کے میں [illegible]
[illegible] نہیں ہوش مجھے

ان کے [illegible] سے چلنا
[illegible] مجھے

رو کے کہتے ہیں کہ عید آ گئی اب سر پہ حریف
آپ لا دیجیے زربفت کی پاپوش مجھے

حزیں۔ ایک ریختی گو کا تخلص ہے جن کے انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے تیس چالیس برس ادھر کے شاعر ہیں۔ ریختی میں وہ لطف نہیں ہیں جو ان کے معاصرین

رنگین ہے بیان [illegible] زنانہ کلام یہ ہے :-

پہنا گلے میں تم نے جو پھولوں کا ہار ہے	سمدھن تمہارے حسن پہ کیا ہی بہار ہے
ہوتی ہے ڈبڑ ہی گر گردن سے کچھ ہے بات	گھوڑے پہ آج باؤ کے سمدھن سوار ہے
سمدھی بتاؤ تم کو یہ کیسی ہے بے کلی	آرام تم کو اور نہ اک دم قرار ہے
سو کھا ہی اس نے پار اُتارا رقیب کو	سمدھن تمہاری خوب سلیقہ شعار ہے
سمدھن حزیں سے تم نہ لگاوٹ کرو ذرا	لاتی تمہارے منہ کے کڑیلا کہار ہے

حکیم مولوی محمد [illegible] اللہ خاں نام ہے۔ آپ [illegible] تخلص [illegible]۔ لکھنؤ کے مشہور خاندان علمائے فرنگی محل سے ہیں۔ [illegible] بہت اچھی ہے۔ نیک طینت ملنسار خوش خلق ہیں۔ [illegible] شعر کہتے ہیں۔ مگر [illegible] طبیعت پر زیادہ غالب ہے اور اس میں [illegible] دکھاتے رہتے ہیں۔ اگرچہ راقم تذکرہ کے عنایت فرما ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ مستقلاً کس سے اصلاح سخن میں استفادہ کرتے ہیں۔ ایک دو مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ حضرت [illegible] کو غزل روانہ کی [illegible] سر مشاعرہ دکھائی۔ آپ کے کلام میں شوخی بہت اور شوخی کے ساتھ ایک خاص قسم کی متانت بھی پائی جاتی ہے۔ سوقت آپ کی عمر تخمیناً ستائیس اٹھائیس برس کی ہوگی۔ اگر یہی شوق سخن جاری رہا تو مستقبل نہایت کامیاب ہوگا۔ نمونہ کلام یہ ہے :-

دیکھا [illegible] اللہ [illegible] نکلا	[illegible] بے نشان نکلا مکاں بھی لامکاں نکلا

[illegible]	[illegible]
[illegible] جا کے [illegible]	[illegible]
[illegible] دست جفا [illegible]	[illegible]

قبل از سوال میں نے نکیرین سے کہا — بے پوچھے آپ کیوں چلے آئے مزار میں
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن — کچھ اور ہو گئیں تری آنکھیں خمار میں

مار ڈنڈوں چھوڑ دیتا عشق کے اظہار پر — شکر کر مجنوں کہ لیلیٰ کا کوئی بھائی نہ تھا
اشارہ [illegible] تجھے — کیوں کہوں کوئی شریک شام تنہائی نہ تھا

قید میں [illegible] گلچیں نے ستانے کیلئے — باغ میں ٹولا [illegible]
TOLET

وسوسہ کیوں ہو پیدا دل شیدائی میں — ختم ہے تیل چراغ [illegible]
دیکھ [illegible] لئے دل مجھکو — پھاڑ کھاتا ہے مگر [illegible]
قیس [illegible] لنگوٹی باندھوں — ہاتھ آجائے اگر پردہ محمل مجھکو

آکر پڑھی ہے [illegible] شباب [illegible] — وہ جھومتا ہے زلف پریشاں کئے ہوئے
واللہ [illegible] — بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

[illegible] — [illegible]
پہلے [illegible] اک زور سے چپکائی — دیکھا جو ادھر اس نے [illegible]

[illegible] کچھ رونگو واجد [illegible] — [illegible]

ہوتی ہے [illegible] — مجنوں کی خاک [illegible] غبار سے

چراغ [illegible] بجھائے جاتے ہیں — [illegible] جلائے جاتے ہیں

پاؤں کی [illegible] انگلی [illegible] — اور [illegible] صورت [illegible] دیکھکر
[illegible] گھس گیا [illegible] دلدار میں — [illegible] دیکھکر
ٹھینگا دکھلانا کسی کا بچپنے میں [illegible] حکیم — یاد آتا ہے مجھے خار مغیلاں دیکھکر

حرفِ خا

خضر - [illegible] ایک تنومند قوی ہیکل اور پہلوان تھا - جو فسق و فجور میں اپنی زندگی گزارتا تھا - شعر بھی کہتا تھا گو [illegible] نرگس [illegible] رہتا تھا - شراب نوشی کی وجہ سے [illegible] مدہوش رہتا تھا غرضکہ ان کے تخلص کو دیکھتے ہوئے یہ مثل پورے طور سے اس پر صادق آتی ہے ع برعکس نہند نام زنگی کافور

[illegible] صحبت اور صورت سے نہایت متنفر [illegible] - یہ دو شعر [illegible] ہیں -

زنہار [illegible] اگر [illegible]   [illegible] جوان رند سرمست مدہ

[illegible] از کف مگذار   سررشتہ دولت است از دست مدہ

خلش - حبی حکیم [illegible] تخلص تھا دہلی کے رہنے والے تھا - راگ [illegible] کا بڑا شوقین رنگین مزاج [illegible] خوش طبع شریف تھا - [illegible] میں [illegible] تھا - تذکرہ گلستان سخن کی ترتیب سے پہلے مر چکا تھا - ایک مرتبہ کسی [illegible] کی ہجو میں [illegible] شعر کہے تھے ان میں سے [illegible] کا ایک یہ شعر ہے -

[illegible] سدا [illegible]   [illegible] ہیں [illegible] نہیں ہوا

خلیق - دلی کے رہنے والے ہیں - استعداد علمی معمولی ہے - مگر شعر و شاعری کا شوق معمول سے کچھ زیادہ ہے منشی چند ربحان [illegible] - اور سائل دہلوی کے شاگرد ہیں

دیکھا تھا۔ اب تخمیناً چالیس برس کی عمر ہوگی۔ ایک نظم (ہوا فیشن) [illegible] نقل کئے جاتے ہیں

زمانے کے عجب بدلی ہے رنگت | کہ کالے بن گئے گوروں کی صورت
بڑھی نکٹائی اور کالر کی زینت | نہ وہ پہلی سی خصلت ہے نہ عادت

اُڑے پھرتے ہیں انگریزی ہوا میں
کسے روکیں کسے فیشن سے بھلا میں

مگر ہر شخص [illegible] ہے | ہوا میں بھر [illegible]
نئی تازگی کی گرمی خون میں ہے | [illegible] کوٹ میں یا پتلون میں ہے

پُرانوں کی وہی چالیں پُرانی
سروں پر ٹوپیاں ہیں کامدانی

نیو فیشن کی ایسی چڑھ بنی ہے | کہ ٹک [illegible]
سخی کا لال قسمت کا دھنی ہے | وہی کرتا ہے جو دل میں ٹھنی ہے

کوئی کتنا ہی [illegible]
مثل ہے ایک چپ سو کو ہرائے

زمیں پر پاؤں بھی دھرتے نہیں ہیں | کسی کے باپ سے ڈرتے نہیں ہیں
بزرگوں کا ادب کرتے نہیں ہیں | پُرانی چال پر مرتے نہیں ہیں

تکلف ہے بجز تکلیف سراسر
ڈٹے ہیں باپ دادا کے برابر

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

نہیں منظور دم بھر کی جدائی

[illegible]

بدل کر روپ مس روزی بنایا　　بڑے دن کو کلب گھر میں سجایا

بغل میں ہاتھ دے دے کر اٹھایا　　سمندِ ناز پر کوڑا لگایا

چہیر غٹو ہوے ہیں سادگی پر

نہ بالے ہیں نہ پتے ہیں نہ جھومر

نہ غمزہ ہے نہ شوخی ہے نہ چھل بل　　نہ مسی ہے نہ سرمہ ہے نہ کاجل

دوپٹہ ہے نہ چھپکا ہے نہ آنچل　　نہ چوڑی پانو [illegible]

نہ چھلے کانوں کے اندر نہ بالی

نہ پانوں کی لب رنگیں پہ لالی

بھبھوکا جسم گدرایا ہوا ہو　　جو نینی تال سے آیا ہوا ہو

بدن چربی سے چکنایا ہوا ہو　　برانڈی کا نشہ چھایا ہوا ہو

کمر میں ناز سے پیٹی کسی ہو

نئی پوشاک پھولوں میں بسی ہو

کسی کی نوجوانی کا ہو جوبن　　کمر پتلی صراحی دار گردن

کرے اٹکھیلیوں سے سیر گلشن　　گلے میں ہاتھ ہو ہاتھوں میں دامن

دکھائے کھیل ٹینس کے نرالے

کھلے میدان میں گیندیں اچھالے

برابر بیٹھ کر جائے فٹن میں　　کسی لیڈی سے ملنے کو مشن میں

تکلف سے نہ شرمائے ٹفن میں　　کہ سب ہپ کر کے رکھ جائے دہن میں

جگر میں چٹکیاں لے گدگدا کر

رجھائے دل پیانو کو بجا کر

خندہ - میر شجاعت علی صاحب نام [illegible] کے [illegible] کے رنگ میں بہت خوب کہتے تھے ۱۲۷۵ھ میں زندہ اور بخیریت موجود تھے چند شعر کلام سے انتخاب [illegible]

[illegible] بڑھ کر آیا — کبھی پسو کبھی کھٹمل کبھی مچھر آیا

پھونس سے یار کو جاڑوں میں تپایا شب وصل — کام آخر مرا ٹوٹا ہوا چھپر آیا

اپنی گھوڑی کو جدا کر [illegible] شیخ — ہنہناتا ہوا خندہ کا وہ خچر آیا

ہوں کوئی دس سیر [illegible] — ڈال دو [illegible]

مے پرست تو شیخ صاحب [illegible] — پاؤں میں گھنگرو [illegible]

[illegible] — [illegible] کپڑے سے [illegible] چھوٹتی نکسیر ہو

[illegible] سودا کا علاج — [illegible] خندہ [illegible]

مرا رقیب الٰہی ذلیل و خوار رہے — گلے میں [illegible] کا ہار رہے

لحاف اوڑھ کے چھپر [illegible] بیٹھے — کہ جب نکاح کے دن آن کے تین چار رہے

[illegible] — مرے محلہ میں آ کر اگر وہ یار رہے

ہضم ہوتے نہیں اب پانچ پیسے [illegible] کے — لگ [illegible]

سینہ پر [illegible] — ڈھول بجتے ہیں [illegible] تاشے بجے

خنداں - عبدالحمید نام تھا۔ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ اُن کے والد [illegible] سے لکھنؤ میں آ کر رہے۔ مگر پھر یہیں رہ پڑے اور چند [illegible] ہو گئے۔ خنداں مرحوم [illegible]

[illegible] میں شعر [illegible] میں شعر کہنا شروع کیے۔ اس رنگ
میں نہایت عمدہ شعر کہنے لگے تھے۔ مگر قضا نے مہلت نہ دی ۲۴-۲۵ برس کی عمر میں ۱۹۲۶ء
میں انتقال کیا۔ اول اول میر باقر صاحب حمید برادر خورد پیارے صاحب رشید مرحوم سے
اصلاح لیتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد احمد خاں صاحب نظم کو اپنا کلام دکھایا۔ آخر میں
محمد جعفر صاحب بہار سے مشورہ سخن کرتے رہے۔ راقم تذکرہ [illegible] گھنٹوں
شعر سنتے اور سناتے تھے۔ خود بینی اور خود پسندی مزاج میں زیادہ تھی مگر نہایت سخن سنج واقع
ہوئے تھے۔ دیکھنے میں [illegible] کرتے تھے۔ کم رو۔
میانہ قد۔ [illegible] بدنما
معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے جب ہنستے تھے منھ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ کلام
ضائع [illegible] ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ [illegible]

[illegible]   [illegible] لگا [illegible]



حرف دال مہملہ

داؤد — مولوی محمد داؤد ابن مولوی علی محمد صاحب وکیل عباسی متوطن امروہہ
۲۷ – رمضان [illegible] سنہ [illegible]ھ کو بمقام امروہہ پیدا ہوئے اور [illegible]
کو بمقام فتح[illegible] انتقال کیا۔ [illegible] ذکی اور ذہین تھے۔ ۲۲ برس کی عمر میں علیگڑھ
سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر کے کالج میں کسی عہدہ پر مقرر ہوئے اور بعد ازاں نائب تحصیلدار
مقرر ہو کر مختلف جگہوں میں نہایت قابلیت سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔ شاعری کا شوق
دوران تعلیم ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ جو ترقی کرتے کرتے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچ گیا۔ قدیم اور جدید
دونوں رنگوں میں شعر کہتے تھے۔ طبیعت میں چونکہ شوخی کا مادہ زیادہ تھا اس لئے کہیں کہیں
وہ ایک ہلکی سی ظرافت کا رنگ اختیار کر لیتا تھا۔ انتخاب کر کے تھوڑا سا کلام درج کیا
جاتا ہے۔

تا شوق [illegible] — آتے ہیں دیکھئے شتر پہ [illegible]
چھوٹا [illegible] دیجئے — [illegible]
سن کر پیام پر مرا نام یوں کہا — وہ ہی نہ دبلے پتلے [illegible]
[illegible] مجھے بڑے اعلیٰ جناب — یوں دیکھنے میں [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

میں شتر [illegible] کہتے تھے وہ لے ۔۔۔ کہہ گئے گھبرا کے یوں [illegible] شتر

ایک دن کچھ آدمی بیٹھے ہوئے ۔۔۔ کر رہے تھے گفتگو باہم دگر

اُن میں تھا اک شخص ایسا بھی کہ جو ۔۔۔ کر چکا تھا [illegible] کا سفر

ہوتے ہیں دنیا میں ایسے لوگ سب ۔۔۔ وہ مگر اور دل سے تھا چالاک تر

جھوٹ کہتا تھا مگر سچ کی طرح ۔۔۔ اُس کی باتیں تھیں نہایت پر اثر

ہو رہا تھا تذکرہ ہر قسم کا ۔۔۔ کر رہے تھے بحث ہر مضمون پر

باتوں باتوں میں کہا سیاح نے ۔۔۔ میں عرب میں بھی رہا ہوں سال بھر

سن کے یہ بات اور تو سب چپ رہے ۔۔۔ سب نے اس کا قول سچ سمجھا مگر

ایک کے دل میں یہ شک پیدا ہوا ۔۔۔ کیا تعجب جھوٹ کہتا ہو اگر

اس سے کچھ حالات واں کے پوچھیے ۔۔۔ سوچ کر یہ اُس نے قصہ مختصر

اُس نے پوچھا آپ کا ہوتا تھا واں ۔۔۔ خدمت زمزم میں بھی اکثر گزر

سن کے اُس کے منہ سے یہ سیاح نے ۔۔۔ سمجھا زمزم نام ہے کوئی بشر

بولے جی ہاں اُن کی خدمت میں تو میں ۔۔۔ روز حاضر ہوتا تھا وقت سحر

آج دنیا میں نہیں اُن کا جواب ۔۔۔ ہے تقدس ختم اُن کی ذات پر

اب تو بوڑھے ہوتے جاتے ہیں بہت ۔۔۔ کیوں نہ ہوں ہیں بھی تو ستر سے اُدھر

سن کے یہ سب نے لگایا قہقہہ ۔۔۔ اور کہا تم کو نہیں یہ بھی خبر

اک کنوئیں کا نام ہے زمزم وہاں ۔۔۔ آپ یہ سمجھے کہ ہے کوئی بشر

جب نہ بن آئی کوئی معقول بات ۔۔۔ تب کہا سیاح نے یوں جھینپ کر

اُس زمانے میں تو تھے وہ آدمی ۔۔۔ ہو گئے ہوں گے کنواں اب کیا خبر

وننگ - حافظ سراج احمد نام تھا - مراد آباد کے رہنے والے تھے - مگر نہایت بیباک پھکڑ تھے - تمام شاعری اوباشانہ اور بیباکانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی ایک شعر قابل اندراج مل سکا -

شیخ جی کا بھی انتقال ہوا   کوئی دنیا میں مسخرا نہ رہا

ڈگانا تخلص تھا ریختی میں - مگر متین اور عاشقانہ کلام میں مہجور تخلص کرتے تھے منشی اسد اللہ نام تھا - علی جان کے عرف سے معروف تھے - مقام چھپرہ ضلع ہگلی کے باشندہ تھے - ان کے آبا و اجداد کا وطن قدیم دلی تھا - مگر ولندیزوں کے عہد میں کچھ اسباب ایسے ہوئے کہ ترک وطن کر کے یہاں کی سکونت اختیار کرنی پڑی - اور یہی قدیمی وطن ہو گیا - چنانچہ ڈگانا یہیں پیدا ہوئے مگر چونکہ والدین کو تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال تھا اس لئے چھپرہ میں اسکا انتظام کافی نہ دیکھ کر ان کو کلکتہ تعلیم کے لئے بھیجدیا - اور یہیں تعلیم پائی - ڈگانا کو ابتدائے عمر میں شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا - اور جیسے جیسے تعلیم و تربیت بڑھی شعر و شاعری کی طرف جھک گئے - کلکتہ میں اس وقت مولوی عبد الغفور نساخ ایک کامل الفن استاد تھے جو بہ عہدہ ڈپٹی کلکٹری یہاں پر مامور تھے - چنانچہ انھیں کو انھوں نے کلام دکھانا شروع کیا اور مہجور تخلص اختیار کیا - مگر رنگین طبیعت نے صرف ایک رنگ پر قناعت نہ کی - اس لئے دوسرا رنگ ریختی بھی کہنا شروع کیا - اس میں بھی نساخ کو اپنا رہنما اور استاد بنایا - نہایت پختہ مشق اور صاحب دیوان تھے مگر کلام اب ناپید ہو گیا - جو شعر مل سکے وہ درج کرتا ہوں -

رات کو اک نگوڑے نٹ کھٹ نے   صحن میں پا کے بے حجاب مجھے
چھاتیاں ملیں گلے سے لپٹا کے   کچل لیا خوب ہی داب مجھے
منتیں کیں ہزار دل قسمیں دیں   کر کے چھوڑا مگر خراب مجھے

دل جناب [illegible] عبدالرحمن صاحب صدیقی سندیلوی کا تخلص ہے کبھی کبھی رنگ ظرافت میں شعر کہتے ہیں۔ [illegible] معلوم نہ ہو سکے۔

ہوا ہے شوق داغ دل کی کنکیا اڑانے کا
بٹا کرتا ہوں ڈور آن [illegible]

مرا اس انداز کے صدقے کہ تیغ ناز اس بت نے
ہمارے قتل کرنے کو کبھی کھولی کبھی ڈھانکی

سوالِ وصل پر جو ہر دم انکار رہتی ہے
[illegible] آ کر [illegible] گردن [illegible] ان کی

بھرے کیوں ہو [illegible] آکے بیٹھو تو
[illegible] ترچھی تمہاری ہر ادا بانکی

[illegible]
[illegible] اگر لیلیٰ کبھی جھانکی

نہیں [illegible]
[illegible] ٹانکی

دلسوز نام خیراتی خاں تخلص دلسوز تھا۔ [illegible] کے رہنے والے تھے [illegible] شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے اور نواب ظفر یاب [illegible] کی رفاقت میں [illegible] گزارتے تھے۔ شعر بہت اچھے کہتے تھے۔ جو بات تھی وہ درجہ اعتدال سے بڑھی ہوئی تھی۔ ظرافت اور بذلہ سنجی کلام میں بہت تھی۔ مگر اب کلام نایاب ہو گیا۔ ایک [illegible] نہیں ملتا۔ دو تین شعر ان کے جو درج کرتا ہوں۔ دلسوز نے [illegible] میں بمقام [illegible] پر انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

وہ تو کہتے ہیں رات دل اپنا
مت کسی اپنے یار سے کہنا

اور یہاں دل کی بیقراری سے
روز دو تین چار سے کہنا

سہیں گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی
پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

دلیر منور خاں نام تھا۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ابتدائے عمر سے شعر و شاعری

کے دلدادہ تھے - مگر ہمیشہ نئی اُپج کی لیتے تھے - اور اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی بات
کہوں جو کسی نے نہ کہی ہو - چنانچہ اسی افتادِ مزاج کی بدولت یہ رنگ اختیار کیا کہ شرفا اور طبقۂ
خواص کی زبان کو چھوڑ کر اس طرف کی چھوٹی قوموں مثلاً گدی - گوجر - جاٹوں کے روزمرہ میں
شاعری شروع کردی - اور اگرچہ یہ رنگ نہایت ہی مشکل اور دشوار تھا - مگر دلبر نے
اسقدر مشق بہم پہونچائی کہ ۱۸۵۰ء میں ظفر بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کے دربار میں کچھ
مدحیہ اشعار اسی زبان میں پیش کئے - اور بادشاہ نے ان کو بہت پسند کیا - دلبر کو انعام اور
خلعت دیا گیا - بادشاہ نے غالب اور ذوق وغیرہ سے بھی اسی زبان میں کچھ کہنے کا حکم دیا
مگر چونکہ یہ ایک مشکل زبان تھی اس لئے اُن لوگوں نے انکار کر دیا اور یہ سہرا دلبر کے سر رہا
۱۸۵۷ء تک اسی رنگ میں شاعری کرتے رہے - مگر انقلاب سلطنت کے بعد سے اس
رنگ کو ترک کر دیا - پھر بھی چونکہ وہ اس رنگ میں نظمیں - غزلیں - قطعے مثنوی - سبھی کچھ
کہہ چکے تھے اسی وجہ سے ان کا ایک ضخیم دیوان مرتب ہو گیا اور اپنی زندگی ہی
میں طبع کرایا - آخرکار ۶۶ برس کی عمر میں انتقال کیا - انتخاب کلام کے ساتھ ترجمہ بھی
دیدیا گیا ہے کہ ناظرین کے لئے سہولت ہو - اگرچہ اس کلام سے اصل میں زیادہ تر
وہی لوگ لطف اٹھا سکتے ہیں جو مراد آباد سہارنپور کے درمیان آباد ہیں - کیونکہ دلبر نے
صرف ان ہی قوموں کی زبان ہی نہیں لکھی - بلکہ اُن کے طرزِ تکلم اُن کے طریقِ معاشرت
اُن کی وضع قطع - اُن کی صورت آبادی اور بود و باش - اُن کے جذبات - اُن کے اطوار
اُن کے خیالات وغیرہ کو بھی زبان کے ساتھ ہی ساتھ رکھا ہے - یہ ایک انتہا کے کمال ہے
اور اسوجہ سے صرف زبان جاننے والا اس سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا تاوقتیکہ ان کی
معاشرت اور تمدن سے اچھی طرح باخبر نہ ہو - اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ لوگ جن کی یہ زبان
ہے کس موقعہ پر کیا کرتے اور کیا کہتے ہیں - مگر پھر بھی غور کرنے پر ہر شخص بقدر ذوق لطف
اندوز ہو سکیگا - اول ایک حمد اور نعت پیش ہیں دیکھئے کسقدر ندرت کے ساتھ

انھیں جذبات عوام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہیں۔

ہے مرکھا لک ہے مرے مالک — تو باپو ہم تیرے بالک

اے میرے خالق اے میرے مالک — تو باپ ہے اور ہم تیرے بچے ہیں

ماروں مارے دنوں جیاوے — تیرا انت کوؤ نا پاوے

تو راتوں کو ہمکو مار ڈالتا ہے اور دن کو زندہ کر دیتا ہے — تیرا بھید کوئی نہیں پا سکتا

تجھسا ٹھاڈا کون ہے دوجا — جا کی جگت کرے سگ پوجا

تجھسا زبردست دوسرا کون ہے — جس کی تمام دنیا پرستش کرتی ہے

توہی لاوے میگ ملارا — توہی بواوے بونڈا مہارا

توہی گھٹا سے پانی برساتا ہے — توہی ہماری کھیتی اور بونڈے بوتا اور کاشت کراتا ہے

ہے مرے صاحب بکس دیا ہارے — بپھاڑے کھوٹے کا گد مہارے

اے میرے بخشنے والے اللہ — ہمارے اعمالنامے بدی کے چاک کر دینے والے

دلیرا ہے تیرا داسی — توہی دیگا تازی باسی

دلیر تیرا غلام ہے — توہی اسکو تازی باسی روٹی دیتا ہے

نعت

نبی محمدؐ رب کے پیارے — جگ پر جا کے راج دلارے

خدا کے پیارے رسول محمد — تمام دنیا کے سردار

رب کے بھیجے جگت میں آئے — ہماری کھاطر دیوا لائے

خدا کے بھیجے ہوئے دنیا میں آئے — اور ہماری خاطر شمع لائے

جن دیوے نے کھویا اندھیرا — کرا اجالا جگت گھنیرا

اس شمع سے دنیا کی تاریکی جاتی رہی — تمام دنیا میں اجالا کافی ہو گیا

کُران سے پیہہ کھدا کی بانی — ہمیں سنائی پڑھ کے جبانی

قرآن شریف خدا کی باتیں — اپنی زبان سے پڑھ پڑھ کر ہم کو سنائیں

باپ کٹے اور بن سنوارے — ہو گئے ہمارے کل نستارے

جس سے ہمارے گناہ جاتے رہے نیکیاں بڑھ گئیں — اور ہمارے تمام فائدے ہو گئے

منقبت

بی بی پھاطمہ ہماری ماتا — تیم دھرم میں ہیں کیلی داتا

بی بی فاطمہ ہماری ماں — دین و دنیا میں ہمیشہ بخشش کرنیوالی

ہمارے نبی کی پیاری جائی — جا کی سینک حوراں کھائی

ہمارے نبی کی پیاری بیٹی — جن کی حوروں نے سینک کھائی

باپو کی امت جن بکسائی — مالک سامنے دے دے دہائی

جنہوں نے باپ کی امت کی بخشش کرائی — خدا سے فریاد کر کر کے

مدح حسنین

حسن حسین بی بی کے جائے — امت کھاطر سر کٹوائے

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین بی بی فاطمہ کے بیٹے — جنہوں نے امت کیلئے سر کٹوا دیا

مدح چار یار

نبی صاحب کے چار سپاہی — جنہاں ملکوں دھوس ٹھائی

رسول اللہ کے چار یار ہیں چار صحابی ہیں — جنہوں نے تمام دنیا میں اسلام کی دھوم مچائی

کر دیئے لکھوں تیم کے بندے — کھر طہر ہو گئے ناکس گندے

لاکھوں دین کے بندے بنا دیئے — ناپاکوں کو پاک کر دیا

انتخاب بیت

آج رت مہاڈے گھر بس جا ۔ جاڈا لگے سوڑ ماں دہس جا
آج رات کو ہمارے گھر رہ جا ۔ بڑی سردی معلوم ہوتی ہے آجا ذرا سب جلا
چار پہر کا کاٹن کے سہے ۔ بڑی بھجر کے تڑکے نس جا
چار پہر رات کا گزارنا کیا ۔ صبح صادق ہوتے ہی اٹھ جانا
میں کرلوں تونے چُتّا چاٹی ۔ تو سا نتھڑ سوں سانتھر کس جا
میں ذرا ترا منہ چوم لوں گا ۔ تو رانوں سے ران ملائے پڑا رہنا
تومنے بھولا پنچھڑا جانے ۔ توہی کہیں نہ جال میں پھنس جا
تو مجھے بھولا جانور جانتا ہے ۔ کہیں ایسا نہ ہو الٹا توہی جال میں پھنس جائے

کے مہاڑی تاڑ میں پھانسی دیگا ۔ کاہے کا ڑن تاڑا کا ڈھیا
کیا ہماری گردن میں پھانسی لگائے گا ۔ کیوں یہ ازار بند نکال رہا ہے
اک مٹھی وے پڑان لکاڑے ۔ موسوں ڈو ڈھا جٹا تاڑا کا ڈھیا
ایک بوسہ دیکر جان نکال لی ۔ مجھے ڈیوڑھا کرایہ وصول کرلیا
کے مجنوں مہاڑی جوڑ کریگا ۔ جنگلاں جنگلاں تاڑا کو ڈھیا
کیا مجنوں ہماری برابری کرے گا ۔ جنگلوں جنگلوں کیا نکالا ہوا
سو بار دلبیر عشک ماں ۔ جا ٹانگ تلے اوہ سارا کیا ڈھیا
سو بار دلبیر عشق میں ۔ مجنوں کو ہم نے ٹانگ کے تلے نکال دیا ہے

تجھ بنا پیارے پران تجوں گا — مار کے اپنے ناڑ گنڈاسا
تیری جدائی میں پیارے جان دیدوں گا — اپنی گردن پہ گنڈاسا ماروں گا
کاٹ کے اپنی ناڑ لہو میں — میں لوٹوں تو دیکھ تماسا
اپنی گردن کاٹ کے — میں لہو میں لوٹوں گا اور تو تماشا دیکھے گا
مہاڑی اوڑیاں سینٹر چلاوے — تو مہارا ساڑا اوت بالاسا
ہماری طرف اشارہ کرتا ہے — یہ ہمارا سالا اوت بالاسا

آجا مہارے پاونا آجا — دودھ دہی من مانا کھا جا
آجا ہمارے یہاں مہان آجا — جتنا جی چاہے دودھ دہی کھانا
پیت نہ کریئے میت کسی کی — پیت پچھوڑے کوٹھی ناجا
اے دوست کسی کی محبت نہ کرنا — محبت کوٹھی ہے غلہ بھی نہیں چھوڑتی ہے
ہے من اوت گیو کے تیرو — مہارے ہی اوپر دہونسا باجا
اے دل اوت تیرا کیا گیا — ہمارے ہی اوپر مصیبت پڑ گئی
ناہیں رہیو من ہیری بس کا — پر گیو چسکا جوبن رس کا
یہ دشمن میرے بس کا نہیں رہا — اس کو خوب جوانی کی محبت کا مزا پڑ گیا
جد تیری پایل بیچ بجے گی — میں تو گوڈو رگڑا [illegible]
جب تیری پایل بیچ پر آواز دے گی — میں خوب اچھلوں کودوں گا
جو مجنوں [illegible] — تونے لیلیٰ [illegible]
مجنوں اگر مجھ سے بحث کرے گا — تو تجھے لیلیٰ کے پاس [illegible]
جو تیرے نینوں کا [illegible] — میں تو [illegible]
جو تیری آنکھوں [illegible] ہوگا — تو تیرے اشارے کے مارے [illegible]

کاکا کانا تاؤ کا — میں لاگو نہیں کاؤ کا
نہ میں چچا کا ہوں نہ تائے کا (بڑا بھائی) — میں کسی کو اچھا نہیں جانتا
مانگن آئیو پھلکا مانڈا — یو تیرا پھوڑا ناؤ کا
پھلکا حلوا لینے آیا ہے — یہ تیرا پھوڑا نائی کا لڑکا

منہ جھریں دونگی ووا رے نیلو کا — پلہ کھوسے سے ہے مہاری چادر کا
میں ایسے معشوق کے منہ کو جھلس دوں گی — چلتے چلتے میری چادر کا پلہ کھینچتا ہے
ہے رے موسوں سنے کے ستم پاڑے — گھاگرا کاٹ گیرا سندر کا
ارے رے چوہوں نے کیا ستم ڈھائے ہیں — سندر کا گھگرا کاٹ ڈالا

ہوڑا کریے بیٹھ مجنوں بہت تری وا دیکی اینچ — ہاتھ ہتکڑی سا کٹھ مرد کی نار سوں کا گڑا
مجنوں آ ہماری برابری کر بہت تری اوی کی دم — ہمارے ہاتھ کی ہتکڑی سا کٹھ مرد کی ...

لارے کلالڑکے پھول سراب — سیسا دکھے جیسوں گلاب
اے کلال کے لڑکے شراب پھول پلا دے — شیشہ گلاب کی طرح سرخ سرخ چمک رہا ہے
پاؤں پاگ کا کھ میں جوتی — ایسی دارو پیو زناب
پاؤں پر پگڑی اور سر پر جوتی — جناب ایسی شراب پینی چاہیے
کاڑا کا پھر عشک کجات — دیہی روکھ نہ چھوڑے پات
کالا کافر عشق بد ذات ہے — بدن کے درخت پر پتے نہیں چھوڑتا
دلیرا سر سہرا باندھو — چلو رے بھائیو چڑھی برات
دلیر کے سر پر سہرا باندھو — بھائیو چلو بارات چڑھی ہے

پھوڑھا نوسو پانی نوسی — کٹھا سے رسے بڑھے ہاتھوں ہاتھ
بڑھا نوشہ سنج نوشی — اٹھائے رسے بڑھے ہاتھوں ہاتھ

سرلے ری چمرو کی راج — اوہی چھلنی اوہی چھاج
اوچماری کی لڑکی خوب راج کرلے — چند دن میں وہی چھلنی ہو وہی چھاج ہے
موج مارلے سبھے اُڈالے — جدلگ رہوے کوٹھی ناج
عیش کرلے مزا اڑالے — جب تک کوٹھی میں ناج رہے
یو دلمیرا جنم کا بھوکا — کدہیں نہ دیکھا مٹکے ناج
یہ دلمیر ہمیشہ مفلس ہی رہا — کبھی اس کے مٹکے میں غلہ نہ دیکھا
چھورا رہو نہ چھوری ایک — رہے مقدم اوت کے اوت
کوئی لڑکا ہوا نہ لڑکی ہوئی — مقدم یعنی چودہری صاحب اوت کے اوت ہے
کہدے رے پانڈے سانچی سانچ — مہارے کرم کی ریکھاں پانچ
اوبرہمن سچ سچ بتا — ہمارے کرم میں کیا لکھا ہے
اب کے سیر د کرم میں کھول — بھر لو ناج سوں کوٹھے پانچ
پانچ کوٹھی اناج سے بھر لو
یا بد اچھلو کھا کھا ناج — جا بد ہرنا بھریں کلانچ
ایسی روٹیاں کھا کھا کر اچھلو — جیسے ہرن قلانچ بھرتے ہیں
کہے دلمیر جو پانڈا جھوٹ — سر پہ مارو جوتی پانچ
اگر نجومی اے دلمیر جھوٹ بتاوے — سر پہ پانچ جوتے مارو
دھولے بلد کی واڑتی پونچ — لاگے بڈی سہانی پونچ
سفید بیل دوڑتی دم — بڑی سہانی معلوم ہوتی ہے

کاگ اڑاوے بیٹھے ٹانڈ   پھیرے کو پھیا کہیے سانڈ

تپان پہ بیٹھ کر کوے اڑاوے   کو پھیا پھیری اور سانڈوں کو بھگایا

سب سوں بھلے یہ موسل چند   کریں نہ کھیتی بھریں نہ ڈانڈ

سب سے اچھے موسل چند   نہ کھیتی کریں نہ ڈانڈ بھریں

نیناں تیرے بڑے ملوک   ایک سیں ماں من دو ٹوک

تیری آنکھیں بڑی ظالم ہیں   ایک اشارے میں دلکے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں

گورے گال مکا کے پھلکا   جنھاں دیکھے بھاگے بھوک

گورے گورے رخسارے مکئی کی روٹی ہیں   ایسے کہ ان کو دیکھکر بھوک بھاگتی ہے

پاؤں جوتی سر نا پاگ   ایسے ڈوبے ہمارے بھاگ

پاؤں میں جوتہ نہیں سر پہ پگڑی نہیں   ہمارے نصیبے ایسے ڈوبے ہوے ہیں

کے لاگو پھاگن میں سواد   مکا کی روٹی چنے کا ساگ

پھاگن کے مہینہ میں کیا کھانے کا معلوم ہوتا ہے   چنے کا ساگ اور بڑی جوار کی روٹی

دوپیازہ — یہ وہی مشہور و معروف ہندوستان کا ظریف ہے جس کے چٹکلے بہت لطیفے آج تک زبان زد عوام ہیں جو دربار اکبری کی زینت اور بادشاہ وقت کی ہر طرح کی دلجوئی اور تفریح و نشاط کا مشغلہ تھا۔ ان کا اصل نام ملا عبدالمومن تھا۔ [illegible] پاک ولی کے رہنے والے تھے باپ کا نام [illegible] تھا۔ یہ طرح طرح کے علم و فضل سے بہرہ ور تھے۔ ترکی فارسی عربی زبان نہایت اچھی جانتے تھے۔ مگر مسخرا پن اور ظرافت طبیعت پر غالب تھی کہ اس لئے تمام علوم اور تمام فضائل اسکی ظرافت میں آگئے تھے۔ کوئی بات ہوتی۔ کیسی ہی متین اور سنجیدہ گفتگو ہوتی مگر یہ اپنے رنگ خاص میں ڈھال کر اسے دلچسپ بنا دیتے۔ ایک بات سنئے لوگ [illegible] اکبر کے جلیس خاص تھے۔ ندیم خاص راجہ بیربل سے ہمیشہ چشمک رہتی تھی [illegible] اور

چھٹی ہوتی ہوئی [illegible] کہتے کہ ملا صاحب اور شاہ [illegible] پڑھتے چاشت [illegible] تھے

تھے [illegible] ملک مشرق میں مقیم رہے - اور اصلی وطن آباؤ اجداد کا [illegible] تھا - وہاں کے

پوچھا [illegible] سے [illegible] اور گفتگو جاری رہتی - اسی وجہ سے زبان ہندی

میں بھی شاعری کرتے تھے - مگر بیشتر فکر سخن کا فارسی میں اتفاق ہوتا [illegible] سے

مشورہ سخن کرتے تھے - آخر عمر میں ہنڈیا جو نواح قصبہ چھپا نیر ضلع بھوپال میں ہے

وارد ہوئے - کسی سے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے جواب ملا کہ ہنڈیا - کہنے لگے کہ

بس اب دوپیازہ ہنڈیا سے نکل کر کہاں جائے گا - اور آخر کار یہیں پیوند خاک ہوئے

ملا صاحب تصنیف تھے اور کئی کتابیں ان سے یادگار رہیں - چنانچہ انشائے عالمگیری لغت ترکی

فارسی کے لطائف - النامہ - ملا نامہ - یہ سب ملا ہی کی تصانیف ہیں - اگرچہ اردو زبان میں

ان کا کلام ہونا ایک امر بعید از قیاس ہے مگر معتبر تذکروں میں یہ شعر ملا کے نام سے ملتے ہیں

اس صورت میں سوائے لکھنے کے اور ہمارے پاس کیا چارہ ہے - اس لحاظ سے کہ عہد

اکبری میں [illegible] اچھی خاصی اردو رائج تھی نقل کرنے میں [illegible] نہیں ہے

وہ گورا گورا [illegible] کا شوخ کھونا — ایسا لگے ہے مجھکو جوں کھانڈ کا کھلونا

شوخی نپٹ کرت ہے نک جھکنی ہاتھ مل کر — تیں تاک تیغ کیتی ایسو طرح ملونا

تالی بجی سے ہے کیا کیا کل شیخ جی کے پیچھے — رم وہ بغل میں [illegible] لے اوڑھنا بچھونا

دوپیازہ از دل و جان قربان تیرا نام — جوبن نے [illegible] وہ سانولا سلونا

پیالہ پیم رس کا چاکھ بیٹھے — ملت [illegible] تن من پر اکھ بیٹھے

نہ دوپیازہ کی دلداری کرت ہے — مگر [illegible] خواری کرت ہے

دوپیازہ اب [illegible] ہنڈیا میں آ گئے — کبھی کے ہاتھ [illegible] گئے جانے کے

[illegible] ہنڈیا [illegible] نام ہے - [illegible] انگریزی [illegible]

تک تعلیم پائی ہے۔ سردست کسی اخبار میں ایڈیٹر میں مجھے مرزا واجد حسین یاس یگانہ
سے آپ کا نام و پتہ وغیرہ معلوم ہوا۔ چنانچہ نہایت اشتیاق کے ساتھ طلب کلام مرحمت
کے لئے ایک نیازمندانہ عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ مگر نہ معلوم کیوں جناب
نے نہ کوئی جواب دیا نہ کلام روانہ کیا۔ اتفاقاً چند روز کے بعد اڈیٹر صاحب نیرنگ خیال
سے ملاقات ہوئی۔ موصوف کے تعلقات چونکہ دوزخی صاحب سے نہایت وسیع ہیں اور
سنا ہے کہ قریب قریب روزانہ ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ لہذا ایڈیٹر صاحب سے بھی
آپ کے کلام کے بھیجنے کی استدعا کی۔ انھوں نے بھی بربنائے اخلاق وعدہ فرما لیا
مگر اس کے بعد ہاں نہیں کا کوئی جواب نہ دیا۔ مجبور ہو گیا۔ لہذا سردست دو شعر جو میرے پاس
ہیں انھیں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک وقت تھا کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا میں علامہ کوئی بڑی ہی مشکل سے
ہوتا تھا۔ مگر اس وقت صرف ہندوستان ہی میں سیکڑوں علامہ موجود ہیں
اور اس لفظ کی وہ ارزانی ہے کہ اب جب علامہ کی آواز سنائی دیتی ہے تو ساتھ ہی ابلہی
مضمون کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی بارہ میں دوزخی کہتے ہیں۔

کہنے لگے بس آج سے علامہ ہوا میں — اس بات کو لطف آیا مجھے خوب ہنسا میں

دوسرا شعر کسی معاصر پر چوٹ ہے۔

حضرت جو جب بھی شاعر بن گئے — جاہلوں کے سر پہ تاج اچھالیے

مرزا دوزخی مرحوم داغ سابق کے ایک خوش نصیب نامور شاگرد تھے ان کی ایک تاریخ
داغ کی وفات پر میری نظر سے گزری۔ اگرچہ مرزا داغ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے مگر
ملاحظہ فرمائیے کیا خوب ہے اس سے ظرافت اور شوخی اس بات سے ٹپکی پڑتی ہے۔

مانا کہ داغ تھے میں ایک ہی داغ تھے — اٹھتے ہیں دیکھئے نہ مگر چھپا بیٹھے

باغ سخن میں [illegible] ہر چند عندلیب — [illegible]

تھا دست پا اگرچہ مقابل تھا شیخ کا — [illegible]

تھا [illegible] کچھ [illegible] — [illegible] آفتاب تھے

تھا تذکرہ [illegible] کا [illegible] — [illegible]

چمکی تھی [illegible] کی کمر پہ بجلی خوب [illegible] — [illegible]

کرتے تھے حسن کی [illegible] — بے پردگی سے [illegible] حجاب تھے

ڈوبے ہوئے تھے رنگ قدیم و جدید میں — خوابوں میں [illegible]

دیوانہ طالب علی نام تھا - بنارس میں قیام تھا - اور یہ نمونہ کلام اُن کا ہے۔ [illegible] تک زندہ تھے۔

بندہ بے دام [illegible] آپ کی [illegible] — شوق سے [illegible] آزادی [illegible]

مجھکو حیرت ہے [illegible] — گالیاں دیتے [illegible]

ہو گیا ناز اُن کو اپنے حسن پر حد سے سوا — [illegible]

اپنے مرنے کا کیا دعوی [illegible] — [illegible] دنیا میں زندہ [illegible]

حرف دال ہندی

ڈاکٹر۔ نام و نشان معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب رامپور کے رہنے والے ہیں اور دورِ موجودہ کے شاعر ہیں۔ ایک صاحب نے یہ دو شعر ظریفانہ سنائے

ادھر پھانسی گلے میں کاکلِ پیچاں نے ڈالی ہے   ادھر ٹٹی لگا کے آڑ میں کرتا کی جالی ہے

حیا کا ہے یہ کہنا کہ خوابِ ناز سے اٹھئے   [illegible]

ڈھینڈس۔ کوئی صاحب بھوپال کے نہایت مشہور و معروف ظرافت گو تھے۔ میں نے انکی خدمت میں متواتر تین چار خط بھیجے مگر یا تو خط انھیں پہونچے یا انھوں نے استغنائے شاعرانہ سے کام لیا اور تذکرہ کو اپنے کلام سے محروم رکھنا پسند کیا۔ پھر بھی شوق رہبرِ دل کہ باشد رہبرش در کار نیست کسی نہ کسی طرح کچھ شعر اُن کے حاصل ہو ہی گئے۔

پڑی عشق کی ٹاپ رے ٹاپ رے   ارے باپ رے باپ رے باپ رے

سنا ہے کہ بسم اللہ کوئی اُن کی محبوبہ مطلوبہ تھیں ایک روز ڈھینڈس صاحب نے اُن کی دعوت کی مگر اُس طرف سے وعدہ وفا نہ ہو سکا ان کو نہایت افسوس ہوا اور یہ شعر کہا۔

یاد ہیں سات سو چھیاسی کی   ہے نہ تازہ شراب باسی کی

الغرض کسی کے یہاں تحفۃً پلاؤ بھیجا۔ مگر یہ صاحب کچھ اُن سے خفا تھے غصے سے پلاؤ کا پلیٹ زمین پر پھینک دیا اور بعد کو جب خیال آیا کہ رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے تو فوراً اسکو دفن کرا دیا۔ ڈھینڈس صاحب کو معمول سے زیادہ رنج ہوا اور یہ شعر کہا

آج زردہ پکا کے بانٹیں گے   فاتحہ ہے پلاؤ مدفوں کا

حرف ذال معجمہ

ذاکر۔ شیخ زکریا نام تھا۔ غازی آباد یا نواح غازی آباد ضلع میرٹھ کے باشندے نہایت نیک نفس وجیہ خوش وضع ظریف الطبع تھے۔ راقم الحروف کے بڑے دوست تھے دہلی میں قریب قریب روزانہ ملاقات ہوا کرتی تھی۔ گھنٹوں شعر خوانی کی صحبت رہتی۔ ذاکر سنجیدہ دونوں رنگوں میں شعر کہتے تھے۔ ظرافت بھی متانت سے دور نہ ہوتی تھی۔ اور متانت چھچھورے اور پھکڑ پن سے ہمیشہ پاک رہتی تھی۔ اس میں بھی ایک خاص قسم کی لطافت اور شیرینی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ مجموعہ کلام ایک دیوان میں جمع کر لیا تھا۔ مگر افسوس کہ عین عالم شباب میں بعمر ۲۵ سال ستمبر ۱۹۱۸ء میں انتقال کیا۔ اب وہ غیر مطبوعہ کلام مفقود اور نایاب ہو گیا۔ صرف چند روز کی باہمی صحبت میں حافظے نے چند شعر محفوظ کر لیے تھے وہی لکھتا ہوں۔

مرا دین و مذہب اٹھا لیگیا — وہ بت کل مصلا اٹھا لے گیا
فقط خالی پاکٹ کے مالک ہیں ہم — بقیہ وہ اک اک ٹکا لے گیا

بھوکے عاشق کے واسطے ذاکر — گال سے شیرمال اچھا ہے
نہیں تخصیص زلف کی کوئی — آپ کا بال بال اچھا ہے

قتل بھی کرتا ہے اور پھر وہ جلاتا بھی ہے — خوبیٔ قسمت سے ملا مجھ کو [illegible]

جب مرے خاص اشاروں کو سمجھتا ہی نہیں — پھر وہ کس کام کا کمبخت ناطقی معشوق
بادۂ تند سے ہے مجھکو زیادہ ذاکر — کوٹ شیشے میں دیتا ہے جو ناطقی شوقا

کام آتا ہے نکیرین کا پہرہ ذاکر — نہیں رہتا کسی مردہ کو کفن چور کا خوف
قابل رشک ہے آزادیٔ مارگیسو — نہ سپیروں کا کوئی ڈر نہ کسی مور کا خوف

سگان کوچۂ جاناں اب کھٹکنے ہیں لگے ذاکر — جو دو بادل سے بچ جاتے ہیں تو یہ ٹانگ لیتے ہیں

ذبیح۔ حکیم منشی محمد اسمعیل خاں نام ہے۔ دہلی وطن ہے۔ ایک زمانہ میں محلہ پہاڑگنج دہلی میں مطب کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نواب سعید الدین احمد خاں طالب مرحوم کے ہاں ملازم ہوگئے تھے اب خدا معلوم کہاں ہیں۔ پہلے افضل الاخبار میں ان کے مضامین بطرز پنچ ہمیشہ نکلا کرتے تھے۔ اسمیں بھی ظرافت کا چٹخارہ رہتا تھا۔ غزل میں بھی ظرافت شامل کر لیتے ہیں۔ اور دونوں رنگ ملا کر سامعین کو محظوظ کرتے ہیں ۱۹۱۲ء میں دلی کے بعض مشاعروں میں میں نے ان کو دیکھا تھا اس وقت پچاس پچپن برس کی عمر تھی۔ انتخاب کلام ظرافت یہ ہے۔

نگہ میں کھٹکا رہا محتسب چھپ چھپ کے آتا ہے — آچکا ہے اٹھا لیجائے گا کفگیر میخانہ
شراب پاک بند و نکو یہاں حوریں پلائینگی — کہیں جنت نہ ہو واعظ تری ہمشیر میخانہ

خدا جانے جو خواہش اور کچھ ہوتی تو کیا ہوتا — ذرا سے ایک پیسے پر تمہارا دم نکلتا ہے
دشت جنوں میں کبھی نہ پھرے ہم برہنہ پا — یہ آبلے ہی پاؤں کے پاپوش ہو گئے
میں نے نکالے گھر سے جو اس سحر فن کے پانو — چھیچھی سے پاؤں ہو گئے ایک ایک ہر کے پانو

چھکا ہوا [illegible] کر بھرا [illegible]   ہیں پیٹ میں [illegible]

مرنے سے مفلسی کا مری پردہ کھل گیا   باہر کفن کے [illegible] کفن کے پانو

سونے کی جستجو میں چھانی بہت سی خاک   آخر کو [illegible] گئے سیمتن کے پانو

صد شکر پایا مرتبۂ غوث قطب سے   [illegible] خستہ تن کے پانو

چاندی کی نہریں الکھ دکن میں سہی بہیں   مفلس نہیں کہ [illegible] باہر [illegible] گئے پانو

ذکی۔ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ [illegible] مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ظرافت میں اگرچہ [illegible] کا رنگ شاعر [illegible] پہنچتا ہے۔ مگر پھر بھی نہایت بہتر کہنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ خصوصاً [illegible] سے پڑھنے کا انداز نہایت خوب ہے [illegible] زندہ تصویر کھینچکر دکھا دیتے ہیں۔ شوخی مضامین۔ صفائی زبان وغیرہ آپ کے کلام کی جوہر اعلیٰ ہیں۔ راقم الحروف کے دوست ہیں۔ عرصہ سے بسبب پریشانی روزگاری [illegible] میں مقیم ہیں۔ انتخاب کلام یہ ہے۔

دھر جب تک ہوئی نہیں تو آ سے کیا دیکھے   گالیاں دیتا ہے [illegible] روز [illegible] مجھکو

زلف پر پیچ کی الفت میں [illegible]   دیکھنے کو [illegible] مجھکو

[illegible] سو مرتبہ جب یار کو [illegible]   تب کھلا [illegible] جیسے [illegible] مجھکو

جب کہا قیس نے [illegible]   کہا لیلیٰ نے کہ [illegible] مجھکو

وصل ہو جائے [illegible]   ورنہ [illegible] نہیں [illegible] مجھکو

اے ذکی گر گئیں [illegible] جو [illegible] پلکیں   نظر آنے لگا [illegible] گلستاں مجھکو

تھا حکم نجد میں لیلیٰ کا ساربان کے لئے   کہ بھیجا جلد نکل چل شتر کو باندھ کے لئے

[illegible] کس لئے صبا و باغ چھوڑا ہے   یہ کہ قفس میں [illegible] میرے آشیاں کے لئے

[illegible] نہیں یہ اتنا تھا قیس   وہ وقت تو [illegible] جاتے ہیں پاسباں کے لئے

کھلا کے قیس کو لیلیٰ نے اور الٹی دی ۔۔۔ کہ ہو گی فاقہ سے لیجا یہ اپنی ماں کیلئے

یہ حال ہے ترے کشتہ کا اب تو اے جاناں ۔۔۔ کہ کتے لاش پہ لڑتے ہیں استخواں کے لئے

تو اس پری کی محبت میں گھوم جا ای غیر ۔۔۔ کہ تیرا باپ بھی لوٹا تھا تیری ماں کے لئے

کسے لگاؤگے تم تیر مر گیا عاشق ۔۔۔ وہ فاختہ نہ رہی اب غلیل خاں کے لئے

اے جانِ جاں بتائیے گیسو کدھر گئے ۔۔۔ وہ کون سے گدھے ہیں جو یہ کھیت چر گئے

ظالم پس فنا بھی ہے بوسوں کی آرزو ۔۔۔ منھ کھل کے رہ گئے ترے عاشق جو مر گئے

سوتے میں سے گیا کوئی زلفیں تراش کے ۔۔۔ وہ مجھسے بدگماں ہوئے موچھیں کتر گئے

طفلی میں کھو نہ دینا کہیں عاشقوں کے دل ۔۔۔ پھر روؤ گے کہ میرے کھلونے کدھر گئے

ذلیل - نو بہار نام تھا - میرزا سلیمان شکوہ بہادر کی کنیز تھی - نہایت شوخ تیز طبع شعر گوئی کا شوق تھا - مگر تخلص کی رعایت کو ہمیشہ مد نظر رکھتی تھی - یعنی ریختی کے فحش شعر کہتی تھی - دو شعر جو صاف ہیں نقل کرتا ہوں -

میں فرشتے کی بھی سنتی نہیں ناصح کیا ہو ۔۔۔ اپنے کرتوت پہ جس دم کہ اُترآتی ہوں

تمہیں اللہ رکھے اپنی اماں میں مرزا ۔۔۔ ہمسی پریوں کو بھی دیوانہ بنالیتے ہو

ذوقا - شاہ ذوقا ذوقا کر کے مشہور تھے سنا ہے کہ بنارس کے رہنے والے تھے مجذوب الحال تھے غدر سے پہلے شرف الدین احمد کے پاس میرٹھ میں آکر رہے تھے - ایک شعر مل سکا ہے - اسے مجذوب کی بڑ سمجھئے یا ظرافت جانیئے -

نے بام کے ہیں زیب نہ زینت کسی در کے

ہم باٹ کے روڑے ہیں ادھر کے نہ اُدھر کے

ذوقی - میر عبد الواحد نام تھا ذوقی تخلص سید محمد اشرف درگاہی کے صاحبزادے تھے
بلگرام وطن تھا - نہایت شیریں کلام - اور لطیف الطبع تھے - اُن کے والد سید محمد اشرف موضع راہون
کے جو نواحی لاہور میں تھا حاکم تھے - اتفاق سے وہاں کے کچھ سرکش لوگوں سے جنگ ہوئی ذوقی بھی
وہیں تھے اسی باعث سے اس معرکے میں شریک ہوئے - اور اسی موضع میں بتاریخ ۲ محرم الحرام
۱۱۳۴ھ روز جمعہ بعد نماز عصر لڑتے ہوئے مارے گئے - مولف خمخانۂ جاوید نے غلطی سے
انھیں کو راہون کا حاکم لکھا ہے - مگر دراصل یہ حاکم نہ تھے جیسا کہ تذکرہ سرو آزاد کی عبارت
سے ظاہر ہے ذوقی مرحوم اردو و فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور متین اشعار میں اپنا تخلص واحد
رکھتے تھے چونکہ شیرینی کلام سے ان کو نہایت ذوق تھا اسواسطے اُسکی تعریف میں پورا ایک دیوان
کہہ ڈالا جو شکرستان خیال کے نام سے آج بھی ملتا ہے - اس میں غزل - رباعی قطعے - مثنوی
مخمس - ترجیع بند وغیرہ سب کچھ موجود ہیں - اور ایک شعر سے ابو اسحاق اطعمہ کے کلام کا مزا آتا
ہے - جسکا انتخاب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے -

آنانکہ پردہ از رخِ لوزینہ وا کنند — آیا بود تواضع صحنے بما کنند
نان از تنور بہر مُربا جدا شدہ است — لازم بود کہ حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست — اہمال در تناول فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنہاں ز چشم بد بہ لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش بر کشیدہ اید — بار دگر بہ کیلہ ندانم چہا کنید
ہنگام آں شدہ کہ اسیرانِ انبہ را — بر کام دل ز محنت زنداں رہا کنید
آوردہ ام برائے شما شربت انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید

شیریں نشدے ذائقہ شکر نشدے گر — چشمم نشدے سیر ز عفر نشدے گر

چنداں بہ ادب دست نمی داد کشش من — با شیر و شکر حسب تمنا نشدے گر

حلوا نفزودے بدماغ ایں ہمہ قوت — ذوقِ ہمہ اجزاش نہ نشدے گر

نقل بگیر بزباں یکدو سہ چار پنج و شش — ریزہ قند بدہاں یکدو سہ چار پنج و شش

در قدح بلور کن شربت قند با گلاب — چمچہ بزن دراں میاں یکدو سہ چار پنج و شش

پیدہ دلفریب را گرچہ بقفل گفتہ اند — لیک بندہ زباں یکدو سہ چار پنج و شش

شاہ انبہ بکف گرفتہ از کمال شوق — بر بسو ہم بکشد آں یکدو سہ چار پنج و شش

صحن پر از مزعفر و کاسہ پر از برنج و شیر — خوب نمائدم بخواں یکدو سہ چار پنج و شش

مصرع نغز اطعمہ وہ چہ خوش است ذوقیا — خربزہ تحفہ خوش نہاں یکدو سہ چار پنج و شش

دہنہا و دل ز ذوق برفیم بیتاب می گردد — کہ از یاد زلالی موج پیچ و تاب می گردد

بہ بیں بسوئے چپاتی بہ دیدہ بہ انصاف — کہ بے وصال شکر حالت نزاراں چیست

غرض ز موسم برسات اولہ و بوندی است — دگر ز ایں ہمہ تمہید برق و باراں چیست

چرا نہ شکر از خرمی بخود بالد — کہ آں از ہمہ مقبول آمد و منظور

در تمنائے ملاقات شکر اے ذوقی — آب گردید دل شیر بہ الفت سوگند

حرف رائے مہملہ

راحت — دہلی کے کسی نامعلوم ریختی گو کا تخلص ہے۔ [illegible] مل سکا کلام مل گیا۔ جو حاضر ہے —

جب سے وہ بانکا سجیلا دل کو میرے بھایا ہوا | ننگ لگتا ہے نہیں گھر [illegible] کھایا ہوا
میں اپنی ایڑی چوٹی پہ [illegible] رکھ دیتے | یہ مردوا [illegible] اٹھے ہے [illegible] سکا
رو دو گی تم تو [illegible] بیٹا [illegible] | تم جو جھکی ہو [illegible] آگے جو ابھر گیا

دودھ لینے کا ارادہ تھا جو جوڑا اٹھا کر | ٹوپی لی انگیا دری دیکھو [illegible]
جیسے بیٹی ماں بہن کا کچھ نہیں کرتے خیال | گھر میں آکر سات [illegible]
گونگی بہری اب تلک تو گوتی چھٹی ہے [illegible] | منہ کی باتیں سنو [illegible]

پوتی پوتوں والی ہو کر لال جوڑا پہنو ہو بیا | مجھ کو تو بی یہ بڑھاپا چلا آتا نہیں

کھلا تو تو تو پا ہوئی پوری آرزو تیری | دوگانا لال سا بیٹا جنی بہو تیری
لحاظ آیا کسی کا نہ تجھ کو عصمت جان | غلام سے گئی پکڑی جنم میں تو تیری

رحیم — ایک قدیم ریختی گو تھے جو دلی اور رحمان کے معاصر تھے۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم میں انھیں ریختی کے طرز کا مخترع اور موجد بتایا گیا ہے —

اری نادان تیں اپنے سجن کو کیوں گنوایا ہے — دُپٹا کر سیہ کو جگ میں کسی نے ذوق پایا ہے
بہت پچھتاوے گی میری نصیحت مان کہتی ہوں — سکھی کر بات ... پیارے کو جو بھایا ہے

رسوا - خیرات علی نام تھا - پنجاب کے رہنے والے تھے - مگر عمر بھر دلی میں قیام اور مقام رہا - نہایت شوخ زندہ دل ظریف الطبع تھے بات بات میں لطیفے اور چٹکلے کہتے تھے خود بھی ہنستے اور سننے والوں کو بھی پہروں ہنساتے - غزل گوئی کا شوق تھا - میر ممنون سے اصلاح لیتے تھے - مگر ظریفانہ رنگ میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتے تھے - مگر اکثر شعر ہزالی اور فحش کے درجہ تک پہونچ جاتے تھے - چند شعر مع حالات کے ایک قدیم قلمی بیاض میں نکل آئے جنہیں سے میں - اور غیر مہذب دونوں رنگوں کو چھوڑ کر یہ شعر جو ظریفانہ کہے جا سکتے ہیں انتخاب کرتے ہیں

نالہ کرے نہ ہجر میں اختر شمار ہو — شام فراق در کا ترے چوکیدار ہو
رسوا یہ لین دین ہے تو کیا ضرور ہے — دل اپنا انکو نقد دیں بوسہ اُدھار ہو

مجنوں کی یہی دست درازی ہے تو اک روز — سر نوچ کے لیلیٰ کو چڑھائے گا شتر پر
میں خود تری زلفوں میں گرفتار ہوا ہوں — تونے تو نہ بھیجے تھے سپاہی مرے گھر پر
کچھ اونٹ سے کم حضرت زاہد بھی نہیں ہیں — اتنی سی کسر ہے نہیں کوہان کمر پر

رستم - لکھنؤ کے ایک قابل ظرافت نگار کا فرضی تخلص ہے - جن کی قابلیت اور استعداد علمی نہایت معقول ہے - ظرافت صرف ظرافت تک محدود نہیں بلکہ اس سے گزر کر وہ فحش کی حدود میں پہونچ جاتی ہے میرے بیحد اصرار اور التجا پر چند شعر عنایت فرمائے - لیکن اس کے ساتھ ہی منع فرما دیا کہ نام یا صحیح پتہ ہرگز نہ لکھا جائے - کلام بھی بہت کم دستیاب ہو سکا - کیونکہ ایسے اشعار جو صاف شستہ ظرافت یا زیادہ سے زیادہ ہزل

[illegible]

ہے۔ بہر صورت جو شعر ان اسقام سے پاک ہیں اور مجھکو مل سکے ہیں درج کرتا ہوں۔

ہر اک زبان پہ غلغلہ ہے کدر او رشوت کا — پھنسی ہیں مادر وطن جناب نور باقی

نہ اُن کی والدہ ہوتیں نہ وہ نہ عشق مرا — خدا دراز کرے عمر اُن کی نانی کی

پھلائے پھرتے ہیں وہ پیٹ چھ مہینے سے — ذرا سی گوشت کی بوٹی نے یہ گرانی کی

گزر رہی ہیں شب انتظار کی گھڑیاں — اُدھڑ رہی ہے سلائی مری میانی کی

شدت ضعف کا کیا ذکر کہ آکر شب غم — چارہ ساز آکے سہارے سے کھڑا کرتے ہیں

ہنسے سر ڈھانکا اُنھوں نے قبل ہمکو کر دیا — اب وہ ہیں اور ہم اپنے خون کا دعویٰ کریں

رشک - ان کا میر علی اوسط نام تھا لکھنؤ کے نہایت مشہور و معروف شاعر تھے
شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے نہایت رشید شاگرد تھے زبان کے زبردست محقق تھے - ایک
لغت زبان کی ترتیب دی تھی مگر افسوس کہ وہ شائع نہ ہو سکی - دو دیوان نظم گرامی
نظم مبارک غدر سے پیشتر طبع ہوئے تھے اب کمیاب ہیں - منیر شکوہ آبادی اُن کے
ارشد تلامذہ میں تھے - رشک نے ۱۲۸۴ھ میں بعمر ۷۰ سال انتقال کیا - اگرچہ یہ نہایت
متین اور مہذب تھے - مگر ان کے بعض شعر ظرافت کے بھی پائے جاتے ہیں - اسکی وجہ
صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسوقت کے لوگ متانت کے ساتھ ظرافت نگاری کو بھی
شامل رکھتے تھے - جو شعر لکھے جاتے ہیں اُن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نادانستہ
ظرافت نہیں ہے بلکہ قصداً اس طرف قدم بڑھایا گیا ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز نہ لکھے جاتے

چاول الماس گوشت لخت جگر — فرقت یار میں پلاؤ نہیں

میرے کھانے سے کیوں فلک ہے کباب — پاؤ روٹی ہے نان پاؤ نہیں

اور کیا ہے ترا لعاب دہن — یہ اگر قند کا چراؤ نہیں

اب کے جاتے ہیں اپنا نالہ و آہ ۔ اس طرح کا کوئی الاؤ نہیں
یہ زمین غزل دیے اے رشک ۔ جس میں ذرہ کہیں بھراؤ نہیں

اے ماہ حیات کبھی مجھ کو تشبیہ دے ۔ چھوٹا تری رکابی کا تورد سے کم نہیں
یارب یہ گورے ہیں کہ فرشتے عذاب کے ۔ نکلے ہی کانپور کے گورستان سے کم نہیں

مندرجۂ بالا غزل سن کر کسی ظریف الطبع نے سر مشاعرہ یا سر محفل رشک کو مخاطب کیا اور یہ شعر پڑھا۔

چھیچھڑے دور سے دکھاؤ نہیں ۔ رشک بیٹھا ہے منہ بڑھاؤ نہیں

سننے والوں نے وہ قہقہہ اڑایا کہ محفل عشرت گونج گئی۔

رفیع الدولہ۔ دکن کے ایک خود پسند بیوقوف رئیس زادہ کا تخلص تھا۔ اگرچہ اس کا تذکرہ کرنا اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ تذکرہ روز روشن اور تذکرہ آفتاب عالمتاب میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے ان کا ذکر لکھا ہے۔ اس لئے اتباعاً میں نے بھی ان کے لکھنے کو ترجیح دی۔ جس زمانہ میں انگریزوں نے دکن میں ریاست پر قبضہ کر لیا۔ تو رفیع الدولہ کلکتے پہونچے۔ نواب گورنر جنرل اور دوسرے معزز انگریزوں نے اس کی بیحد دلدہی اور تعظیم کی اور معقول مشاہرہ ان کے اخراجات کے لئے مقرر کرا دیا۔ چونکہ رفیع الدولہ کا دماغ چلا ہوا تھا۔ ان کی وہی بیہودہ اور لایعنی باتیں جاری تھیں مثلاً آپ جہاں کہیں کسی جلسہ وغیرہ میں شریک ہوتے تو بغیر تجویز صدر کی کرسی پر خود ہی رونق افروز ہو جاتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی سلام کرتا تو آپ آنکھ کے اشارے سے سلام لیتے تھے۔ چھیڑنے اور بنانے کے لئے بڑے بڑے آدمی بھی آپ سے جی حضور سے بات کرتے اور جو کچھ کہنا ہوتا تھا دست بستہ کہتے تھے۔

دوسرا خبط یہ تھا کہ ہر سال بہت [illegible] بتیاں سگ اصحاب کہف کی روح کو ثواب پہونچانے
کے لئے تقسیم کرایا کرتے تھے۔ تیسرا خبط یہ تھا۔ کہ اپنے دیوان یعنی اپنے منشی کو جس سے
اکثر اپنی باتیں لکھوایا کرتے تھے کاتب الوحی کہا کرتے تھے۔ یعنی اپنے کلام نثر و نظم کو
وحی آسمانی جانتے تھے۔ چوتھا خبط یہ تھا کہ آپ شعر فرماتے تھے اور کبھی بھول کر بھی موزوں نہ
فرماتے تھے۔ بلکہ آپ کے کلام کو رنگ ظریفانہ میں شامل کرنے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جو کچھ لچر و
پوچ اُن سے صادر ہوا ہے وہ موزوں تک نہیں۔ پڑھنے والوں کے لئے زعفران زار کشمیر ہے
انھوں نے جب اپنا دیوان اپنے ہذیانات سے ترتیب دے لیا تو نواب گورنر جنرل بہادر کو
ہدیتاً بھیجا۔ اُن کے لئے ایک سامان تفریح ہاتھ آیا اور مولوی سراج الدین صاحب کے پاس
جو اس وقت قاضی القضاۃ تھے بھیجا کہ اس کا دیباچہ لکھو۔ چنانچہ تعمیل حکم کے لئے انھوں نے
نہایت لطیف اور ظریفانہ رنگ میں دیباچہ لکھا۔ چنانچہ قاضی محمد صادق خاں اختر نے اُس
صفحہ کو نقل بھی کیا ہے۔ اب چند شعر نمونتہً درج کئے جاتے ہیں۔

الٰہی دانشمندی مرد خدا — زالٰہی تو امید دانی ترا

ابر و برق و تجلی دبراق نور افشاں آمد — آب باراں کہ بحکم خدا نیاید نیدکہ باراں آمد

خم غدیر را کہ پیغمبر داد و دملاک داد — خریدار ملک را صلح سرتاج دلو

منصور حلاج بدار و مدار انا الحق گوید — شریعت پیغامبر خدا کہ حق بحق گوید

صاحبقران بجنگ سمرقند نونہال شد — بنیاد جنگ کردہ کہ الیدرم خوشحال باشد

سلاح جنگ کہ سپر و شمشیر آمد — گولہ توپ و تفنگ کہ بد بلا آمد

صورت نور کہ ارمنی در کلکتہ بسیار — خواب راحت کجا کہ پشہ بسیار

زنانِ کلکتہ را آب بسیار — گردن صراحی دارد و شراب بسیار

مقرر کردہ عالم بحق کہ از وے شناس — خدا را شناس و خدا را شناس

رنگ ۔ حریف خاں نام عرف مرزا رنگیلے۔ تذکرہ خمخانہ میں ان کا ذکر مختصراً لکھا ہے مگر یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ صاحب تذکرہ بزم کور لکھتے ہیں "استعداد علمی رسمی ہے تفنن طبع کے طور پر شعر کہہ لیتے ہیں جسمیں بیشتر تمسخر کا پہلو مدنظر رہتا ہے۔ انتخاب کلام یہ ہے۔

سکون اختلاج دل ہوا جس نے اسے پھانکا — سفوف عاشقی ہے نام خاک کوئے جاناں کا

چالان ترا کیوں ستم ایجاد نہ ہوگا — کیا خون کا دعویٰ ستم ایجاد نہ ہوگا

وارنٹ میں ہو جائے گا آخر کو گرفتار — حاضر جو عدالت میں تو جلاد نہ ہوگا

بند آنکھیں ہیں تمھاری انگھتے ہو رات دن — یہ تو بتلاؤ کہ افیون اسقدر کھاتے ہو کیوں

گھر بیٹھے دید رخ کی ترے کب ہو نصیب — قد بڑھ کے گھنٹہ گھر کے برابر جو یار ہو

ہمارا یار ہمکو آج ملٹری چٹائیگا — سنا ہے یہ کہ تل رخسار کا لب کی شکر ہوگی

نہ پوچھو مفلسی کے عقد کا ساماں قاضی جی — کنوئیں کا انکے پانی ہوگا اور سیری شکر ہوگی

رنگیلے ۔ محمد اسمعیل خاں نام تھا۔ جونپور کے رہنے والے تھے۔ مگر عرصہ سے اپنے چچا محمد جعفر خاں کے پاس جو مین پوری میں مختار تھے آرہے تھے۔ اور ان کی محرری میں کام کرتے تھے۔ رنگیلے مرحوم ابتدا میں متین اور عاشقانہ شاعری کرتے تھے۔ اثر تخلص تھا اور حضرت داغ دہلوی کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ۱۸۹۰ء سے اُن کو ظرافت گوئی کا شوق ہوا۔ اور رنگیلے تخلص اختیار کیا۔ اس طرح کے کلام میں بھی فکر نہایت صائب تھی۔ نہایت اچھے شعر نکالتے تھے۔ مگر ظرافت ہی میں رنگ قدیم بھی شامل رہتا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں معقول عمر پا کر انتقال کیا۔ ان کے احباب نے اُن کی یادگار میں ایک بہت بڑا مشاعرہ کیا۔ اور اس کے اختتام پر ایک قصیدہ جو رنگیلے مرحوم کے قصیدوں میں یادگار قصیدہ تھا۔ چوکھٹا وغیرہ لگوا کر شعرا کو تقسیم کیا گیا۔ رنگیلے کا کلام

اگرچہ بہت عالی پایہ نہیں ہے۔ پھر بھی کافی دلچسپ ہے نمونہ کلام یہ ہے۔

پتیلا میں ذرا اُٹھ کر جھپٹ جائے یہ کہتا ہے ‏— [illegible] کفگیر میخانہ

ہمارے شیخ جی ہٹنے کی اکثر مشق کرتے ہیں ‏— کبھی دیکھ آئے ہیں [illegible] میخانہ

کمر ٹوٹی ہوئی مستی میں کھلا لنگ سرک آیا ‏— کہاں اگر کھلی ہے دیکھئے تقدیر میخانہ

کبھی ٹھرا اڑاتے تھے کبھی [illegible] ‏— جنھیں ہم رند سمجھے تھے وہ نکلے پیر میخانہ

بڑھاپے میں جوانی کا مزا ملنا غنیمت ہے ‏— رنگیلے اب نہ چوکو اب کرو توقیر میخانہ

نسیم صبح کے پانو کبھی کیا فر فر نکلتے ہیں ‏— چمن سے جب ترے گیسوئے عنبر [illegible] ہیں

وہیں پر ہر قدم پر تالیاں فتنے بجاتے ہیں ‏— پہن کر وہ نیا جوتا جہاں چر چر نکلتے ہیں

ترا کوچہ بھی اک ٹھنڈی سڑک ہے سیر [illegible] ‏— [illegible] نکلتے ہیں کبھی موٹر نکلتے ہیں

چٹائی اُن کی میرا بوریا دشمن نے سب پھینکے ‏— یہاں سے وہ گھروں کے آج فرنیچر نکلتے ہیں

مبارک [illegible] عدو کو [illegible] سسکیاں آئیں ‏— سنا ہے وہ بچانے کے لئے بندر نکلتے ہیں

رنگیلے وہ ترستے پھرتے ہیں اُن کے گول کمرے میں ‏— انھیں تو وصل میں [illegible] ہیں

اے شب غم تری صورت پہ خدا کی پھٹکار ‏— دیکھتا ہوں اُسے تو نیند میں بھی ڈر جاتا ہوں

رنگین۔ مرزا سعادت یار خاں نام تھا اور رنگین تخلص کرتے تھے۔ اِن کے والد مرزا طہماسپ بیگ ساٹھ برس کی عمر میں روم سے ہندوستان آئے۔ اور ہندوستان کے امراء اور روساء کی سرکاروں میں ملازم رہے۔ رنگین کی پیدائش قصبہ سرہند میں ہوئی لیکن انھوں نے نشو و نما دہلی میں پائی۔ اور عمر بھر یہیں رہے۔ سیر و سیاحت کا شوق ابتدا ہی سے تھا چنانچہ اسی سلسلہ میں اکثر مشہور مقامات کی سیر کی۔ اشغال کچھ خاص نہ تھے

کبھی تجارت کر کے بسر اوقات کرتے اور کبھی نوکری اور ملازمت اختیار کرتے۔ چنانچہ عرصہ تک مرزا سلیمان شکوہ برادر اکبر شاہ ثانی کی سرکار میں مصاحبین کے زمرہ میں منسلک رہے۔

فن شعر کا شوق ابتداء عمر سے تھا۔ شاہ حاتم سے مشورہ سخن کرتے تھے طبیعت ہمہ گیر واقع ہوئی تھی۔ متین عاشقانہ۔ ناصحانہ ظریفانہ۔ سبھی قسم کا کلام موجود ہے۔ ریختی کا موجد بعض بعض لوگ انھیں کو کہتے ہیں مگر یہ بات تحقیق سے دور ہے۔ ان کی ریختی میں حقیقتاً عورتوں کی زبان اور روزمرہ جذبات وغیرہ موجود ہیں۔ جان صاحب کی طرح نہ سراپا آورد ہیں۔ اور نہ فواحش سے بھرے ہوئے ہیں۔ کلیات رنگین کا نام نورتن ہے جس میں چار دیوان موسوم بہ ریختہ۔ بیختہ۔ آمیختہ۔ انگیختہ اور دوسری کتابیں ایجاد رنگین۔ فرسنامہ رنگین نامہ۔ مجالس رنگین وغیرہ موجود ہیں اور انھیں کے ساتھ ایک مثنوی موسوم بہ دلپذیر بھی ہے۔ جو اسوقت کی بہترین زبان ہے۔ نہ صرف زبان بلکہ اس مثنوی کا طرز بیان۔ قصہ کی روانی۔ وغیرہ سب باتیں قابل داد ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسوقت کے تمام باکمال شعرا نے متفق ہو کر اس کی تعریف کی ہے۔ بلکہ جرأت نے تو مصرع تاریخ یہ کہدیا ہے۔ کہ۔ ہے یہ بدرمنیر سے بہتر۔ ایک دیوان انگیختہ سراپا ظرافت اور ریختی ہے۔ اسکی نسبت کوئی رائے دینا فضول ہے سب جانتے ہیں کہ رنگین کا درجہ اس بارہ میں اتنا ہے کہ لوگ اُن کو موجد تک تسلیم کرتے ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ باوجود سب کچھ کہنے کے بھی درجۂ اعتدال سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ اور اس صنف خاص میں اپنے تمام معاصرین سے ممتاز ہیں۔ سید انشاء نے بھی اگرچہ طبیعت ہمہ گیر پائی تھی مگر سچ یہ ہے کہ وہ ظریفانہ یا ریختی کے رنگ میں رنگین سے بڑھ نہیں سکے۔

داری تری جاؤں میں خالق ہے تو خلقت کا — کب مجھ سے بیاں ہووے قدرت کا تری قدرت کا

اب آٹھ پہر تجھ سے مانگوں یہی دعا میں — بندی کو پڑے ہو کا رنگیں کی نہایت کا

[illegible] — [illegible]

بیک [illegible] تری بیچا سی — [illegible] مجھے [illegible]

اس [illegible] سے ترے [illegible] سے ترے — [illegible] ناسور دوا

بڑبڑاتی ہے تو کیا صبح کو کل رہ تو سہی — ہڈی ہڈی تری کرنی ہے مجھے چور دوا

دوستوں کو مرے دشمن تو کیا ہے تو نے — [illegible] تجھے منظور دوا

رات باتوں میں یہاں تو نے گزاری انا — [illegible] آئی [illegible]

سوچ اس کا نہ ہو گر مجھکو تو پھر کس کو ہو — [illegible] نہیں کیا پاؤں ہے بھاری انا

آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے مجھے اس کی چاہ — روز و شب رہتے ہیں [illegible] بیقراری انا

ہوتی ہو ہوے سو ہو بندی مٹے گی شرطیں — وصل کی اس سے نہ [illegible] ہیں ہاری انا

اٹھتے ہی صبح کو اڑ جاتی ہے نگین کے پاس — [illegible] مریں تمسے واری انا

جلیو چل کر قطب صاحب میں جو اللہ کر کہیں — دگانا مینہ برستا ہی مہینہ ہی یہ ساون کا

کروں قربان میں [illegible] کو جانی کی کرتی پر — دگانا مجھ سے اٹھ سکتا نہیں ہے بوجھ دامن کا

ہلا کر سر کیا کرتا تو مجھ سے ہنس ہنس کر — زنانی مارتا ہے مجھکو ڈورا تیری گردن کا

جوانی سے وہ پھول پڑے اکی حف نظر میری — وہ کون انسان ہے جو خوش نہیں نگین کے جوبن کا

کل جو مغلانی نے سی دی تھی مروڑی انگیا — ہو گئی تنگ پچھادن سے نگوڑی انگیا

لے گئی کھول کے تو شب کو دگانا ساری — ایک بھی میرے پہننے کو نہ چھوڑی انگیا

ٹھیک کچھ گات پہ یہ ہے نہیں بی مغلانی — تنگ اس سے بھی ذرا سیجو نگوڑی انگیا

نیند آتی نہیں کمبخت دوانی آجا
اپنی بیتی کوئی کہہ اپنی کہانی آجا

ہاتھ پر تیرے بہت کسکے ہے چھلے کا داغ
دی ہے یہ کسنے تجھے اپنی نشانی آجا

بال باندھے ہیں کہ ڈورے سے لیے ہیں تو نے
شکل لگتی ہے بری آج ڈرانی آجا

غم ہے رنگیں کو نہ پیاری رہی اسکے پیچھے
مفت برباد ہوئی میری جوانی آجا

دوگانا کو اور مجھکو دیکھا جو لیٹے
تو پھر کیا گرج کر ہوا بھوت خوجا

غضب ہے کہ رنگیں کا دل پھاڑنے کو
نیا روز کرتا ہے کرتوت خوجا

دائی تھی چوٹی گھر اسکے میں کل چور پڑا
ہوئی باجی وہ مثل چور کے گھر مور پڑا

دن دہاڑے جو چلی آئی تو میرے گھر میں
کل دوگانا ترے آنے سے بڑا شور پڑا

کوڑھ ہے تن سے جو دوا تو نے لگائی مہندی
تو ہتھیلی میں مری دیکھ لے یہ چور پڑا

تیری خاطر کروں کب تک میں دوگانا پیاری
تھرا اس بات کا لپکا تجھے در گور پڑا

ہونٹ کو اپنے دوا تو نے بنایا ہے جونک
کیا مری چڑھ ہے دھڑے کا یہ جمانا تیرا

شب کو اس حبشی بچہ نے یہ غضب خالا کیا
چھپ کے مجھسے منہ دوگانا کا مری کالا کیا

حق نظر کو کا جو میری تھی جواں چوتھی کے بعد
پیٹ اسے جب وہ گیا تب دوسرا پالا کیا

کون ایسا ہے دوا جس پر کہ اتراتی ہے تو
کوئی پیدا کیا نیا پھر چاہنے والا کیا

اے دوا کس سے کہوں رنگین کی چال پایا
سیر دوڑانے میں اس نے مات بنگالا کیا

میرے گھر میں دوناخی آئی کب
میں نگوڑی بھلا نہائی کب

صبر میرا سہتی ہے وہ — شب کو بولی تھی چارپائی کب
کل زناخی تھی میرے پاس کدھر — اوڑھے بیٹھی تھی میں رضائی کب
وہ بہنتی تو گھر میں اپنے نہ تھی — پاس اُس کے گئی تھی دائی کب
دوڑی لینے کو میں اُسے کس دم — پاؤں میں میرے موچ آئی کب
کھانا کھایا تھا میں نے جس نے کہاں — اور منگوائی تھی ملائی کب
کی تھی شب میں نے کس جگہ کنگھی — آرسی اُسنے تھی دکھائی کب
ہرگز آتی نہیں ہے سانچ کو آنچ — پیش جاوے گی یہ بُرائی کب
گوندھ کر ہاتھ پاؤں میں رنگیں — اُسنے مہندی مرے لگائی کب

تجھسے ملنے کا رونا مجھے [illegible] ہو نوج — تو ہے بے دید ترے گھر کوئی مہمان ہو نوج
ناک میں دم تھا چھڑایا ہے خدا نے انّا — عشق کے بند میں پھر بند مری جان ہو نوج
انگلاؤں میں نے اُسے سخت کڑا ہے رنگین — اے دوا جان کوئی ایسے کے قربان ہو نوج

بھاتا نہیں ہے مجھکو گنواری ازاربند — جاکر دو وہ چھے کا لاری ازاربند
ہمسائی پر یہ وقت پڑا ہے کہ تیس [illegible] — بُن بُن کے بیچتی ہے بچاری ازاربند
ڈھیلی گرہ لگاؤں تو انّا یہ کہتی ہے — آیا نہ باندھنا تجھے واری ازاربند
باندھوں جو کھینچ کر تو یہ کہتی ہے وہ مجھے — کیا کس کے باندھتی ہے تو پیاری ازاربند

زہر کر دیتی ہے وہ کھانے کو اڑکر مجھسے وز — آج سے میں ساتھ اُسکے کھانا کھاؤں دوبار
کیا گئی گزری ہوں میں ایسی کہ جاؤں ڈر کر — اور منا کر ساتھ اپنے اسکو لاؤں دوبار
ہو وہ دن ناپید جس دن بھیکر وائی وہاں — واسطے اپنے کچھ اس سے میں منگاؤں دوبار

اُس نے ہمسائے میں آکر گھر لیا تو کیا ہوا — اب اُسے آواز میں اپنی سناؤں دو پہار

دل پہ میرے نقش ہیں رنگیں کی پیاری شکل خیال — اُسکی بیچو ائی ہوئی مہندی لگاؤں دو پہار

کروں میں کہاں تک اُٹھا رات روز — تمہیں چاہیئے ہے وہی بات روز

کہاں تک سنوں کان تو اُڑ گئے — تری سنتے سنتے حکایات روز

گئے ہیں مرے گھر سے سب تجھکو تاڑ — کیا کر نہ رنگیں اشارات روز

کرتی جالی کی مجھے بھاتی ہے ہلکی ہلکی — کیوں مرے واسطے باجی نے سلائی پشواز

تو دوا ایک ہے اللہ سے اوحرفت یاز — قادری مانگی تھی تو دوڑ کے لائی پشواز

رشک سے منہ پہ بسنتی کے گئی پھول بسنت — میں نے رنگیں یہ بسنتی جو رنگائی پشواز

اتنی بندی نہیں ہے چاہ سے خوش — جتنی گوئیاں کی ہے نباہ سے خوش

تیس دن میں کسی سے ملتی نہیں — ہوں ملاقات گاہ گاہ سے خوش

وہ جو آئے مرے گھر میں تو مجھے جاوے لوٹ — جاؤں گھر اُسکے تو مجھسے کرے وہ پان دریغ

دل کی میں سادی تھی کمبخت کہ اُس سے آنا — نہ کیا میں نے تو مال و دل و ایمان دریغ

آج رنگین کو بلاتی ہوں میں اور گھر میں مرے — کچھ مہیا بھی نہیں عیش کا سامان دریغ

مجھکو اس بات کا نہیں ہوکا — بندی رکھتی ہے گاہ گاہ کا شوق

اب میرے دوگانا کو مراد ہیاں ہے کیا خاک — انسان کی اِنا اسے پہچان ہے کیا خاک

کشتی میں کپتی تیل کی اتنا انڈیل ڈال — سوکھے ہیں بال سر میں مرے آگے تیل ڈال
یا رب شب جدائی تو ہرگز نہ ہو نصیب — بندی کو [illegible] میں پیل ڈال

شوق تجھ کھوج مٹی کو جو ہے اس بات سے کم — بولتی مجھ سے دوگانا ہے بہت رات سے کم
مانا کرتی ہے عبث اپنے وہ جوبن پہ دوا — گات میری بھی دوگانا کی نہیں گات سے کم
بھیجتا روز ہے رنگیں مجھے پیغام سلام — اور میں آگاہ ہوں اس حرف و حکایات سے کم

کوئی بیس کر خوب سی لال مرچیں — تے دونوں دیدوں میں [illegible]

گر کہے گی مجھ سے کچھ منہ پھوڑ کر باجی تو پھر — ٹھنڈی کر ڈالوں گی [illegible]
اب ہوس باقی نہیں رنگیں کہ میں نے بارہا — پہنیاں سب رنگ کی ہیں بھاری بھاری چوڑیاں

تشقلین یوں چڑھی ہیں نظر میں تمہاری گیاں — اور میں کوٹھے سے اسطرح اتاری جاؤں

یوں ابھی لیتی ہوں بیل بڑا خاک چاٹ کر — گوئیاں کسطرح جھاڑو کی تیلیاں [illegible]
[illegible] مری اگر کے گئیں کوٹ کر — رنگیں تری طرح سے رنگیلی نہیں ہوں میں

اب تجھ سے خدا سمجھے تو ہے زہر کی اک گانٹھ — تجھ پر کہیں ٹپکی پڑے درگاہ کی گوئیاں
ہے دل میں ہوس اپنے تو رنگیں کی ہوس ہے — خواہش ہے نہ دولت کی نہ کچھ جاہ کی گوئیاں

طبیعت چاہتی ہے اس کو میری — کبھی اس سے بھلا کب تک ہوں میں

چھٹتا ہے وہ سو سو بار آکر — بچی اس سے [illegible] ہوں میں

جو ہونی تھی سو بات ہو لی کہارو — چلو لے چلو میری ڈولی کہارو
بچھڑ جاؤ نگری سے مرجاؤ سارے — لگے تمکو ایسی ہی گولی کہارو
چلو ہولے ہولے دھمک سے ننھی — گئی سب مسک میری چولی کہارو
مرے مغز کے بس اڑا دو نہ کیڑے — سناؤ نہ اپنی یہ بولی کہارو
الٰہی کرے نکلے تالو میں گلٹی — یہ جیسی زباں تم نے کھولی کہارو
جو ہیں اُتری ڈولی سے میں تو وہیں تمنے — پٹاری مری سب ٹٹولی کہارو
ذرا گھر کو زنگیں کے تحقیق کر دو — یہاں سے ہٹے کے پیسے ڈولی کہارو

تو تو محرم نہیں مت ہاتھ لگا چھاتی کو — سخت بیرحم ہے ترا وہی مری جان گئی
بولے وہ آؤ گے کب میں نے تب اُنسے کہا — بندی ہرگز نہیں اب تا کہیں مہمان گئی
ٹیس پڑ دیں اُٹھی اوہی مری جان گئی — مت ستا مجھکو دوگانا ترے قربان گئی
تجھنے جب تک نہ ملی تھی مجھے کچھ کھوئی تھا — ہاتھ ملتی ہوں بری بات کو کیوں مان گئی
زہر لگتی ہے مجھے تیری یہ چھچھل بازی — یاں ترے آنے سے باجی تجھے پہچان گئی
[illegible] زنگیں سے [illegible] — کچھ تو گھبرائی ہوئی پھرتی ہے اوسان گئی

شکل باجی کی جو یاد آتی ہے — ذرا جی روح نکل جاتی ہے
کھو جڑا جائے مری آنکھوں کا — نیند کیوں ان کو نہیں آتی ہے

آج دوانے یہ نوبت جو دھری جاتی ہے — میری کو کالی اچی گود بھری جاتی ہے

میری چھوچھو کی جی کو نئی تڑبا دے پشواز　　پوچھتے اسکے نہیں [illegible]
سامنے میری کو کاکے پہ سہٹ دائی　　تیری صورت سے وہ ڈرپوک ڈری جاتی ہے
میری پروا نہیں رنگیں کو اری آنا جان　　اُسکے پاس ایک نئی روز پری جاتی ہے

کل وہ لشکر کو [illegible] ہے　　جائے لادے تو مجھے اسکی نشانی [illegible]
اور تو کیا کسی لوٹے سے مجھے [illegible] گیا　　لائے گر اُس کا تو پیغام زبانی باندی

اتنا بڑا ہی مسّا ہے اک اُسکی ناک پر　　جتنی بڑی [illegible] میری انگلی کی پور ہے
شاید کہ ہو گیا ترا میٹھا برس شروع　　کوکا کچھ ان دلوں تری چاہت کا شور ہے

میں تو وہ اوڑھنے کی نہیں [illegible] اوڑھنی　　باجی مجھے اوڑھا دو جھاجھل کی اوڑھنی
بھیجا ہے گوٹ کا یہ دوپٹہ مجھے چہ خوش　　اور آپ اوڑھتے ہیں ململ کی اوڑھنی
گرمی کے مارے ناک میں آیا ہے دم مرا　　آنا اوڑھا دے [illegible] ہلکی اوڑھنی
برسات اسکو کہتے ہیں جی جس بہار میں　　سر پر ہوا کے ہوتی ہے بادل کی اوڑھنی
پہونچی لچک کر گیا ارے لوگو دوڑیو　　کولے تلک جو سرکے سرکتی ہلکی اوڑھنی
بھاری بہت منگا دے کہ سر پر لگا رکھیں　　سر پر مرے ٹھہرتی نہیں ہلکی اوڑھنی

پھنسا دیا ہے مجھے رنگیں کے دام میں ناحق　　کٹے الٰہی کرے ناک میری دائی کی

تجھکو کتا بھی تو نہیں ہے مردوا اسکو کوئی　　اتنا اتراتی ہے جوبن پر دوا کس واسطے
ریختی کہنی اجی رنگیں کی یہ ایجاد ہے　　منھ چڑھاتا ہے موا انشا جیا کس واسطے

نکلا عید کا چاند جو گھر سے شکر والا نکلا آج
کیوں نہ پھروں میں اپنی گلی اوپر الا نکلا آج

مجھکو روتا دیکھکر بولی دوا زاری نکر
تیرے صدقے ہوکے مر جاوں میں جی بھاری نکر

ہر مہینے میں کڑھاتے تھے مجھے بھولکے دن
بارے اب کے تو مجھے ٹل گئے معمول کے دن

اب کے یہ عہد ہے کہ جو بارہ وفات ہو
تو میرے اور تیرے دوگانا وہ بات ہو

دل ہو خون اور خدا کو بھاگ لگے
اس تری منصفی کو آگ لگے

رونق سید محمد محسن نام ہے تکیہ ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق ہے۔ چھ سات برس ہوئے جب بغرض امتحان کے لکھنؤ آئے تھے تو مجھسے ملنے تھے پانچ غزلیں بغرض اصلاح دکھائی تھیں۔ اب عرصہ سے معلوم نہیں کہاں ہیں۔ عاشقانہ اور ظریفانہ دونوں رنگ کے شعر کہتے ہیں۔ طبیعت میں شوخی ہے۔ اگر اسی طرح کہتے رہے تو کسی وقت بہت اچھا کہنے لگیں گے۔ چند شعر ظریفانہ رنگ کے نمونتًا درج کرتا ہوں۔

سمند عمر بھاگا ہے اگاڑی نے پچھاڑی ہے
زمیں سونگھے گا آگے چلکے اک گنجان جھاڑی ہے

حرم سے شیخ نکلے ہیں غٹر غوں کی صدا دیتے
مگر نظریں حسینوں پر ہیں اور ہاتھوں میں داڑھی ہے

نگوڑے عاشقوں کا آج سر کاٹینگے وہ شاید
اپنے آباد میں بیٹھے ہیں ہاتھوں میں کلھاڑی ہے

وہ ڈھیچوں ڈھیچوں کرتے ہیں کوئے ناز میں آکر
محلہ والے کہتے ہیں گدھا کوئی پہاڑی ہے

لو وہ آتی ہیں بوا اُن کی جو ٹھکائی ہوئی
ہائے دیا کیا کروں میری تو رسوائی ہوئی

[illegible] / [illegible]

لے ذرا پچلے تو بیٹھو کوئی دیکھے گا اگر / رکھی رہ جائیگی [illegible] سوئی ہوئی

دو [illegible] لکھنؤ سے شام کو / باجی آج آیا ہیں کچھ جھکی سی شرمائی ہوئی

شیریں سے کہنے لگے فرہاد بھیا ایک دن / یہ تو بتلا دو کہ کیوں پھرتی ہو [illegible]

کہیں کنجڑے کہیں بھنے کہیں نہاں بیٹھے ہیں / جدھر دیکھو اُدھر ہی عاشق بدلے بیٹھے ہیں

ریاض - منشی ریاض احمد نام ہے خیرآباد ضلع سیتاپور کے رہنے والے ہیں منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے شاگرد ہیں اسوقت ستر چھتر برس کی عمر ہے - راقم الحروف کے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں اور میں بھی اُن کو بمنزلہ بزرگ مانتا ہوں - ریاض ایک زندہ دل نیک طینت خوش وضع انسان ہیں - آپ کی شاعری رنگ قدیم میں نہایت بہتر ہے بلکہ میرے نزدیک داغ کے رنگ کو ریاض سے اچھا کہنے والے منشی امیر احمد کے شاگردوں میں بجز حضرت ریاض کے کوئی صاحب نہیں ہیں - ممکن ہے کہ یہ بات اُن کے لئے قابل افتخار نہ ہو مگر پھر بھی زمانہ اسکی قدر کرے گا - اور کرتا رہا ہے -

زمانہ حال میں شاعری کی دنیا بدل گئی ہے - اور اب طبیعتوں کا رجحان الفاظ کی تراش خراش - ترکیبوں اور بندشوں - سوز و گداز غیر فطری کی طرف زیادہ ہے - مگر ریاض کے یہاں قدامت کے ساتھ وہ انبساط وہ شوخی وہ شگفتگی وہ دلکشی اور رندانہ مضامین کی خوشی کی افراط ہے کہ زمانہ نے اُن کی شاعری کو خمریات ریاض مطائبات ریاض کے نام سے شائع کرنا شروع کیا ہے - اور آج میں اُن کے اشعار کی شوخی ظرافت آمیز دیکھکر اپنے تذکرہ میں ان کا خمریاتی رندانہ - معاملہ بندی کا رنگ لکھنے اور اس تذکرہ کے لئے انتخاب کرنے پر مجبور ہوں - ہر چند بعض حضرات کے لئے یہ ایک جرأت غیر معمولی سمجھی جائے گی مگر مطائبات ریاض

محرومی میری تذکرہ کی ناکامی کا باعث ہوگی۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ریاض کی شاعری
پہلو بہت نمایاں ہے اور یہ ضرور ہے کہ سچے عشق کی تصویریں ان کے ہاں کم ملتی ہیں۔ بلکہ
اس کے برخلاف بعض بعض شعر غزل میں ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو بداخلاقی کا محرک کہنا
نازیبا ہے اور یہ بات اصول شاعری کے خلاف ہے۔ یہ ایک معاصر تذکرہ نویس کی رائے
ہے مگر مجھ پر فرض نہیں کہ میں اس کا اتباع کروں۔ میں ریاض پر یہ کوئی الزام نہیں رکھتا۔ البتہ
البتہ جن شعروں میں ان کی فطرتی شوخی نے اعتدال سے باہر قدم رکھا ہے ان کے مہذب اور
شستہ ظرافت کے دائرہ میں لاتا ہوں۔ وہو ہذا۔

نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا — مرے عمر بھر اور مرنا نہ آیا

مے چرانے میں ہمیں ہو یہ طولیٰ کیسا — ہم اڑا لائے سبو آج اچھوتا کیسا

جائیے جائیے ہم حشر میں سننے کے نہیں — آئیے آئیے اب وعدۂ فردا کیسا

قرض لایا ہے کوئی بھیس بدل کر شاید — مے فروشوں کا ہے واعظ سے تقاضا کیسا

جب یہ مل جائیں کلیجے سے لگا لے ان کو — ان حسینوں سے کسی بات کا شکوا کیسا

شوق سے میں نے رہ عشق میں کاٹے ہیں پہاڑ — کوہ کن ہو تو ہوں میں تو کوئی مزدور نہ تھا

صدقے صبح وصل کے شکوا مرا جاتا رہا — ان کا شکوا رہ گیا میرا گلا جاتا رہا

دست شفقت اس طرح اک رند نے پھیرا ریاض — بیٹھ کر یاد خدا میں جھومتا جاتا رہا

یہاں وہ لے دے ہوئی آ کر کہ الٰہی توبہ — ہم سمجھتے تھے کہ محشر میں تماشا ہوگا

یہ دن ہے حشر کا ہو کر رہیگا وہ جو ہونا ہو — ارے جھوٹے کچھ اب قول و قسم سے ہو نہیں سکتا

چھپ کے راتوں کو کہیں آپ نہ آئے نہ گئے — بے سبب نام ہوا آپ کا روشن کیسا

مے چھین کر کسی سے جو پیتے تو تھی خطا — جب جام دیکھے پی تو گنہ کیا کسی کا تھا

یہ اپنی وضع اور یہ دشنام مے فروش — سن کر جو پی گئے یہ مزا مفلسی کا تھا

چن چن کے آج شیخ نے انگور کھا لئے — اب کیا رہا ہے تاک کا حاصل نکل گیا

میرے گھر شل تبرک کے یہ ساماں نکلا — آستیں قیس کی فرہاد کا داماں نکلا

نیچی داڑھی نے آبرو رکھ لی — قرض پی آئے اک دکان سے آج

کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر — شکن رہ جائے گی یونہی جبیں پر

جناب شیخ نے جب پی تو منہ بنا کے کہا — مزا بھی تلخ ہے کچھ بو بھی خوشگوار نہیں

حنا لگا کے بہت بنچتے ہیں مگر خوش نہیں ریاض — کچھ ان کی ریش میں [illegible] نہیں

یہ الجھے ہیں رندوں سے کیوں شیخ صاحب — بڑھاپے میں کیوں داڑھی رنگوائے ہیں

اک شیشہ پارسی زندوں سے زاہد کے لے ریاض — اب ہاتھ مل رہے ہیں کہ اچھی پڑی نہیں

[illegible] رندوں میں توبہ کو لے اڑا — ہم گل چلوں کے ہاتھ [illegible] نہیں

کریں گے کیا نہ کریں گے جو مے سے ہم توبہ — کہ اب دکان سے ملتی ادھار بھی تو نہیں

شیخ صاحب کیا چھپا کر لے چلے رومال میں — کچھ نہ کچھ حصہ ہے بادہ کا بھی [illegible]

اے ریاض آپ بھی پیتے ہیں ہا ہا ریش سفید — ہائے یہ نور کی شکل اور سیہ کاریاں یہ

ہم بند کئے آنکھ تصور میں پڑے ہیں — ایسے میں کوئی چھم سے جو آجائے تو کیا ہو

اٹھوا دو منہ سے شیشہ و ساغر ریاض جلد — آتے ہیں اک بزرگ پرانے خیال کے

دلائے یاد جو وعدے تو بولے جھنجھلا کر — یہ اور حشر میں لینے کو آبرو آئے

ریاض آئے تو لوگوں نے میکدہ میں کہا — کہاں یہ آج بزرگ فرشتہ خو آئے

ہماری نظر حشر میں شیخ پر تھی — وہ سر پر لیے حوض کوثر نکلے

اہل حرم میں جاکے بتا آج شیخ وقت — کافر ریاض پیر کلیسا کہیں جسے

آئے میخانے میں جب مسجد جامع سے ریاض — ساتھ ہی آپ کے قبلہ سے گھٹا بھی آئی

عمر کیا ہوا ابھی کمسن ہیں تنہا بیٹھیں — سو رہیں پاس مرے خواب [illegible]

ختم مسجد میں سے تاب بھری جاڑوں میں — ٹھنڈے پانی سے وضو کرکے ٹھٹھر [illegible]

واعظ انگور میں ہے دختر رز روبہ نقاب — آنکھیں پھوٹیں جو ادھر تاک لگائے کوئی

ہمارا عیب کھلتا ہے جو کھلتی ہے چھپی بوتل — ہمارے کام کیا کیا جامۂ احرام آتا ہے

عادت وہ بری شے ہے کہ چھٹتی ہی نہیں — بے مے کے مرے حلق سے اترے نہ نوالے

شیخ صاحب برائیاں مے کی — اور جو کوئی چھینٹ کی آجائے

کاتب اعمال نکلے کام کے — مل گئے دو دو شریک الزام کے

پاس آداب بزرگی ہے بہ این وضع جنوں — جب چلے ناصح جھکے ہم بندگی کے واسطے

اتر گئی سر بازار شیخ کی پگڑی — گرہ میں دام نہ ہونگے ادھار پی ہوگی

شیخ جی گر گئے تھے حوض میں میخانے کے — ڈوب کر چشمۂ کوثر کے کنارے نکلے

بانس پر میکدہ میں تجھکو چڑھایا اے شیخ — پھر بھی اونچے تری مسجد کے منارے نکلے

یہ کیا مذاق فرشتوں کو آج سوجھا ہے — ہجوم حشر میں لے آئے ہیں بلاکے مجھے

چھیڑ کر مجمع زہاد کو ڈرتا ہوں ریاض — کہنہ مسجد کے عوض ہو نہ مرمت میری

شیخ نے مانگی ہے اپنی عمر کی — میکدے سے اب پرانی جائیگی



حرف ز

زاغ - تخلص تھا جناب منشی محمد مبین صاحب نازش بدایونی کا - ابتدائے شباب میں کچھ اپنے جوش کچھ احباب کی فرمائش - کچھ ضرورت زمانہ کچھ امرا کے خوش کرنے کے لئے ظرافت کے رنگ میں بھی شعر کہتے تھے - اور بعض شعر اس رنگ میں بے مثل اور لاجواب ہوتے تھے - اب ظرافت گوئی بالکل ترک کر دی ہے - مگر متین اشعار میں رندانہ شوخیوں کی جھلک باقی ہے نازش ایک پختہ مشق زود گو اور پرگو شاعر ہیں لیاقت اُردو فارسی بقدر ضرورت شعر بہت کافی ہے - نثر نویسی میں بھی کافی مہارت ہے - حتیٰ کہ بعض اخبارات اور رسائل کے آپ ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں - اور اب بھی یہ مشغلہ جاری ہے - آپ کی تصنیف سے کئی ایک ناول اور دوسری نثر کی کتابیں بھی ہیں - ایک دیوان جو انواع سخن سے لبریز تھا - اتفاق سے ریل کے سفر میں گم ہو گیا - مگر انھوں نے محض حافظہ کی مدد سے کام لیکر دوبارہ اس کو جمع کر لیا مزاج میں ایک قسم کی شوریدگی بھی ہے - اور نگینی بھی - قوت واہمہ زیادہ ہے - حتیٰ کہ بعض اوقات معمولی معمولی باتوں پر الجھ جاتے ہیں - اور پھر مدتوں اس شخص سے صاف نہیں ہوتے دہلی میں زیادہ تر قیام رہا - اب عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم ہیں مگر پھر بھی جب جی چاہتا ہے میرٹھ کانپور - دہلی چلے جاتے ہیں اور مہینوں واپسی کا نام بھی نہیں لیتے - مرزا غالب کے پیرو ہیں اور اپنے تلمذ کو مرزا کے نامور شاگرد حضرت زکی مرحوم سے منسوب کرتے ہیں - مجھسے عرصہ سے ملاقات ہے - مگر کبھی کبھی اکثر باتوں پر خفا ہو جاتے ہیں - اور ہموار کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے - کلام ظرافت کے لئے میں نے بہت کچھ خوشامد کی مگر وہ کسی طرح کلام دینے پر راضی نہ ہوئے - آخر کار جناب نواب علی حسین خاں صاحب برق شاہجہانپوری کے

جو ایک وقت میں ان کے حریف ظریف رہے ہیں تھوڑا سا کلام مل گیا۔ جو درج کرتا ہوں۔ نازش کی عمر اسوقت تخمیناً پچاس برس کی ہوگی۔ مگر طبیعت میں وہی جوانی کی شوخی اور دل میں اوائل شباب کی امنگیں باقی ہیں۔ تاہل اور خانہ داری کے مخمصوں سے بالکل آزاد تنہا گوشہ عافیت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

مٹی ہے سوزنِ ملامت سے لیلیٰ شب نے
ازار صبح کی میانی ادھڑ گئی ہوگی
رقیب ناچے گا لکڑی کے بل سرِ محفل
جو اُن کے دستِ مبارک میں گڑگڑی ہوگی

اڑ اس کی بو کا غول اڑا کے
نالوں میں مرے نکہت گلِ تر آئے
وہ مجھ سے یہ کہتے ہیں اگر یوں مرے گھر آئے
جوتے سے خبر لوں گا جو آپ کے ادھر آئے
بھنگن پہ طبیعت کبھی دھوبن پہ طبیعت
اے حضرتِ دل آپ کے دشمن کدھر آئے
گرگٹ کو جو یاروں نے بنتے ہوئے دیکھا
نیرنگیِ عالم کے کرشمے نظر آئے
دکان دلِ عاشقِ صراف پہ کل وہ
دینے کے لئے مرہمِ داغِ جگر آئے
بسکٹ نہ سہی نانِ خطائی ہی دکھلا دے
مدت میں ترے عاشقِ خستہ جگر آئے
وہ مانگتے ہیں داغ کے آنے کی دعائیں
اڑتا ہوا اللہ کا مارا ادھر آئے

ڈاڑھی پہ رسا دو مزاجوں نے لگا کافور ہے
زاغ بگلا بن گیا میت پہ [illegible] نور ہے
پاک نیت سے رخِ روشن کا نظارہ کرو
غیر کو بھیا بنا لو یہ ہمیں منظور ہے

ہم درِ حسن پہ کیوں ڈاٹ لگائیں توبہ
واہ اچھی کہی یہ کام ہے معماروں کا
ضبط ہو جائیگی شمشیرِ ادا تیغِ نظر
آپ لیسنس نہ رکھینگے جو ہتھیاروں کا
سن کے یہ بات کہ ہے انکی سواری میں گدھا
چرخ چارم پہ دماغ آج ہے گھسیاروں کا

میرٹھی ملا سے یہ پوچھے کوئی | کیا زبانِ زاغ ٹکسالی نہیں

زانی - دکن کے ایک مشہور بزاز تھے - میر غلام حسین افسق برہانپوری انھیں کے شاگرد تھے - گیارہویں صدی ہجری کے شاعر تھے - کلام باوجود تلاش بھی دستیاب ہوسکا ایک مرتبہ ایک شخص سے کچھ شعر سُنے تھے اب وہ شخص بھی نہیں - مجبوراً خاموش ہوتا ہوں -

---

زبیٹر - سید باقر حسین نام ہے - سُنا ہے کہ مشک گنج لکھنؤ میں قیام ہے - نہایت قابل اور فاضل شخص ہیں گو مجھ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی - مگر سنا ہے کہ پچاس پچپن سال کی عمر ہے ایک غزل مطبوعہ نقل کرتا ہوں باقی کلام ایک صاحب سے زبانی سُنا تھا اور لکھ لیا تھا - زیادہ حالات معلوم نہیں -

ہے جگر بے رحم کے سینہ میں سنگیں دل کے پاس | سنگ خارا کی چٹان رکھی ہوئی ہے سل کے پاس
بیٹھنے پاتے نہیں کیوں پلٹے اگر جاتے ہیں ہم | جھونکتے ہیں اپنے چلے آتے ہیں سب پل کے پاس
ناک کے پہلو میں مستہ گال پر ہے یار کے | اک پہاڑی برج رکھی ہے سیہ قلقل کے پاس
کیا بتائیں حسن ترکس کس جگہ ہیں جا گزیں | دل کے اوپر دل کے نیچے دل کے اندر دل کے پاس
یوں ٹپکتا ہے دہن پر ناک میں اُن کا بلاق | آگیا ہے ذال ہے گویا چہ بابل کے پاس
گر طلسم اختلاج قلب لا سکتا ہے وہ | سلیپر میری لٹکا لے تو اپنے دل کے پاس
ہے جبین پر شکن کے نیچے یہ لمبی سی ناک | یا کھڑا کر کے رکھا ہے پچر نے بہ سل کے پاس
پھرتا ہے اس وقت زبیٹر اُس کے رخ کے ارد گرد | گھومتا ہے یا چکور اسد مہ کامل کے پاس

جب تلک اس دست نازک کی ہوا کھائی نہ تھی | گردہ گاہ شیخ جی منت کش نائی نہ تھی
بے سبب کس واسطے پھسلا مرا پائے نظر | سبزہ خط عارض جاناں پہ تھا کائی نہ تھی

کون کہتا ہے کہ غالب کی نہ تھی قدر یہ | داد دی تو حضرت جی تمہاری تعریف نہ تھی

سر میں جوئیں ہیں اُن کے آہو ہیں یا ختن میں | یا ننھے ننھے ہاتھی پھرتے ہیں کجلی بن میں

زیرک - گوبند رام نام تھا ایک کشمیری پنڈت تھے جو لکھنؤ میں رہتے تھے - شعر و شاعری سے انتہائی ذوق تھا اور فن شعر کے نہایت اچھے جاننے والوں میں تھے - ایک مرتبہ محمد علی حزیں نے کشمیریوں کی ہجو میں ایک قطعہ کہا تھا اتفاق سے وہ قطعہ زیرک کی نظر سے بھی گزرا انھوں نے اُس کے جواب میں بہت سے قطعے کہے چند شعر حزیں کے قطعہ کے اور کچھ شعر زیرک کے قطعے کے تفریح طبع ناظرین کے لئے نمونتاً لکھے جاتے ہیں۔

اشعار قطعہ حزیں

شرح قومی شنو از من کہ ندارند نسب | ادب و شرم و حیا غیرت از ایشان مطلب

ہمہ حمامی و دلاک بود اعلا لش | مابقی دلہ و سادہ دگر ارباب طرب

در حسب نامہ شاں از ہمہ خلق جدا ست | در نجابت بعزازیل رسانند نسب

کس ندیدہ بوطن مردان کشمیری را | درجہاں چوں صفت رندروانہ طلب

یک ازیں قوم ندید است و نوبت کشمیر | بر نگردد چو ز سوراخ برآید عقرب

پے یک حبہ دو انند شتاباں بدمشق | نزد ایشاں دو قدم راہ بود تا بہ حلب

بے سبب نیست اگر دوستی اظہار کنند | بعداوت چو درآیند مجوئید سبب

در محبت چو ذباب و بمروت زنبور | بسخاوت چو غراب و بشجاعت ارنب

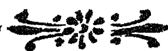
جز و نظمے کہ کند خامۂ آنہا تحریر | ہزج و سالم آنرا ہمہ بینی اخرب

گر کشند از تن زارت چو سپش خوں بلب | در برندار کف تا یماں چہ بعید و عجب

کفش و پاجامہ نماند بہ یکے از عجمے | لنگ و عمامہ تمامی برد از اہل عرب
تا نمی زاد ز دنیائے دنی کشمیری | کاش این قحبہ ستروں بدی ابلیس عرب

جواب زیرک

شیخ شیطاں کہ حزیں نام و خشنا البتہ آمد | در سخن یافتہ ریں جز و زماں منصب
بیحیا آب نہ در چشم و نہ بر رو دارد | خاک و ساخت مخمر زپے خجلت رب
قلتباں چوں نہ دہد حق عروساں ساماں | میہماں جفتہ زنانند بجو البش ہر شب
ہمچو پیکان بدلش غیرت آزادی نیست | چوں کماں خم نشود پیش کسے جز مطلب
خانہ اش نے بہ فلک ہست نہ بر روئے زمیں | سر بسر خانہ بر انداز چو ابن ہست ذنب
ساکن دیر شد و زائر بتخانۂ ہند | غور کن بودن او را بہ بنارس چہ سبب
کیست در شیطنت اے شیخ بگو استادت | کہ عزازیل بود پیش تو طفل مکتب
فتنہ بازاد بہ ایراں ز وجودت شاید | مادرت ام خبائث شد و چوں بنت عنب
چوں تو موذی نبرد راہ دگر رہ بوطن | رشے سوراخ نہ دیدست و نہ نیت عقرب
حرف بد جز بہ زبان و لب بد کے آید | بد اگر در حق نیکاں تو بگوئی چہ عجب



حرف سین

سب رنگ ۔ قاضی عبد المغنی نام تھا بدایوں کے رہنے والے تھے قمر صاحب کے شاگردوں میں تھے ۔ ظرافت گوئی کا شوق تھا اور نہایت اچھے شعر اس رنگ میں نکال لیتے تھے ۔ چند شعر ان کے یہ ہیں ۔

فضول کس لئے تکلیف ہو چکانے کی
لگا یہ تاک کہیں روٹیاں چرانے کی

اسی سے تو نے مرے دل میں پھیر دی جھاڑو
تری نظر نہیں کنجی ہے مال خانے کی

اگرچہ گنج تو باقی نہیں ہے اب لیکن
ابھی تک آپ کو عادت ہے سر کھجانے کی

وہ زندگی میں چرا لے گئے تھے دل میرا
اب ان کو فکر ہے میرا کفن چرانے کی

سنا ہے میں نے تمہیں اب وہ جوت کھاتے ہیں
یہی سزا ہے رقیبوں کے منہ لگانے کی

سنا ہے بیٹھے ہیں آج ان کے در دا ٹھا کر
سزا ملی انھیں سب رنگ کے ستانے کی

سجاد حسین ۔ یہی مشہور معروف ذات تھی جنکی ادارت میں ہندوستان کا ہردلعزیز ظریف اخبار اودھ پنچ سابق ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۲ء تک نہایت شان اور آن بان سے نکلتا رہا ۔ منشی محمد سجاد حسین مرحوم کے والد منصور علی صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے جو پنشن لینے کے بعد اک عرصہ دراز تک حیدرآباد میں سول جج کے عہدہ پر ممتاز رہے ۔ منشی صاحب موصوف ۱۸۵۶ء میں بمقام کاکوری ضلع لکھنؤ پیدا ہوئے اوائل عمر میں زیر نگرانی نواب فدا حسین صاحب لکھنؤ میں تعلیم پاتے رہے اور ۱۸۷۳ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کرکے کچھ دنوں تک کیننگ کالج لکھنؤ میں ایف اے میں تعلیم پائی ۔ مگر تعلیم سے دل اچاٹ ہو گیا ۔ اسی لئے امتحان میں شریک نہ ہوئے

بتلاش معاش فیض آباد گئے۔ اور وہاں فوج میں اردو پڑھانے پر مقرر ہو گئے۔ لیکن طبیعت کو
اس کام سے بھی کوئی خاص لگاؤ اور مناسبت نہ تھی۔ اس لئے چند ہی روز کے بعد اس شغل کو
ترک کر کے منشی محفوظ علی صاحب کے مشورہ سے اودھ پنچ نکالنا شروع کیا۔ اور اس میں اپنی
خداداد ذہانت سے وہ طباعی دکھائی کہ چند ہی روز میں یہ اخبار نہایت مقبول ہوا اور ایسے
ایسے نامہ نگار آپ کو مل گئے جنھیں جانِ ظرافت کہنا کسی طرح سے بیجا نہیں ہے۔ مرزا
مچھو بیگ ستم ظریف۔ تربھون ناتھ ہجر۔ نواب سید محمد خاں آزاد۔ سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی۔
منشی احمد علی شوق۔ منشی جوالا پرشاد برق۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ منشی احمد علی کسمنڈوی
ابو الکلام مولانا امید امیٹھوی وغیرہ وغیرہ۔ ان مضمون نگاروں نے اودھ اخبار کو چار چاند
لگا دیئے۔ اور انھیں کی بدولت آسمان شہرت آفتاب بنکر چمکا۔ اودھ پنچ نے زبان اور لٹریچر
کی وہ گرانبہا قابل قدر خدمات انجام دیں کہ آج تک یادگار رہیں۔

اخبار کے علاوہ منشی صاحب موصوف نے چند ظریفانہ ناول بھی تصنیف کئے جو آج بھی
دنیائے ظرافت کے لئے مایۂ صد ناز ہیں۔ جن میں سے حاجی بغلول۔ احمق الذین۔ پیاری دنیا۔
میٹھی چھری۔ قابل ذکر ہیں۔ رینالڈ کے ایک انگریزی ناول کا ترجمہ نہایت سلیس اور
دلکش اردو میں کیا جسکا نام طلسمی فانوس ہے۔ گو یہ ناول ایک ترجمہ ہے۔ مگر طباعی
اور ذہانت نے اس کو طبعزاد بنا دیا ہے۔ ایک کتاب حیات شیخ چلی بھی نہایت دلچسپ
آپ نے تصنیف فرمائی جسے ظریفانہ تاریخ میں ایک درجۂ امتیاز حاصل ہے۔

منشی صاحب موصوف کو ایک مستقل شاعر کہلانا زیادتی ہے۔ مگر اکثر جگہ ان کی ذہانت
طبیعت سے نظم کے جواہر بھی نکل گئے ہیں۔ جو یقیناً ظرافت کے تاج کے لئے شاہوار
موتیوں سے کم نہیں۔

آپ کی نثر کے فقرے۔ پھبتیاں بھی شعر سے کم نہیں ہیں۔ مگر ہم یہاں ان کو نظر انداز
کرتے ہیں اور صرف چند اشعار جو آپ کی تصانیف سے چنے ہیں درج کرتے ہیں۔

حیات شیخ چلی تمام ہوئی تو آپ نے یہ تاریخ لکھی۔

چھپے ہیں قہقہے جو شوخیاں ہیں ہر طرف ۔۔۔ ہے جو ہر سوفی المثل فرخندگی خندیگی

سال تاریخش چو ڈھونڈا ہاتف غیبی بگفت ۔۔۔ شیخ چلی آگئے دنیا میں باسنجیدگی

۱۳۱۹

حاجی بغلول جب کنڈے والی پر عاشق ہوئے ہیں تو ہجر میں کچھ اشتیاقیہ شعر بغلول کی زبانی آپ نے لکھے ہیں ۔ ملاحظہ کیجئے ۔

مرے دل کے مونڈھے پہ بیٹھو صنم تم ۔۔۔ تن زار گھسکر ٹھٹھیرا ہوا ہے

یاروں کو کیوں ہے واقعہ یہ کھیل ہو گیا ۔۔۔ کیا امتحان عشق ہیں میں فیل ہو گیا

تن ہو گیا ہے سوکھ کے کانٹا ببول کا ۔۔۔ اپنے تو حق میں عشق امر بیل ہو گیا

اسٹیشن عدم کو چلے ہم فراق میں ۔۔۔ جانی تمھارا ہجر ہمیں ریل ہو گیا

دیوانی فوجداری سے جھگڑے ہیں عشق کے ۔۔۔ بغلول کیا ڈرے گا اگر جیل ہو گیا

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں رسن ۔۔۔ دو ایک ہاتھ چاہ میں جب ڈول رہ گیا

پہونچا جب ان کے کانوں میں اور رہ بالکے ۔۔۔ منھ کھولے غم سے ہائے یہ بغلول رہ گیا

نالہ یوں ہم نے بطرز دگر ایجاد کیا ۔۔۔ ساتھ سائیس کو نے گاؤ ہمیں فریاد کیا

بغلول کے مختارنامہ عام کا ایک شعر

سپردم اٹھیں مایہ خویش را ۔۔۔ وہ جانیں حساب کم و بیش را

حاجی صاحب جب مقدمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو فرماتے ہیں ۔

عزیز و حق تعالی کبریا ہے ۔۔۔ شرف جس نے عدالت کو دیا ہے

حاجی صاحب جب گڈھیا میں غرقاب ہو جاتے ہیں تو فرماتے ہیں ۔

ہوئے بجلے ہم جو رسوا ہوئے کیوں درگزریا | وہیں بہتے شاعر بگڑ کر یہ غالب غالی کہتے

سخی - تخلص سید پرورش علی نام - آپ کڑا ضلع الہ آباد کے باشندے اور سید جلال بخاری کی اولاد سے تھے - رند مشرب - آزاد مزاج - یار باش خوش خلق - پابند وضع آدمی تھے نماز روزہ کے پابند تھے - بھاکا اور اردو دونوں زبانوں کے شاعر تھے - بھاکا میں انور تخلص تھا اردو کے کلام میں نہایت شستہ اور بندش زیادہ صاف ہوتی تھی - سنہ ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور پینسٹھ برس کی عمر پاکر سنہ ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی - نمونہ کلام یہ ہے -

بوسہ بتلا سخی مانگتا ہے | ایک دیجئے گا تو دس پائیے گا
اتنا کہنا تھا کہ یوسف نہ کہو | گالیاں دیں سر بازار یہ کیا
کہاں دل کو گھر بے محل جائیگا | ابھی جھٹ پٹے میں نکل جائیے گا
مرے دل میں آئینے سے یہ فائدہ ہے | ذرا اور سانچے میں ڈھل جائیگا
شیخ جی کہتے ہیں غنا کو حرام | انسے پوچھو تو ہیں یہ گاتے کیا
سر جھکا کر آتا ہوں تو کہتے ہیں | میرے دلدار کا خدا حافظ
ایک ہیں جس کا نامۂ اعمال | دو فرشتے سیاہ کرتے ہیں
تو ہے شیخ جی برا نہ کہو | دیکھو وہ بت کہیں خدا ہی نہ ہو
دل کہلو۔ نہیں جو کہتے ہو | ہم ہی لیں گے ہم ہی لینگے

سحر مولوی - اودھ پنچ سابق کے ایک مضمون نگار ہیں جن کا نام اور حال معلوم نہیں غزل یہ ہے صنعت معرا عن المعنی میں کہی گئی ہے -

طباشیر سحر عکس بیاض روئے جاناں ہے | چمک خورشید عالمتاب کی تنویر خوباں ہے
الجھتی زلف نیلی فام ہے شبدیز مجنوں پر | کہ ناقہ کو خیال لیلی محشر خراماں ہے

[illegible] پردہ [illegible] ناز رعنائی کی — کہ مجھکو خواہش تیغ تغافل کیش ہر آں ہے

زبوں کش ہوا میں کب تجلے نہانی کا — مرا دل بھی گذر گاہ تجلی ہائے پنہاں ہے

نہ کر منت کش تیغ ادائے یار عاشق کو — کہ ہر اک لغزش دل پروردہ آغوش ارماں ہے

تمنائے مصیبت آزما کچھ اور کہتی ہے — کہ وقف سادگی ہائے دل بیدار و خواباں ہے

نہیں ہے رابطہ الفت کسی جز وحشیناں کے — کہ ہر اک بات میرا اک راز اک انداز پنہاں ہے

میں احسان کش ہوں کیونکر ترے لطف نہانی کے — ستم آوارگی ہائے صبا مجھکو فراواں ہے

وفائے حسرت آگیں یہاں عجب ارادت ہے — تعجب کیا سحر گہ خار شبنم نکتہ سنجاں ہے

نثار شیخ رمضان علی نام ہے سندیلہ کے رہنے والے ہیں سید منصب علی صاحب منیر کے تلمذ ہے۔ افیون کے متوالے ہیں اور اکثر اُسی کی مدح میں شعر فرماتے ہیں۔ اب عمر تقریباً پچاس پچپن برس کی ہو گی تلاش کے بعد صرف دو شعر مل سکے وہ یہ ہیں۔

افیون پی کے کھائیں جو شیر کی ریوڑیاں — کیا مکھیوں کے حملے ہیں مجھ ناتوان پر

ہمارے ساتھ بھی سامان کیا کیا عیش کے ہیں — ادھر تھیلا ہے گولوں کا اُدھر ڈبیا ہے افیوں کی

سرشار یعنی پنڈت رتن ناتھ سرشار مصنف فسانہ آزاد۔ سیر کہسار۔ جام سرشار وغیرہ آپ کے والد کا نام پنڈت بیجا ناتھ تھا۔ جو لکھنؤ کے ایک معزز کشمیری خاندان کے رکن تھے۔

سرشار مرحوم ظریف شاعر نہ تھے صرف نثار ظریف تھے۔ مگر روانی طبع میں اپنی نظموں میں سادہ وہ چلبلے اور چٹکیلے شعر کہہ جاتے ہیں جو دوسروں سے بالارادہ کہنا بھی مشکل ہیں۔

اول اول میں اودھ پنچ میں ظریفانہ مضامین لکھتے تھے۔ اس اخبار سے بہت کچھ ان کی ظرافت نگاری کو ترقی ہوئی اور ایک عمدہ نثار ظریف کی قابلیت اسمیں پیدا ہو گئی۔ مگر چند روز کے بعد اودھ پنچ کے نامہ نگاروں سے علحدہ ہو گئے اور اودھ اخبار کی اڈیٹری کرلی۔ چونکہ

سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ اودھ اخبار پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے اور سرشار کو جواب دینے پڑتے تھے اس لئے آخر میں دونوں صاحبوں کے تعلقات کچھ اچھے نہیں رہے تھے۔ مگر انصاف اور حقیقت یہ ہے کہ سرشار نے جو کچھ سیکھا وہ اودھ پنچ ہی سے سیکھا اور باوجود اس کے کہ وہ شگفتہ با محاورہ نثر لکھنے میں مشاق تھے۔ ہر طبقہ ہر فرقہ کے حالات اور محاورات سے باخبر تھے۔ ظرافت نگاری ان کا جزو تحریر ہو گئی تھی۔ مگر سجاد حسین مرحوم کی ظرافت سے اسکو ذرہ و آفتاب کی بھی نسبت نہیں ہے۔ رتن ناتھ سرشار جب ظرافت لکھتے ہیں۔ تو کچھ رسم ورواج کے نقشے کھینچکر کچھ محاکات پیدا کرتے ہیں کچھ اس فرقہ کے حالات لکھتے ہیں اور اُن محاورات کو داخل کرتے ہیں۔ کچھ اصطلاحات خاص لاتے ہیں۔ کچھ ضرب الامثال سے زینت کلام میں دے لیتے ہیں۔ کچھ ہنسنے ہنسانے والے الفاظ استعمال کرتے۔ کچھ کلام کو طول دیتے ہیں۔ کچھ مشاہیر کے تڑپانے والے اشعار موقع بموقع لکھتے ہیں تب کہیں جا کر عبارت میں ایک لطف پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایک نقاد کی پہلی نظر نکتہ چیں کو آورد کا عیب صاف اور کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ اور دوسری نگاہ خوردہ بیں طوالت کلام کی وجہ سے ہر داستان کو سعدان بن لندھور کی داستان خیال کر لیتی ہے رنگین الفاظ کے قالب ظرافت کے نقش ونگار سے مزیب اور مزین معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ لعبت چین سے زیادہ نہیں ہوتے نہ اُن میں کوئی روح ہے نہ جان ہے۔ عام نظروں کو دھوکہ دینے میں البتہ مدد کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر سجاد حسین مرحوم کی عبارت کو دیکھئے تو وہ عربی فارسی کے بلیغ اور وزنی الفاظ کی ثقالت کے باوجود بھی اتنی رنگین ظرافت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کو کوئی حصہ اور کوئی بیرونی اور اندرونی پردہ اس سے خالی نظر نہیں آتا۔ غور کرنے پر اس کے لطف میں برابر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک ایک سادہ فقرہ بھی اُن تمام فرائض کو ادا کرتا ہے جنھیں سرشار ایک ایک کر کے جمع کرتے ہیں۔ ایجاد۔ ایجاز۔ اختصار۔ فصاحت۔ بلاغت۔ ہر جگہ دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ ایک ایک پھبتی ظرافت کہ ایک ایک دفتر کا جواب ہے۔

ہر فقرہ پکار تا ہے کہ جس جگہ میں ہوں اس کے لئے وضع ہوا ہوں۔ ہر تحریر بتاتی ہے کہ اسمیں رنگ خاص کا نہ ابھی آغاز ہوا اور نہ ابھی پر اس رنگ کا اختتام ہے۔ سجاد حسین مرحوم کی انشا کا دیکھنے والا بیساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ ع بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ راقم الحروف جب سجاد حسین کی کسی عبارت کو دیکھتا ہے تو نعمت خان عالی یاد آتا ہے۔ صرف زبان کا فرق رہتا ہے باقی کچھ نہیں۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ ان جواہرات کو جوہری جانچ کر سکتے ہیں نا شناسان ظاہر بیں اسکی بلاغتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ اسی لئے کہیں سجاد حسین کے مقابلہ پر سرشار کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور کہیں کسی دوسرے کو۔ اس کے سوا کہ وہ اپنی اپنی پسند کے مختار ہیں عقل رسا۔ ذہن نقاد۔ ذوق سلیم۔ اُن کو مجبور محض بھی کہہ سکتا ہے۔ اڈیٹر اودھ پنچ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُن کا تبسم قہقہے کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ یہ تبسم اگر قہقہہ ہے تو اس سے ظرافتوں پر دوسرے خرمنوں پر بجلی گر جاتی ہے اور اگر تبسم ہے تو مزاج و مذاق کے ہرے بھرے چمن زار کو بھی ایک غنچہ شرما دیتا ہے۔

سرشار مرحوم نے پچپن چھپن برس کی عمر پا کر سنہ ۱۹۰۳ء میں بمقام حیدر آباد انتقال کیا شاعری میں منشی مظفر علی اسیر مرحوم کے شاگرد تھے اور نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ گو ظریفانہ کلام نہیں ملتا۔ مگر اُن کے متین کلام سے چند اشعار منتخب کر کے لکھتا ہوں۔

از مثنوی تحفۂ سرشار

لندن کی بلا دو آتشہ مے ۔۔۔ اے پیر مغاں کدھر چھپا ہے

دا تا پلوا شراب اچھوتی ۔۔۔ خوشبو خوشرنگ تیز چوکھی

کوثر کی بہشتی ہو تو ہے منظور ۔۔۔ لیڈی وائن جسے پئے حور

بد مست ہوں پی کے ایک چلو ۔۔۔ زاہد کو بنا دیں خوب الو

فتوی کا شیخ کا کون مانے — آنکھوں میں سب کے کھٹکے افسانہ

اے شیخ تجھے خدا کی سوگند — رندوں کی گرہ میں باندھ لے بند

لے منہ سے لگا لے جام بادہ — اک بوند ہی پی لے نہ پی زیادہ

کیوں شیخ کو اجتناب ہے یہ — کچھ زہر نہیں شراب ہے یہ

کیوں قبلہ اگر کوئی پری چھم — با ناز و کرشمہ و خم و چم

بحر خوبی ز پاے تا فرق — ہنستی کھلتی ہوئی [illegible]

کھڑکاتی ہوئی وہ بوٹی بوٹی — ابھرا سینہ کچھڑی چوٹی

پازیب کو خوب چھم چھماتی — پیاری پیاری چھبیں دکھاتی

لپٹا کے گلے کہے مری جان — جو کچھ کہوں مان لو میں قربان

پی لو یہ شراب پرتگالی — اٹھتی ہیں گھٹائیں کالی کالی

گورے ہاتھوں سے پی علی جان — میں صدقے لگا دو مجھکو اک پان

اس پان کو لے کے آپ کھاویں — میٹھے میٹھے مزے اڑاویں

دیر و حرم ہو پن ہو یا پاپ — جو کچھ کہے سب وہ کیجیے آپ

اور میں بھی کہوں اٹھا کے چلمن — تسلیم جناب قبلۂ من

تڑکے شکل امر پر دو دم ہو — شب کو کھٹکن سے دو کرم ہو

کھٹکن نہیں ہے دیر و حرم کو کھٹکا — سیکھا اچھا ہے تم نے لٹکا

یارو دنیا دو دن ہے کس کی — مسلم کی نہ میم کی نہ مس کی

جنٹل مینوں کو دے تو وسکی — کسکی رہی اور رہے گی کس کی

نیچرل شاعری کا بہترین نمونہ سرشار نے اس انداز سے دکھایا ہے کہ اُن عیان بے خبروں کو شرمانا چاہئے جو خواہ مخواہ ہر بے تکی بڑ کو شاعری سمجھ کر اُسے نیچر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اے انجن ریل رہ نوردی — دے پھپیۂ چھکڑہ دو بردی
اے کاگ جہندہ لیمونیڈ — دے برق جہندۂ بریگیڈ
اے رشک خرام ریل گاڑی — دے رو کش ٹانگن پہاڑی
اے درتگ و پو برنگ دلدل — دے گولہ توپ جنگ کابل
اے تیر کمان ملک ایران — دے برش خنجر صفاہان
اے جوشش ابال گرم ہانڈی — دے قلقل بوتل برانڈی
اے ریگ روان دشت قبچاق — دے چنگاری سنگ چقماق

ایک اور ساقی نامہ ہے جو سرشار نے اپنے سب سے زیادہ دلچسپ ہیرو خوجی کے نام سے فسانۂ آزاد کی جلد چہارم میں لکھا ہے۔ خوجی فسانۂ آزاد میں وہی درجہ رکھتا ہے جو سجاد حسین مرحوم کے ناول حاجی بغلول میں خود بغلول اور حرفہ ریوڑی یا احمق الذین میں بھولے نواب۔ آپ ایک حماقت کی سربند پوٹ ہیں۔ جس کے کھولنے یا کھلنے پر انواع انواع کی غیر ضروری اور ضروری حماقتیں برآمد ہوتی ہیں اور جب خوجی کی ذات سے خوجی کی حماقتوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو وہ ایک حماقت اعرائی دل خوشکن اور مضحک تصویر بنکر رہجاتے ہیں۔ ساقی نامہ کی نقل یہ ہے۔

اے ساقی مشک رنگ شب فام — دے بھر کے افیم ناب کا جام
جب تک ہے بدن میں جان باقی — ٹپکا منھ میں افیم ساقی
جینا بیگم کا عاشق زار — یعنی خواجہ بدیع بیمار
خوجی
برسوں سے ترس رہا ہے ساقی — رہجاوے یہ آرزو نہ باقی
ساقی قدح افیم دیدے — اور اُس میں ملا کے نیم دیدے
نشے کے پینگ خوب بڑھجائیں — اور کڑوے کریلے نیم چڑھ جائیں
نشے میں جو کہنے بیٹھوں اشعار — پینک کا ہو دیو مجھپہ اسوار

سطریں ہوں رشک لف خوباں — اور روکش کاکل حسیناں

ہر لفظ بنے جنبش کی دھن — اور خواجہ بدیع شوہر ان

ساقی چینی کی پیالیاں لا — آب اسود کا جلوہ دکھلا

کر رحم پلا افیم چینی — نازت بہ کشتم کہ نازنینی

ہونٹوں پر آگئی مری جان — رنجم مفزا اے بامداوان

تو بے خبر اور میں ہوں رنجور — اس ملک کا کیا یہی ہے دستور

ہے میری دعا کہ خالق کُن — برسائے تری دکان پر ہُن

مجمع رہے وہاں افیمیوں کا — دل بادل چیونٹے مکھیوں کا

بیماری موت بد بلا ہے — بس اس کی افیم ہی دوا ہے

مر جاؤں گا گر نہ دے گا افیون — سوگند بذات پاک بیچون

پیاری ہے افیم جان و دل سے — پیاری ہے افیم تیرے تل سے

دوسرا ساقی نامہ بزبان خوجی (خواجہ بدیع)

پلا ساقیا مالوے کی افیم — کہ ہے شوق گلگشت باغ نعیم

کرم کر حقیروں پہ مائی ڈیر — میں قربان جاؤں ذرا کم ہیر

پیاسا کئی دن کا ہوں ساقیا — جھلک آب اسود کی مجھکو دکھا

نہ مطرب نہ ساقی نہ پیمانہ چنگ — نہ چانڈو نہ افیون گانجا نہ بنگ

جلائے دم واپسیں اے کریم — سرہانے یہ کہہ قم باذن الافیم

نہ تاخیر کر ساقی مشک رنگ — پلا جام افیوں ابھی بیدرنگ

دم پینک و عیش بے رنج و غم — پڑھوں یہ کلام فصیح عجم

کرم یا ترحم بحال سقیم — کہ ہستم اسیر کمند افیم

جو چٹکے مرے منہ میں افیون آب | تو کم ہو ذرا جوشش اضطراب
سخیاں ز افیون پر میخورند | سخیاں نبات و شکری خورند
نگہدار ما را ز راہ خطا | خطا درگذار و افیمم نما
ندارم غیر از تو فریاد رس | بدہ جام افیون باقی ہوس
خراب و سیہ مست و تر دامنم | بدہ افیمم افیمم افیمم
بدیعا بس اب روک اپنی زباں | دم صبح ہوتا ہے پینک کا دھیان

ایک جگہ خواجہ بدیع الزماں بدیعا معروف بہ خوجی ایک ڈاکٹر سے خفا ہیں تو فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم شکر کر شکر کر | قرولی سے خالی ہے میری کمر
قرابینچہ پاس ہوتا اگر | تو کچھ کر کے میں ہونکتا مگر
جو پینک میں ہوتا نہیں بے خبر | تو بھٹے کی صورت اڑا دیتا سر

دو چار جگہ خواجہ بدیعا یعنی خوجی صاحب حلوائیوں کے ایسے پیچھے پڑے ہیں کہ اپنے تصور میں تمام حلوائی کی دوکان چٹ کر گئے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لی۔ اس رنگ کے شعر بھی دیکھئے۔

خواہش تو قند کی ہے تو خواہاں شکر کی ہیں | چسکے پڑے ہوئے [illegible]
کھٹیاں وہ کھا کے رات کو خوش ہو کے ٹل گئے | افسوس مفلسی میں مرے دن ڈھل گئے

رحم اے یار کرو گو ہیں گنہگار نہیں | ہم بھی اے غیرت شیریں ہیں وفادار نہیں
کیا تری گال کی سیجاں کا کیا نظارہ | سو کس واسطے بل کرتے ہیں نظارہ نہیں
میرے حلاب کو گلقند عجب ہو تیار | ڈالوں شکر جو ترے لب کے [illegible] ہاں نہیں
بوسے پائیں جو ترے گال کے لب شیریں کے | قند گھل جائے شکر خور کو [illegible] نہیں

کیوں زمانے میں [illegible] ہوگئی اُنکی — جابجا ہوتے ہیں [illegible] بازاروں میں

کیوں نہ عشاق رہیں چیونٹیوں کی صورت گرد — بدلے لونی کے ہے شکر تری دیواروں میں

عرق آلودہ وہ ابرو ہیں مزا ہے اے دل — ہے عوض آپکے شربت نہیں تلواروں میں

لب شیریں کی ترے یوسف مصری کی طرح — دھوم ہے چاروں طرف مصر کے بازاروں میں

کیوں نہ باتوں [illegible] — صاف مصری کا مزا ہے تری گفتاروں میں

امتحاں کو [illegible] ثابت قدم — جوتیاں [illegible]

[illegible] یاں سے نکلے — تو تیر و گناہ دیکھئے گا

مزار کی اپنے انیس کا رنگ — سبحان اللہ دیکھئے گا

جبتک کہ نہ دل کی بے کلی جاوے — او دائرے والے گت چلی جائے

در بہشت آئی نظر جب تو یہ عاشق نے کہا — نشہ افیون کا چڑھا ہے یہ عمارت میری

کیوں نہ سترک میں ہے گرد ہر اک فیرنی — ڈھیر گنوں کا زمیں پر ہے کہ تربت میری

کہتا ہے خوانچہ فرنی کا کہ رنڈی کا صباق — ورق نقرہ سے کڑے کوئی زینت میری

لوٹ سکتا نہیں افسوس ہتاسا مجھے — [illegible] کے مٹھائی پہ نزاکت میری

میں یہ سمجھا جلیبی دیکھ کے حلوا سوہن — جلوہ دکھلاتی ہے شاید شب وصلت میری

مصری کی ڈلیا چلکے صنم بیچئے انیس — ہے جائے لطف کھیت جہاں نیشکر کے ہیں

سرپٹ ۔ محمد عباس نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں۔ جناب قمر بدایونی سے اصلاح لیتے ہیں۔ نغمۂ ظرافت (جو قمر صاحب کے ظرافت گو شاگردوں کے کلام کا مجموعہ ہے) سے کلام کا انتخاب کیا گیا ہے۔ بجز نام کے دوسرے حالات سے اطلاع نہ ہو سکی۔

میں نے اس شان سے اس شیخ کو اکثر دیکھا ۔۔۔ ڈگڈگی ہاتھ میں اور ساتھ میں بندر دیکھا
بھونکتے کاٹتے اب تک نہیں دیکھا لیکن ۔۔۔ موتتے میں نے انھیں ٹانگ اٹھا کر دیکھا
آج تک میں نے کبھی نیم کی ڈنڈی کے سوا ۔۔۔ ہاتھ میں ان کے نہ شمشیر نہ خنجر دیکھا
کس طرف یار کو اب ڈھونڈنے جاؤں سرپٹ ۔۔۔ ہم نے پولیس میں بھی کئی روز برابر دیکھا

خط لکھ کے کیا کرے کوئی آنکھیں جناب میں ۔۔۔ لاحول بھیجتے ہیں وہ خط کے جواب میں
ہر دن کی باندھو بوندھو سے واعظ نجات ہو ۔۔۔ ہڑتال آپ کیوں نہ ملا لیں خضاب میں
وہ اسطرح تو عارض روشن دکھا چکے ۔۔۔ ماچس ملے تو آگ لگا دوں نقاب میں
یہ کالے کالے تل رخ پر نور پر نہیں ۔۔۔ کچھ مکھیاں بھنکتی ہیں چینی کی قاب میں
پینے کو دام گانٹھ گرہ میں نہیں رہے ۔۔۔ اب بھیک مانگتے ہیں وہ جام شراب میں
آئندہ میل ست کے بھی بڑھ جائیں کیا عجب ۔۔۔ بھینسے سے کم نہیں ہیں وہ عہد شباب میں

تڑپتا ہے دل وحشی مرا یوں انکی مژگاں میں ۔۔۔ کہ جیسے بارہ سنگھا جا پھنسے کوئی نیستاں میں
تجھے سچ مچ کا یوسف کیوں نہ کر دوں یوسف ثانی ۔۔۔ گرا دوں آج لیجا کر کسی رستے کی کویاں میں
کوئی تدبیر وصل یار بھی لکھتے تو ہم کہتے ۔۔۔ چچا سعدی نے سب کچھ لکھ دیا اپنی گلستاں میں
منڈاتے ہیں ایک ہفتہ میں جو سر دو مرتبہ اپنا ۔۔۔ اب ان سے کیا کہوں دل ہے تمہاری الفیاں میں
وہ اپنے چھوٹے بھیا کو بھی اپنے ساتھ لائے ہیں ۔۔۔ کسے ترجیح دوں آخر میں لیبر اور ڈشیاں میں
تری یاد اسطرح آتی ہے دل میں اے مسیحا دم ۔۔۔ کہ جیسے ڈاکٹر ہر صبح کو آتا ہے زنداں میں

بڑھا کر نام لینا ہے تو یہ کہدو کہ خچر ہو
یہ کیا کہتے ہو تم ہر وقت دشمن تجھ سے خر ہو

پڑے ہو مرگھٹ پر ہو چکی کی سڑک پر ہو
کہیں تو دید اُس اُلّو کے پٹھے کی میسر ہو

کسی کم عمر سے قدر محبت ہو نہیں سکتی
اگر ڈھیل ہو دلبر تو کم سے کم مچھندر ہو

الٰہی یوں نکالا جائے شیشے سے جانان
بغل میں بستر ہو اور کھٹیا اُس کے سر پر ہو

تمہاری گول آنکھیں لال منہ ہونٹوں کی ٹھیک
یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ تم ...

یہ کیا بندر کی صورت میں لائے ہو ولایت سے
ارے مرد خدا تم آدمی ہو یا قلندر ہو

عدو کے پیچھے پیچھے کیوں پھرا کرتے ہو ...
خدا سمجھے تمہیں معشوق تھا اُس کے نوکر ہو

ستانے کا مزہ میں بھی چکھا دوں انکو ...
جو میرے ہاتھ میں جوتا ہو اور انکا گھٹا سر ہو

وہ ننگے پاؤں آدھی رات کو ... چھپ کر
... ساتھ بھاگ آئیں ... چھپر

سرکوب ۔ دور موجود کے ایک خوش مذاق شاعر ہیں پوربی زبان کے گنواروں کی بولی میں شعر کہنے کی مہارت ہے چنانچہ اشعار ذیل اُسی ٹائپ کے ہیں ۔

ہم کا بتائی بات ہے کا ہمرے یار ماں
مار تو توڑ مارے ہی جھٹ سی اجار ماں

کیا بتائیں   میں   اُتار

سب کا جگائے دیت ہیں چر چراے کے
لیٹا کرب نہ آج سے سارے سیار ماں

نیال

بوڑھے پر اُٹھکا رکھ کے بڑی ... بھاگ جاب
لگا جو کر تور دیج اکیلا بچار ماں

گردن پر   اسکو   لگیا جو کیدن

کریا ہے رنگ ایس مرے بانکے یار کا
ہوئی جاے رات دن کا جو نکلے بجار ماں

کالا   ایسا   دن کو

دہ دانت سے بھجا دیکھ کے وہ ڈھونٹ لاگی — چھلا سے دیت تنکو جو چھتر لو ٹیا یاں
چھلا سے دیتے ہیں تھوڑا سا

دوئی دانت گھس گئے تک لہو ہے باپ — دانتن سے ایسے جو رہاں کاٹس یارماں
نکلا — زور کاٹا

مارے ڈرن کے بھاگ گیوں لیکے اپنی جان — دیکھوں لہو بھرا جو ہیں اُسکی کٹارماں
کرمن سے جھر کا ڈیل ملا ہوے تاڑسا — وہ یار چھپ سکت ہے بھلا کب بجارماں
بھیتر اندھیری کوٹھری ماں ہمکا لٹائے کے — گھٹن سے لاگ ہے سرآین سنگارماں
سرکو پٹا را توڑ تا کرت ہے سکار تک — موتی پروت ہے جو وہ موٹے کے بارماں
صبح — کے بال میں

سعدی - آپ کا اسم گرامی مصلح الدین تھا۔ مگر تحقیقات جدید کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین آپ کا اصل نام تھا۔ بہرصورت آپ نام کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے تخلص کے ساتھ اسقدر مشہور ہوے کہ آج دنیا کا بچہ بچہ آپ کو جانتا ہے یا کم از کم آپ کے تخلص سے آشنا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا قول ہے کہ جو مقبولیت اور جو شہرت آپ کے کلام کو ہوئی وہ دنیا میں کم کسی کو نصیب ہوئی۔ آپ کی تعریف اور آپ کے احوال کا لکھنا تحصیل حاصل ہے ہر شخص آپ سے کما ینبغی واقف ہے۔ آپ جسطرح ہر صنف اور ہر رنگ کلام کے بادشاہ تھے اسی طرح صنف ظرافت کے استاد کامل تھے۔ اگرچہ ہزل وظرافت سعدی کے نام کے ساتھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں مگر میں نے ایک قدیم نسخہ میں یہ عبارت دیکھی۔ کہ حضرت نے خود فرمایا ہے۔ کہ مجھے بعض ابنا ملوک نے دھمکی دی کہ تم ظرافت لکھو۔ مگر میں نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ میرے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ تب میں نے یہ ظرافت اور ہزل لکھی ہے۔ اگر سعدی یہ کبھی نہ لکھتے تب بھی قابل الزام نہ تھے۔ کیونکہ بہت سے لوگوں کے نزدیک اُن کے کمال کو مکمل اور مسلم کرنے والی یہی دو چیزیں ہیں۔

باب پنجم گلستاں در عشق و جوانی اور ہزلیات

اُن کی ہزلیات رنگ زمانہ کے موافق سیکڑوں جگہ درجۂ فحش تک پہونچ گئی ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ جس رنگ میں ہیں ممتنع الجواب ہیں۔ بہت سی ظرافت ایسی ہے جسکی تہ میں ظرافت کے ساتھ نصیحت کے بیش بہا جواہر نظر آتے ہیں۔ بہت سی جگہ الفاظ فحش ہیں مگر ایک ایک لفظ میں نشو ونمائے زعفراں زار پوشیدہ ہیں اور ایک ایک سطر دیوار قہقہہ کا جواب ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اُن کی ہر رنگ کی ظرافت سے کچھ کچھ انتخاب کر کے لکھدوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

زمانہ کے رجحان طبیعت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے نوکر اور غلام کے لئے یہ قید لگا دی ہے:

غلام آبکش باید و خشت زن   بود بندۂ نازنیں مشت زن

لطیفہ۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ کا معشوق آیا۔ گھبرائے ہوئے اُٹھے چراغ آستین سے بجھ گیا۔ وہ بگڑ گیا۔ اور چراغ بجھنا سخت برا معلوم ہوا۔ کہا کہ سعدی تم نے یہ کیا حرکت کی کہ میرے آتے ہی چراغ بجھا دیا۔ آپ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھکر سنایا۔

چوں گرانے بہ پیش شمع آید   خیزش اندر میان جمع بکش
ور شکر خندہ ایست شیریں لب   آستینش بگیر و شمع بکش

یعنی جب کوئی ایسا شخص شمع کے سامنے آئے کہ اسکا دیکھنا دل پر ایک گرانی کرے تو ممکن ہو تو اٹھکر اس کو مار ڈال اور اگر کوئی معشوق ہے تو اسکی آستین پکڑ اور شمع کو مار ڈال۔ یعنی بجھا دے۔

لطیفہ۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک محبوب معشوق سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلدیا جدائی کے مصائب نے انھیں بہت پریشان کیا۔ مگر کیا کرتے مجبور ہو گئے مدت کے بعد ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ وہ واپس آ گیا۔ مگر اب وہ زمانہ حسن و شباب کا باقی نہ رہا تھا ڈاڑھی مونچھیں نکل آئی تھیں اور وہ بہار کا زمانہ خزاں سے مبتلا ہو گیا تھا۔ اب وہ غمزے

اور کرشمے ناز و انداز رخصت ہوگئے تھے۔ وہ حسب دستور ان کے پاس بھی ملنے کے لئے آیا۔ بادل ناخواستہ یہ بغلگیر ہوئے۔ اور ہنسکر یہ قطعہ پڑھا۔

آنروز کہ خط شاہدت بود　　صاحب نظر از نظر براندی
امروز بیامدی بہ صلحش　　کش فتحہ و ضمہ برنشاندی

تازہ بہار تو کنوں زرد شد　　دیگ منہ کاتش ما سرد شد
چند خرامی و تکبر کنی　　دولت پارینہ تصور کنی
پیش کسے رو کہ خریدار تست　　ناز بر آن کن کہ طلبگار تست

معشوق کے سبزۂ نوخیز پر آواز ے کستے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

سبزہ در باغ گفتہ اند خوش است　　داند آنکس کہ این سخن گوید
یعنی از روئے نیکواں خط سبز　　دل عشاق بیشتر جوید
بوستان تو گند نازارے ست　　بسکہ بر میکنی و میروید

پھر کہتے ہیں۔

گر دست بجاں داشتمی ہمچو تو بر ریش　　نگذاشتمی تا بہ قیامت کہ برآید

یہ کہکر بھی جی سیر نہیں ہوتا تو ایک پھبتی بھی کہہ ڈالتے ہیں جو اردو میں یوں کہی جائیگی چاند کو چیونٹے چمٹے ہیں۔

سوال کردم و گفتم جمال روئے ترا　　چہ شد کہ مورچہ بر گرد ماہ جوشیدہ است

ایک جگہ تجربہ کی بنا پر لکھتے ہیں۔

امرو آنگہ کہ خوب و شیریں است　　تلخ گفتار و تند خوے بود
چوں بریش آمد و بلاغت خد　　مردم آمیز و مہر جوے بود

ایک جگہ بڈھوں کی مذمت میں لکھتے ہیں۔ کہ ان سے نوجوان بیویاں خوش

نہیں رہ سکتیں۔

پیرے کہ زجائے خویش نتواند خاست | الا بہ عصا کیش عصا برخیزد

لطیفہ - ایک بڈھے نے ایک نوجوان عورت گوہر نامی سے شادی کی۔ مگر بوجہ ضعف کے یہ اپنی بیوی کو خوش نہیں رکھ سکتے تھے۔ آخر کار دونوں میں جنگ ہوئی۔ اور دن رات لڑائی جھگڑا رہنے لگا۔ عورت نے علیحدگی اور طلاق کی عرضی قاضی کے یہاں دی۔ بڈھے نے سر عدالت عورت کی بڑی مذمت کی۔ اتفاق سے سعدی بھی وہاں موجود تھے آپ نے ایک بات کہکر فیصلہ کر دیا۔ پوری حکایت ہے۔

شنیدہ ام کہ دریں روزہا کہن پیرے | خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت
بخواست دخترکے خوبروے گوہر نام | چو درج گوہرش از چشم مردماں بنہفت
چنانچہ رسم عروسی بود تمنا کرد | ولے بحملۂ اول عصاے شیخ بخفت
کمان کشید و نزد بر ہدف کہ نتواں دوخت | مگر بہ سوزن فولاد جامۂ ہنگفت
بدوستاں گلہ آغاز کرد و حجت ساخت | کہ خان ومان من ایں شوخ دیدہ پاک برفت
میانِ شوہر و زن جنگ و فتنہ خاست چناں | کہ سر بہ شحنہ و قاضی کشید و سعدی گفت
پس از ملامت و شنعت گناہ دختر نیست | ترا کہ دست بلرزد گہر چہ دانی سفت

یہ ظرافتیں ہیں جو اُن کے کلام نظم و نثر میں زیادہ سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ مگر ہزلیات جو از سرتاپا شوخی اور تمسخر سے بھری ہوئی ہیں اُن میں حد سے گزر کر اکثر جگہ فحش کی حدود میں پہونچ گئے ہیں۔ اس لئے انتخاب بھی نہایت دشوار ہوگیا ہے پھر بھی چند شعر انتخاب کرکے پیش کرتا ہوں۔

آں شیفتہ را چو باد در برق افتاد | آں گنبد سیم رنگ در داد بباد
از بہر منارہ زاویہ وقف نکرد | ہمسایۂ بد خدا ے کس را ندہاد
آں عہد بیاد داری و دولت شاد | کز عاشق بیچارہ نمی کردی یاد

آں روز گر یختی کہ کس چو نتو نبود
دامروز بیا مدی کہ کس چو نتو مباد

ایں ریش تو سخت دیر برمی آید
موے زنخت بزیر برمی آید
باایںہمہ چوں ... ن تومی آرم یاد
آبم بدہاں ..... برمی آید

مردکے غرقہ بود در جیحوں
از سمرقند بود پندارم
بانگ میکرد وزار مینالید
کاے دریغا کلاہ و دستارم

ایک مرتبہ ایک کریہ الصوت حافظ کو قرآن پڑھتے دیکھا تو فوراً یہ شعر پڑھے

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونقِ مسلمانی

خدایں حافظانِ ناخوش آواز
بیامرزد اگر سالے نخوانند

قلم بیا دتو درمشت کس نمی گنجد
کہ دیر شد کہ ندیداست ایں دوالمید
ترا دوات سیہ کرد روزگار ہنوز
مراز چشم قلم میرود مداد سفید

حریف عمر بسر بردہ در فسوق و فجور
بوقت عمر پشیماں ہمی خورد سوگند
کہ توبہ کردم و دیگر گنہ نخواہم کرد
تو خود دگر نتوانی بریش خویش مخند

دلیرگر صومعہ داری کند اندر ملکوت
ہمچو ابلیس ہماں طینت ماضی دارد
ناکس است آنکہ بداعہ و دستار کس است
دزد دزد است اگر جامہ قاضی دارد

امردے کانزا پلاسے در براست — خوش بود از دخترے در چادرے

بس قامت خوش که زیر چادر باشد — چوں باز کنی مادر مادر باشد

زر با مردکسے دہد بہ گزاف — کہ نداند شریعت زردشت

دو منظور موافق روے در ہم — چہ خوش باشند ہم زانو و ہمدم
ہر انچہ آنزا بود ایں را ہبا — ہر انچہ ایں را بود آنزا مسلم
رفیق و حجرہ و گرمابہ و کوے — بصحرا باہم و در خانہ در ہم
مقدم در موخر بردہ تا ناف — دگر بار ایں موخر آں مقدم
گر ایں حرفہ نگہداری ہمہ عمر — نہ دینارت زیاں باشد نہ درہم
من ایں پاکیزہ رویاں دوستارم — اگر دشمن شوندم خلق عالم
عروسان مقنع بے شمارند — عروسے را بدست آور معمم
کہ گر بیروں کنی شلوارش از پاے — تو پنداری کہ خروارے ست شلغم
حجاب نام و ننگ از پیش بردار — کہ محرم ں نپوشاند ز محرم
اگر محکم بہ بندی عقد شلوار — ہنوزت عقد صحبت نیست محکم
وصال دوستاں بیخ است و دیوار — حدیث دشمناں باد است در پرچم
ہر آں کز پشت آدم زاد ناچار — رود بر پشت فرزندان آدم
طریقت خواہی از سعدی بیاموز — رہ این است اے برادر تا جہنم

ندیدم امردے سی سالہ چوں تو در اسلام — کہ فتنہائے چنیں آخر الزماں باشد

اگر دوست تو یک ہفتہ قبا بند | بہ ہفتہ دگرت ریش تا میان باشد

اے خواجہ اگر با خرد و تمکینی | جز جلق زدن کار دگر نگزینی
چہ خوشتر ازاں بود کہ ہنگام جماع | تا خایہ فرو بری سرش را بینی

مرکب از بہر راحتے باشد | بندہ از اسپ خویش در رنج است
گوشت قطعاً برا ستخوانش نیست | راست مانند اسپ شطرنج است

سگ۔ ایک شخص قزوینی کا تخلص ہے جو شاہ عباس صفوی کے دربار میں ظریفوں کے زمرہ میں ملازم تھا نہایت بے ادب گستاخ اور شوخ مزاج واقع ہوا تھا۔ ایک مرتبہ عیسیٰ خاں قورچی باشی اس کے دروازہ سے گزر رہا تھا۔ اس کے بٹھانے سے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اتفاق سے میاں سگ کے دروازہ پر ایک کتا سوتا تھا۔ عیسیٰ خاں نے پوچھا کہ یہ آپ کے یہاں کس عہدہ پر ملازم ہے۔ جواب دیا کہ قورچی باشی پر۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا۔ افسوس کہ ظریفانہ رنگ کے اشعار نہ مل سکے صرف ایک شعر سادہ ملا

سحر آمدم بہ کویت بہ شکار رفتہ بودی | تو کہ سگ نبردہ بودی بچہ کار رفتہ بودی

سگ کے متعلق بہت سے لطائف و ظرائف درج کئے گئے ہیں مگر اکثر ان میں سے غیر مہذب ہیں اور بعض ہمارے تذکرہ کے منافی ہیں لہذا قلم انداز کر دیئے گئے

سوختہ آپ کا نام میر حسین کشمیری الاصل ہیں اور دور موجودہ کے ایک خوش مذاق خوش فکر ظرافت گو ہیں۔ علاوہ شاعری کے آپ ایک معزز اور موقر اہل قلم ہیں

چنانچہ [illegible] پٹری میں نکلتا۔ آپ نے اپنی [illegible]
کا ایک دائرہ مقرر کر لیا ہے اشتہا کی طرح کبھی کلو واشر پولے باہر قدم نہیں رکھتے۔ ایک ایک شعر
اشتہا انگیز اور آتش معدہ کو تیز کرنے والا ہوتا ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے

بحر قلزم جو بہے چاولے کا دریا ہو کر
عکس خورشید نظر آئے کلیجا ہو کر

اترے مہتاب زمیں پر جو پراٹھا ہو کر
انجم چرخ بریں آئے پکوڑا ہو کر

شوربا قاب میں بہتا ہو جو دریا ہو کر
حلق لبیک کہے [illegible]

لطف کھانے کا جو آیا ابھی [illegible]
سوکھی [illegible]

اے طبیبو کوئی تدبیر بتا دو ایسی
چاولے نسخہ میں لکھی جائے مزعفر ہو کر

کوفتے خواب میں بھی جو تو ہمیں کھالے
توڑ دیں تپ کو تری آلو بخارا ہو کر

عقد بریانی کا جب تک مطنجن سے ہوا
لٹ گئے مفت وہاں شیخ چھوہارا ہو کر

فرقت قاب میں کی پیر نے اتنی زاری
کھل گئی ریش بچارے کی تماشا ہو کر

نوع اجناس کو حاصل ہوا ایسا کہ نجات
پہلوے دیگ میں جل جل کے ہریسا ہو کر

اپنی ہستی سے گزر جائے جو دنیا میں فروغ
قدر شلغم کی ہوئی دیگ میں کشتہ ہو کر

ہو نہ مغرور سر دار پہ چڑھ کر منصور
چڑھ گئے سیکڑوں یاں سیخ قیما ہو کر

خشک سالی میں نہ کہو سوختہ امید پلاؤ
پس گئے سیکڑوں اس آس میں دلیا ہو کر

سفلی - عنایت خاں نام کالے خاں عرف تھا - نہایت بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھے
آگرے کے رہنے والے تھے - ہزل گوئی کا شوق تھا - اور اسی میں کافی مشہور ہو چکے تھے —
عرائض نویسی سے اوقات بسر کرتے تھے نہایت حاضر جواب - خندہ پیشانی - زندہ دل لوگوں
میں تھے - باتیں کرتے تو معلوم ہوتا کہ منھ سے پھول جھڑتے ہیں اسی ظرافت کی بدولت
راجہ بلوان سنگھ کاشی کے دربار تک پہونچے - مولوی نیاز علی پریشان نے جو آگرہ میں ۱۲۶۸ھ

میں مشاعرے ہوتے تھے ان میں شرکت کرتے تھے۔ اور اس وقت ان کی عمر چالیس برس کی تھی تندرست تھے مگر زندہ دلی اور ان بات میں کبھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔ مرزا مہر اکبرآبادی کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے ظرافت میں وہ وہ باتیں نکالتے تھے کہ بے اختیار داد دینا پڑتی تھی مختلف اخباروں میں کلام شائع ہوتا رہتا تھا آخرکار ۱۹۰۸ء میں دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔ دیوان مرتب ہوچکا تھا۔ مگر وہ شاید طبع نہیں ہوا اس لئے کلام کمیاب بلکہ نایاب ہوگیا۔ جو شعر مل سکے وہ درج کئے جاتے ہیں۔

واہ وا رے ملک الموت تری باریکی ۔۔۔ گھس گیا ناک میں نمرود کی مچھر ہوکر

معشوق بچہ زاد سے مغلی خدا بچائے ۔۔۔ کیا انتشار ہوتا ہے کل کل کو دیکھکر

میں اپنی ناتوانی پہ روتا ہوں اسلئے ۔۔۔ اب لوگ دیکھتے مجھے عینک لگا کے ہیں

بادہ پیوں کہاں سے میں فصل بہار میں ۔۔۔ نقدی تھی جسقدر وہ گئی سب اچار میں

انگور تر میں ہے نہ وہ لذت انار میں ۔۔۔ منعم مزا ہے جو مری میٹھی جوار میں

اے گل ترے فراق میں کانٹا سا ہوگیا ۔۔۔ مجھسے زیادہ بوجھ ہے پھولوں کے ہار میں

عروضی خردہ گیر شاعران باصفا ٹھہرے ۔۔۔ وہابی جسطرح سے عیب جو ملا ولیا ٹھہرے

کہا کرتے ہیں فاسق میکشوں کو حضرت واعظ ۔۔۔ بڑی داڑھی بڑا کر یہ بڑے اتقیا ٹھہرے

نکالو گھر سے ایسی چوبٹی ماما کا کالا منھ ۔۔۔ کہ چکلے پر نہ بیلیں اور نہ چولھے پر توا ٹھہرے

کریں اشراف کیا فرمائیے اس قحط سالی میں ۔۔۔ نہیں تابدن پر اور پابند قبا ٹھہرے

چڑھاؤ گل مرے مرقد پہ لے گل اندامو ۔۔۔ یہ اپنے گلگلے لیجاؤ زین خاں کیلئے

بتاؤ مجھکو بھنگیڑ و کدھر گئے میکش ۔۔۔ بھٹکتا پھرتا ہوں میں اپنے کارواں کیلئے

آیا صاحب کے میم کے مس کے ۔۔۔ دل اٹھاؤں میں ناز کس کس کے

سودا۔ یعنی مرزا محمد رفیع سودا جنکی شیوا بیانی کی چار دانگ عالم میں دہوم ہے

جن کی ہجو نگاری نے اپنے معاصرین کو [illegible] م کر دیا تھا۔ ان کے والد کا نام مرزا محمد شفیع
تھا جو کابل سے دہلی میں آ گئے تھے۔ اور پیشہ تجارت سے بسر اوقات کرتے تھے ۱۱۲۵ھ میں
سودا کی ولادت ہوئی۔ [illegible] زمانہ کے دستور کے موافق تعلیم حاصل کرنے کے بعد شعر و شاعری کا
شوق ہوا۔ شاہ حاتم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اپنے وقت کے مشاہیر اور اکابر شعراء سے
معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ اور دلی کے کوچہ کوچہ میں ان کی ہجویں مشہور ہو گئیں۔ مگر چونکہ
خاندان تیموریہ کا چراغ اقبال برائے نام جل رہا تھا۔ اس میں روشنی بالکل باقی نہ رہی
تھی۔ عروج کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی تھی۔ اس لئے قدر دان ناپید تھے۔
اہل کمال پریشان اور خستہ حال تھے۔ ادھر یہ عالم ادھر امرا اور وزرا کا یہ زور شور
یہ رنگ تھا کہ سلطنت کے مالک بن بیٹھے تھے۔ چنانچہ لکھنؤ میں وزیر الممالک نواب
آصف الدولہ بہادر کا دور دورہ تھا ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے باکمال ادھر ہی
کھچے چلے آ رہے تھے مرزا سودا کو بھی مجبوراً ادھر کا رخ کرنا پڑا۔ فرخ آباد ہوتے ہوئے
یہاں آئے قدر دانوں اور اہل کمال نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور خوبی قسمت نے
چند روز کے بعد نواب کے دربار تک پہونچا دیا خطاب ملک الشعرائی جس کے صحیح طور پر
وہ مستحق تھے شاہ عالم کے دربار سے پا چکے تھے۔ یہاں اسی کے مطابق عزت افزائی ہوتی
رہی۔ انھوں نے بھی ایسے ایسے قصیدے نواب بہادر کی تعریف میں لکھے جو آج تک گل
سرسبد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی معلومات شاعرانہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا ایک ایک اعتراض
کے سو سو جوابات دیتے تھے۔ جو آجتک اُن کے دیوان میں موجود ہیں اور انھیں سے اُن کی
ظریف المزاجی اور بذلہ سنجی کا پتہ چلتا ہے۔ جو آگے چلکر ہم درج کریں گے۔ سودا عالم شباب
سے پیری تک لکھنؤ میں رہے۔ اور ۱۱۹۵ھ میں یہیں پیوند خاک ہو گئے۔

میر ضاحک جو میر انیس کے پردادا تھے ان کے زبردست حریف تھے۔ خدا معلوم
کس بات پر چل گئی تھی کہ اِدھر اور اُدھر دونوں طرف سے ہجووں کی بھرمار رہتی تھی۔ مگر

زمانہ نے میر ضاحک کی محنت کو خاک میں ملا دیا سودا کی کہی ہوئی ہجویں اب تک موجود ہیں۔ چنانچہ یہ ترجیع بند میر ضاحک کی ہجو میں ہے۔

جا صبا ضاحک سے کہہ بعد از سلام — کیوں کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام
آپ کو کہتا ہے تو سید ہوں میں — جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام
پس دکھا تو اب کسیکی ہجو میں — ہو اگر ختم رسالت کا کلام
کون ہے تیری سیادت کا مقر — جانتے ہیں خاص سے لے تا عوام
تیرے والد کو ہوئی تپ ایکسال — تب حکیموں نے یہ تشخیص تمام
دق سمجھکر یہ دوا تجویز کی — شیر خر با قرص کافور ایکدام
مول لے ایک مادہ خر پینے لگا — ہر سحر اس شیر خر کا بھر کے جام
آخر کار اس مرض کے بھی لئے — وہ جو مادہ خر تھی اُسکی ای کام

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر سے اُلٹ نکلا ہو میر

سن تو ٹک اے نصف انساں نصف خر — ہمنے کیا سید نہیں دیکھے مگر
بیش و کم تجھ میں نہ دیکھا عقل و حمق — نطفہ کی ترکیب کا ہے یہ اثر
گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے ہاں — جاتے ہی مانگے ہے اس سے ما حضر
عقل کہتی ہے کہ کھاے پر نہ کھا — حمق کہتا ہے کہ حیضے سے نہ ڈر
سید اے میر شلث آپ کو — کہنا آنا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر سے اُلٹ نکلا ہو میر

ایک دوسری ہجو جو میر ضاحک کے متعلق لکھی ہے دیکھئے۔ متانت پناہ مانگتی ہے ظرافت انگشت بدنداں ہے۔

بیٹھک میں بیٹھے [illegible] — تب شیخ سدو اس پر غصہ کو کھا کے آیا

بولا کہ کیوں بے ضاحک بکرا کوئی منگایا

ضاحک نے تب کہا یہ ہاں تو نے زباں نکالی — ہے آج کو کہا ہو کل دو گے مجھکو گالی

بکرے کی شکل یا تو نے گوری ہے نکالی — بڑی بی کیا اور تم کو گھر دیا ہے خالی

بکرا وہ دے گی تمکو جس نے کہ سر چڑھایا

میراں یہ سن کے بولے پھر کیو کیا کہا جی — میں اس سوا نہیں کچھ اور حرف جانتا جی

بکرا اگر نہ آیا چھوڑوں گا کر چچا جی — گالی تو اک طرف ہے یہ سن رکھو بچا جی

آگے ہے ڈھول دھیا میں تم کو کہہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یوں مجھ پاس ہے کہ کوڑی — گڑ کے تو گلگلے ہیں اور تیل کی پکوڑی

میٹھا کرو جو منھ کو ڈھیلے کی ہیں گنڈوڑی — تب شیخ سدو بولا سنتا ہے اے نگوڑی

بھینسا ہی لیکے چھوڑوں خاطر میں کیا تو لایا

دمڑی میں منھ کو میٹھا تجھکو ہمارے کرنا — دو تیل کے پکوڑے آگے ہمارے دھرنا

گالے اپنی پر نہ دیکھا بھس کا ہمارے بھرنا — بکرا نہ لوں نہ بھینسا پر جی میں لوں تو ارنا

تب جانے گا تو بھڑوے پیروں کو میں منایا

بڑھاپے کی شادی پر ایک مخمس لکھا ہے جس سے ان کی انتہائی ظرافت کا پتہ چلتا ہے دیکھئے۔

نائن کہے ہے شرم سے دولہا ہے سرنگوں — اب کیونکہ تیل ردِ مقدس کے میں ملوں

شانہ کروں میں ریش کو یا وسمہ سے رنگوں — جی کی امان پاؤں تو اک بات میں کہوں

منھ کو کلنک اپنے لگاتے ہیں شیخ جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت خدا گنوائے — بارہ برس کی چھوکری باجا بجاتے لائے

آے دو طرن کے گھر سے جو مقنع میں چھپائے　　جیسا ہماتے کیش کو خاطر میں وہ نہ لائے
اپنے کئے کو ویسا ہی پاتے ہیں شیخ جی

تھے بسکہ شیخ بات سے دنیا کی پاک صاف　　سو اک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
اُن نے تب اپنی چوٹی سے یہ کھولکر مباف　　مشکیں انھوں کی جکڑ کے کہا کیجے معاف
مجھکو تو کچھ ولی نظر آتے ہیں شیخ جی

لایا غضب ہیں شیخ کو گھر کا یہ بندوبست　　مشکیں تڑا پلچ گئے جورو سے کرکے جست
بالا سکے اُن کے ہاتھ یہ پیش اُنکی اسکے دست　　عہدے سے بر نہ آسکے تھے از بس ضعیف و پست
پاپوشیں تب سے جورو کی کھاتے ہیں شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام　　بھڑوا و مسخرا و مخنث رہے ان کا نام
خلوت میں جب بلاتے ہیں اسکو وقت شام　　دیتی ہے تب وہ بھیجکے لوگوں سے یہ پیام
بیٹی کو اپنی کیوں یہ بلاتے ہیں شیخ جی

یہ تو ہیں بوڑھے خر مگر وہ ہے شوخ اچپلی　　ماری کبھو تو دھول کبھی داڑھی نوچ لی
ان کو تو جانتی ہے کہ ہیں شیخوں میں ولی　　کھلتی ہے ان کی جورو کی تب اسطرح کلی
پھولے نہیں بدن میں سماتے ہیں شیخ جی

جب دیکھتی ہے وہ کہ ہے برسات کی ہوا　　دس بیس دن جھڑی کو ہوئے مینہ نہیں کھلا
آتی ہے اُن کے پاس لیئے تیل اور توا　　کہتی ہے یہ نہ مانیگا آپ اب برا
ہم تمکو شیخ دوہند بناتے ہیں شیخ جی

جب گھونگھٹ وہ بہن کے چلے ہی لٹکتی چال　　آتا ہے شیخ جی کے تئیں اس سے اچھال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے ہیں بال　　تب مسخری سے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اب ہمکو اپنی چاہ جتاتے ہیں شیخ جی

اک دن شیخ جی کو جورو سے جالڑے　　کہنے لگی کہ تم ہو بڑوں کے مزے بڑے

[illegible]

کہہ دوں اگر [illegible] ہیں شیخ جی

ایسی ہے بے ادب خدا سے بھی نہ ڈرے — آ کر کے شیخ جی [illegible] بھرے
شانہ کو آنکھ ڈاڑھی کے بالوں میں کرے — یارب [illegible] پھرے

ورنہ ہمارے ہاتھ سے جاتے ہیں شیخ جی

جو رو کہے ہے شیخ سے اے شیخ تم سنو — کچھوے کو تم نے [illegible]
میں جانتی ہوں تم کو کہ تم فیلسوف ہو — سودا زیادہ کیا کہے ہے بات کو مگو

جیسے ہیں ویسے جوتیاں کھاتے ہیں شیخ جی

کسی مولوی نے فتوی دیدیا کہ کوا حلال ہے - سودا کو ظرافت کے لئے ایک مسالہ ہاتھ آیا فوراً ایک ہجو لکھ ڈالی - اور وہ وہ ادکھیاں سنائیں کہ آج تک دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں -

لشکر کے بیچ آج یہ قیل و قال ہے — کھانے کی چیز کھانے کا سب کو خیال ہے
یوں دخل امر و نہی میں کرنا محال ہے — جو فقہ داں ہیں سب کو یہ اُن کا خیال ہے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

حامی انھوں کے قول کا اک شخص ہے چانڈال — اور دوسرے میں کوا انھوں کا ہے پنے مہرباں
کچھ شک رہا ہے کسی کی حلت کے درمیاں — ہم سے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہیں ہاں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

یار دلبو ہو تم اسی دیر خراب میں — بیٹھا اٹھا کرو ہو سدا شیخ و شاب میں
حلت رکھے ہے زاغ کسی بھی کتاب میں — جتنی کتب ہیں فقہ کی اُن کے جواب میں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

بگڑا ہے آج مجتہدوں بیچ کیا نیل — ملا لطیف بولے کہ کھانا ہوا ہے چیل

کہتا ہے چاند خاں کہا کن نے حرام فیل — حلت پیدا کی میانجی کی سو دلیل

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

فدوی اک پنجابی شاعر تھے رسمی معلومات شاعرانہ بھی اچھی خاصی تھی۔ اتفاق سے

اُن سے اور سودا سے کچھ بحث ہو گئی۔ سودا نے اس غریب کی اتنی ہجو کی کہ عاجز آگیا اُسے

بھی مجبوراً ایک کند تلوار ہاتھ میں لی یعنی سودا کی ہجو میں اشعار کہے مگر نہ وہ اس زمانہ میں

مشہور ہوئے اور نہ کہیں آج اُن کا پتہ ہے۔ سودا کے دیوان میں وہ ہجو بھی موجود اور

محفوظ ہے۔

جہاں میں کون بناتا ہے اُلو بنئے کا — کسی سے بن کوئی آتا ہے اُلو بنئے کا

بہت ہی جان کھپاتا ہے اُلو بنئے کا — بنا مجھی کو یہ آتا ہے اُلو بنئے کا

کہ فدوی جگ میں کہاتا ہے اُلو بنئے کا

کیا ہے خرچ بنانے میں اُسکے میں ہنر — نہیں ہے اصلی و نقلی میں فرق ذرہ بھر

جو اور یوم ہو سو وادہ یہ لگے ہے نر — جو راہ باٹ میں آتا ہے صبح و شام نظر

کہے ہے خلق وہ جاتا ہے اُلو بنئے کا

میں بکاریگر ہوں اٹاوہ کا سب ہے ظاہر — جو کچھ کہے کوئی کرتا ہوں بیٹے کی خاطر

وہ یوم بننے میں گر نقص سے ہو کچھ باہر — تو اُسکی شکل کروں اور جانور کی پھر

عجیب شور مچاتا ہے الو بنئے کا

غرض کہ اسی طرح ایک مولوی صاحب کشمیری کی ہجو میر ہالتف کی مذمت مرزا

فاخر مکین کا خاکہ مولوی ندرت کشمیری کی لڑکی کی تذلیل اور تضحیک اُن کے یہاں موجود

ہے جو بوجہ طوالت کے نہیں لکھی جائیں۔

اگرچہ یہ کہنا زیادتی ہے کہ ہجو بھی داخل ظرافت ہے۔ مگر اسمیں کوئی شک نہیں

کہ ہجو نگار بھی تمام مسخراپن اور ٹھٹھول طعن و طنز و تشنیع کے ذریعے کام میں لاتا ہے اور

اور اسی سے ایک صورت ظرافت کی پیدا ہو جاتی ہے یہی سبب ہے کہ ہم نے سودا یا دوسرے ہجو گویوں کو بھی شریک تذکرہ کیا۔ ورنہ ظرافت اور ہجو کا ظاہری فرق کون نہیں جانتا

سوزنی۔ بابا سوزنی قزوین کے رہنے والے تھے۔ گرچہ ایک زبردست شاعر تھے۔ مگر ظرافت ہجو کی طرف طبیعت بیحد مائل تھی۔ چنانچہ ایک قطعہ جو ایک شخص کی ہجو میں کہا تھا یہ ہے۔

ای خیرہ سر بی تمیز بندق بوندوک ۔۔۔ بے رزق و کاخ خوار و لگد کوب تنک
گہ خوار و چینہ کلاہ و بدہ جو غزاب ۔۔۔ غربیلہ گر چو صدہ دچلن ماکیان کرک

....

ہر صبح بادگردہ پشتہ تشو تشوں ۔۔۔ ہر شام بادہ...... پلک پلک

سوز۔ تخلص سید محمد میر نام تھا۔ میر درد۔ سودا۔ و میر کے معاصر تھے۔ دلی میں ایک محلہ قرادل پورہ میں مکان تھا۔ ان کے بزرگوں کا اصلی وطن بخارا تھا۔ اور ان کے والد نہایت بزرگ تھے۔ اور تیر اندازی کی مشق کمال کو پہونچائی تھی۔ میر سوز اپنے نام کے آخری حصہ کی رعایت سے میر تخلص کرتے تھے۔ مگر میر تقی میر کی خاطر ان کو وہ تخلص چھوڑ کر سوز اختیار کرنا پڑا۔ اسی بات کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

کہتے تھے پہلے میر میر تب ہوئے ہزار حیف ۔۔۔ اب جو کہیں ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

دلی کی تباہی اور بربادی کے بعد لکھنؤ چلے گئے تھے۔ مگر یہاں مدتوں قدر نہیں ہوئی پھر مرشد آباد چلے گئے جب وہاں سے پھرے تو نواب آصف الدولہ ان کے شاگرد ہوئے مگر موت نے زیادہ مہلت نہ دی ۱۲۱۱ھ میں پیوند خاک ہوئے۔

درویش مزاج۔ عالی طبع۔ بلند حوصلہ۔ نیک طینت۔ خوش گفتار آدمی تھے

[illegible]

چیز زیادہ اُن کے یہاں پائی جاتی ہے۔

وہ ظریف المزاج تھے۔ طبیعت میں مذاق۔ اور دل میں ظرافت کا جوہر۔ دماغ میں بذلہ سنجی کی ہوا موجود تھی یہی وجہ تھی کہ وہ کبھی کبھی ظریفانہ شعر لکھ جاتے ہیں۔ لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ اُن کی سادگی اتنی بڑھ جاتی ہے متانت کی حد میں نہیں رہتی۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ وہ بقول صاحب طبقات الشعرا ایک ظریف الطبع شخص تھے طبیعت کا رجحان اِدھر تھا۔ وقت بیوقت مختارانہ۔ یا بے اختیارانہ اُن کے قلم سے ایسے اشعار نکل جاتے تھے جنھیں اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ درجۂ تہذیب یا متانت سے گرے ہوئے ہیں۔ اُن کی ظرافت دستور زمانہ کے موافق ہزلیات۔ اور فواحش کی حد تک کبھی نہیں پہونچی۔ زبان کی سادگی۔ اور انداز بیان کی شگفتگی ایک ایک حرف سے ظاہر ہوتی ہے اور اس بات کی یہاں تک اُن کے یہاں پابندی ہے کہ میں جس کو ظریفانہ کہتا ہوں اگر کوئی میرا حریف ہو تو وہ اُسی کلام کو عاشقانہ اور متین ثابت کر سکتا ہے۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے — سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفل پریرو — ایسے رے رے لے رے رے ارے رے

سنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا — کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا

بہلا رے عشق تیری شوکت شان — بھائی میرے تو اڑ گئے اوسان

گیا ایک دن اُسکے کوچہ میں ناگاہ — لگا کہنے چل بھاگ رے پھر نہ آنا

دُعا دی تو لگا کہنے کہ دُور ہو — سنی میں نے دعا تیری دعا کی

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہو گا — تمھارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گریباں میں ذرا منھ ڈال دیکھو — کہ تم نے اس وفا پر ہم سے کیا کی

کچھ کہہ تو قاصد آتا ہے وہ ماہ — الحمد للہ الحمد للہ
جھوٹے کے منہ میں آگے کہوں کیا — استغفر اللہ استغفر اللہ

یار آتا ہے ترے یار کی ایسی تیسی — آزما تا ہے ترے پیار کی ایسی تیسی

پھر اتنی بات سنتے ہی وہ گھبرا کے — طوطا ہمارا مر گیا کچھ بولتا ہوا (اُڑ گیا)
یار گر صاحب وفا ہوتا — کیوں میاں جان کیا مزا ہوتا
چاتر سُن نیا عیّار کا تو — زبردستی مرا دل لے لیا ہے
چھپا مٹھی میں کہتا ہے کہ او میاں — ہمارے ہاتھ میں بوجھو تو کیا ہے

جسقدر اشعار لکھے گئے یہ انتخاب ہیں اُن انتخابوں کے جو اہل تذکرہ نے کئے ہیں
مجھے افسوس ہے کہ میرے پیش نظر اُن کا دیوان نہیں ہے۔

سوزاں - منشی حبیب الدین نام تھا - خواجہ حسین الدین سہارنپوری کے فرزند تھے - ابتدائے شباب کے ساتھ ہی دل میں حُسن پرستی کا مادہ پیدا ہوا اور سوز و گداز عاشقانہ طبیعت میں جوش زن ہو گیا - وطن کو چھوڑا دلی میں آئے اور مرزا غالب کے شاگرد ہوئے اور مرزا مرحوم کی حیات تک دلی ہی میں رہے - مگر اُن کے انتقال کے بعد یہاں جی نہ لگا اور پھر وطن مالوف چلے گئے - اگرچہ مفلوک الحال رہے - مگر افلاس میں بھی زندہ دلی نہ گئی - وہی آن بان آخر وقت تک رہی جو اوّل میں تھی - تا اینکہ ۱۸۹۰ء میں شمع حیات صرصر اجل کے جھونکوں سے خاموش ہو گئی -

آپ صاحبِ تصنیف [illegible] چنانچہ تاریخ عجیب حالات حکمائے یونان تریاق مسموم
ما شیر القلوب - اور گنج شائگان مختلف علوم وفنون [illegible] آپ کی تصنیف سے ہیں بعض
کتب راقم تذکرہ نے بھی دیکھی ہیں خوب لکھی ہیں -

ایک مختصر دیوان شایع ہوا تھا - دوسرا تیار ہے وہ شایع نہیں ہوا - کلام اگرچہ
متین زیادہ ہے - مگر اسی متانت میں ظرافت بھی شامل کر دیتے تھے - چند شعر ان کے جو
ہدیہ ارباب نظر کئے جاتے ہیں -

دھو سکے تو اپنے دل کا داغ دھو | شیخ منہ کو ہر گھڑی دھوتا ہے کیا

توبہ کا ارادہ تو ہمارا بھی ہے اے شیخ | لیکن ذرا آجاتے جو ساقی [illegible]

آنکھیں پھوٹیں ہاتھ ٹوٹیں جیتے دنیا میں | چشم عشوہ زا دیکھی ساق نازنیں پکڑی

شکوہ بیماری سوزاں کی خبر از رہِ درد | [illegible]

مردِ ساماں نہیں جب سے مہیا ہوتے | ورنہ فرعون تو کیا اُس کے بھی بابا ہوتے

سعید - مولوی محمد بخش نام تھا - قدما میں سے ہیں مؤلف تذکرہ خمخانہ جاوید نے
ایک بیاض سے چند شعر لکھے ہیں - یہ پتہ نہیں چلا کہ کہاں کے رہنے والے تھے - اور کب تھے
میں بھی تبرکاً اشعار نقل کرتا ہوں -

شاہ صاحب تم دغا باز و فریبی [illegible] | بکنک چہاں جبہ اور جھولی آپ کی

ہم فریب [illegible] والے سے [illegible] | کیا ہوا ظاہر ہے صورت بھولی بھالی آپ کی

کام کر سکتے نہ تھے جو کچھ ہمارے سو کئے | بھنگ چبالی رات دن افیون گھولی آپ کی

خاص آزاد سے سلفے میں داخل ہو گئے | سیکھ لی ہیں ساری باتیں دربدی آپ کی

پھر کرم فرمایا اے شیخ جی مت ہو جیو | کل فضیحت سخت اس محفل میں ہو لی آپ کی

شاہی گیلان کی رہنے والی ایک فاحشہ عورت تھی۔ شاعری کا شوق بہت زیادہ تھا۔ مگر افسوس کہ اپنے افعال کی طرح اپنے اقوال کو بھی فواحش سے علحدہ نہ رکھتی تھی حتیٰ کہ جسقدر کلام اُس کا میری نظر سے گذرا اُس میں سے ایک شعر بھی ایسا نہیں جو فحش نہ ہو اور انتخاب میں آسکے۔ لہذا صرف اسی نام پر اکتفا کرتا ہوں۔

شوخ ۔ تخلص ہے منشی حسن جعفر صاحب لکھنوی کا ۔ جب میں نے جیم کی ردیف لکھی تھی اُسوقت آپ جوکر تخلص کرتے تھے لہذا ج میں آپ کا نام جوکر کلام لکھا گیا۔ اب چونکہ آپ شوخ تخلص کرتے ہیں اس لئے تذکرۃً یہاں نام لکھدیا گیا ہے۔

شرف ۔ افسوس کہ مجھے آپکے نام سے اطلاع نہیں شاید رائے بریلی۔ یا بارہ بنکی کے ضلع کے رہنے والے ہیں۔ پہلے کسی ریاست میں منیجر تھے اب ہومیوپیتھک علاج کرتے ہیں اکثر لکھنؤ آتے رہتے ہیں۔ راقم الحروف کے جاننے والوں میں ہیں۔ اکثر مشاعروں میں شریک ہوتے ہیں۔ کلام دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ ظرافت بھی اور عاشقانہ متین بھی۔ ظرافت میں رنگ کم ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی بعض شعر نکل آتے ہیں۔ آپ کی اسوقت عمر تخمیناً ۵۴ برس کی ہوگی میں نے دو چار مرتبہ آپ سے آپکے کلام کے لئے استدعا کی۔ اور آپ نے شد و مد کے ساتھ وعدہ بھی کیا۔ مگر افسوس کہ وہ وعدہ شاعرانہ وعدہ بنکر رہ گیا۔ دو چار شعر جو اِدھر اُدھر سے مل سکے وہ درج کرتا ہوں۔

ساغر لئے ہوئے کبھی مینا لئے ہوئے — آتا ہے روز ایک تماشا لئے ہوئے

[illegible]

شاکی سید اکبر حسین نام ہے ضلع الہ آباد کے رہنے والے ہیں ۔ مدتوں سے بسلسلہ ملازمت لکھنؤ میں قیام ہے پہلے اودھ اخبار میں مترجم تھے ۔ اب حقیقت اخبار میں کام کرتے ہیں ۔ آپ شیعی المذہب ہیں مگر نہایت بے تعصب اور نیک آدمی ہیں ۔ فارسی قابلیت بھی کافی ہے ۔ اور سخنگوئی کی مشق اپنے درجہ کمال کو پہونچ چکی ہے ظرافت اور عاشقانہ دونوں رنگوں میں طبع آزمائی فرماتے ہیں اور دونوں میں خوب خوب شعر کہتے ہیں ۔ ظرافت میں اکبر الہ آبادی مرحوم کا اتباع کرتے ہیں ۔ راقم الحروف کے شناسا ہیں ۔ کلام عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا ۔ مگر شاید عدیم الفرصتی کی وجہ سے ایفا نہ فرما سکے ۔ چونکہ اخبارات میں آپ کا ظریفانہ کلام اکثر شائع ہوتا رہتا ہے ۔ اس لئے دو ایک شعر نمونتاً اخبار حقیقت سے نقل کرتا ہوں ۔ شاکی صاحب ایک پرگو شاعر ہیں ۔ اسوقت عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی ۔

ہے تو اچھا قوم کی خدمت گوارا کیجئے ۔۔۔ اپنے قومی درد کا دنیا میں چرچا کیجئے

قوم کے جلسوں میں جا کر کیجئے تقریر خوب ۔۔۔ پر اثر مضمون اخباروں میں چھپا کیجئے

اس سے جب فرصت ملے حل کیجئے قومی امور ۔۔۔ یا کوئی اسکیم چندہ کی مہیا کیجئے

ہاں مگر ہرگز نہیں ہے اب یہ شرط لابدی ۔۔۔ قوم کا بڑھتا ہوا افلاس دیکھا کیجئے

ہمنے مانا ہو گئے ہیں آپ بھی نباض قوم ۔۔۔ اس بیماری مفلسی کا تو مداوا کیجئے

یہ نہیں ممکن تو شاکی ہے یہ سب بیکار غم ۔۔۔ اس سے تو بہتر ہے گھر میں بیٹھے رویا کیجئے

لالہ انگریزی میں جب فائق ہوئے ۔۔۔ مغربی تہذیب کے شائق ہوئے

باپ کو کہنے لگے مائی ڈیر ۔۔۔ واہ کیا لائق یہ نالائق ہوئے

چھ مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ یہ بختی [illegible] ان کا یک بیک گ [illegible]

شمشاد ۔ شاید غلام پنجتن نام ہے اٹاوہ کے رہنے والے ہیں۔ ظرافت گوئی کا شوق ہے مگر ظرافت ہزل اور فواحش کے درجہ پر پہونچ جاتی ہے حتیٰ کہ مجھے جسقدر کلام آپ کا ملا اس میں ایک شعر بھی ایسا نہیں تھا جو غیر مہذب [illegible] مجبوراً نام پر اکتفا کی۔

شوق حافظ [illegible] نام تھا۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ ویسے ہی شعر کہتے تھے جیسے پہلے لوگ کہا کرتے تھے یعنی غزل میں آدھے شعر عاشقانہ اور آدھے ایسے کہ جنھیں [illegible] سامان تفریح مہیا ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ظرافت کی طرف [illegible] ہو قلعہ سے کچھ تنخواہ مقرر تھی محلے کے شوقین [illegible] بھی لیتے تھے۔ اور کچھ لے دے کر غزلیں کہلوا لیا کرتے تھے۔ ذوق مرحوم کو انھیں کے یہاں سے شعر سن کر بچپن میں شاعری کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ شاہ نصیر وغیرہ کے معاصر تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

مزا انگور کا ہے رنگترے میں | عسل زنبور کا ہے رنگترے میں
ہیں اشعار ہلالی اس کی پھانکیں | یہ مضمون [illegible] کا ہے رنگترے میں
نہیں ہے اسکی پھانکوں میں یہ زیرا | یہ لشکر مور کا ہے رنگترے میں
ہے گلگون مجسم یا بھرا خوں | کسی مہجور کا ہے رنگترے میں
مزاج اب جسکا صفراوی ہے اے شوق | دل اس رنجور کا ہے رنگترے میں

کر لک مژگاں چشم ستمگر کی آگے بریں کھپ لگی | آہ کہ ہمدم ساتھ ادھر سے جنگ
وعدہ کیا تھا شام کا مجھ سے شوق جنھوں نے کل دن کو | آج وہ آئے پاس مرے

[illegible]

شیخ بگھارے اپنی شیخی مفت کے لقمے کھاتا ہے   دودھ ملیدا

شوکت - مجدد السنۂ مشرقیہ مولانا احمد حسن میرٹھی مرحوم کا تخلص ہے آپ کی قابلیت اور معلومات مسلم تھی - اور ملک کے نہایت موقر شعرا اور اہل قلم میں آپ کا شمار ہوتا تھا - عربی و فارسی میں فاضل بے بدل اور عالم بے مثل تھے - مدتوں تک ایک ظریفانہ اخبار طوطی ہند میرٹھ کے ایڈیٹر رہے - جس میں سیکڑوں مضمون ظریفانہ آپ کے قلم سے نکلے اور بہت ہی مشہور ہوئے - غالب - مومن - خاقانی وغیرہ کے مشکل کلام کی شرح کی طرف پہلے آپ ہی نے توجہ منعطف فرمائی تھی - آپ کا عاشقانہ معشوقانہ ہر رنگ کا کلام موجود ہے اسکے ساتھ ظرافت میں بھی آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا - اور اس میں بھی آپ نے وہ گلکاریاں کی ہیں جو قابل دید ہیں - بھاشا کی معلومات بھی نہایت کافی تھی - نمونہ کلام یہ ہے -

یاد رہی تثلیث پر ناحق ہے پیاس   تین میں سے دو نہیں ہیں کام کے

شہدا - دلی کا رہنے والا تھا - احسان کا شاگرد تھا زیادہ حال معلوم نہیں ہوا چند شعر مل گئے - وہی درج کرتا ہوں -

کیا ہی عاشق ہے بہت طناز یہ سانڈ   دوڑتا صاف چلا آتا ہے آواز یہ سانڈ

دانا قانوں کی ترے سامنے کچھ قدر نہیں   کیا کوئی چاہئے عاشق ترے انداز یہ سانڈ

لے گیا دل کو بغل میں داب کر   بے وفا ڈاکو نہیں ہے چور ہے

ننگا ہی کر دو دفن مجھے اپنی گلی میں   ایسا نہ ہو لیجائے کفن کوئی کفن چور

میں غم سے گھلا جب تو وہ غیرت سے یہ بولا   کیا دیکھتے ہو اسکو کہ ہے اسکا بدن چور

اپنے دل محزوں کو میں کس کس سے بچاؤں   ظالم کی نظر چور کمر چور دہن چور

میاں مجھکو ستانا پر ذرا یہ بھی سمجھ لینا ۔۔۔ جو تو عیار ہے بے رحم ہو تو میں بھی شہدا ہوں

شہباز۔ اسم گرامی مولوی عبدالغفور تھا۔ اورنگ آباد کے کسی کالج میں پروفیسر تھے۔ اردو کے بڑے زبردست نثار اور زباں داں تھے۔ آپ نے نظیر اکبرآبادی کے کلام پر نظر ثانی کر کے اس کو ترتیب دیا۔ وہ مجموعہ نولکشور پریس میں نہایت بہتر حالت میں چھپا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی نظیر اکبر آبادی کی سوانح عمری ۱۸۹۲ء میں ترتیب دی۔ آپ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے نظیر کے کلام سے عشق تھا۔ اس کا ثبوت اس سوانح عمری سے ملتا ہے۔ میں نے جتنی مرتبہ یہ کتاب دیکھی عبارت پر نظر کی۔ بے شک ... یا عقیدتمند لوگوں کا قول ہے کہ آبحیات مولانا محمد حسین آزاد کی عبارت بے مثل ہے۔ اس میں شک نہیں مگر شہباز کی عبارت سے اس کو کوئی نسبت نہیں اس میں اُن کی زباندانی اور شیوا بیانی نے حرف حرف میں موتی جڑ دیئے ہیں۔ دلکش عنوان اور اچھا طرز بیان نُورٌ علیٰ نُور ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اگرچہ اُن کو نظیر کے حالات کما حقہٗ نہیں مل سکے ہیں لیکن پھر بھی انھوں نے ان کے کلام سے مدد لیکر سوانح عمری کو مکمل کر دیا ہے اور اسقدر صحیح استدلال کیا ہے کہ بلا تشبیہ وہ مولوی محمد حسین آزاد کی غلط بیانیوں سے بڑھ گیا ہے۔ ہر حالت کا ایک منظر دکھا دیا ہے۔ اور کتاب کو آئینہ حالات نظیر بنا دیا ہے۔ زباندانی کا یہ کمال ہے کہ ایک ایک حرف کے متعدد مرادفات۔ ایک ایک جنس کی مختلف انواع اور نام۔ اگر دیکھا جائے اور انصاف سے کام لیا جائے۔ تو اُن مدعیانِ بے خبر کے لئے جو زبان کے بارہ میں شب و روز انا ولا غیری کا وظیفہ رٹا کرتے ہیں یہ ایک تازیانہ عبرت ہے۔

مولانا شہباز ظرافت کے مرد میدان تھے۔ اکبر کے رنگ میں اودھ پنچ سابق میں اُنکی وہ وہ نظمیں چھپی ہیں جن میں بہت کچھ اکبر کا رنگ موجود ہے۔ میں کچھ اشعار نقل کرتا ہوں۔

مولانا شہباز آخر عمر میں کلکتہ میں رہتے تھے۔ اور نواب سید محمد خاں آزاد کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ انتقال ہوگیا۔

تہذیب جدید قیس

لیلیٰ کے کہنے سننے سے آخر کو قیس نے — لکھوایا نام نجد کے انگلش سکول میں

اے بی کے بعد پڑھنے لگا ایسی ریڈریں — تعلیم خوش معاشی ہے جن کے اصول میں

نیٹا مٹر میں دیکھتا تھا انبساط کو — پاتا تھا انقباض فجول و فجول میں

ازبر تھے یوکلڈ کے تھیورم پرابلم — اقلیم حافظہ تھی گرامر کے رول میں

تھا تکیۂ کلام کی صورت زبان پر — کیا جانے کیا مزا تھا بھرا ڈیم فول میں

القصہ انٹرنس ہوا پھر ہوا ایف اے — بی اے ایم اے کے پاس بھی آئے حصول میں

ہمت بڑھی کہ کیجئے بیرسٹری بھی پاس — رہکر عرب میں وحشیوں کے ہوں شمول میں

لندن گیا تو اوک میں پانی لگا مزا — حاصل تھا وہ جو نجد کے بن کی ببول میں

آئی نظر جو اوک کی کرسی پہ ایک مس — کھٹمل کی طرح عشق گھسا دل کی چول میں

بال اسکے سر پہ صاف شعاعیں تھیں مہر کی — ریشم کو جو شمار کریں جنس اول میں

گردن شکست دیتی تھی ظبی الفلاۃ کو — قامت ربا کے سرو کو ابھرا تھا طول میں

پھل سیب نے لگائے تھے تاک کی شاخ میں — رنگت بھری تھی روز نو عارض کے پھول میں

دیکھا جو یہ بجا نہ رہے قیس کے حواس — لگتی نہیں ہے دیر بلا کے نزول میں

مجنوں کو دھن کہ جلد ہوں اسکی وصال — مس کی پڑی تذبذب رد و قبول میں

مس کی کم کوشی سے بڑھا تازہ ذوق شوق — لیلیٰ کا عشق کہنہ ملا خاک دھول میں

شیبانہ ہے کلام کا اکبر کے یہ جواب — لیکن بڑا ہے فرق فروع و اصول میں

قانون قسمت

ہمنے پوچھا یہ اپنی قسمت سے — وہ کیوں ہمسے گنج مطلب ہیں

کالی رنگت ہے کیا مخل اسمیں — کالی رنگت سے گز ہیں شب ہیں

شب ہی کو ہے سدا چمکتا چاند — شب ہی کو جگمگاتے کوکب ہیں
کالی رنگت کے تل ہیں نقطۂ زیب — جن سے روئے بتاں [illegible] ہیں
کالی رنگت سے گیسوئے جاناں — لیلۃ القدر سے مخاطب ہیں
کالی رنگت سے ابروئے خمدار — تیغ خنجر ہیں جنت عقرب ہیں
کالی رنگت سے پتلیاں دونوں — چشم کے آسماں پہ کوکب ہیں
رنگ کے زیب ہیں مسی کاجل — راحت چشم و زینت لب ہیں
کس طرح دیں جگہ نہ آنکھوں میں — فائدے کل کے مجرب ہیں
زیب دیتا ہے تن پہ [illegible] — شفق اس پہ کل مہذب ہیں
حجر اسود کے منہ ہی بوسے — بوسۂ لعل سے بھی اعذب ہیں
پاک کعبے کے کالے کالے غلاف — سرمۂ چشم دین و مذہب ہیں
گوری رنگت سے گر سبب اس کا — ہم میں بھی کالے کم نہیں سب ہیں
بیگم [illegible] نہیں مطبوع — ورنہ کیوں وارث [illegible] ہیں
ڈرتے ہیں داغ برص سے لوگ — جیسے برص کے معذب ہیں
شکل سے سیکھا شکر کی ایک — [illegible] ہیں
[illegible] — [illegible] کسوف سے کب ہیں
پتلیاں گر سفید [illegible] — ہر قدم پر قدم [illegible] ہیں
[illegible] سفید — لاکھ اقرب ہوں پھر بھی عقرب ہیں
رنگ نقرہ [illegible] — اسے شاہد صفا [illegible] ہیں
[illegible] — کیوں کہ رنگیں سہاگنیں سب ہیں
[illegible] — [illegible] ہیں
بولی قسمت [illegible] — ایسی باتیں نظر میں [illegible] ہیں

کانے گورے پہ کچھ نہیں موقوف | دل کے آنے کے اور ہی ڈھب ہیں

معذرت انگریزی

ایک مرغے نے یہ مرغی سے کہا | لوٹتی ہے خاک پر کیوں بے تمیز
ہنسکے مرغی نے دیا اس کو جواب | جسم پر ملتی ہوں پوڈر اے عزیز
بولا مرغا ہے یہ پوڈر کیا بلا | بولی مرغی ہے یہ اک فیشن کی چیز
پوچھا مرغے نے کہ ہے فیشن یہ کیا | بولی مرغی بچے کمفرٹ وائز
ڈانٹا مرغے نے کہ انگریزی نہ بول | بولی مرغی مرغی تیرے سر پہ ڈیئر
مرغا جھنجھلایا کہ بچر پھر وہی | مرغی بولی چپ بھی رہ اے بدتمیز
وہ زباں جو ہو زبانوں کی کوئین | بولا وہ ہے جسکی ہر بولی کنیز
چھوٹ سکتی ہے چھڑائے سے کہیں | جبتک ہے کوٹ پتلون اور قمیز
حبذا شہباز کا حسن کلام | مرحبا باغ فصاحت کی بریز

پادری ولیم نے احمد سے کہا | لو پڑھو انجیل سے سیکھو تمیز
بولا احمد اس کی اب حاجت نہیں | پڑھ چکا ہوں میں تو صاحب مسٹریز



حرف صاد

صاحبقران تخلص امام علی نام تھا۔ باپ کا نام سید غلام حسین رضوی تھا بلگرام ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے۔ جرأت اور انشار کے معاصر تھے۔ ریختی۔ ہزل ظرافت۔ ان کے کلام میں سب موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ اعتدال کو مدنظر نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر جگہ کلام فحش کے درجہ تک پہونچ گیا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ مولف تذکرہ گلشن بے خار نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ شرم و حجاب از دلش براحل دور و طبعش از آداب و اقتضای تہذیب۔ ہر چند داب جامع ایں اوراق نیست کہ عیاذاً باللہ کسے را بہ بدی نام برد۔ خاصہ بخصوص کہ بہ نظر بفحش و ہزلش خلاف عنوان مخواست حرفے چند از نوک خامہ بر صفحہ نامہ ثبت گردید" صاحبقراں کے یہاں مضامین دلکش کی کمی نہیں۔ مگر فواحشات نے اسطرح ان کے کلام کے حصوں کو گھیر رکھا ہے جسطرح کہ گلاب کے پھول کو کانٹے گھیر لیتے ہیں۔ گلچیں کی دسترس نہیں ہوتی کہ بے باکانہ اُس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ دیوان ان کا غیر مطبوعہ نہایت تلاش سے کہیں کہیں ملجاتا ہے چنانچہ میں نے سخت محنت اور تلاش کے بعد اُن کا دیوان تلاش کر کے نہایت محنت سے چند اشعار منتخب کئے۔ جو درج کرتا ہوں:۔

کملو یہ لگی کہنے مرزی دیکھ کے حالت | شہوت سے نہ کر چاک گریباں ادھر آ
دیکھ عرق مکوہ کا بادا بدل لیا | صندل کا ریت دیکھ کے بڑا بدل لیا
یہ روز چال سیکھی ہے کملو نے انڈلوں | بازی جو دیکھی مات پیادہ بدل لیا

صاحبقراں وہ لعل ... ... کملو نے جان کر مجھے سادا بدل لیا

سُنا جو چکلے میں کہتی تھی ہر چونسے پہر زمانہ چاہا کیا جب ملک جمال رہا

رات روشن سے اندھیرے کی کچھ کر گیا ... ... ہنسی سے مر گیا

دمبدم لڑتی ہے کشتی مجھسے ... ... پوچھ والا کیا کوئی تعلیم مجھکو کر گیا

چھپکے جو کرتی تھی اسکو ... کرنے لگی خوش ہوئے مہتاب ... ... شور گیا

میں تو چکلے میں ڈر گیا جا کر کوئی ماکھو بنی کوئی بچپا

آج صاحبقراں کی آمد ہے چوکیوں پر بچھاؤ غالیچا

جہاں آیا کوئی ... ... ملتجی ہوکر ہزاروں بار ... ... پانچ لے نہیں

وہ ہونسا لڑا جو بھینس پہ بھوری ... ... غیرت سے بیل ڈوبتے ... ...

چھوٹی کو نور ... ... یار ... لوٹو آئی ہے رچ پہ کر کے ... ... لوٹو

سنتے ہیں میکدے سے نور چلی ہے رج کو اب تو سوچ ہے کھا کے ہی چلی ہے رج کو

چتون غضب ہے ننھی کی ہے بے مثال ... چھوٹے سے سن میں اسکی بڑی ہے چھنال ...

کملو مجلس سے کوئی ... ہے تیری چھاتی پہ مونگ دلتی ہے

زاہد نے کرتہ نیلا رنگا یا بسنت میں جورو سے ... ... بسنت میں

ایک میں ... ... اپنے یار جانی کیلئے ورنہ سب ... ہیں خالہ اور نانی کے لئے

پدوڑوں میں ... کشتی سب ہے اچھی کبھی توپ اور توپ خانہ نہ جانا

جو پوچھا کہ صاحبقراں کے ہے واقف تو بولی کہ ایسے کو جانا نہ جانا

کانوں کی اپنے بالی او میری بھولی بھالی ہاتھوں سے کیوں چھپالی او میری بھولی بھالی

باریک سا دوپٹہ لازم ہے گرمیوں میں اوڑھا نہ کر نرالی او میری بھولی بھالی

منہ سے بڑا نوالہ کلہ کو پھاڑتا ہے باتیں نہ کر رزالی او میری بھولی بھالی

جس میں کہ چاہ سے تو کھاتی ہو وال خشکا غوری ہے یا سفالی او میری بھولی بھالی

جو دیکھتا ہے سر کو پتھر سے مارتا ہے — ہونٹوں کی تیرے لالی ویسی ہی بھالی
صاحبقراں کہا طالع ہم ہی نے مانا — راون کی ہے تو سالی اور میری بھی بھالی

نہیں لگتی جو مفلسوں کے ہاتھ — سخت وہ قحبہ بالزادی ہے
وہ نہ کیونکر چلے غرور کی چال — بھڑوا شیطان جسکا ہادی ہے
اس کو پالا ہے اک زمانے نے — نہ کوئی دادا ہے نہ دادی ہے

گر اسی کا نام گرمی ہے تو ہم ٹھنڈے ہوئے — وہ دم کھائی ہے اور بیزار اٹھتے بیٹھتے
وہ ہاتھ میرے آئے احسان آپکا کیا — پکا جو بیل یار کے گھر کے باپ کا کیا
چکلا جسے کہتے ہیں اندر کی سبھا ہے — پریوں پہ نہ عاشق ہو جائے گا دیوانہ
میں نے صاحبقراں پوچھا کہ تیرے بوسہ پر — کس کے بوسہ کا نشان ہے تو کہا مجھکو کیا
بے خزاں حسن کا گلزار نہیں رہنے کا — یہ سدا مجھکو نہ اور پیار نہیں رہنے کا
رات کہتی تھی گنا بخشی سے — دل ہے صاحبقراں میں میرا
وہ سادگی تری نہ رہی اب نہ وہ غرور — چینی کی تشتری میں تری بال آگیا
مجھے بھاتا ہے جنگجو کا نشہ میں — بہکنا لڑکھڑانا اور مٹکنا
رنگ غصے سے ہو گیا نیلا — دیکھ نوکر کا مکر اور حیلا
اسکی کھٹی کو پکڑ میں نہ ٹلا بیٹھ گیا — کھینچی اسطرح وہ چرخ کہ گلا بیٹھ گیا
کل ہنستے ہنستے اسکے دامن پہ رنگ ڈالا — مطلب نکالتے ہیں ہم باتوں بات اپنا
قدر کر چاہنے والوں کی ارے سنتی ہے — جب گیا حسن دوبارہ نہیں پھر آئیگا
چھاتی پہ اسکی جب سے ہاتھ اپنا جا پڑا ہے — دل میرے درد و ستم سا سیلاب خدا را
مجھے بدفی سوا بھاتا نہیں کچھ — پڑا ہے جب سے ان مسٹوں سے پالا

[illegible] — [illegible]

جفت ہونے کا اپنے طاق رہا — نفس شوم اپنا طاق رہا

جونکوں کی طرح لہو پیا کرتی ہے ذلت — منہ لال ترا کیوں ہوا یہاں غنچا کا

کہا جو میں نے کہ سنتو کہیں نہ گھر میں ہو — وہ ہنس کے بولی مجھے سند ہوا ہوا نہوا

اگر ہاتھ آئے کبھی ننھی سی چوہیا — میاں کیلا کب کھائے ننھی سی چوہیا

منگا دوں چھچھوندر اسے چھیڑنے کو — الہیا اگر گائے ننھی سی چوہیا

اچھل کر رکابی سے لیجائے بوٹی — جو کھانے کی بو پائے ننھی سی چوہیا

نقد دل اپنا لگے مانگنے عاشق سارے — قدر جاتی رہی جسبو قت دل اکھڑا

رستم کی اگرچہ ہو نواسی — جب وقت پڑے تو دغا کیا

کبھی کنے ایک سے ہیں ہم تم — کیا غیر وہاں اور آشنا کیا

شیخ جی بھول کے جو بیٹھ گئے غایت کو — جب فراغت ہوئی کہنے لگے ہاں ہاں لوٹا

ترا دشمن کڑک مرغی کی مانند — رہے ٹاپے میں غم کے تا قیامت

ہاتھ میں نے نہ لگایا تھا اسے خطرہ سے — دھر دیا اُسنے زبردستی پکڑ ہاتھ پہ ہاتھ

مت مجھکو بہکانا آج — صدقے جاؤں آنا آج

تجھکو میری قدر نہیں — اتنا ہیں نے جانا آج

گدھے کر اپنے دھوبن ہانکتی جاتی ہے ٹخ ٹخ — وہاں سے لاد کر کپڑوں کو پھر آتی ہے ٹخ ٹخ

نہ دھرٹ ہے نہ پٹہ ہے کہروا ہے نہ ٹھمری ہے — کہیں جو مست ہوتی ہے تو پھر گاتی ہے ٹخ ٹخ

اب تو صاحبقراں لڑا یا کر — گھوڑے سے گھوڑا سانڈ سے سانڈ

گو زہے یا کہ ہے صاحبقراں آندھی آئی — ایک پھسکی میں اڑاتے ہیں جو ڈٹے پتھر

عیاں الفت نہ ہو شیریں لبوں کی — میاں بہتر ہے کھانا گڑ چھپا کر

کہیں صاحبقراں تو عقد کرلے — نہیں رہنے کی بے شوہر آجا گر

بیوفاؤں کے نام پر پاپوش — اُن کے اخلاق خام پر پاپوش

آشنا رسوا کیا محبت نے — آشنائی کے نام پر پاپوش

کہا کملو نے کچھ بچھڑ کے اپنی — جو انو سمجھتی ہوں بیل تو بیل

خرگوش تیرا ہوش ہیں بند سے کم نہیں — ہر خانہ زاد تیرا مچھندر سے کم نہیں

گو سوکھ ساکھ ظالم اچھور ہو گئی ہے — لیکن ہوے نہ ابتک تا رو کے دانت کھٹے

دیکھو بھوری پہ مولا عاشق ہے — پدمنی بھینس چوہا عاشق ہے

مرد کب چھوڑتے ہیں رنڈی کو — گھوڑی کیسی ہو گھوڑا عاشق ہے

روز لاتا ہے ماش کی پوری — کیا کروں میں پدوڑا عاشق ہے

رات سنگی دیکھکر میری طرف کہنے لگی — اس نگوڑی کی تو کچھ [illegible]

[illegible] ستایا تھا مجھے — خوش ہوئی [illegible]

میکدے کے رہنے والوں سے نہ [illegible] کیجئے — میکدے میں آپ بس افیون گھولا کیجئے

بند ہو جریان کب امساک سے — سیل رک سکتی نہیں خاشاک سے

گھورتا عینک سے ہے صاحبقراں — کب اٹھائے ہاتھ اپنی تاک سے

صاحبقراں سے مغلو کہتی تھی نہ خفا ہو — ہرگز نہیں ہیں لائق تیرے چھیڑنے کے

میں جانتی تو بوسہ تجھکو نہ دیتی ہرگز — یہ تیز دانت تیرے قابل ہیں توڑنے کے

کہا صاحبقراں نورن سے میں نے — ہماری ہجو تو عیب پوشی

خفا ہو کر لگی کہنے کہ چپ رہ — جواب جاہلاں باشد خموشی

صاحبقراں کل گئے تھے چکلے ناگاہ — لیکن نہ کسی پہ ڈالی شہوت کی نگاہ

پر جب ہوا احتلام بولے حضرت — لاحول ولا قوة الا باللہ

صاحبقراں اپنی اوسط عمر میں لکھنؤ آگئے تھے اور یہاں نواب آصف الدولہ مرزا سلیمان شکوہ وغیرہ کی سرکاروں میں ملازم رہے اور تا حین حیات زندگی بفراغت

گزاری - جس کا پتہ اُن کے کلام سے پتہ چلتا ہے - وہ ایک مرنجاں مرنج ہنسوڑ رنگیلے مزاج کے آدمی تھے اُن کے قال سے اُن کے حال کو کوئی نسبت قریباً نہیں تھی -

---

صفدر - آپ نے اپنے نام کے جزو اول کو تخلص قرار دیا ہے - مرزا پور آپ کا مولد و مسکن تھا - مگر بہت عرصہ سے لکھنؤ میں قیام ہے - اور یہیں شادی بھی کر لی ہے آپ ایک نیک مزاج بھولے مگر نہایت کہنہ مشق اور زود گو شاعر ہیں - بہت سے معرکوں میں آپ نے نہایت عمدہ عمدہ شعر کہے ہیں - اور حریفوں کو تاب مقابلہ سے عاجز کر دیا ہے - متین مہذب نیک دل ہیں معلومات شاعرانہ بقدر ضرورت کافی ہے - تین چار کتابیں مشاطۂ سخن - مرقع ادب وغیرہ آپ کی تالیفات سے ہیں جو نہایت مقبول ہیں ہر صنف سخن میں کلام موجود ہے - آپ کے معاصر آپ کی طبیعت خداداد سے ہمیشہ آپ سے چلتے رہتے ہیں - مگر اس سے کچھ ہو نہیں سکتا آپ کی مشق سخن گوئی کو تقویت پہونچتی ہے - اگرچہ آپ کا کلام قدیم رنگ میں بہت زیادہ ہوتا ہے - مگر پھر بھی وہ بجائے خود ایک چیز ہے - اور اگرچہ یہ دعویٰ دور از کار ہے کہ ہمیشہ ہر مشاعرہ میں آپ ہی کی غزل اچھی رہتی ہے یہ غلط اور بیکار ہے - مگر تاہم اکثر شعر اچھے ہوتے ہیں - منشی امیر احمد مرحوم کے شاگرد تھے اُن کے انتقال کے بعد جلیل صاحب اور ریاض صاحب خیرآبادی سے اصلاح لی - اور اب بھی اکثر اپنی غزلیں ریاض صاحب کو دکھاتے ہیں راقم تذکرہ کے عنایت فرما ہیں کبھی کبھی مکان پر تشریف لاتے ہیں - ظرافت مستقلاً آپ کے کلام میں نہیں ہوتی مگر کبھی کبھی تفنن طبع کے طور پر کچھ نہ کچھ فرماتے ہیں - نموتاً چند شعر حاضر ہیں جو انھوں نے میرے اصرار پر خود عنایت فرمائے تھے -

کوئی عاشق نہیں ملتا پریشاں حسن والے ہیں ۔۔۔ جناب عشق بھی اب بوریا بدھنا سنبھالے ہیں

خدائی بھر سے نخرے زال دنیا کے نرالے ہیں ۔۔۔ یہ وہ بڑھیا ہے جس پر ہم سے لاکھوں مرنے والے ہیں

[illegible] گر دل غیر کے ارماں نکالے ہیں
ہمیں جگر میں رکھتا ہے [illegible]

جو کھڑکی سے تمھاری ونٹ سی گردن نکالے ہیں
[illegible] لیے بیٹھے ہیں

بندر بھبکی دکھائینگے رقیب رو سیہ ہم کو
سنا ہے آجکل تمنے نئے بندر یہ پالے ہیں

تماشہ ہے کہ تم جونے پہ بھی ہے چاٹ ہونگی
میاں مجنوں زباں جیسی نکالے تھے نکالے ہیں

خم ابرو کسی کا دیکھکر بدھو میاں بولے
ہجاڑ دل موڑا اس نے [illegible]

سمجھ کر مٹی کا ہوا مرا دل توڑ ڈالا ہے
تمہی ننھے منے ہیں تمہی بھولے بھالے ہیں

خدا رکھے طویل المرتبہ قارون سے بھی ہیں
جو تہمد باندھتے ہیں اور لمبی داڑھی والے ہیں

کوئی دھنیا جو ملجاتا تو گل تکیہ میں بھرواتا
تمھارے گال کیا ہیں جانمن روئی کے گالے ہیں

کہاں بے موسم گل دھجیاں اڑتی تھیں دامن کی
کہاں اب بی بہار آئی ہے [illegible] ہیں

تمھاری ناک بے طرح اب چھینی لگاتی ہے
بلا سے پٹ رہے ہیں ہاتھ تو گردن میں ڈالے ہیں

نقاہت یہ مگر وعدہ کوئی سچا نہیں کرتے
جناب شیخ بھی شاید گیا کے رہنے والے ہیں

گل عارض لیے بیٹھے ہیں بازار محبت میں
کروں کس کس کا میں سودا ہزاروں بیچنے والے ہیں

بھلا دو چار خم میں حضرت خضر کا کیا ہوگا
پلائے جا انھیں ساقی اگر زہ پینے والے ہیں

شب فرقت عدو سے جان سر بستر نکلتے ہیں
لہو پینے کو کھٹمل کاٹنے مچھر نکلتے ہیں

خدا محفوظ رکھے زال دنیا کی محبت سے
اسی بڑھیا کے مارے نوجواں اکثر نکلتے ہیں

کیا ہے بند ارمانوں کو اپنے دل کی کوٹھڑی میں
تمھیں آ کر نکالو دیکھوں تو کیونکر نکلتے ہیں

ملے جسدن مجھے وہ چاند گنجی کر کے چھوڑوں گا
[illegible] اغیار کیوں مو کیسے نکلتے ہیں

دیار عشق میں اے رشک لیلی ہوں میں دیوانہ
میاں مجنوں بھی لیکر ہاتھ میں پتھر نکلتے ہیں

زمانہ دیکھتا ہے ہم کٹے جاتے ہیں غیرت سے
جو [illegible] نکلتے ہیں

نچاتے ہیں حسیں عشاق کو زلفوں میں بل دیکر
[illegible] نکلتے ہیں

بچائیں اپنے اپنے جھونپڑے کہدو رقیبوں سے
[illegible] پھونکنے چھپر نکلتے ہیں

[illegible] نشینوں کا یہ عالم ہے — سر بازار سینہ ٹھونک کر تن کر نکلتے ہیں

یہ چیٹ سالے کی کہتی ہے اک کمسن کی بادی ہیر — پری بننے کو ہیں نام خدا اب پر نکلتے ہیں

رپٹ تھانے میں لکھی ہے تلاشی ہے قیمہ کی — گلی میں شہ چھڑا[1] کے آپکے زیور نکلتے ہیں

جناب شیخ اس پیرانہ سالی پہ بھی اے قیصر
بتوں کے گھورنے کو دیر سے اکثر نکلتے ہیں

[1] شاہ چھڑا کی گلی لکھنؤ میں ایک محلہ ہے ۱۲



حرفِ ضادِ معجمہ

ضاحک تخلص ہے مولانا میر غلام حسین کا جو میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان کے والد اور میر انیس مرحوم کے پر دادا تھے۔ علم عربی و فارسی کے فاضل تھے ناظم و ناثر نہایت اچھے تھے۔ درویش مزاج نیک خو توکل پیشہ شیعی المذہب بزرگ تھے۔ دنیا کے تعلقات قطع کر کے تیس پینتیس برس تک آزادانہ زندگی بسر کی۔ موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا شوق بدرجۂ اتم تھا اور نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ مگر ناقدردان زمانہ کے رنگ اور کس مپرسی نے دل توڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے قدیم رنگ عاشقانہ کو ترک کر دیا تھا۔ اور ہزل گوئی اپنا شعار بنا لیا تھا مگر اسمیں بھی زبان عجیب و غریب ایجاد کی تھی میر حسن مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ زبان ہے جو آدم سے لیکر اب تک کسی متنفس نے استعمال نہیں کی۔ مولوی ساجد کی ہجویں اور مرزا رفیع سودا کی ہجویں ایسی ایسی کہیں جسے اہل زمانہ سنکر پھڑک پھڑک گئے مگر افسوس کہ اُن کا کلام ضائع ہو گیا۔ اور اب کہیں بھی نہیں ملتا چالیس پچاس شعر کی غزل اور ہزل کہتے تھے اُس کے شروع میں تھوڑی سی نثر بھی لکھتے تھے۔ ہزل کا صرف ایک مطلع ملتا ہے وہی نقل کرتا ہوں۔

یا ایہا الناز انکہ کرد جہلا نکہ   کل تو پچی پرایہ فرو بکاسرہ

ضاحک نام و مقام معلوم نہیں اودھ پنچ سابق میں دو شعر کا ایک قطعہ اس تخلص سے ملا وہی نقل کرتا ہوں۔ یہ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کے اودھ پنچ میں شایع ہوا تھا

اس زمانہ کی یادگار ہے جب لارڈ کرزن نے ہندوستانیوں کو جھوٹا کہا تھا۔ اسی مضمون کے لئے اکبر مرحوم الہ آبادی نے یہ رباعی کہی تھی۔

جھوٹے ہیں ہم تو آپ بھی ہیں مہربان | جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

قطعۂ مذکورہ ضاحک یہ ہے۔

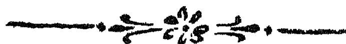
ہمارے لارڈ صاحب خیر خواہ ہند ہیں بے شک | غلط کل مصلحان سفرت انگیز کہتے ہیں
برابر ہے ہماری پالیسی اور لارڈ صاحب کی | کہ دونوں ہی دروغ مصلحت آمیز کہتے ہیں

اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا قطعہ اسی بحث پر مصلحت انگیز کے نام سے لکھا ہوا ہے۔ غالباً وہ بھی انھیں ضاحک کا ہے۔

کل چلتے چلتے سچ کو ملا جھوٹ راہ میں | قلعی شدہ ہو جیسے کوئی لعبت مسی
پوچھا کہ ایشیا میں کیا ہے ترا رواج | میری طرف سے کیا ہے یہیں صرف بے حسی
کہنے لگا کہ یاں تو ہے سچا معاملہ | یورپ میں جا کے دیکھئے کوئی میری پالیسی

ضیغم۔ اودھ پنچ سابق کے ایک نامعلوم الاسم نامہ نگار کا تخلص ہے جن کے یہ دو شعر مل سکے۔ غالباً شیر خاں نام تھا۔

آں شیر بیشۂ اسد اللہیاں منم | روباہ را حریف غضنفر نمی کنم
کو مرغ سدرہ کو زغن قصر نیستی | طوبے بہ شاخ سدرہ برابر نمی کنم



حرف طاءِ مہملہ

طریف ۔ منشی حسین الدین نام تھا ۔ ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے ۔ ظرافت کے شعر کہتے تھے جن میں پھکڑپن بہت زیادہ شامل ہوتا تھا ۔ ایک بیاض سے چند شعر مل گئے ۔ لیکن اس کے علاوہ نہ حال معلوم ہوا نہ مقام و مسکن کا صحیح پتہ لگا

آج ہی گھر کا رقیبوں کے مٹا دوں آثار ۔۔۔ اُن کی دیوار پہ جا بیٹھیں جو الّو ہو کر

ہمہ تن جوش بنا حسن سے تیرے یعنی ۔۔۔ رنگیا سارا بدن پیچ سفیدا ہو کر

نیکیاں بھی کبھی ہو جاتی ہیں سرزد مجھ سے ۔۔۔ کان پہ بیٹھے کو لکھتے ہیں فرشتے کدو ہو کر

پیٹ زندانِ مصیبت سے زیادہ ہے بڑے ۔۔۔ جو غذا اس میں گئی نکلی وہی گو ہو کر

نوچ کر وہ رہزنِ دل بوٹی بوٹی لے گیا ۔۔۔ پہلے ٹوپی لے گیا تھا اب لنگوٹی لے گیا

کر دیا قلاش القصہ تمہارے عشق نے ۔۔۔ انتہا یہ ہے کہ بنڈا تک ۔ دن لے گیا

دل کی خارش کو بھی اک زخم بنا جاتے ہیں ۔۔۔ جب وہ آتے ہیں نمک مرچ لگا جاتے ہیں

مرا بستر ہے مرا بگدر ہے ۔۔۔ نہ مچھر کا غم ہے نہ کھٹمل کا ڈر ہے

مرے طائرِ دل کو کیا کیجیے گا ۔۔۔ فقط چونچ ہے اس میں پر ہے نہ در ہے

طرزی ۔ ان کی ظریفانہ شاعری کا بہترین جوہر ظرافت یہ ہے کہ انھوں نے دعوی کیا تھا کہ زبان فارسی بھی اس قابل ہے کہ عربی زبان کا مقابلہ کر سکے ۔ اس کے اسما کو بھی مصادر قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے مختلف صیغوں کا اشتقاق بوجہ احسن ہو سکتا ہے ۔ اسی خیال کی بنا پر انھوں نے اپنی زبان اور شاعری کو اس خیال

[illegible] نہایت عمدہ ظرافت گو تھے۔ مگر افسوس کہ ظریفانہ رنگ کا کلام نہ مل سکا۔ ترتیب تذکرہ [illegible] کے وقت زندہ و بخیریت تھے۔

ظریف ۔ سید [illegible] حسین نام ہے ظریف تخلص ہے۔ قصبہ تسہ ضلع مظفرنگر کے رہنے والے ہیں ۱۹۱۵ء میں دلی میں تھے۔ اب کا حال معلوم نہیں۔ چند شعر ظریفانہ ان کے دستیاب ہوئے وہ درج تذکرہ کئے جاتے ہیں۔

تمھاری چاہ مبارک ہے [illegible] کے لئے ــــ اگر یہ چاہنے والے ہیں آج [illegible] کے لئے
پڑھی نماز تمہیں سے ہم نے دلی میں ــــ گلے کو آتی ہے ہنسی ہلال [illegible] کے لئے
بتائیں کیا تمہیں صرف کہ بشر شوق جمال ــــ ہزار جوتیاں ٹوٹیں اک آرزو کے لئے
ازل سے تھے نہ کوئی اپنے فائدہ پہ نظر ــــ کہ جتنے چاہنے والے ہیں [illegible] کے لئے
ملو جو غیر سے تو اس سے اچھی ہے بات ــــ چلن کے چوک کے کیسے لئے شاد کے لئے
تمہارے لال کا دامن نکل گیا مریم ــــ منگا کے سوزن عیسیٰ رکھو رفو کے لئے
ظریف ہے یہ تمنا ظریف کو دیکھیں ــــ تڑپتا رہتا ہے دل اپنا لکھنؤ کے لئے

محبت اپنی بیوی سے یہ دروازہ ہے ایماں کا ــــ بھٹکنا چار سو اچھا نہیں ہوتا ہے انساں کا
نہٹے مارتی ہے اسپ بچے پیار کرتے ہیں ــــ تعلق کس قدر گہرا ہے بلی اور انساں کا
بہت ہی سخت ہے پردہ کے بارہ میں مری بیوی ــــ ڈپٹتی ہے اگر دیوار سے بچے نے بھی جھانکا
جہاں بخیہ کیا ہے سالے دامن محبت کے ــــ لگا دو اچھی بھابی تم گریباں میں بھی ٹانکا
بھلا مجھلی بہو کیونکر نہ سب کے دل میں گھر کرتیں ــــ اطاعت اُن کی دیکھو اور غصہ نانا ابا کا

ظریف - سید مقبول حسین نام ہے مولوی گنج لکھنؤ میں رہتے ہیں جناب صفی لکھنوی کے چھوٹے بھائی اور محمد جعفر صاحب بہار سکریٹری [illegible] [illegible] پڑھے ہیں - بقدر ضرورت فارسی اور ترکی سے آشنا ہیں - نہایت خلیق نیک مزاج ہیں اس سے پہلے شیعہ یتیم خانہ کے سکریٹری تھے - مگر دو تین سال سے اب کوئی تعلق اس سے نہیں ہے - جناب ظریف کی عمر اب تخمیناً ۵۵ یا ۶۰ برس کی ہوگی - حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ظرافت و ظرافت ہے جس کا نشان بڑے بڑے پختہ کاروں کے کلام میں بھی نہیں ملتا - اس میں شک نہیں کہ بہ نسبت [illegible] کے کلام میں آورد بہت زیادہ ہے - اور لفظ لفظ سے بناوٹ اور تصنع ظاہر ہوتا ہے - قدیم تشبیہیں اور استعارات جابجا موجود ہیں - اور کہیں کہیں [illegible] ظرافت [illegible] ہو کر کلام ہزل سے بھی مماثل ہو جاتا ہے - مگر باایں ہمہ ان کی پختہ کاری مشاقی - زباندانی - اور خلقی ظرافت کلام کو مجموعی حیثیت سے اس قدر بہتر بنا دیتی ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی - ان کے یہاں کے ادنیٰ اور پیش پا افتادہ مضامین ایسے ہیں جن کو مقابلہ بڑے بڑے ظریف نہیں کر سکتے اور بلا شک ظرافت گوئی میں وہ ہندوستان کے تمام شعرا میں ایک بڑا اور خاص امتیازی درجہ رکھتے ہیں - ظرافت کے رنگ میں ہر صنف میں ان کا کلام [illegible] ہے - اور ان کی بعض بعض بلکہ اکثر نظمیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں ہو سکتا - نہایت خلیق اعلیٰ درجہ کے سخن فہم ہیں - زبان اردو کے سچے بہی خواہ ہیں - چنانچہ زمانہ حال میں بعض بعض جریدہ نگاروں نے جو ایک جدید روش اختیار کر کے اردو کو خراب کرنے پر کمر باندھ لی ہے آپ اس کے خلاف ہمیشہ اخبارات میں نظمیں لکھ کر صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے ہیں - میں چاہتا تھا کہ جناب موصوف کا نیا کلام بھی درج کروں - مگر یہ اتفاق ہی نہ ہوا کہ اسے حاصل کر سکتا - مجبوراً رنگ قدیم ہی سے کچھ اشعار درج کرتا ہوں -

جنوں میں کیوں [illegible] میرا
حماقت کی نشانی بن گیا نقش قدم میرا

شمیم زلف مشکیں سے [illegible] لپٹ
تمہ [illegible] ناک میں آیا ہے دم میرا

دنور شوق میں معشوق [illegible]
[illegible] میں دیکھے اودھم میرا

ضعیف و ناتواں ہوں مجھ کو [illegible]
کے بھرپیے پن کا ذرہ [illegible] میرا

[illegible]
شتر گربہ کے ڈر سے آ نہیں سکتا ہے دم میرا

[illegible] مجنوں شیخ جلی [illegible]
وہ کہتے [illegible] میرا وہ کہتے ہیں عجم میرا

[illegible] سے بھرنا کام ہے تیرا
مگر کشکول سائل سے مشابہ ہے شکم میرا

فلک سنتا ہے بلندی پر آیا دل کا
حباب شیشۂ محل ہے دو منزلا دل کا

سنا رہے ہیں جو آن کے معاملا دل کا
پڑا ہوا ہے کٹائی میں فیصلہ دل کا

علم کسم ابھی دار رہے [illegible]
کہیں تو حال بلالاپن سے کچھ ملا دل کا

علم میں جھینگا ہے بڑکر کاعمراکوئی نہیں
چاٹ جاتا ہے [illegible] امتحاں کوئی نہیں

تنے ہیں بس کہ جڑ والاں انکو کہنا چاہیے
پیر ہیں ساتوں فلک انمیں جواں کوئی نہیں

حضرت حوا کے کم کچھ حضرت عیسیٰ نہ تھے
باپ انکا بھی نہیں مگر ان کی ماں کوئی نہیں

لکھنؤ [illegible] شہر پہ کیا موقوف ہے
ہر جگہ اہل زباں ہیں بے زباں کوئی نہیں

مستقیوں کے پیچھے آئی ہے یہ صدا
[illegible] اک قرابہ جلاعرق خانہ ساز کا

شیطان کی جو آنت سے ہوتا مقابلہ
کھل جاتا حال آپ کی زلف دراز کا

کچھ ایسی غم و رنج کی ہے کہنہ رضائی
ابرا اگر اکھڑ آتا تو استر نہ اٹھے گا

اغیار کی شرکت سے اٹھا بھی تو گراں ہے
ہے ترے احساں کا جھیر نہ اٹھے گا

تا حشر کھڑے میں تو یہی بند رہے گا
مردے سے اگر قبر کا پتھر نہ اٹھے گا

[illegible]

نئی ادا سے [illegible] … کہ خود کھڑا ہے لبِ بام یار دیکھ رہے

ترا جواب نہیں دوسرا کی کھٹیاری … کہ واں جو بیٹھے ہیں اور بگھار رہے ہیں

ظریف ہے وہ بت شوخ کس قدر آزاد … جو سر گھٹا ہے لئے پشت خار دیکھ رہے

خیالی ہجر میں فرصت نہیں [illegible] جانا … یہ سب کیا ہے سلامت جھک کے اب اتر جانا

دولتی سے [illegible] کا جانا … یہی تو ہے طویلہ کی بلا بندر کے سر جانا

رخ [illegible] اٹھ جانا … قیامت ہے کہ [illegible]

مری آہ [illegible] … [illegible]

مذبذب پن ہے معشوق خیالی کا … کہ دز [illegible] لینا اور مکر جانا

مریض [illegible] سرد مہری سے … وہ آخر تختۂ مشق اطبا کا بھر جانا

[illegible] سر پٹکنے ناقہ کا … میاں مجنوں کا [illegible] جانا

جو آنا [illegible] مضمون سے لیکر … ظریف اچھا ہے ار وہ شاعری کا [illegible] جانا

پیٹ [illegible] عشاق [illegible] … اور وہ نالہ و فریاد کا جو واں ہونا

گھر تمہارا ہے [illegible] اسکے گھر ہے … غیر کے ساتھ مرے گھر میں مہماں ہونا

خوب نقد دل عشاق کو لوٹا تو نے … شہ [illegible] ہے اسے کہتے ہیں سلطاں ہونا

یا تو [illegible] کبھی دکھلا دو ہیں … یا تو [illegible] کا [illegible] ہونا

معشوقان [illegible] میرا پڑھنا … ان کے چہرے کا [illegible] ہونا

صاف لفظوں میں ہے [illegible] … دہن یار کا درج در غلطاں ہونا

درد دل [illegible] کیوں کانپ [illegible] … کیا ہے گھر میں گھس آنا [illegible] ہونا

وہ کفن بہر شہیدان وفا دینے لگے … ناپ کر [illegible] دو گز کفن دینے لگے

منہ پھلا کر فتنہ گاہِ محبت کو حضور — شربتِ دیدار کا یوں اُلٹا دینے لگے

جب سے عاشق ہو گئے [illegible] — سونے والو جاگتے رہنا صدا دینے لگے

جھوٹے عاشق اس سے بڑھکر اور کیا دیتے ثبوت — ہو گئے گندہ دہن [illegible] دینے لگے

پیٹ ضبطِ آہ سے [illegible] پھولا — دھونکنی کی طرح سے نتھنے ہوا دینے لگے

سسکیاں لیں منہ بسورا عاشقوں نے سامنے — وہ کھجا کر داد کو داد و فا دینے لگے

اُن کے بیمار [illegible] جب لیا — جلدی [illegible] دینے لگے

جب بیمار سے اچھے ہو گئے بیمارِ غم — ہو کے کھسیانے سبھی ناک سنکیا دینے لگے

[illegible] یاد کرتے ہیں — ڈاکٹر شب کو دھوبی کے گدھے [illegible] کرتے ہیں

ستم ایجاد کہتے ہیں یہ کیوں معشوق کو ظالم — [illegible] کرتے ہیں

بگولہ ہیں کہیں معشوق آندھی ہیں کہیں جھکڑ ہیں — [illegible] خاک کو برباد کرتے ہیں

سیہ مستوں کی شادی وقت رخصت [illegible] — مبارک حضرتِ [illegible] کرتے ہیں

یہ واڑھ [illegible] لگایا ہے — کہ [illegible] یاد کرتے ہیں

حسینوں کیا تمہارا [illegible] ہیں غلام آخر — جو کہتے ہیں خدا بندے [illegible] آزاد کرتے ہیں

[illegible] ہو گی — کہ جو [illegible]

صفت آ دیکھے [illegible] — [illegible]

پسینہ جاناں رُخ پر [illegible] — گلاب [illegible]

[illegible] پھینک دیتے ہیں — بتوں کے ہاتھ میں جب [illegible] آتا ہے

رقیب تو اس سے چھوٹ لڑنے کا ارادہ ہے — پٹا آنا [illegible] یاد آتا ہے

مسیحا دیکھ جا بیٹا اپنے بیمارِ محبت کا — آسے پیشاب آتا ہے [illegible] آتا ہے

کوئی دل بیتاب کو ڈانٹے کہ ٹھہر بھی — ادھائی کے بینگن تو ادھر بھی ادھر بھی

جھالر نہ لگے کوئی تو اقرار ہے منڈا — وعدہ ہو دہی ہیں اگر بھی ہو مگر بھی

ہے جو کچھ [illegible] انار ترے دانتوں کا چرچا
دلال زباں ہے جو اور بھی ہے اُدھر بھی

کہہ [illegible] آنکھ [illegible] میں تلوار
معشوق وہ معشوق جو جلوہ بھی ہو نر بھی

حسن لیجیے بغیر اس کے ہو تشبیہ بھی نازک
عیسیٰ ہیں اگر آپ تو اک پائے خر بھی

تحریر کا عنوان نئی تہذیب نے بدلا
معشوق کے القاب ہے ہے مائی ڈیر بھی

یہ حسن نرالا ہے کہ وہ عضو ندارد
معشوق [illegible] جسکے [illegible] کمر بھی

کہتی ہے سدا صاحب مقدور کی ولا
ترکے ملے ہمکو ارے جلدی کہیں مر بھی

بلبل کہو تم شوق سے ایسے شعرا کو
ایک چونچ بھی جسکے ہو ظریف [illegible] بھی

گو ندوائی وقت پہ ملتی نہیں ہمپر کھلا
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

آپنے الٹی رخِ روشن سے جالی کی نقاب
میں یہ سمجھا حسن کی دکان کا شٹر کھلا

اسقدر ہے مختصر چادر معیشت کی ظریف
پاؤں پھیلاے فراغت کیلئے جب سر کھلا

دال دھوئی ماش کی [illegible] خوب دوست
بالش و بستر سے مجھکو آ رہی ہے بو دوست

کی جو کر یا غیر کی ہیں صاف چار ابرو دوست
چودھویں کا چاند بیشک ہو گیا اب [illegible] دوست

عاشقان [illegible] زرد رو کے [illegible] میں مقیم
دو بیسے کے جو رخ ہیں الجھے ہو گیسو دوست

ڈھونڈتے پھرتے ہیں عاشق پر نشاں ملتا نہیں
آ گئی [illegible] سڑک میں [illegible] کے دوست

حسن کے دلکش طلسم [illegible] خوشبو دوست
ہے [illegible] اٹھا لیا [illegible] دوست

کم حقیقت [illegible] اغیار جب بیٹھے ہوئے
دیکھ لو [illegible] نہیں [illegible] دوست

دور تک [illegible] قیسوں کو خبر آتی ہے
مچھر اڑتے ہیں جس وقت ہوا آتی ہے

[illegible] ناقۂ لیلیٰ کی صدا آتی ہے
بلبلاتی ہوئی مجنوں کی قضا آتی ہے

وہ ہی کام آتے ہیں معشوق کو دنیا میں فقط
[illegible] کو قضا آتی ہے

نفع اتنا تو ہوا اس میڈیکل کالج سے
تیرے بیمار کے پینے کو دوا آتی ہے

رنگ غصہ میں بدلتے ہیں وہ گرگٹ کی طرح
حسن کی اپنے دکھاتے ہیں کرامات مجھے

ظ۔ ح۔ اودھ پنچ سابق کے ایک نامہ نگار ہیں۔ جو کاکوری کے رہنے والے ہیں۔ نہایت شوخ ظریف ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چندہ کا جیسا زور شور رہا ہے اسکو وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بار بار اپنی بھری ہوئی جیبیں خالی کرنا پڑی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مصیبت زدوں میں شاعر مذکور بھی ہیں۔ ایک غزل فارسی ملتی ہے جس کے ساتھ یہ عبارت بھی انھیں کے قلم سے نکلی ہے۔

" یا ایھا القوم ھوت۔ کون بے وقت غل مچا رہا ہے۔ ارے میاں تمھیں جاگ رہے ہو یا کوئی اور بھی ہے میں جاگتا ہوا سوتا ہوں اور لوگ خراٹے لے رہے ہیں سنو بھی سنو۔

ما ڈھول در گردن وخر در خلاب افگندہ ایم

بہت اچھا کیا ترقی رہنی کرتے ہیں۔ غلط اگر اس کیچڑ نفاق سے مسلمان نکل گئے ہوتے تو کام بنا لیا تھا۔ مگر کمبخت گدہا پھسل پڑا اور ہم لنڈھک گئے۔ ذرا ہاتھ بھتا ملو۔ خیریت ہے ڈھول ملامت قوم کے لئے سلامت ہے۔ آؤ جلدی آؤ اٹھیں تو تمھیں کچھ سنائیں تنہائی میں رونے کا لطف ہے نہ گانے کا۔ ایک تان تم اڑاؤ تو ایک نالہ ہم کریں۔ صدائے برنخاست شاید سمجھے کوئی چندہ مانگنے والا ہے۔ فریب سخن دے رہا ہے کچھ اور نہ لے مرے۔ جوں توں خود ہی اٹھے۔ رہوار کو بھی اٹھایا۔ پھر سوار ہوئے۔ سوار کیا ہوئے حماقت سوار ہوئی۔ وہ یہ کہ قوم پر غصہ آگیا پھر کیا تھا۔ کھلا منھ چلی زبان۔ بجے ڈھول۔ پک بھم۔ پک بھم۔ دہم۔ دہم۔ دہم۔ خلق خدا کی۔ ملک شہنشاہ

مجازی ایڈورڈ ہفتم کا - حال و قال ریفارمروں کا - و ہو ہذا -

کوشش اصلاح را در پیچ و تاب افگندہ ایم — ما دل در گردن و خرد در غلاب افگندہ ایم

کار دنیا ہرج گردد از نماز پنج وقت — ما امید از طاعت و چشم از صواب افگندہ ایم

از زکوۃ و حج صلوۃ و صوم فارغ گشتہ ایم — شاہد اندر قصر و افیون در شراب افگندہ ایم

لکھنؤ زر مبدء آباد باشد تا ابد — سایۂ سیمرغ ہمت بر خراب افگندہ ایم

مد و جزر بحر سودا را بماند حب قوم — دل بہ دریائے سپر بیتے لب افگندہ ایم

تا قیامت باد نفرین نقص قران مومناں — بازی پوشندہ و با آفتاب افگندہ ایم

پہلوان علم مغرب در علیگڈھ آمدہ — گر بہ و غالب شویم از سیاب افگندہ ایم

آفریں بر حضرت سعدی چہ خوش فرمودہ است — ما دل در گردن و خرد در غلاب افگندہ ایم



حرف عین

عالی - یعنی نعمت خان عالی شیرازی - ان کا نام اصل میں میرزا محمد تھا - اور نعمت خاں خطاب تھا - مگر یہ اپنے خطاب کے ساتھ ایسے مشہور و معروف ہوئے کہ اصل نام سے بیخبر ہو گئے - ان کے والد کا نام فتح الدین تھا - جو اپنے زمانہ کے ایک زبردست حکیم تھے - میرزا محمد ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی - مگر کمسنی کے زمانہ میں اپنے باپ کے ساتھ شیراز چلے گئے - مروجہ اور ضروری علوم رسمی وہیں حاصل کئے - شاعری بھی وہیں شروع کی جس میں ملا شفیعائے یزدی کے شاگرد ہوئے۔ جب شیراز سے واپس ہوئے تو عالمگیر بادشاہ ہندوستان کے زمرہ ملازمان میں داخل ہوئے حیدر آباد کی فتح پر اُن کو زمرہ مصاحبین میں جگہ دیدی گئی - اور ۱۱۰۱ھ میں بکاول یعنی داروغہ باورچیخانہ کی خدمت پر مامور ہوئے اور نعمت خاں خطاب ہوا۔

عالی کا مرتبہ شاعری میں بہت بلند ہے - اور کسی طرح متقدمین سے کم درجہ پر نہیں ہیں - مگر سب سے زیادہ کمال ان کو ہجوگوئی اور ظرافت نگاری میں ہے انکی ہجوگوئی کی ایک خاص وجہ ہے - عالمگیر ایک راسخ العقیدہ سنی المذہب بادشاہ تھا اور نعمت خان عالی شیعہ مذہب رکھتے تھے - اور اسی کے ساتھ اپنے مذہب کے نہایت پکے تھے - اسواسطے یہ ہمیشہ در پردہ ہجو کیا کرتے تھے - عالمگیر کچھ نا سمجھ نہ تھا وہ سب کچھ جانتا تھا - مگر نعمت خاں کی لیاقت کا سکہ اتنا اُس کے دل پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ ٹال جاتا تھا - چنانچہ ایک مرتبہ بادشاہ کی تعریف میں یہ قطعہ کہکر گزرانا -

[illegible]

روزِ محشر کہ بجود ر ماٹی　　　پسر بوسفیان یارتو باد

بادشاہ اس قطعہ کو شکر سمجھ گئے۔ مگر یہ کہا اگرچہ ایں کہنہ قرمساق بد انست خود ہجو کردہ است۔ لیکن سعادت ماست بنویسند در بیاض خاص)

ایک مرتبہ بادشاہ نے ایک خصی بکرے کو جسکی داڑھی بہت بڑھی ہوئی تھی اور عمر بھی زیادہ تھی دیکھکر کہا کہ اس کا کوئی نام رکھنا چاہیے۔ نعمت خان عالی نے کہا کہ حضور ابوبکر نام رکھدیجئے۔ اگرچہ بادشاہ کو یہ بات نہایت ناگوار گزری مگر ہنسکر ٹال دیا۔

غرضکہ اسی طرح بادشاہ۔ اور امرائے دولت پر برابر طعن و تشنیع کی بھرمار کرتے رہتے تھے۔ اور سب لوگ ان کی باتوں کو مسخرگی سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انکی ہجویں بقول مولانا غلام علی آزاد مرحوم کے تیغ تیز سے کم نہیں ہیں۔ ان کی ظرافت نہایت عمیق ہوتی ہے۔ جسمیں [illegible] کو بچاتے ہوئے مشہور شعرا کے [illegible] اور آیات سے صریح گلکاری کرتے ہیں کہ قابل دید ہوتی ہے۔

ان کی تصانیف میں سے دیوان فارسی۔ وقائع۔ جنگنامہ حسن و عشق اور مضحکات بہت مشہور ہیں کچھ نثار نغمہ رقعات بھی ہیں جو کہیں نہیں ملتے۔

عالی پہلے اپنے پیشہ کی مناسبت سے حکیم تخلص کرتے تھے مگر کسی شخص نے ایک دن کہا کہ حکیم اور چلغم ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے اسی لئے انھوں نے اس تخلص کو چھوڑ کر عالی تخلص اختیار کیا۔

ایک مرتبہ نعمت خان عالی نے اپنا ایک جیغہ مرصع گرو رکھنے کیلئے نواب زیب النساء بیگم دختر عالمگیر بادشاہ کے پاس بھیجا مدتوں تک نہ وہ جیغہ واپس آیا اور نہ روپیہ آیا۔ تو نعمت خان عالی نے یہ رباعی لکھکر بھیجی۔ بیگم نے پڑھی اور

[illegible]

اے بندگیت سعادت اختر من | در خدمت تو عیاں شدہ جوہر من
گر جبیۂ خریدنی است پس کو زر من | ور نیست خریدنی بزن بر سر من

عالی کی ہجوؤں کا پایہ اسقدر بلند ہے کہ اُن کا جواب اُن کے معاصرین یا متقدمین کے یہاں نہیں ملتا۔ اسمیں شک نہیں کہ ایران میں سیکڑوں ہجو گو اور ہزال گزرے مگر نعمت خان عالی نے جو طرز خاص ایجاد کیا اسکا کسی دوسرے شاعر کے یہاں نشان بھی نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ اگر اُن ہجوؤں کو متانت کے لحاظ سے دیکھئے تو بھی اُن کا پایہ اتنا ہی بلند ہے اور اگر مسخرگی اور ہزل کی نوعیت سے ان پر نگاہ ڈالئے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا مسخرہ بھانڈ بھی ان کا مقابل نہیں ہے۔ وہ ظرافت یا ہجو میں صرف ہزل اور مسخرگی اور الفاظ سے کام نہیں لیتے بلکہ ہمیشہ اس میں انتہائی معنی آفرینی کا خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک قطعہ جو کامگار خاں پسر جعفر خاں وزیر کی کتخدائی کے موقعہ پر کہا ہے دیوان میں موجود ہے جس نے بڑے ہجویہ قصیدوں کو شرما دیا بلکہ انپر پانی پھیر دیا ہے۔ ہجو ظرافت ہزل کو نظر انداز کرتے ہوے جب اسکی بلاغت پر نظر ڈالتے ہیں تو علوم کا ایک زخار دریا موجزن نظر آتا ہے۔ ایک ایک لفظ کو فصاحت و بلاغت کا خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بار دیگر کد خدا شد خان عالی منزلت | با کمال عز و تمکیں با وقار و زیب و زین
مہرہ در ششدر بنفتد گر گشادی روز چار | میزند بر تختہ از ترس حریفاں کعبتین
زاد راہے در سفر بر داشت از ساقی عروس | ماند آنہم ہمچناں بر گردنش مانند دین
نفقہ و کسوت بسر افتاد و نگرفتہ جہاز | قد رجع من جانب البلدہ بخفی الحنین
ان شد از جبر آور داین شد از اختیار | این سخن ہم در میان ماند است عین بین

گفت بہر من جیا ناوردہ گلابہ یکار — گفت آرے ہم جکش و دوام ہم کلتین

گفت خان الصبر مفتاح الفرج اساکن است — کثرت استعمال عفو حش کندا اے نور عین

گفت نان شد جزم بشیم نیست شد و مد خبر — در محالات است فتح الیاس حاذر تین

گفت دخلے میکنم بشنو دو قسم آید حلول — ہست سریانی و طریانی بنا بر ذہین

گفت تو شکل عروس مہندسہ گر خواندہ — ضع عمود آنی المثلث قائما بالنقطتین

گفت من در انتظار ساعتم معذور دار — شمس طالع [illegible] بطین

از طبیب ہم دوائے خواستم نادیدہ گفت — از برودتہا تو پیدا است ضعف کلیتین

ساخت زرعونی خولنجان جوز زنجبیل — تودری و دار فلفل سعد قسط و بہمنین

گفت نے اینہا نمی آید بکار از من شنو — چارہ ات فصد [illegible] غلتین

حجلہ [illegible] مدرسہ کردی تو اے خانہ خراب — ہم زبان آمد [illegible] گفتگو [illegible] تین

دخلہا در [illegible] بیت — تو [illegible] حسین

یہ پورا قطعہ نہیں ہے۔ بعض اشعار اس سے نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ اسکی شرح بھی ایک مرتبہ میری نظر سے گزری تھی۔

شیخ در خواب دید شیطاں را — رہزن دین و دزد ایماں را

از صفا بسکہ دل چو آئینہ ساخت — آں لعیں را ہمیں کہ دید شناخت

بملامت عتاب پیش گرفت — بر سرش زد بجے و ریش گرفت

کہ چہا میکنی تو اے مردود — شدہ از درگہ خدا مطرود

ہم دگر ہیچ شیخ بر دبکار — شد ازاں ضرب دست خود بیدار

چوں ترش زخواب شہر بیا جست — دید ریش خودش بدست خود است

قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ کے وقت عالمگیر کو جب دقتیں پڑیں اور طرح طرح

کے نقصان اٹھائے یہاں تک کہ لشکر بے سر و سامان ہوگیا۔ تو نعمت ... کے لئے ایک سامان تفریح ہاتھ آگیا اور اس نے طرح طرح کے قصیدے لکھے جنمیں سے بعض اشعار منتخب کر کے لکھے جاتے ہیں۔

الہ است اللہ و رحمان خدائے — مگر او کند رحم بر فوج شاہ
رحیم است و غفار آمرزگار — ندانم چہ شد حصۂ ایں سپاہ
رجال مرد و مراۃ زن زوج جفت — جدا گشتہ از یکدگر سال و ماہ
ملک پادشاہ جند لشکر بود — برآں ضحک و خندہ بریق و قاہ

چیست غفار و چہ کبریت احمر اشرفی — کیمیا نوکر شدن یک ہفتہ بیش از پنجمن
فقر و فاقہ عیلہ و عسرت صبوری انتظار — انچہ باشد نوکراں بادشہ را در دکن
ممتنع معدوم دیں ہر دو بطرز لف و نشر — دانہ کاہ و دوا سے و نفقہ فرزند و زن
الثقیل و الغلیظا آبے کہ و رین لشکرات — الاجل حکم طبیباں المرض احوال تن
لم یقع چہ فتح قلعہ لم یکن یعنی یورش — سہو سیہ اہوزنیہ لغو توپ انداختن
صدق آں حرفے کہ ہر گز گفتہ باشد کسے — کذب گفتارے کہ سازد مایہ دار و موتمن
فلفسی آنکس کہ میگوید خلا باشد محال — در خزانہ گر رود ہرگز نگوید ایں سخن
ما و لا و ان و لن چوں لم حروف نافی اند — میکنند اینہا عمل در دفتر بخشی تن
من و عن یا و الی احتی و فی جر میکنند — لیک از قوتے کہ ... افتند پیراں دکن
کان صار اصبح و امسی افعال ناقص اند — ہمچو تدبیرات و تسخیرات در ملک دکن

دریں ملک خراب امروز کس را نیست ساماںے — چو گنج افتادہ اند اہل ہنر در کنج ویرانے
بسر حدے رسیدہ خلق را افراط نا داری — کہ معنی ہم ندارد ایں زباں حرف سخنداںے

سپاہی ہم بمیدان قناعت میکند جولاں | زشمشیر و سپر دارد دم آبے لب نانے

طبیب از علم طب دریا و بیمار ہمیں معنی | نباشد خوب تر از شربت دینار درمانے

منجم را نشد غیر از نکات ارفلاک حاصل | زضعف چرخ بیند قرص مہ را گردۂ نانے

زبس عطار مشتاق است قوت لایموتی را | بچشمش آتش وناں آید چو بیند اشنانے

نباشد آنقدر سرمایہ ہم جراح مسکیں را | کہ بر زخم دل خود سرنگوں سازد نمکدانے

چو طفل نے سوار از بہر روزی میدود کاتب | زکلک خود کمیتے دارد و از صفحہ میدانے

محاسب سال را ننوشت ماہ روزہ در دفتر | برائے اینکہ معلومش نشد شوال و شعبانے

زحیرت گفت قاری من کلو میخواندہ ام یارب | نخواندم ہیچگہ لا تاکلوا در ہیچ قرآنے

وریں لشکر بجانم یار دم با خویش می سنجد | نماندہ در دکاں بقال را جز سنگ و میزانے

زگرسنگی یکے پرسید از دوزخ چہ ماند آیا | بگفت احوال گر ایں است بہر ساختہ آنے

صدائے ماتمے از خانہ برخاست پرسیدم | چہ شد گفتند دریں خانہ دارد گشتہ مہمانے

زجائے غلغلہ شادی شنیدم گفت ہمسایہ | کہ شخصے دید شب در واقعہ پر آرد و نانے

اسی طرح قصائد اور نظموں میں جا بجا شاہ عالمگیر کی تدبیروں اور اُس کے لشکر وغیرہ پر پھبتیاں کہی گئی ہیں۔ نثر میں بھی اُن کی ظرافت قابل داد ہے۔ نعمت خاں عالی نے ۱۱۲۱ھ میں حیدرآباد میں انتقال کیا۔

عارف محمد عارف نام تھا۔ دلی کے رہنے والے کشمیری الاصل میرزا بیدل کے معاصر شاہ مبارک آبرو کے شاگرد تھے۔ رنگ زمانہ کے موافق کبھی کبھی ظرافت میں بھی شعر کہتے تھے ایک شعر مل سکا۔

درخت رز سے کہو کہ آن سے
ورنہ عارف افیم کھاتا ہے

[illegible]
شخص حافظ عبدالحلیم نامے تھے جنکی شاعری بواسحاق اطعمہ کی طرح صرف کھانوں کی
تعریف میں ہوتی تھی اور اسمیں ظرافت کا نمک مرچ لگادیا کرتے تھے کبھی ظرافت گویوں
کو بلاکر مشاعرہ بھی کرتے تھے - اُن کے یہاں عاجز بھی شریک ہوتے تھے - چونکہ عاجز
خود ایک اوباش مزاج رند لااُبالی تھے - اس لئے حافظ حلیم سے خوب بنتی تھی
میر تقی میر نے نکات الشعرا میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی کوئی مصرع اچھا بھی کہہ لیتا ہے -
ایک شعر نمونۂ ظرافت مل سکا۔

دل بغل مارے لئے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل　　شیخ سعدی تم بھی اب لیکر گلستاں دوڑیو

عبید زاکانی - قزوین کے نواح زاکان کا رہنے والا آٹھویں صدی ہجری کا
نہایت مشہور و معروف خوش مذاق نقاد - ظریف - شاعر - ادیب بلکہ مورخ - نظام الدین
عبید اللہ نام تھا - عبید زاکانی کے نام مشہور تھے - شاہ ابواسحق انجو کے زمانہ میں شیراز
میں تعلیم پائی - اور ضروریات زمانہ کے موافق تمام درسیات سے فراغت حاصل کی -
ازاں بعد زاکان میں آئے اور عہدہ قضا پر مامور ہوئے - چونکہ اس زمانہ میں ترکوں کا بڑا
عروج تھا - اور تمام ایران انھیں کی حکومت سے متاثر تھا دل کی خواہش کے مطابق
کسی فرد بشر کو آزادی نصیب نہ تھی - اسی حالت نے عبید زاکانی کے دل میں درد پیدا
کیا - اور ایک کتاب موسوم بہ اخلاق الاشراف لکھی - جو ایک لغت کے طریقہ پر تھی -
اور اس کے الفاظ لغات سے اُس پرآشوب عہد کے تمام حالات ناظرین کے سامنے پیش
کر دیئے ہیں - چنانچہ نمونہ کے طریق پر چند لغات درج کئے جاتے ہیں"

العالم - بیدولت + الجاہل - دولت یار + الجواد - درویش + الخسیس الدا
النامراد - طالب علم + المحتسب - دوزخی + الشاعر - طامع خود پسند + العطار

جو سب کو بیمار دیکھنا چاہے + المحروم - وہ ہوشیار جو مستوں کی مجلس میں بیٹھے +
القلتبان - سسر + البکارت - اسم با مسمیٰ + الحلق - دستگیر مفلساں + المشرف -
چور + الکلب الاکبر - وہ مولوی جو کسی امیر کبیر کا ملازم ہو + العس - جو رات کو ڈاکہ ڈالے
اور دن کو لوگوں سے پہرہ داری کی اجرت مانگے + القاضی + جو سب پر لعنت بھیجے + الوکیل -
حق کو باطل کر دینے والا + الرشوت - بیچارہ لوگوں کی کارساز + الخطیب - تقریر کرنیوالا
گدھا + الواعظ - اوروں کو نصیحت آپ کو فضیحت کا مصداق + الندیم - خوشامدی +
الطبیب - جلاد + المنجم - کذاب + الملک الموت - ساقی ریش دار + الہادم اللذات
ماہ رمضان + الذوالقرنین - دو جوروں کا شوہر + بدبخت - بڈھی عورت کا جوان
شوہر + الدیوث - جوان عورت کا بڈھا شوہر - اللذات الجنب - ہمسایہ + الریش -
غریبوں کی دستاویز + الشیخ - ابلیس + صوفی - دوسروں کی کمائی [illegible] +
الحاجی - کعبہ کی جھوٹی قسم کھانے والا + البیاکی و شیخی + شریفوں کی تجارت کا سرمایہ +
الہیچ دپوچ - شریفوں کا وجود + البیمغز - شرفا کے آداب و تہذیب - الغرور و
الحماقت - شریفوں کی گفتگو + الدکاندار + خدا سے نہ ڈرنے والا آدمی + الدلال
بازار کا مستند چور + الشراب - بے چینی اور اضطراب کا چشمہ + بھنگ - صوفیوں کو
حال میں لانے والی دوا + الزندہ دل - شراب اور بھنگ دونوں کا استعمال کرنے والا +
[illegible] - صاحبات کی زندگی + [illegible]
آوارہ لڑکی کا باپ + [illegible] - صاحب [illegible] + الخوشی بعد الغم - طلاق ثلاثہ +
الخانم - بہت سے عاشقوں کی معشوقہ + البیگم - معدودے چند عاشقوں کی چہیتی +
الباکباز - ایک عاشق پر اکتفا کرنے والی عورت -
غرض کہ یہ تمام لغت اسی قسم کے لغات پر مشتمل ہے - مذاق کے پیرایہ اور ظرافت
کے پردہ میں قوم کی بگڑی ہوئی حالت - مظلومی اور بدچلنیوں بد قماشیوں کی

[illegible]

نے اس کو پسند کیا ہے۔ یہ طرز غالباً عبید زاکانی ہی کی ایجاد ہے۔ جس کا اتباع
ملا دو پیازہ۔ اور جعفر زٹلی نے بھی کیا۔ نعمت خان عالی اسکو نظم کے سانچے میں ڈھالا
راقم الحروف نے بھی ایک کتاب لغات الظرفا نامی اسی انداز میں لکھی ہے۔ مگر اس سے
ذرا بچی ہوئی ہے۔ کیونکہ اب سے پہلے عبید زاکانی کی اس کتاب کو میں نے نہ دیکھا تھا۔
اسوجہ سے لغات الظرفا میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ انشاء اللہ آئندہ
اضافہ کروں گا۔

عبید زاکانی نے اس قسم کی کئی کتابیں لکھیں۔ جو اب اکثر نہیں ملتی ہیں۔ انکے
ظریفوں کے زمرہ میں شامل ہونے کی وجوہات مورخوں نے جو کچھ بیان کئے ہیں ان میں
سے ایک یہ ہے۔ کہ عبید نے ایک رسالہ علم معانی و بیان میں لکھا تھا۔ اور خواہش
تھی کہ بادشاہ وقت کی نظر سے گزرے۔ مگر عیش پرست بادشاہوں کے یہاں سوائے
مسخروں کے علم و دانش کی باتوں کا کیا کام ہے۔ اسی لئے وزراء اور امراء نے عبید
کی سعی اور کوشش کو بادشاہ تک نہ پہنچنے دیا۔ یا پہنچی تو بیکار رہی اور کوئی نتیجہ نہیں
نکلا۔ عبید نے زمانہ کی ہوا کا رخ دیکھ لیا اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ قطعہ کہا۔

اے خواجہ مکن تا بتوانی طلب علم — کاندر طلب راتب ہر روزہ بمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز — تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی

اس کے بعد ظرافت اور ہزل کی طرف جھک پڑے اور ایسے جھکے کہ اسی میں عمر
گزار دی۔ اب ان کا کلام شائع ہو گیا ہے چند شعر نمونتًا درج کرتا ہوں۔

در علم و ہنر چو من مشو صاحب فن — تا نزد عزیزاں نشوی خوار چو من
خواہی کہ شوی قبول ارباب زمن — کنگ آور و کنگری کن و کنگرہ زن

شاہ ابواسحٰق بلخ کے معزز وزیر امین الدین نے ایک عورت جہاں خاتون نامی

[illegible]

وزیرا جہاں قحبۂ بیوفاست ۔۔۔ ترا از چنیں قحبۂ ننگ نیست

فراخی دگر را بخواہ ۔۔۔ خدائے جہاں را جہاں تنگ نیست

لطیفہ - ایک مرتبہ خواجہ سلمان کو عبید زاکانی کی شہرت اور خوش طبعی پر رشک ہوا تو ایک قطعہ نظم کیا -

جہنمی و ہجاگو عبید زاکانی ۔۔۔ مقرراست بہ بیدولتی و بیدینی

اگرچہ نیست ز قزوین و روستازاوست ۔۔۔ ولیک میشود اندر حدیث قزوینی

شدہ شدہ یہ خبر عبید کو بھی پہونچ گئی زمانہ مساعد نہ تھا - مجبوراً خاموش رہا - ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ عبید کہیں [illegible] پر پہونچا - جہاں خیمے پڑے ہوئے تھے - نوکر چاکر ادھر ادھر اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے - کنیزان ماہرو اپنی اپنی خدمات میں سرگرم دوادوش تھیں - غریب عبید نے یہ تزک و احتشام دیکھکر دریافت کیا کہ کون یہاں [illegible] ہوا ہے معلوم ہوا کہ خواجہ سلمان ہیں - یہ تو [illegible] چکے تھے کہ خواجہ صاحب کے خیالات میری طرف سے اچھے نہیں ہیں - مگر پھر بھی ہمت کی اور خواجہ صاحب کی بزم سرور میں پہونچ گئے - خواجہ نے پوچھا کہ کیوں بھئی کہاں [illegible] سے آئے ہو - انھوں نے کہا کہ قزوین سے آتا ہوں - کہا کہ خواجہ سلمان کا نام تم نے سنا ہے - جواب دیا کہ جی ہاں - کہا کہ کچھ اس [illegible] کلام یاد ہے - کہنے لگے ہاں - کہا کہ سناؤ - عبید نے یہ دو شعر پڑھے -

من خراباتیم و بادہ پرست ۔۔۔ در خرابات مغاں عاشق و مست

می کشندم چو سبو دوش بدوش ۔۔۔ می برندم چو قدح دست بدست

[illegible]

شعر کیوں کہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ شعر اسکی بیوی نے کہے ہیں۔ خواجہ سلمان نے یہ سنتے ہی پہچان لیا۔ کہ ہو نہ ہو یہ عبید زاکانی ہے۔ پہلے تو یونہی پوچھا کہ کیا تم عبید ہو پھر قسم دلائی۔ جب بہت مصر ہوا تو عبید نے اقرار کیا۔ اور نہایت غصہ ہو کر کہا کہ بغیر دیکھے کسی کی ہجو کرنا علما کا شیوہ نہیں ہے۔ واللہ صرف آپ ہی کے ملنے اور آپ کے کیفر کردار کی سزا دینے کے لئے میں بغداد جا رہا تھا۔ اچھا ہوا کہ آپ یہاں مل گئے۔ خواجہ سلمان نے بہت معذرت کی۔ اور بات گئی گزری ہو گئی۔ اس کے بعد دونوں ہمیشہ دوست بنکر رہے۔

مردم بہ عیش خوش و من مبتلائے قرض — ہر کس بہ شغلے و من دربلائے قرض
قرض خدا و قرض خلائق بہ گردنم — آیا ادائے فرض کنم یا ادائے قرض
در کوچہ قرض دارم و اندر محلہ قرض — در شہر قرض دارم و اندر سرائے قرض
از غم چو آبروئے گدایاں بہ باد رفت — از بسکہ خواستم ز در ہر گدائے قرض
گر خواجہ تربیت نکند مر عبید را — مسکین چگونہ باز رہد از جفائے قرض

افسوس کہ زیادہ۔ اشعار زیادہ تر خرافات تک پہنچتے ہیں لہذا قلم انداز کرتا ہوں۔

فتحی۔ نام فتح اللہ تھا۔ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ہزل اور ہجو کی طرف طبیعت کا میلان بہت زیادہ تھا۔ ملا مشفقی کی ہجو میں یہ رباعی کہی تھی۔

اے مشفقیک چوں تو پرداختہ ایم — با اختر خود ترا قرین ساختہ ایم
او گر نہ پسر شد تو سگوئی شعر — او را بہ در بدیہہ انداختہ ایم

عرش۔ مدگیا کے رہنے والے ضمیر الدین نام منشی امیر اللہ تسلیم مرحوم کے نہایت

مشہور و معروف اور ممتاز شاگردوں میں ہیں۔ عربی فارسی کی لیاقت بقدر ضرورت شعر کافی ہے۔ اکثر غزلیں رسالوں وغیرہ میں چھپتی رہتی ہیں۔ عرش صاحب کی عمر اب پچاس پچپن برس کی ہوگی۔ گو مجھکو یہ نہ معلوم تھا کہ آپ ظرافت کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔ مگر ایک غزل مطبوعہ اسی رنگ میں اودھ پنچ سابق سے دستیاب ہوئی جن کے ساتھ کچھ ظریفانہ عبارت بھی ہے۔ بجنسہ نقل کرتا ہوں وہو ہذا۔

مرزا اودھ پنچ۔ روایت صحیح ہے کہ ایک روز ہیچمدان صبح [illegible] فراغت نماز سحری بیٹھا محو دعا سے اصلاح قوم تھا کہ پچھم کی جانب سے ایک بکھیڑا پیدا ناچتہ ڈھپیلا قوال ہاتھ میں سنہری سہانی چوڑیاں پہنے لباس زنانے میں ستارے معہ اک بظاہر مرد طرحدار کے جو فی نفسہ زن مکارہ و عیارہ تھی آدھمکا اک عبرت سی ہوگئی تسبیح شریف چھینک کر قریب تھا کہ پاجامہ سے باہر ہو جاتا۔ کہ یا شیخ المدد کہکر بڑی زور سے مٹھی میں دل کو جگر بند کرلیا وحشت دور ہوگئی اب اس قوال و زن چھبیلے نے یوں الاپنے اور ستار ٹنٹنانے ٹنٹناتے توڑ ہی ڈالا۔ غزلیچہ

ظرافت تو ہے گو ہے بیکار بیوی — بھلا کھائے شوہر کی کیوں مار بیوی

نہیں اب جہاں میں وفادار بیوی — کہاں سے کوئی لائے غمخوار بیوی

کرے خاک تاکید پردے کی شوہر — نکلنے کو ہر دم ہے تیار بیوی

اگر اس زمانے میں عیاش بھی ہو — نہیں پیش خالق گنہگار بیوی

نہ کیونکر خدا موت کی مانگے شوہر — بہت آجکل سر پہ ہے بار بیوی

اگر کوئی نے کیٹھے کی انگیا [illegible] — لگادے وہیں جوتیاں چار بیوی

نیا گل کھلا ہے یہ باغ جہاں میں — کہ شوہر جو گل ہے تو ہے خار بیوی

اگر دیکھے بل ابروئے میاں کے — تو دوڑے وہیں لیکے تلوار بیوی

مہذب گھروں کی یہ تعلیم سنیے — نہ پابند شوہر ہو زنہار بیوی

کہا ایک جٹ میاں سے بیگم نے ہنس کر ۔۔۔ شریفوں کے گھر کی ہیں عیار بیوی

[illegible] کی عصمت ۔۔۔ گلے کی ہو شوہر کے جو ہار بیوی

طرفدار غیروں کی تعریف جب ہے ۔۔۔ نہ دے ساتھ شوہر کا زنہار بیوی

مبارک مبارک بلا ٹالی سر سے ۔۔۔ جواری جو رے میں گئے ہار بیوی

اگر میلے ٹھیلے میں جانے دو پیدل ۔۔۔ تو سو بار تمکو کرے پیار بیوی

کمانے کی حاجت نہیں جب میاں کو ۔۔۔ [illegible] ہو بیکار بیوی

خجالت کا دریا سوال [illegible] ۔۔۔ ہیں اس پار شوہر تو اس پار بیوی

کرے گا اگر تیل پانی کی خاطر ۔۔۔ رہیگی ترے گھر نہ زنہار بیوی

نہیں نوکری ملتی جب مردوں کو ۔۔۔ نہ ہو کیوں کمانے کو تیار بیوی

ادھر [illegible] کے کاموں کو کیوں [illegible] ۔۔۔ ادھر جام پی کر ہے سرشار بیوی

خصم کی اطاعت نہیں فرض ہرگز ۔۔۔ خبردار بیوی خبردار بیوی

میں عاشق ہوں [illegible] تیری ۔۔۔ ملی ہے مجھے اک طرحدار بیوی

نہ اب دانت کاٹو نہ اب [illegible] ۔۔۔ ہے دکھتا بہت ہی تن زار بیوی

تری پیٹھ پر سیکڑوں بوٹ جوتے ۔۔۔ ترے منھ پہ لاکھوں ہی پھٹکار بیوی

عرشی ۔ یعقوب خاں نام تھا۔ قصبہ بندکی ضلع فتحپور میں سنہ ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن دہلی میں تھا۔ ان کے والد محمد زماں خاں اور ان کے دادا دارالسلطنت دہلی میں شاہ عالم بادشاہ کے توپخانہ کے گولہ انداز تھے۔ جب بادشاہ موصوف کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ تو ان کے والد ترک سکونت کر کے اس قصبہ میں آرہے۔ عرشی مرحوم کی ابتدائی تعلیم و تربیت بندکی میں ہوئی۔ مگر جب ان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ تو یہ بانڈا چلے گئے۔ اور وہیں علوم رسمی کی تکمیل کی۔

[illegible] ظرافت کا شوق [illegible] منشی تمیز الدین [illegible]
وکیل فتحپور کے شاگرد ہوئے ۔ چونکہ نہایت نازک خیال اور خوش گو تھے ۔ تمام معزز لوگ ان کی تعظیم کرتے اور ان کو مانتے تھے ۔ عاشقانہ شاعری بھی کرتے تھے مگر زیادہ تر نعت گوئی کا شوق تھا ۔ مولانا فضل الرحمٰن شاہ گنج مرادآباد کے مریدوں میں تھے ۔ اور نہایت عسرت وتنگ حالی سے بسر کرتے تھے تفنن طبع کے طور پر کبھی ظرافت کے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے ۔ ہجو گوئی میں بھی کمال حاصل تھا کلام میں استادانہ بندشیں ۔ نازک خیالیاں ۔ خوبیٔ اسلوب بیان بدرجۂ اتم ملحوظ رکھتے تھے ۔ آخر وقت تک شعر گوئی کا سلسلہ جاری رہا ۔ اور ۱۹۱۷ء میں بمقام بند کی انتقال کیا نمونہ کلام ظرافت وہجویہ ہے ۔

میں بند قبا کو کمربند سمجھا ۔۔۔ عجب بے تکا ہوں [illegible]
دورنگیٔ زمانہ سے ہم تو تباہ ہیں ۔۔۔ مونچھیں سفید ہوگئیں ۔۔۔ سیاہ ہیں

ایک مرتبہ کلکٹر صاحب فتحپور کو ایک ظریفانہ عرضداشت اپنی غربت وبیکسی کے اظہار کے واسطے لکھی ہے جس کے چند شعر یہ ہیں ۔

اس ضلع کے حضور حاکم ہیں ۔۔۔ عرض کیونکر کروں نہ اپنا حال
چھ مہینے گذر گئے کھاتے ۔۔۔ خشک روٹی [illegible]
نہیں ہوتی نصیب ترکاری ۔۔۔ دمڑی کی مولیاں تلک ہیں محال
نیند کیا خاک آئے راتوں کو ۔۔۔ چارپائی کا ہے شکستہ حال
شور اب میری تشنہ کامی کا ۔۔۔ پانی پت سے گیا ہے نینی تال
پان کی یاد جبکہ آتی ہے ۔۔۔ مار کر اینٹ کرتا ہوں منھ لال
جوتیاں تک نہیں مقدر میں ۔۔۔ دونوں تلوؤں کی اڑ گئی ہے کھال
پیسے جڑتے نہیں حجامت کو ۔۔۔ بال بھی سر کے ہوگئے ہیں وبال

سیہ بختی سے بچھٹ گیا وہ بھی تھا جو کمبل مرا بجاے شال
دود آہ جگر نکلتا ہے دل کو آتا ہے حقہ کا جو خیال
گھر جو بندگی میں ہے سکونت کا اس کی بگڑی ہوئی ہے صورت حال
ٹوٹی پھوٹی کھڑی ہیں دیواریں بیٹھ جائینگی غالباً امسال
دن کو چھنتی ہے دھوپ انکو اس ہیں چھتیں گھر کی صورت غربال
آندھیاں زور شور سے آئیں اڑکے چھپر پہونچگیا نیپال
گھڑی گھڑی کی خبر ہر گھڑی ہے مرے لئے گھڑیال

عرشی مرحوم کو اتفاقاً کسی وکسنیٹر سے کچھ صدمہ پہونچا - پھر ان کو تاب کہاں تھی وہ وہ ہجویں لکھیں کہ توبہ ہی توبہ -

وکسنیٹر ہے قوم کا حجام نائیوں سے کراتا ہے ......
مارے جوتوں کے ہو گیا گنجا جھڑ گئے سر کے موے عنبر فام
باندھتا ہے عمامہ کابل فرقۂ بد معاش کا ہے امام
آکے بندگی میں بنگیا ہے شریف باپ دادا تھے نائیوں کے غلام
اے میاں جاتے ہو جو تم گھر کو اپنی ماں سے ہمارا کہنا سلام
نانی تیری ہے آنکھ کی کانی جیسے عاشق ہوسکے ہیں تو دے رام
نکہ والوں کی رہ کے صحبت میں تو بھی چلنے لگا قدم ستر گام
اپنی رنڈی کو کہتا ہے مادر کرتا ہے اس سے روز و شب [illegible]

اگر دعوی ہے وکسی نٹیری کا ہمارے آگے آئے ...... کا
پڑے ہیں جوتے سر پہ جھڑگئے بال یہی ہے مرد گنجی کھوپڑی کا

عرشی کی ہجویں اور بھی موجود ہیں مگر وہ فحش سے قریب اور نظرانداز [illegible]
ہیں اس لئے اور کیا انتخاب کریں مجبور ہیں۔

رب ۔ میرزا عرب مشہدی نام ہزل و تمسخر میں جواب نہ رکھتے تھے۔
شعرائے ایران کے دور متوسط کے شاعر ہیں۔

حیوان پرستی جان من ۔ من اسپ واشتر نیستم　　پیشت ندارم عزتے فہمیدۂ خر نیستم

عزیز ۔ سید قلندر کاشی کا تخلص ہے ۔ شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ
کے ایک زبردست ہزال اور ظراف تھے ۔ اتفاق سے بیوی بھی شاعرہ تھی ایک مرتبہ
عزیز نے یہ شعر کہا ؎

زنم را قحبہ می گفتند و من باور نمیکردم　　بحمد اللہ کہ مردم تا بچشم خویشتن دیدم

عورت نے فوراً جواب دیا

زنت را قحبہ می گفتند [illegible] دیدی　　برو بابا ستر دیدی ندیدی

عسس ۔ بدرالدین نام تھا ۔ ٹیا محل دلی میں رہتے تھے ۔ نہایت
بیوقوف اور مسخرے آدمی تھے اسیر آپ کی ہشت کذائی اور کبھی تر ہت ناظرین
تھی فلیفظوالی بلا کیت خلقت کی بنی بنائی تصویر تھے ۔ بدقسمتی سے شعر
و شاعری کا بھی ذوق و شوق تھا ۔ اس میں بھی ایک نئی بات نکالی تھی
جب غزل کہتے تھے تو اس کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے ۔ [illegible]
تذکرہ گلستان سخن کی ترتیب سے پہلے روپوش فنا ہو چکے تھے ۔ ایک شعر ملتا ہے

گزشتہ نمونہ از خروارے سمجھکر اسی پر تمام و کمال کلام کو قیاس کر لیجئے۔

کیوں بے او ٹھگّے چلا تھا کیا یہ جھگڑا انکو　　کس لیئے آیا تھا تیرے گھر وہ مکڑا انکو

عشاق - ایک قدیم ہندو شاعر کا تخلص ہے زیادہ حال معلوم نہیں صرف ایک شعر مل سکا۔

سر سبز خط سے اور ہوا حسن یار کا　　آخر خزاں نے کچھ نہ اکھاڑا بہار کا

عشرت کسی ریختی گو کا تخلص ہے جن کے دو ایک شعر تو ملے مگر تذکروں میں نہ نام ملا اور نہ حالات کا پتہ چلا۔

خدا نے دی ہے کیا طاقت بوا اپنی جوانی میں　　ترے سر کی قسم ہوتی ہے کل سے ٹیس رانو میں

تجھے اپنی پڑی ہے میں مری جاتی ہوں جس ایسے تپ کبھی　　موے سنتا نہیں کیا تیل ڈال آیا ہے کانو میں

حسیں کبھی ایسی ہیں کھٹے کبھی ہیں مگر کچھ جوش ہوتے ہیں　　بہانا تک عیب ہے عشرت یہ کا ہل کے بچھانو میں

عصمت تخلص ہے امجد علی خاں کا جو ریختی نہایت عمدہ کہتے تھے اور حسین علی خاں لکھنوی شاگرد محمد علی خاں مسیحا کے فرزند تھے چند شعر ملے جو درج کرتا ہوں۔

جو کم سنی میں دیکھ چکی منتھ ہزار کے　　بیٹھے گی کب ہمیشہ سے یہ وہ ایک یار کے

بی تم نے کیوں کنوار پنے میں چبایا پان　　ہوتی ہے دانت میں گھر والے اتار کے

نرگس کی جیسے کوری کا وہ دیدہ ہوائی ہے　　کندن کو سارا دیا گہنا اتار کے

نتیجہ لے بوا اچھا نہیں دو کی صحبت کا　　کیھلے کی تو ہوئیے یہ مشکل ہر عیش عشرت کا

[illegible] سکھائی ہے   [illegible] سامنا ہوگا قیامت کا

تری خاطر میں گھسے دن ڈھلے آتی ہوں ورنہ   کسی نے آج تک آنچل نہیں دیکھا ہے عصمت کا

عطا - عطاء اللہ نام تھا عطا تخلص تھا - عالمگیر کے زمانے میں خوش وخرم دلی میں زندگی بسر کرتے تھے - دلی ہی زاد بوم تھی اور دلی ہی میں پیوند خاک ہوے - اپنے زمانہ کے بانکوں میں تھے - اور تمام وضع قطع [illegible] تھی - ٹیڑھی ٹوپی لچکا ٹنکا ہوا نیچی نیچی ڈھیلی ڈھیلی آستینیں - کرتے کا دامن بہت نیچا اوس پر بیل لگی ہوئی - ڈاڑھی چڑھی ہوئی مونچھیں بل دی ہوئی کندھے پر ایک رومال - انگلیوں میں کئی کئی انگوٹھیاں اور چھلے ہاتھ میں ایک سونٹا - میر جعفر زٹل سے ہمیشہ نوک جھونک رہتی تھی - نہایت بیباک اور شورہ پشت تھے - ایک مرتبہ بادشاہ نے ناراض ہو کر قید کر دیا اور مدتوں تک زندان مصیبت میں اسیر بلا رہے - اتفاقاً ایک روز بادشاہ نے ایک مصرع کہا -

ع بسترم خاک وخشت بالین است

اسپر دوسرا مصرع حسب دلخواہ نہ لگتا تھا - بہت سے لوگوں نے مصرع لگائے مگر ناکام رہے - شدہ شدہ یہ خبر عطا کو بھی پہونچ گئی - کہا کہ اگر بادشاہ مجھے آزاد کریں اور اس بلا سے رہائی دیں تو ایسا ہی مصرع کہہ دوں گا - بادشاہ نے یہ شرط منظور کر لی عطا نے مصرع کہا ع یکے از سرگزشت [illegible] است - بادشاہ نے حسب وعدہ وفا کیا - [illegible] کلام [illegible] بالکل جعفر زٹل کے رنگ میں ہے - میر تقی میر اور میر حسن نے ان کو [illegible] وضع لکھا ہے - نمونہ کلام یہ ہے -

اے دو ہنر دو حسن نوشتہ بہ چار چشم   زیر [illegible] نہفتہ [illegible] چار چشم

بر فلک شب می طپد انجم   دل [illegible]

دست و پا میزند عدو در رن   ہمچو بدڑی کہ در قفس پھڑ کد

عقاب جناب قمر بدایونی کے ایک شاگرد ہیں۔ عمدہ شعر کہتے ہیں ظرافت بھی نہایت شستہ ہوتی ہے۔

کہتا تھا میں کہ پردے کی مٹی ہوئی خراب   بے غیرتی نے بڑھ کے دیا جھٹ سے یہ جواب
شرم و حیا کے ساتھ وہ دن اب گئے جناب   اتنی سی بات پر کہ ہوئی شمع بے حجاب

پروانہ جان دینے کو تیار ہوگیا

وہ عورتیں کہ جنکی حیا کا نہ تھا جواب   کو شاں ہیں اب کہ پردے کی مٹی کریں خراب
اتنا خیال ان کو نہیں ہوئے انقلاب   اتنی سی بات پر کہ ہوئی شمع بے حجاب

پروانہ جان دینے کو تیار ہوگیا

اس پری سے میں نے جب پوچھا کہ اے پردہ نشیں   غیر سے بے پردہ ہونا یہ بھی کوئی راز ہے
ہنس کے بولی اے میاں اس بات کا افسوس کیا   تم نہیں سمجھو کہ وہ اک آلۂ پرواز ہے

اب دیر کیا ہے آیئے مونچھیں منڈا لیجئے   داڑھی کی گھاس پھونس کو اک آگ لگا دیجئے
ڈبے کی مچھلی کھائیے وہسکی اڑائیے   القصہ جس طرح بھی ہو فیشن بنائیے

جو بات اس منی میں ہے اس جون میں نہ ہو
اک پائچہ کبھی آگے کو پتلون میں نہ ہو

چھوڑی ہے اپنی وضع تو ہر بات چھوڑیئے   مونچھوں کی طرح ناک سے بھی منھ کو موڑیئے
جوڑے ہیں پہلے ہاتھ تو اب ناک جوڑیئے   ہونٹوں کی طرح کھائیے دانتوں کو توڑیئے

پلکیں فضول چیز ہیں انکو بھی مونڈ لیجئے

جدت کا جس میں دخل نہ ہو چھوڑیے وہ کام
گھوڑے کے منہ میں بھی ہو دم میں ہے لگام

ہاتھوں سے قطع راہ بھی ہے بہت بد سلام
اس منہ سے اب بولتے ہیں یہ طریق عام

جو چیز اس سے قبل تھی رائج وہ چھوڑیے
عینک سے کام لیجئے آنکھوں کو پھوڑیے

عمر- دکن کے رہنے والے تھے معتبر خاں نام تھا- منصب شاہی میں کسی عہدہ پر سرفراز تھے- شعر و شاعری کا ذوق تھا اور زیادہ تر ظریفانہ رنگ کے شعر کہتے تھے- ولی کے زمانہ میں تھے اور انھیں کو اپنا کلام دکھاتے تھے- آج تذکروں میں صرف دو شعر ان کے نام سے ملتے ہیں جن میں ظرافت کا ہلکا ہلکا رنگ ہے-

بس کرو زلف کو لپیٹ رکھو
کیا اسیروں کو مار ڈالو گے

ایک رسوا بہت ہے شہرت کو
جمع کر کیا اجاڑ ڈالو گے

علی- قلیچاق- باشندہ اصفہان کا سربرآوردہ شخص تھا- اسی مذاق کے شعر کہتا تھا- ایک شعر یہ ہے-

تعلیم بچہ بد دیت گر ہوس بود
برخیز و سر بیار علی قلیچاق

عمادلر- ایران کا ایک زبردست ہزال تھا- کلام جو ملتا ہے وہ تہذیب سے معرا ہے لہذا قطع انداز کرتا ہوں-

حرف غین معجمہ

غازی الدین یعنی نواب عماد الملک غازی الدین خاں بہادر وزیر عالمگیر ثانی۔ ان کا ایک شعر اس رنگ میں ملتا ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ شاید مستقلاً ظرافت کے اشعار کہے ہوں، بہرحال شعر یہ ہے۔

سر سے پاؤں تک سفیدی آگئی تسپر حال　　شمع سی ہمنے نہیں دیکھی کوئی بوڑھی چھنال

غمگین ۔ مولوی عبد القادر مرحوم متوطن رام پور کا تخلص ہے نہایت جید نہایت عالم و فاضل تھے۔ مراد آباد میں عہدہ جلیلہ صدر الصدوری پر ممتاز تھے تذکرہ صابر میں لکھا ہے کہ باوجود پیرانہ سری کے ظرافت پسند تھے مگر افسوس کہ انکا کچھ کلام ظریفانہ درج نہیں کیا صرف دو تین شعر جن میں شوخی بیان پائی جاتی ہے درج کیے ہیں۔

خدمتیں ساری فراموش شکایت ایک یاد　　شیوہ ہیں اک خطا کے ہمہ نیکی برباد

بندگی صاحب من خانۂ نیکی آباد　　گر ہما دت ہمہ این است زہے نیک نہاد

درشتت ہمہ این است زہے نیک نہاد

جو رہی نہ تو شیشہ جھکا کے ساقی نے　　کہا یہ رندوں سے لیجیے سلام شیشہ کا

بندہ کی طلب ہووے تو سرکار میں آوے　　خلوت میں ہو حکم تو دربار میں آوے

غیاث الملک - افسوس ہے کہ نہ آپ کا نام معلوم ہو سکا - اور نہ حالات کا پتہ چلا صرف (علامہ غیاث الملک کے معنی بہ خیالات) کے عنوان عظیم الشان سے ایک غزل مل سکی - جو مرزا غالب کی غزل پر کہی گئی ہے بفضلہ معنی سے بالکل معرا معلوم ہوتی ہے - مگر اُن لوگوں کے لئے سامان عبرت ہے جو عظیم الشان پُر رعب اور سنگین الفاظ رکھکر شعر کے مقصود اصلی تک پہونچنا چاہتے ہیں - اگر ایسا ہے تو غالباً اس صدی میں علامہ غیاث الملک سے ایسے شاہ [illegible] دو پیدا ہو کر پیدا نہ ہونگے - ہوگئی ہوگی اور ع
ترا کشیدہ دولت از قلم کشید خدا - والا معاملہ پیش آیا ہوگا - بہر صورت غزل یہ ہے -

شب چراغ عقل تصدیع خم فانوس تھا
کسوت شمعوں کا خیرت فانوس تھا

نا تراور شموس غرفش ناقوس تھا
لائح لامع لعوق زاہر یا لوس تھا

زندرود تیغ تیغ آسودہ ناموس تھا
زورق روما ہلاک تختہ کابوس تھا

منبع لذائغ ایراد خلاغ عنت ربود
قسوت قرطاس قرطاس قاموس تھا

قلقل صفرلے ترح کرو بیاں
محبط مخروط کعب شمسہ قابوس تھا

مزمل نخاس کوس حلیفاس جوع
قلع زنگار قسط قسم کیگا دس تھا

شحنہ جرع البشر حجم مغاک قعر صفر
صفرہ نت نفوس نیر ناوس تھا

نخلع کلک خشران [illegible]
یسر مسملین قطرب جاسوس تھا

صفر شافر [illegible] یف خد
محبس قطبی فصال نفخ [illegible]

حرقت [illegible] ورد
شیدن شیخ خل گرزم گنجوس تھا

سویت نار دتا سوت فلطیات مستقیم
سوسمار سود [illegible] تجوس تھا

سند بادلوس سنجاب سنوات رقد
سم سلجوقی حمار قطر جا لیبنوس تھا

لخت لحن نکبا قرمز ہیجا روث
[illegible] عفت [illegible] تھا

لف و نشر حریہ شیا دخناس مثیل — نیرفے بازو مکاڈ و جنگ زار روس تھا
قاقم ارجاع تھا اتر پا النشۂ انعکاس — طارم فقدان لب چپ ضو شمس لیس تھا
طمطراق نسر طائر قد غن بنت العنب — فیلسوف منبع شیوع شعشہ معکوس تھا
صنعف شرح طاب طامات صغینۃ الحذر — حنفت یقین عشق نوج حسرت یابوس تھا

غٹ غول ۔ ایک پختہ مشق شاعر ہیں جو تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھی ظریفانہ رنگ میں بھی شعر کہہ لیتے ہیں۔ میرے کرم دوست ہیں۔ مگر وقار ذاتی کی وجہ سے اجازت نہیں دیتے کہ ظریفوں کے ساتھ اُن کا نام بھی اس تذکرہ میں آئے۔ چند شعر بہت سے تقاضوں کے بعد مرحمت فرمائے ہیں وہی درج کرتا ہوں۔

ہوا ہے گھر ہمارا جب سے برباد — وہ کہتے ہیں ہمیں بندر کی اولاد
یہ عجوبۂ حکمت اللہ اکبر — کہ جیسے آپ کا دادا تھا شداد
لباس نو ہے بی شیریں کی بر میں — نیا تیشہ خریدیں بھائی فرہاد

وصل کی دھن میں جنوں کی ٹوپی بھی برپا لیا — آجکل مجنوں کے چوتڑ پر لنگوٹا بھی نہیں
بھنگ گھوٹی ہی پی پھانک کے سوتے ہیں ہم — کوئی کونڈی بھی نہیں ہے کوئی سوٹا بھی نہیں
کون سی بات پہ لیلیٰ کے وہ شوہر ٹھہرے — بھائی مجنوں سے تو میں عمر میں چھوٹا بھی نہیں
نازنیں مجھ سے بچے پھرتے ہیں ناحق غٹ غول — کچھ بھدیل بھی نہیں میں کوئی موٹا بھی نہیں

دنیا کے نظارۂ حسرت کی بدلجائے — نیفے سے اگر ان کا کمربند نکل جائے

حرفِ فا

فتحی۔ نام فتح اللہ تھا۔ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ہزل اور ہجو کی طرف طبیعت کا میلان بہت زیادہ تھا۔ مشفقی کی ہجو میں یہ رباعی کہی تھی۔

اے مشفقی یک چند بتو پرداختیم   با شعر خود ترا قرین ساختیم
دو گوز ہمیں نہ تو میگوئی شعر   اورا بتو در بدیہہ انداختیم

فدا۔ مولوی عبدالوحید نام ہے۔ گلاوٹھی ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں مگر بہ سلسلۂ ملازمت عرصہ سے رامپور میں قیام ہے۔ مرزا داغ مرحوم کے ایک خوش فکر خوش مذاق شاگردوں میں ہیں۔ نہایت عمدہ شعر کہتے ہیں۔ کبھی کبھی مزاحی شعر کہہ لیتے ہیں دو شعر جو ان کے صاحبزادے سے بہت عرصہ ہوا سنے تھے وہ آج تک دماغ میں محفوظ ہیں۔ فدا صاحب کی عمر اس وقت تقریباً [illegible] برس کی ہوگی۔ سنا ہے کہ اب بوجہ ضعف بصارت مشاعروں میں بھی شریک نہیں ہوتے

کوئی پیٹے گر لاکھ سر ہو نہیں سکتا   مقابل پہ ٹھہرے کبھی [illegible] نہیں سکتا
نہ ہوا اچھا نہ ہو اچھا نہ دل لگتا ہے گھر [illegible]   مرے [illegible] نہیں سکتا

فدا۔ سید محمد علی نام تھا۔ مگر لوگ ان کو ان کے تخلص فدا شاہ کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ نواڑی متعلقات سہارنپور کے باشندے تھے۔ ہمیشہ خوش اختلاط

نیک مزاج پسندیدہ خو تھے۔ مگر اول اول ہیں ان کے کلام میں شوخی زیادہ ہوتی تھی اور لوگ اسکی تعریف کرتے تھے۔ آخرکار غزل گوئی ترک کرکے آخر عمر میں ہزل گوئی پر مائل ہوگئے۔ مگر کلام عنقا ہے۔ ایک ہی شعر مل سکا۔

جسنے کھایا ہے تیر مژگاں کا — اس کے نزدیک پھانس ہے بھالا

فدائے سخن۔ اودہ پنج سابق کے ایک نامہ نگار تھے۔ جن کا اب باوجود تلاش کوئی حال نہیں ملتا۔ انداز بیان سے ابوالکمال مولانا امید کا کلام معلوم ہوتا ہے۔

لونڈے کہتے ہیں یہ دہڑلے سے — شوق ہے ہم کو گینڈے بلے سے
سچ تو ہے بندۂ ضلالت کو — کیا غرض کعبہ یا مصلے سے
ہاں للا ہیں ادہی یا یاریوں کے — کل ملے تھے جو اک بلے سے
دیکھنے آج میر صاحب کو — لوگ آئے ہیں ہر محلے سے
غیر کو بدھیاں بنجائی جائیں — ہم گئے گزرے ایک چھلے سے
رنڈیاں چوک کی الجھتی ہیں — ایک عاشق مزاج چھلے سے
شاعری ہند کی ہے وابستہ — آجکل جاہلوں کے پلے سے

فرد۔ تخلص مولوی وحیدالدین خاں نام تھا۔ خدا بخش خاں عرف دھنگر ضلع مظفر پور کے رہنے والے تھے۔ اشعار عاشقانہ لیکن اکثر ظرافت آمیز کہتے تھے۔

بند انگیا کے نہ بند ہوئے کبھی — عمر بھر بند و تو نا محرم رہے
سطح سینہ پہ تمہارے لب پستان ہیں گویا — ابھرے ابھرے نظر آتے ہیں جو پر شدہ ابھار

نہاں چھپاتی ہے گدرائی ہے کیونکر یہاں کھٹکا ۔۔۔ درخت بارور میں مانند صاحبہ ملخباں کھٹکا

فصاد - نبو حجام دہلوی شاگرد شاہ نصیر کا تخلص تھا۔ صاحب [illegible] سخن اس کی بابت لکھتے ہیں کہ "نہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو۔ نیک خو تھا۔ شاید شعر گوئی سے غرض یہ تھی کہ موتراشی کے ساتھ موشگافی کو جمع کرے۔ چونکہ اُس کے اشعار تذکرہ میں لکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں"

بادہ کے ہمیں پینے سے کیا کام ہے ساقی ۔۔۔ مے خوارِ حجّام آئینہ ہے جام ہمارا

افسوس ہے کہ اس شعر کے علاوہ اس کی ظرافت کا کوئی شعر مجھے کبھی نہ مل سکا۔

فغان - اشرف علیخاں نام تھا فغان تخلص احمد شاہ بادشاہ کے [illegible] رضاعی تھے۔ تمام تذکرہ نویس ان کی بذلہ سنجی اور ظرافت گوئی کے مقر ہیں۔ میر صاحب نے لکھا ہے کہ ان کی دو پھبتیاں بہت مشہور ہیں ناگر مل دیوان تن گو گھی کی منڈی کا سانڈ اور حکیم معصوم کو گاؤ گجراتی کہتے تھے۔

مولوی محمد حسین آزاد تذکرۂ آبحیات میں ان کی نسبت یہ لطیفہ لکھتے ہیں۔ خدا معلوم سچ ہے یا اپنی عادت کیموافق صرف دل لگی کے لئے بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے بہر حال لطیفہ یہ ہے۔ کہ

راجہ شتاب رائے کے دربار میں انھوں نے ایک غزل پڑھی جب [illegible] تھا لالیاں۔ تالیاں۔ وغیرہ۔ سب سخن فہموں نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی صحبت میں جگنو میاں ایک مسخرے تھے ان کی زبان سے نکلا کہ نواب صاحب سب قافیے آپ نے باندھے مگر تالیاں رہ گئیں۔ انھوں نے ٹال دیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ نواب صاحب سنتے ہو جگنو میاں

کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مہاراج اس قافیہ کو مبتذل سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اور حضور فرمائیں تو اب بھی ہو سکتا ہے۔ مہاراج نے کہا کہ ہاں کچھ تو کہنا چاہئے انھوں نے اسوقت پڑھا۔

جگنوں میاں کی دم جو چمکتی تھی رات کو سب دیکھ دیکھ اسکو بجاتے تھے تالیاں

تمام دربار چمک اٹھا اور جگنوں میاں مدھم ہو کر رہ گئے۔

اسی طرح ہر تذکرہ سے یہی پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ اُن کا ظرافت کا کلام تھوڑا سا بھی بہم نہ پہونچ سکا۔

فنا تخلص تھا شیخ باقر نام تھا کالپی کے رہنے والے تھے۔ حافظ ضیغم مولوی عبدالکریم خاں آشنا اور مولوی محمد مظہر وصل وغیرہ بہت سے شاعروں سے اصلاح لی تھی کلکتہ میں پیشۂ تجارت سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ریختی گوئی کا شوق تھا۔ بارہ سو اکاسی ہجری میں زندہ تھے۔ ایک شعر مل سکا۔

کل روپے سونا کو منگوا کر دیے ٹکسال سے اشرفی خانم کو موئی جا کے کندن لا دے



حرفِ قاف

قاآنی - حبیب نام تھا - اور مدت تک یہی تخلص تھا ایران کے شاعر تھے - نہایت مشہور و معروف تھے بلکہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور غالبًا نہایت صحیح ہے کہ دورِ آخر میں قاآنی سے بہتر ایران میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا - ان کی زبان نہایت صاف تھی - کلام میں جوش روانی بدرجۂ اتم تھا مگر خیالات زیادہ تر سطحی تھے - جب ان کی شعر و شاعری کا چرچا ہوا تو حسن علی مرزا گورنر خراسان نے ان کا تخلص قاآنی قرار دیا - اور انھیں کے ساتھ مرزا عباس سکین کا تخلص بھی بدلوایا اور فروغی تخلص رکھا - قاآنی اگرچہ مستقلاً ظرافت نہ کہتے تھے مگر تفنن طبع کے طور پر مختلف رنگوں میں شعر کہہ لیا کرتے ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۰ھ میں انتقال کیا ایک نظم کے چند شعر دستیاب ہوئے جو ہکلوں کی زبان میں کہے ہیں - بقیہ اشعار ان کی گلستاں سے منتخب کرتا ہوں -

پیرکے لال سحرگاہ بطفل الکن	می شنیدم کہ بدین نوع ہمی راند سخن
کای ز زلفت صصصبحم ششششام تاریک	وی ز چہرت شششامم صصصبح روشن
تتتریاکیم و از ششہد تو للبت	صصصبر تتتاب و ررفتہ از تتن
طفل گفتا ممن را تو تقلید مکن	گگگم شو ز برم ای کککمتر از زن
ممی خواہی مششتے بہ ککلت بزنم	کہ بیفتد مممغزت ممیان ددہن

پیر گفتا وو ، اللہ مم معلوم است ایں ... گگزادم من بیچارۂ مادر الکن

ہو ہو ہفتا و دہ ہشتاد و سال است فنیوں ... گگ گگنا گ دل ل لالم بہ خلاق زمن

مم مم من ہم ہم گگ گگ گگنگ بہ مثل ت ت تو ... تو تو تو ہم گگ گگنگی مم مثل مم حمن

قایم ۔ میر صاحب اور میر حسن نے اپنے اپنے تذکروں میں ان کا نام محمد قائم لکھا ہے مگر تذکرہ گلشن بے خار اور تذکرہ نساخ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قیام الدین نام تھا ۔ بہرحال چاندپور مدینہ ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے ۔ اول میں میر درد کے شاگرد رہے بعد ازاں سودا کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے ۔ [illegible] اور خوش گو تھے ۔ تمام اصناف سخن پر قدرت تامہ حاصل تھی ۔ مثنویاں کہنے میں بڑی مہارت تھی ۔ تفنن طبع یا رنگ زمانہ کی ضرورت سے ظرافت میں بھی شعر کہتے تھے ۔ بلکہ اس میں بعض اوقات اتنے بڑھ جاتے تھے کہ فحاشی تک نوبت پہونچتی تھی ۔ ایک بڑا کلیات ہے جو اصناف سخن طرح طرح کی ظرافتوں ہجووں غزلوں قصیدوں رباعیوں وغیرہ سے مالا مال ہے اور عنقریب ایک مطبع سے شائع ہو کر نکلے گا ۔ بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کا لکھا ہوا ایک تذکرہ بھی ہے ۔ مگر وہ مفقود ہے ۔ قائم کی عمر کا زیادہ حصہ دلی میں بسر ہوا اسی وجہ سے تمام اہل تذکرہ اور استادان زباندان باوجود چاندپوری ہونے کے ان کو مسلم الثبوت استاد جانتے اور ان کی استادی کو مانتے ہیں ۔ چنانچہ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "چوں از ابتدائے جوانی در شاہجہان آباد بسر بردہ بنا بر آں محاورہ او درست گشت" سنہ ۱۲۰۸ھ میں انتقال کیا ۔ ان کا کلیات ترتیب تذکرہ کے وقت مجھکو نہ مل سکا اس لئے کہیں کہیں سے اس رنگ کے اشعار انتخاب کر کے لکھتا ہوں ۔ ورنہ ان کی کلیات میں بہت کچھ موجود ہے خصوصاً گوزی نامہ عجیب چیز ہے ۔

کیا بشیم ہیں دنیا کے سب اہل النعیم
بیقدر کریں ہمکو جو دیکر زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ
محراب جو خم نہ ہو برائے تعظیم

گندمی رنگ ہے جو دنیا میں
میری چھاتی پہ مونگ دلتا ہے
کبھی کھا کے کمر اور کبھی دہاں مجھکو
بنٹ بتنگ کیا تونے اے میاں مجھکو
قایم یہ جی میں ہے کہ تقیہ ہے شیخ جی
اب کے جو میں نماز کروں بے وضو کروں

قرم ریختی کے انداز میں پانچ سات شعر ملتے ہیں لیکن نام وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں مجبوراً صرف شعر ہی نقل کرتا ہوں۔ مگر شعروں میں صرف ریختی ہی کا انداز نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا اپنے تخلص کو نباہنے اور اسم بامسمی ہونے کی برابر کوشش کرتا ہے۔ انداز کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حاضرہ سے کچھ پہلے کے کہنے والے کوئی صاحب ہیں۔

چار آنے جو مجھے دو تو میاں تمکو ابھی
جا کے اڈے میں حسینوں کے دکھا لاتا ہوں

کس نگوڑی کا یہ بچہ ہے جو بیاہی بھی آئے
شہر کے چکلوں میں قرم کا پتہ ملتا نہیں
کیا نحوست چھا گئی ہے [illegible]
ڈھونڈھتی پھرتی ہوں کوئی مرد ملتا نہیں
بیٹھکر ٹسوے بہاؤ یا کہو مجھکو برا
مجھکو تو بیگم کوئی اب آشنا ملتا نہیں

مردوا پانی بھرے سامنے اسکے بیگم
بیسوں نے تو [illegible] جا کر [illegible] کوئی

ڈولی کے پیسے دینے پڑینگے میاں ضرور
کیا آگئے ہو تب تو مجھے دیتے نکال کے
مردوں کے سامنے نہیں آتے ہیں یا بن نوا
اوڑھا کرو ذرا تو دوپٹہ سنبھال کے

اچھے ٹھکانے آپ کو دکھلا کے کیا کروں
مفلس ہو تم میاں تو [illegible] کیا کروں
دو چار آنے ہوں تو پھڑا دوں کسی طرح
ترقی اک بڑی کی بات تو بتائے کیا کروں

دو روز بھی تو چین نہیں رہتی ہوں چھپ کے — بیگم تمہیں بتاؤ کہ میں ہو کے کیا کروں
پیزارے مری جو مرے گھر نہ آئے وہ — طوطے چشم ہیں دو پے پچھتا کے کیا کروں

ققنس مجھے افسوس ہے کہ اس عدیم المثال بدیع الزماں شاعر کا نام نہ معلوم ہو سکا۔ ایک پرانی کتاب میں ایک قصیدہ اس عنوان سے لکھا ہوا نظر آیا تھا "قصیدہ کہ در مدح معدوم الدولہ بہ صنعتے کہ بجز تخلص لفظے ہم معنی ندارد گفتہ شد وبجائزہ اش از بارگاہ فلک اشتباہ بخلعت و انعام سرفراز گردید" مجھے اب افسوس آتا ہے کہ پورا قصیدہ جسمیں بلا مبالغہ دو سو ڈھائی سو شعر تھے کیوں نہ نقل کر لیا۔ ممکن ہے کہ بعض طبائع اس کو پسند نہ کریں مگر میرے نزدیک یہ ایک کمال ہے۔ اور اس صنعت و التزام سے عہدہ برآئی ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

مقمل ققطلان وقلام قاطر قاد — ققیل قام قلا عدقرم قامل قیم
قریم قوع قرام قرعقرم قربوض — مقعسموق قریقم فریشم قالیم
مقور قوجہ قند ریج قاقل قیق — قروق قامرق قاقلان قوغ قیم
لقوق مقمقہ ماقلاں موق مقاق — مقیر مقاسہ مقمساق ما قلقیم
قمام قنقنہ قند شین قو قل قیز — جقوش ققت قلا قوش ققلنش جقفیم

قمر یا **جان**۔ یا **ہاتف**۔ حالات و نام معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ غزل تین ناموں سے ملتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اصل مصنف کون ہیں (۱) قمر (۲) جان صاحب۔ (۳) ہاتف صاحب۔ بہر حال میں اول الذکر کے نام سے لکھتا ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو۔

رہے رام جنکا کام تھا کافر کا مارنا — وہ آج مارتے ہیں تنتنا الم کسم

لنڈن سے ہو کے ہند میں جب آنے مانگتا
ہم جورو لوگ گاڑی میں ٹہلانے مانگتا

ہم مانگتا سگا ولایت کا سیگرٹ
اور بہرہ لوک دیسی چرٹ لانے مانگتا

ہم دیسی حقہ دیکھ لیا گسہ کر لیا
یہ فول کہہ کے بہرہ کو ہم کھانے مانگتا

کھانے کا کپڑا اڑالنا ہیچے نہیں پسند
کانٹا چھری سے میز پہ ہم کھانے مانگتا

مٹ بولو ایسا باٹ کہ ہم کالا لوگ ہے
صاحب کا نام ہمکو بہت بھانے مانگتا

گنگا جلی کھراب ہے جم جم پھجول ہے
ٹمبلر میں شام پین کو پلوانے مانگتا

مٹلب کھدا کا نام نہیں چرچ میں ہیں
ہم گھوڑا گاڑی کرنے فکٹ جانے مانگتا

مسٹر فلپ جو آتا تو کھس ہوتا ہم بہت
جب باپ ملنے آئے تو سرمانے مانگتا

ہم دیسی لوگ کی طرح ہکٹا نہیں پھجول
صندوک اب پکھانے کا بنوانے مانگتا

کرتا بہت سا گسہ ہوں ہوتا ہوں پھر کھراب
جب ڈیسی بھائی ملنے ہمیں آنے مانگتا

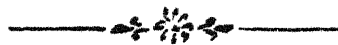
جاہل پہننے مانگتا پاجامہ لوگ کو
ہم برجس اور سوٹ کو سلوانے مانگتا

سر پر نہیں لپیٹتا لمبا سا کپڑا ہم
ہم ہیٹ ایک گھاس کا بنوانے مانگتا

پیٹا ہے دودھ یہ ماؤں کا یہ بیوکوف لوگ
ہم دودھ گھر کا بچہ کو پلوانے مانگتا

ایک جگہ یہ مقطع ہے

ویل ہاف صاحب بولا لڈیا کھوب یہ گجل
سب لیڈی لوگ باجے پہ یہ گانے مانگتا



حرف کاف

کافر محمد طاہر نام تھا اصفہان کے رہنے والے تھے۔ نہایت علم دوست اور نیک طینت تھے مگر ظرافت اور ہزل کا طبیعت پر اسقدر غلبہ تھا۔ کہ بعض بعض کفر کے کلمے بھی ان کی زبان سے اسی ظرافت میں نکل جایا کرتے تھے۔ اسیوجہ سے لوگ ان کو حاجی کافر کے نام سے یاد کرتے تھے۔ نمونہ ظرافت

نوشتم نامۂ سوئیت نہانی | کہ غیر از سار بانش کس نہ داند
میان ہست و تیرہ ہری است پنہاں | کسے داند کہ اشتر میچراند

کافر ٹکہ۔ میر علی نقی نام تھا۔ قوم سے سید اور نہایت صحیح النسب تھے۔ سپاہی پیشہ تھے زمرۂ ملازمین میں دربار محمد شاہی میں عمر بسر کرتے تھے۔ جب شعر کہتے تو ہزل اور ظرافت کی چاشنی ضرور دیتے۔ اور جب سناتے تو کہتے کہ جناب شعر نہیں ہے ٹکہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کا تخلص ٹکہ مشہور ہو گیا تھا۔ میر صاحب کے دلی دوست تھے۔ عجیب خوش مذاق تھے پہلے جب فارسی شعر کہتے تھے تو تسکین تخلص فرماتے تھے۔ پھر اسکو چھوڑ کر ہزل گوئی کرنے لگے اس کے بعد جاوید خاں خواجہ سرا کی سرکار کے نمک خوار ہوئے تو کافر تخلص اختیار کیا۔ ایک روز میر ضاحک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میر ضاحک کہنے لگے کہ تم فارسی اور ہندی تو کہہ چکے اب مزا تو یہ ہے کہ عربی کہا کرو اور کافر کو چھوڑ کر ملعون تخلص رکھو۔ یہ سنکر

بہت ہنسنے ایک رباعی بطور نمونہ کلام درج کرتا ہوں۔

کیا پھرتی ہے میکدہ میں مٹکی مٹکی
زاہد عابد سے دور بھٹکی بھٹکی
قاضی کا نہ ڈر نہ محتسب کا کافر
یہ دختر رز بھی جس سے اٹکی اٹکی

کافرک نام جلال الدین تھا ناصر الدین غزنوی کے بیٹے تھے۔ ایک زبردست ظریف اور ہزل دوست تھے۔ اشعار میں بھی وہی رنگ ہوتا تھا۔ ایک شخص جو نہایت کنجوس تھا اس کی ہجو میں یہ شعر کہے تھے۔

پدرش گر نباشش دست برد
پسرش گر بخوانش در نگرد
بہ برد زود دستہائے پدر
بکند چست چشمہائے پسر

کالے صاحب تلہر ضلع شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے نظیر اکبر آبادی کو کلام دکھایا تھا۔ کم اوقات غریب آدمی تھے مگر ظرافت کے پتلے تھے ظریفانہ غزلیں نظمیں بہت سی کہی تھیں مگر چونکہ زمانہ نے قدر نہ کی وہ سب ضائع ہو گئیں کچھ شعر جو ایک دوست کے حافظہ میں محفوظ تھے مجھ تک بھی پہنچ گئے۔

میں کہا پاس تو آ میرے تو اے ماہ جبیں
تو کہوں حال دل اپنے کا میں اے لعبت چیں
لیکے دل تو نے نہ دیکھا یہ مرا حال حزیں
ہنس کے کہنے لگی دل تو نے دیا کب کے تئیں

میں کہا کھا تو قسم کہنے لگی چل جھوٹے

میں کہا چل ہٹ گھر کہنے لگی کتنی دور
میں کہا چار قدم کہنے لگی چل جھوٹے

میں کہا رو دیا بہت لولی کوئی شاہد
میں کہا چشم ہے نم کہنے لگی چل جھوٹے

جی میں مرے بیٹھے بیٹھے آیا — چل یار کے گھر کسی بہانے
زنار پہن کے قشقہ کھینچا — لے ہاتھ میں پوتھی کوئی جانے
کاشی سے ابھی نئے ہیں آئے — جو کہئے کسی سے سو وہ جانے
القصہ میں اس گلی میں جا کر — آواز بدل لگا لگانے
پنڈت ہوں شگن بچارتا ہوں — اشلوک کے یاد ہیں فسانے
یا پاس کھڑا نہ ہونے دیتا — یا آپ لگا مجھے بلانے
تب ہاتھ میں ہاتھ لیکے بندہ — سچ جھوٹ اُسے لگا بتانے
روٹھا ہے جو یار وہ تمھارا — تم جاؤ اگر اُسے منانے
وہ آئے اگر تمھارے گھر پر — دولت سے لگے اُسکے ساتھ آنے
پرکھا مری بات کو وہ چالاک — معشوق تو ہوتے ہیں سیانے
کہنے لگا پھر وہ مجھسے ہنسکر — بھیجا ہے تجھے آج بے حیا نے
کھسکا دبے پاؤں پھر تو بندہ — جی مفت بچا لیا خدا نے
پہچانتا گر وہ مجھکو قاتل — تو آج لگی تھی جان ٹھکانے
یہ پیچ کی باتیں من سے کالے — کیوں لہر میں آئے ہو دوانے

ظرافت کے ساتھ ساتھ فحش گوئی کا بھی چسکا تھا مگر وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کو پڑھا جائے اور اس سے تنغض کی بجائے تفریح ہو لہذا نظر انداز کرتا ہوں۔

کٹر — عزت محمود — اودھ پنچ سابق کے ایک نامہ نگار ہیں۔ ایک غزل نمونہ کلام کے لئے لکھی جاتی ہے اور نہ نام معلوم ہے نہ کسی تفصیلی حال سے اطلاع ہے۔

ساقیا تجھکو قسم ہے کالے استاد کی — ایک کچی سے خبر لے اس دل ناشاد کی

کمالی اوتمن سے ہیں لڑے جب نام شترآ — کیوں ۔خیریت توہے تو نے حسادی
گنڈیاں پیچھے لگی ہیں قفل ہے آگے پڑا — پائجامہ کی وضع تم نے نئی ایجاد کی
اسقدر کافی نصیحت ہے یہ کٹر کی سنو — چھوڑ دینا اب روش اس بغض بے بنیاد کی

کٹ کٹار ۔ غازی پور کے رہنے والے تھے اور ظرافت کا رنگ رکھتے تھے مگر افسوس کہ کسی طرح کلام دستیاب نہ ہوسکا ۔ مکرمی شاہ نذیر صاحب ہاشمی نے وعدہ بھی فرمایا ۔ مدتوں منتظر بھی رکھا ۔ مگر وہ وعدہ ہی رہا تا آنیکہ آج مجھے تذکرہ میں صرف ان کے نام پر قناعت کرنا پڑی ۔

کشنیز ۔ بدایوں کے رہنے والے اور میر کشنیز کے نام موسوم ہیں ۔ مگر دراصل واقعہ یہ ہے کہ اس نام سے ایک فرضی دیوان طبع کرایا گیا ہے ۔ اس کے مصنف غالباً ایک اور صاحب ہیں جنھیں میں جانتا ہوں مگر چونکہ کسی مصلحت سے انھوں نے دیوان کو اپنے نام سے مدوّن نہیں کیا ۔ اس لئے میں اُن کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا ۔ بہرحال انتخاب دیوان یہ ہے ۔

تیری قدرت ہی سے پانی بھی ہوا دو ٹکڑے — پشت پر نیل کے موسیٰ نے جو سونٹا مارا
ہنہنا کر اڑا بھاگے گا زبس طائر روح — موت کا جب ملک الموت نے کوڑا مارا
توڑ دی پشت عدو میں نے پکڑ کر گردن — کہہ کے یا قادر و قیوم جو گھرفسا مارا
بال گر جائیں گے اڑ جائیگی طبلی کشنیز — ملک الموت نے جب چاند پہ جوتا مارا

ہم نے محفل سے تری غیر کو ٹلتے دیکھا — یعنی شیطان کو جنت سے نکلتے دیکھا
اب خدا جانے دشمن تھے کہ وا ایک کمرے — جو تیوں سے انھیں کچھ تم نے مسلتے دیکھا

وعدۂ وصل کبھی یار کا پورا نہ ہوا — روز گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھا

غیرتِ لالٹین رشکِ چراغ — یار کیا خوش جمال ہے میرا
میں نے بوسہ لیا تو روٹھے کیوں — تم بھی چومو یہ گال ہے میرا
ان کو میں نے چھوا تو بولا غیر — اے میاں اے یہ مال ہے میرا
اُن کو لڑوا دیا رقیبوں سے — اک یہ ادنیٰ کمال ہے میرا
سب خمیری چپاتیاں میری — پر یہ اک شیرمال ہے میرا
دیکھ پر وہیں کو وہ یہ کہتے ہیں — منھ کا لقو کا اگال ہے میرا

ایک دن کا ذکر ہے یہ ایک دن کا ماجرا — اک رقیبِ روسیہ نے مجھ سے آکر یہ کہا
کون سا مجھ سے کیا ہے جرم جسکی وجہ سے — وہ پئے آزار ہے دنیا کا ہر چھوٹا بڑا
کوئی بتلاتا ہے مجھکو بدخصال و بدمعاش — کوئی بتلاتا ہے الو کوئی کہتا ہے گدھا
کوئی بتلاتا ہے غنڈا کوئی کہتا ہے ذلیل — کوئی بتلاتا ہے شہدا اور کوئی جیب کٹا
کسکا کیا میں نے کہا ہے کب ہوا کسکے خلاف — کسکا میں نے کیا بگاڑا ہے لیا کسکا ہے کیا
میں یہ بولا ہیں تو سب اچھائیاں تم میں مگر — بات اتنی ہے کہ ہو سو..... کے.....

کچھ خبر بھی ہے تجھے او مستِ خواب — غیر بوسے لے رہا ہے بے حساب
یہ حرامزدگی تو اُن کی دیکھیے — خطِ طغرا میں لکھا خط کا جواب

کبھی نخرے کی چڑھائی ہے کبھی غمزہ کی — وصل کی رات ہے یا فتحِ مہما کی رات
لیں بلائیں کبھی سر کی تو کبھی قدمونکی — لیلۃ القدر بنی ردِ بلیات کی رات

جا کے تھانے میں رقیبوں نے لکھائی ہے رپٹ — کرتا [illegible] بہت ہے نٹ کھٹ

اپنے چہرے سے اٹھایا جو نہی آنے گھونگھٹ — بلتیاں لینے لگیں سر کی بلائیں چٹ چٹ

جل رہے ہیں طپش عشق سے لاکھوں عاشق — یہ لگی ہے تری ظالم کہ کوئی ہے مرگھٹ

رہ الفت کی خرابی سے میں بچتا کیونکر — کھا کے ٹھوکر جو نہی سنبھلا تو گیا پاؤں رپٹ

کس قدر حضرت کشفیز بھی ہیں شوخ مزاج — نام معشوق کا رکھا ہے میاں پرجاپٹ

ستیاناس ہو رقیبوں کا — ہیں یہی اس لڑائی کا باعث

ہے وہی قفل اور وہی کنجی — پھر نہ کھلنے کا کیا ہوا باعث

جوتے پڑتے ہیں کیوں تڑاق تڑاق — کوئی موجب سبب خطا باعث

کہتے ہیں کیا یار نے دنیا سے سفر آج — بے پر کی اڑائی ہے رقیبوں نے خبر آج

دینا ہی جواب انکی دریدہ دہنی کا — کرنا ہے حسینوں کو مجھے شہر بدر آج

جوتی ہے نہ ٹوپی ہے نہ کپڑا ہے بدن پر — لی حضرت کشفیز کی لونڈوں نے خبر آج

کیوں چڑھے آتے ہو تم خرس بیاباں کی طرح — بات کرنا [illegible] انساں کی طرح

آپ کا خرچ چلے غیرت سے [illegible] — بیٹھنے دیجئے دروازے پہ درباں کی طرح

ڈورے ڈالے ہیں رقیبوں نے [illegible] — پیچ در پیچ ہیں وہ سنبل [illegible] کی طرح

سنکے اشعار وہ کشفیز کے فرماتے ہیں — کھیت میں نظم کے ہل جوتا ہے دہقاں کی طرح

تنہا [illegible] طبیعت رہے [illegible] نہیں سکتا — جب ایک ہی تھا [illegible]

[illegible] — [illegible]

کہتے ہیں شب وصل وہ شرمیلی ادا سے
لادو مجھے پنجاب سے ریشم کا کمر بند

قیمت بتا رہے ہیں وہ بوسے کی دس ٹکے
کیا کیا ہے اُن کو اپنے خریدار پر گھمنڈ

کشنیز ہمکو اپنی ٹٹیا پہ ناز ہے
اس شہسوار کو جو ہے رہوار پر گھمنڈ

پھنسے بیطرح آکے وہ میرے گھر
نہ بچنے کا موقع نہ جائے مفر

اسی دھن میں رہتے ہیں شام و سحر
کہ چڑھ جائے ہتے کوئی سیمبر

گئے میر کشنیز جب اُن کے گھر
مٹھائی کے بدلے کھلائی مٹر

پٹا میرے دھوکے میں کل شب رقیب
بلا بوزنہ کی طویلے کے سر

حسینوں کے بوسے ٹکے سیر ہیں
اسی پر وہ کرتے ہیں اپنی گزر

مزے سے گزرتی ہے قلاش کی
نہ چوروں کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر

مزا تیرے بوسے میں آلو کا ہے
نہ کچھ اسمیں گڑ ہے نہ اسمیں شکر

طلاق انڈین لیڈیوں کو دیا
کہ اک میم کشنیز ڈالی ہے گھر

ملا ہے قسمت سے خوب جوڑا بٹیر تیری مرا کبوتر
نیا تعلق نیا ہے رشتہ بٹیر تیری مرا کبوتر

ابھی تو نام خدا ہیں کمسن ابھی ہیں شرم و حجاب کے دن
مگر کمالات کرینگے پیدا بٹیر تیری مرا کبوتر

یہ اُسکی پیاری وہ اسکا پیارا یہ اسکی عاشق وہ اسکا شیدا
وہ آن مجنوں یہ شان لیلیٰ بٹیر تیری مرا کبوتر

اُسکے گانے کی سنتے ہی آواز
بزم میں سب لگے بجانے ساز

کبھی اوپر ہیں ہم کبھی نیچے
خوب ہیں یا دہر کے نشیب و فراز

تھام کر رہ گیا میں دل اپنا
نظر آیا جو وہ بت طناز

[illegible] — [illegible]
ہم نے دل نذر کر دیا فوراً — اُسنے جب کاٹنے کو مانگی پیاز
اسی بندوق ایک نالی سے — میر کشنیز مار لائے قاز

کل جسنے جوتیوں سے حجامت بنائی تھی — پھر لیچلا ہے دل اسی بہان شکن کے پاس
دو بیبیوں میں ہے مری دولت بٹی ہوئی — کچھ اس دلھن کے پاس ہے کچھ اُس دلھن کے پاس
کشنیز [illegible] پر نہ جا بیٹھو — گز بھر کی اک زبان ہے اُس بے دہن کے پاس

شہر میں کہنے لگے سب مجھے مسٹر کشنیز — دی تھی اسپیچ جو کل پارک میں بیٹے پر جوش

ان کو اگر ملال ہے میرے وصال کا — تربت پہ میری [illegible] بجانے سے کیا غرض
ساقی نہیں کلال نہیں پیر مغ نہیں — ان کو شراب وصل پلانے سے کیا غرض
کچھ لام لام زیر سمجھتے ہو تم مجھے — آخر مرا مذاق اڑانے سے کیا غرض
[illegible] نظر کا پٹ — اندھے سے کام ہے انہیں کانے سے کیا غرض

دشمن و دوست میں کچھ فرق سمجھتے ہی نہیں — انکی نظروں میں تو سب ایک ہے کھائی خندق
بزم میں دیکھا جو کشنیز کو بیٹھے تو کہا — کیسے بندر کی طرح بیٹھا ہے الّو احمق

مروڑے ہاتھ دشمن نے یہانتک — کہ چٹخا چور کر دیں چوڑیاں تک
رقیبوں نے کیا پت جھاڑ انکو — چرا کر لے گئے آئے پاندان تک

وہ بیٹھے ہیں تنگ گھر میں چولی تنگ تنگ — اور سنگ گھر تپائی نہ تپائی نہ پلنگ
دونوں رخساروں پہ جم آئے بال — ہوگیا ختم اُن کا حسن و جمال
رکھ کے موٹا سا دوش پہ ڈنڈا — میر کشنیز چلے ہیں سسرال

یار کی گالیاں دورنگی ہیں — بعض میٹھی ہیں بعض کھٹی ہیں
کہیں نقروں میں آنیوالی ہیں — وہ بھی شیطان کی بھتیجی ہیں
ہے بڑھاپے میں شوق حوروں کا — شیخ جی کیا ہیں شیخ چلی ہیں
اللہ اللہ ایسی نازکی — جیسے ہم دودھ میں کی مکھی ہیں

نہ مرغی ہے نہ مرغا ہے نہ بچہ ہے نہ انڈا ہے — تمھارے پاس ہے ہی کیا فقط اِک اپنی چھاتی ہے

نہ بیٹھو کھڑے کرکے گھٹنے مری جاں — کہ آدھی ہوئی ہے [illegible]

ذرا میر کشنیز پگڑی سنبھالو — کہ اب سر پہ جوتا پڑا چاہتا ہے

وصل کی رات انھیں صبح تک سونے نہ دیا — جب ذرا آنکھ لگی ناک میں بتی کر دی
وصل کی رات بھی شوخی سے نہ باز آئے — چپکے چپکے کشنیز کی چٹکی کر دی

جب چلے دنیا سے دامن جھاڑ کر — شیخ کی داڑھی اُدھر بچ کر رہ گئی
عشق میں صورت ترے کشنیز کی — گھٹتے گھٹتے مثلِ بندر رہ گئی

[illegible] | [illegible]

چھا جاتی ہی اگر رہتی تو جیداں غم تھا | رنج اسکا ہے انھیں دشمن نے کمتا کر دیا

جام وصال کے عوض بوسہ لب عطا کیا | موت کا تھا مقدمہ ڈگری ہوئی نجات کو

کمترین - ان کا نام معلوم نہ ہو سکا - میر حسن اور میر تقی میر دونوں نے اپنے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے - مگر نام نہ انھوں نے لکھا نہ انھوں نے - میر حسن نے لکھا ہے کہ ایک شخص نوکری پیشہ نواب عماد الملک کی سرکار میں ملازم تھا - اور اپنی استعداد کی موافق شعر خوب کہتا تھا - میر تقی میر لکھتے ہیں کہ ہزل کی طرف اُس کے مزاج کا میلان بہت زیادہ تھا - کمترین نے ایک شہر آشوب بھی لکھا ہے جس کے یہ چند شعر تذکرہ میر تقی میں درج ہیں -

جو خصم گن کر مشلجن نے کئے | تو بھی نہیں رہتی دو شاخہ بن دیئے

پلائیں منت نصراؤ کو تاڑی | اگاڑی اصطبل کے جا بچھاڑی

یہ متصدی نہیں ملتے اگر بھانڈونسے راتوں نہیں | تو کیوں پیسے کماتے ہیں یہ نقلیں کر برا تونہیں

دیکھو بکوان والی کی مزاخیں | خصم کے روبرو دیتی ہیں شاخیں

تم بادشاہ پسند ہو ہم کمترین پیارے | کے بیر ہکو دوگے نازک بدن پیارے

کمن - ایک بھنگیڑن کا تخلص یا نام ہے جو بازار بھرتیور میں بھنگ گھوٹتی تھی اور شب و روز مست رہتی تھی قدرت کی فیاضی نے طبیعت موزوں عطا کر دی تھی جو کچھ کہتی تھی خوب کہتی تھی - ایک شعر اس کا ملتا ہے -

ہے ہوا میں نبوی حضرت پیغمبر کے ساتھ | زہر دیتی ہے شعر کو بس گھر کے ساتھ

کوثر سید محمد حسین نام ہے لکھنؤ وطن ہے۔ ابتدائے عمر سے شعر و شاعری کا شوق دامنگیر رہا۔ اول اول کچھ غزلیں منشی بالکرشن صاحب قمر لکھنوی تلمیذ امیر مرحوم کو دکھائیں۔ اس کے بعد راقم الحروف سے مشورہ سخن کرتے رہے اور اب تک جب کوئی غزل کہتے ہیں تو سنا دیتے ہیں۔ اوائل میں نہایت خوش طبع رنگیں مزاج تھے۔ ظرافت سے طبیعت کو ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا۔ اسی لئے ظرافت کے شعر بھی کہتے تھے۔ عطاری کی دوکان کرتے تھے۔ جہاں شہر کے اچھے اچھے نامی گرامی شعراء کا مجمع رہتا تھا۔ ہر وقت شعر گوئی اور شعر خوانی ہی کا مشغلہ تھا۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ اور خود بھی ہوا مشاعرے کیا کرتے تھے۔ اردو ادب سے خاص دلچسپی تھی۔ اگرچہ علم کی تحصیل بہت معمولی تھی مگر اساتذہ فن کی صحبت نے ضروریات شعر سے باخبر کر دیا تھا۔ ایک دیوان رنگ قدیم میں کہہ کر جمع کر لیا تھا۔ مگر افسوس کہ عین شباب کے عالم میں مصیبت کا پہاڑ پھٹ پڑا۔ جسنے تمام لذتوں سے محروم کر دیا۔ کچھ امراض پیدا ہوئے۔ اسی میں آشوب چشم ہوا بینائی نے جواب دیدیا۔ اور تمام عیش و سرور پر پانی پھر گیا۔ کوئی حکیم ڈاکٹر باقی نہ رہا کہ علاج نہ کیا ہو۔ مگر بالاتفاق سب نے جواب دیدیا کہ مرض لاعلاج ہے اب گوشۂ انزوا میں پڑے ہوئے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اور زندگی گزار رہے ہیں۔ ترتیب تذکرہ کے وقت یہ شعر دئیے تھے جو درج کرتا ہوں روز شام کو میرے پاس آتے ہیں اور تھوڑی دیر غم تراشی کر کے چلے جاتے ہیں عمر تقریباً ۴۲-۴۳ سال ہوگی۔

تمہاری فارغ البالی کا کیا کہنا ہے دکھلائی — بنے پھرتے ہو چھیلا سے نہ مونچھیں ہیں نہ داڑھی ہے

الٰہی کس طرح نکلے گی آخر وصل کی حسرت — وہاں نازک طبیعت ہے اور یہاں اک اونٹ گاڑی ہے

[illegible]

ہوس سے آج خالی کوئی بے پیر انہیں ملتا
[illegible] ڈھونڈھتا ہوں اب جسے کبیر انہیں ملتا

لبوں سے ان بتوں کے ایکدن لذت نہیں پاتا
وہ مکھی ہوں جسے بازار میں شیر انہیں ملتا

چلاتے ہیں ستم کے تیر سب پر حکمراں ہوکر
خدائی فوجداری کر رہے ہیں وہ جواں ہوکر

پھر رہی ہے تری شمشیر جفا اے قاتل
اک جہاں میں ملک الموت کا [illegible] ہوکر

طائر دل نے بہت رنگ دکھائے انکو
کبھی الو کبھی مرغا کبھی ٹٹیاں ہوکر

نقد دل ہار دیا ہم نے جوے خانے میں
پھر گئی آنکھ فسوں ساز کی ٹیاں ہوکر

اللہ نے بیرحم کے ڈالا مجھے بس میں
دم [illegible] قفس میں

تیغ ستم کا کوٹ سے لیسنس لیجئے
[illegible] ہوگا ورنہ کسی روز آپ کا

رہتا ہے اسکی دم میں [illegible] ہوا
اڑتا ہے جب کبوتر یاموز آپ کا

دنیا نہائی چشمہ فیض کرم میں آہ
میں ہی نہیں شرف اندوز آپ کا

کودن — عبدالعلیم نام تھا سنہ میں جب راقم الحروف گڈھ مکٹیسر میں رہتا تھا تو ان سے ملاقات ہوتی تھی ایک صوفی درویش منش آدمی تھے اساتذہ سلف کے ہزاروں ظریفانہ اور عاشقانہ شعر یاد تھے۔ شعر و شاعری سے اتنا شغف تھا کہ میں نے جب کبھی ان کو دیکھا شعر ہی پڑھتے ہوئے دیکھا۔ خود بھی شعر کہتے تھے مگر مزاج میں شوخی اتنی تھی کہ ہزل کا رنگ اختیار کرنا پڑا تھا کچھ شعر یاد ہیں درج کرتا ہوں۔

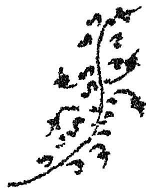
جب سے ہوئے قلندر اور چاند کبھی گھٹائی — جس خوبرو نے دیکھا اُسنے چپت جمائی
یہ لیلیٰ اور شیریں دونوں ہیں بہنیں — فرہاد اور مجنوں دونوں ہیں بھائی بھائی
کل بزم میں کچھ آنے کی اسطرح دکھائی — جب ہمکو چین آیا جب جا کے کھیر کھائی

چھاج مانگے ہے مصور بھینس ابھی بھائی نہیں — اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

سب ہجر میں تمہارے نالے ہیں عاشقوں کے — بلی کی میاؤں میاؤں کو [illegible]
گڑ میں ملا کے مجھکو وہ زہر دے رہے ہیں — لے دوستاں بتاؤ میں کھاؤں یا نہ کھاؤں

کھونٹا ۔ مجھے ان کا نام اور پتہ معلوم نہیں۔ مگر مرزا واجد حسین صاحب یاس نے اُن کے ایک دو شعر سنائے اور بتایا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ یا ہیں۔ بہر حال میں نے سخت کوشش کی کہ اور کلام ملے یا نہ ملے کم سے کم ان کا پتہ ہی معلوم ہو جائے۔ مگر ناکام رہا۔ بلکہ معلوم ہوا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے ہی نہ تھے۔ بہر حال یہ تخلص ہے اور یہ اُن کے کلام کا نمونہ ہے۔

ہائے تجھ بن چارپائی بھی ہے چپ — آج وہ آواز چرخ چوں نہیں
ہم نہ کہتے تھے کہ ہرگز ان حسینوں سے نہ مل — لے کمانے کھانے کا بھی ٹھیکرا جاتا رہا



حرف گاف فارسی

گرم۔ مظفر علی خاں نام تھا رام پور کے رہنے والے تھے صاحب تذکرہ گلستان سخن نے ان کو ظریف لکھا ہے۔ ایک شعر بھی ظرافت کے رنگ کا ملتا ہے ممکن ہے کہ اور کلام بھی اس رنگ کا ہو۔

حال عاشق کبھی پوچھے نہ ملائے چشم　　آنکھیں کیا چڑھ گئیں ہیں یا تو لے آئے ہو چشم

گمنام۔ شیخ احسان علی نام تھا باپوڑ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ شیخ صاحب مرحوم عمر بھر ایک ممتاز عہدہ پر سرکاری پر متعین رہے جب پنشن لیکر آئے تو باپوڑ میں منشی ابن علی مرحوم کے وجہ سے شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ اور انھیں کی مساعی جمیلہ سے شعر و سخن کا بازار گرم تھا۔ مقامی شعراء کے علاوہ میرٹھ اور دوسری دوسری جگہوں سے بھی شعراء آتے اور یہاں کے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ شیخ صاحب بھی بعض بعض صحبتوں میں شریک ہوتے اور تعجب بھری نظروں سے شاعروں کو دیکھتے تا اینکہ ایک دن جاڑے کی شدت سے [illegible] شیخ صاحب ایک لوئی اوڑھے ہوئے منشی ابن علی مرحوم کے مکان پر پہنچے اور سب سے پہلے آغاز کلام اسی جملہ سے کیا کہ بھئی رفیق میں تو سمجھتا تھا کہ شاعری بھی ایک دشوار اور مشکل الحصول فن ہے مگر آج تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ رفیق مرحوم نے کہا کہ چچا بھلا آپ کی قابلیت کے سامنے شاعری کیا چیز ہے کیا آپ نے

بھی آج کچھ نظم فرمالیا۔ رشیق مرحوم نے چٹکلے سو بہت سے کہے کہ شہر کے شعراء میں ایک
کہنہ مشق شستہ سال سخنگو کا اضافہ ہوا۔ چنانچہ شیخ صاحب نے کہا کہ لو ہاتھ
کنگن کو آرسی کیا۔ فوراً اپنی رات کی کہی ہوئی غزل سنادی جس کا ایک مصرع مشرق
اور ایک مغرب کی خبر لا رہا تھا۔ ایک مصرع ایک فٹ کا تھا تو ایک ایک انچ کا۔
[illegible] دل۔ رشیق مرحوم نے ہنسی کو ضبط کیا دل میں خوش ہوئے کہ ایک
سامان تفریح ہاتھ آیا۔ داد دی۔ اور ایسی داد دی کہ شیخ صاحب بھی خوش ہوگئے
پھر کیا تھا [illegible] قصیدہ [illegible] شہرت ہوگئی۔ ہر ایک غزل سننے کے لئے چلی آرہی ہے
اور شیخ صاحب کی داد اور مبارکباد دے رہی ہے۔ شیخ صاحب ہیں کہ اس افتخار
پر پھولے نہیں سماتے۔ سلام کے لئے ہاتھ تک نہیں اٹھاتے۔ کہتے ہیں تو یہی
کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے شاعری بڑی مشکل چیز ہے۔ مگر دل والا۔ واللہ
کچھ بھی نہیں۔ آخر کار فکر ہوئی کہ آپ کا تخلص کیا رکھا جائے عجیب وغریب
[illegible] انوکھے تخلص بھی تجویز کئے گئے۔ آخر ایہاں بھی نکلتی رہیں
اور بستر [illegible] رہے۔ لفظ (گمنام) کی قسمت میں یہ شرف لکھا ہوا تھا کہ اس
[illegible] کہنہ مشق کا تخلص قرار پائے۔ اب کیا تھا غزلوں کا تانتا بندھ گیا
اور [illegible] دیگرے بھی آپ کی مصداق بالکل صادق آگئی۔ احباب کے
[illegible] تجویز ہوئی کہ (چچا) کا کلام ضائع نہ ہونے پائے چنانچہ کلام کے جمع
کرنے کی کوشش [illegible] گمنام صاحب جو (چچا) کے بزرگ خطاب سے
مشہور ہوگئے تھے [illegible] بڑے بڑے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے۔
راقم الحروف [illegible] جب [illegible] اور بدقسمتی سے ملاقات ہوجاتی تو اس روز
[illegible] سنا دیتا۔ [illegible] کے عظیم الشان مشاعرے کا زمانہ آیا اور چچا صاحب
نے بھی تیاریاں [illegible] چنانچہ [illegible] مشاعرے میں [illegible] شاعر آپ کی شاندار سفید داڑھی

کو دیکھکر خدا جانے اپنے دل میں کیا کیا کہہ رہے تھے کہ آپ نے غزل پڑھنی شروع کی ابتو مشاعرے کی رنگت ہی بدل گئی - جو جب لوگوں نے کسی نہ کسی طرح ہنسنے کو روکا اور ہمہ تن داد دینے میں مشغول ہوگئے - اور جن سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی انھوں نے ظریفانہ داد دینے میں دل کی بھڑاس نکالی - چونکہ لوگ اکثر خاموش تھے مجمع اسباب کا مکدر - آپ ہاتھ میں رومال لئے دونوں ہاتھوں سے دور دور سلام لیتے ہوئے چلے جا رہے تھے چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انتقال کیا - اور سچ گمنام ہو گئے

آپ کے کلام کی ظرافت یہی ہے کہ اس کے مصرعوں کو دیکھئے اور اس کی ناہمواری سے لطف اٹھائیے اور بے پروائی الابل کیف خلقت پڑھتے جائیے نمونۂ کلام میں وہ غزل لکھی جاتی ہے جو ناپور کے سنہ [illegible] ۱۴ - کے عظیم الشان مشاعرے میں پڑھی گئی تھی -

اے زیب تاج خلافت تمھارے تو سے سر پر عرش محمل ہوگیا
اسم اعظم پڑھ رنج و محن شرک و بدعت کا قائل ہوگیا
ازل سے دل ہمارا رخ الف پہ مفتون و مائل ہوگیا
اس مضغۂ گوشت کو دیکھ پر رتبۂ فوق الفوق حاصل ہوگیا
صفحۂ مردمک چشم مضمون رخسار کی منزل ہوگیا
داغ جبیں ساقی [illegible] کی اکلیل مکلل ہوگیا
ہنسے لقد جان و مال و تحفہ منظر کردیا اقاس کا حل ہوگیا
لطف کرم سے مرتبہ الفقر فخری کا خوب حاصل ہوگیا

ہمارے تپ مفارقت کے معالجہ کو تحفہ مکمل ہوگیا — رنج پر [illegible] ہوگیا
[illegible] سستی سے ہمارا لعل بحر خلقت مستعمل ہوگیا — اے رحمت عالم [illegible] ہوگیا
حاصل ہو لیا قیامت کی دیر [illegible] — بحر ازل سے گمنام [illegible] ہوگیا

حرف لام

لا علم - اس گوشۂ گمنامی میں رہنے کے باوجود بھی آپ اتنے مشہور معروف ہیں کہ ہر شخص آپ کو جانتا پہچانتا ہے اور دل سے آپکے کمالات کا معترف ہے آپ کے چند شعر درج کرتا ہوں۔ سب سے پہلے ایک واسوخت (واسوخت) سنئے جو پورب کے گنوار اور دیہاتیوں کی زبان میں کسی نے کہا ہے اور اس عمدگی سے کہا ہے کہ جواب نہیں ہے۔ افسوس کہ باوجود تلاش بھی یہ پتہ نہ چل سکا کہ اس کے لکھنے والے کون صاحب ہیں۔

کا کہی کبھو الا کے کا رکمت چپت رہے ۔۔۔ گاؤں ماں جائے کے کنکوت کھیت رہے

آپ بیٹھ ہم اسامن کا سادا دیت رہے ۔۔۔ اپنے مہتوں سے بجز بھیٹ بھی لے لیت رہے

کا ہے جر جاے کر تج اب نہ تما کو ہوئے کے

نیم کی چھو نچھ ماں ہم بیٹھے ہیں اوہوئے کے

جو کبھی تم نے دہی ست گجو دھر جا نیو ۔۔۔ ہمکا مسٹی نہ کہیو مسٹی کا ماجھر جانیو

تمکا نائب کیا آپن تم اپن گھر جانیو ۔۔۔ اس کہیو کا منہ اب آپ کا لیکر جانیو

کہرچ کی اور ستنگی نہ دیہو تم اونکا

تمکا سونپت ہے رکھیو چین سے کٹکوائکا

جیو تو بیا کل ہے بہت کا کہی اب اپنی کتھا ۔۔۔ پیت تو ہوت مہار وگ ہے بس منشی کا

کہیمہ جہر پروا ماں جبرون تے سنا صاحب کا ۔۔۔ کھوب باتن ماں ملا تیل کا جلیبین انچا

دھرتہ مونڈ پہ چمکت رہتر یا گمن

جیسے تنجات ہے پھن کاڑھ کے کریا کسن

کالھ دوئی کوس پہ ان کا جو سنا سب مکام | جیو ماں آوا کہ کرن جائے صاحب کا سلام
چڑھ کے گھوڑے پر سٹ سٹ سے ٹرے تن پن لگام | گھوڑ کس ہنگ بھرس کا کہی تم تے کا نام

پاؤں دھرتین رکابن میں جو تھیلا ایسے

ہم چلے جات رہے راہ میں چھیلا ایسے

ایک بگیا ماں ٹری پال رہی کس لوہ رتی | بیٹھی اوماں ہی اک کامنی سندر مورت
ناتب اب کا کہی نہیں رام قسم اس بھل صورت | ہم جو دیکھا تو رہی دور تے ہم کا گھورت

دہر کے کس منچ دمس ہمرا کریجن جیسے

میکوا کا ہے یہی ہے نا کہت بن جیسے

پھر کہاں تاب ہی گھوڑے کو دن جھم سے | من ماں یہ سوچ بھوا کیسے ملن تب جم سے
ہائے دیدی کہا اور بھوتیں ہال گرن لیس دو ہم سے | ہوئے گئیں گت تحب لوڑ گوا جیو گم سے

میکوا حال یہ دیکھس تو بہت گھبرادا

بولا دوڑے کوئی ٹھاکر کے ہے مرچھا آوا

ہمری چھاتی مال لگی سانس چلے جب گھر گھر | دوڑے گجراج مہا پال بھون بلبھدر
گوبر سنجس کو تہا اور کوؤ سنگھا وا انتر | اور کوؤ یہ کہس چیت ماں آؤ ٹھاکر

ہم ہدا کوؤ جتن سے نہ جگائے جاگن

گرے ٹرا وا جیہ بیت پیٹ تلوے لاگن

ہم تلوے جو گتن جب تو دھچل پڑ گھاؤ | میکو اتنے یہ کہس لگے ہے یاری اتنا آؤ
پال تے کھینچ کے پلنگا تئی باہر تو چھاؤ | نہرے ٹھاکر کا تو ہم پرچھ گتن سب جھینا دہ

یہی پلنگا پہ جب اہیس تو بیٹھائے پا انگا

اُن کے بچپنین کا مجا کھوب چکھیے با اُن کا

ہم تلاے سے بچھرن باگ ماں بلکا پاوا
تب تو ادی چپیل چھپلی کا تنک بلواوا

پاس مٹھال کے اور سے یہ ہم کہلاوا
تم تو بگیا ماں ہوا کھوب کرت ہو کھاوا

ہم کہا انسے کہن آنکھوسے ٹھگی نہ کرو
میکو اکا ہے کہن ہنسکے ٹھگی نہ کرو

دوس تو بیت گوا ہکا ہوئین باتن بات
جب گئے سورج لکھے اور تنک آ ای رات

ہم کہا ان تے کہ ہمتے ہن اب گھر کا جات
بولی رہ چلتے کی کچھ ہوت نہیں ہے بات

اس نہ تم نہکی نہک کو اکا جیو جارکے جاؤ
جی کے اب کا کرہیے جات ہو تو ہارکے جاؤ

اُن کی انکھن سے لگے آنس بہے جب جھر جھر
پھر تو تھامے نہ تھما جیو کا سوسا دہر دہر

ہم کہا رو و نہ جیو اپنا رہت ہے پھر پھر
ہاتھ چھاتی پہ رکھو آپ بچے ہے تکست پھر پھر

ہو سکت اب تو ہے اچھے سے بتاؤ کیسے
بن کہے ہم سے کہا اگیا اکھڑا وہیہ کیسے

پھر تو بس رہ گئین بیٹھ ماں مکا مارن
اُنکے ہنکا سے گئیں پالی ماں دیا بارن

ہانکسکے ہمسے لگی جی کا بچھونا جھاڑن
اور اس موہن کی مہا گئی داسے ہم پر ڈارن

ہم کہا ان تے کبھو کام نہ ایسا کریو
کھرچ آپن نہ کبھو ساتھ ہے سیدھا کریو

بولے تم روج یہاں کاہے کا آوا کریو
اور پھر روج نہ تم آئے کے کھڑا کریو

ہم جا بیٹھیں کبھو منھ نہ دکھاوا کریو
بیٹھو بس تم بھی یکو اس تماشا کریو

میکو اپیڑ تلے جاتے کے تو کا دیکھیں
دیدی کھٹیا ترے جیراتی نواڑ کا دیکھیں

میکوا پھیر کے منھ بھری تر یچھ دیکھنے لاگ — ہم کہا ہری [illegible] بھاگ

چولھا آپن تو الاگت بار کے اور لائے کے آگ — جا کر بیا میں جو کا نڈل کاٹلے بھون دے ساگ

ہم [illegible] کی کلیجہ نہ ہوے

ان کی دیدی ہے : ڈر دیدی کوئی چینچہ نہ ہوے

سانجھ ہوئے گئی اب جا کے کریں اشنان — آگے ٹھنڈا ہے بھی ہم کا بنت ہیں اوسان

آج کر من مار تم پوری کی لکھت ہیں بھگوان — سیر آٹھ ایک ابھی [illegible] پسان

ہم اور تو بی دی منی بھوک ہے کم ہوئے جیسے

پن پیاؤ کے لئے اتنی رکم ہوسے جیسے

بانٹ بچھر ساتھ کے منہین کا دیا ہم چھٹا — اور کہا گاؤں ہاں تم جا کے سینکو بھونڑا

گھوڑ کا پیر تمے باگ [illegible] بھولے دہیا — آپ کو ئیاں پیٹیں جا کے [illegible]

بستر [illegible] پھر سے خوب لگا [illegible] بیرا

ہم اور اوکر دونوں جنے بیٹھ کے کھا واپیرا

میکوا اتنے میں جو کا سے کھس ہمے تگا — آنے بھجن کر [illegible] رسوئیں تیار

ہمتو چو کا ماں گئے اور دہیا پچھن لگا آٹا — گوڑ کا دھوے کے پھر بیٹھ گئے پلتھی مار

میکوا [illegible] ساگ و پوری جھٹ سے

ایک گھنٹے میں تو سر میٹ گئی سب ٹھٹ سے

پھر تو چو کا سے بھٹن جھاڑ کے چوتر باہر — بیٹھا پر پھیر کے باتھن کا ڈکار [illegible]

پال ماں جا کے [illegible] — گوڑ دھو [illegible] پلکا پر

اوہی کھن آ ے کے لیٹ جبتے رہی

[illegible] کھوٹا کر دیہم بھی تنی سو کی رہی

کھوٹ پائن تو گرے لاگ کے پھرتے رہن — پھر تو ان سوئین کہ دونوں جگا سے جاگن

اوکا ملاہوت بھرے جو ذرا چیت بھئن　ٹینٹ ماں ہمری روپیا ہے ٹوڈن لاگن

ہم کہا کا کرہو بولیں جو بیتن بیتم

گوٹ لہنگا میں گرنٹے کی لگاتن بیتم

دس روپیہ رہیں بس ٹینٹ میں ہم کھولیا　اور کہا لو پران آج سیاؤ لہنگا

پھر کہا اُن نے کہ ابھو جو بلیبا تم کا　بولیں ہم کا جنین یہ حال تو جانے دیدیا

سُن کے یو آنس تو آنکھن ماں تناک بھر آے

ہم ملا گھوڑے پہ اسوار بھئے گھر آئے

متفرقات لاعلم

دختر کو تو ال ظالم ہے　بیگنا ہوں کو ٹانگ دیتی ہے

انگوٹھی تو یوں مفت پائی ہوگی　ستاروں کو جب تاک دکھائی ہوگی

کنجڑن کی ایک چھوکری سر اسکو دیکھ کا　وہ اسکو دیکھ بولی سر کی آمار لونگی

مالن کی تھی وہ بیٹی پیچھے سے بھاگ بیٹھی　سویا تھا پاس اُسکے جو جاہتی سو لیتی

دھوبن کی دوستی میں دل اُلجھا ٹھگات ہے　لہنگے کو جانتا ہوں کہ جھمکا پاٹ ہے

دم دیکھے دم کو لے لیا اسدم کو دیکھئے　دوآتہ پیسے دیکھئے اور ہمکو دیکھئے

وہ ہجر میں تمھارے پہ پھٹ گیا کلیجہ　تم تم مدتیں گزر گئیں پہ پہ پاس تم نہ آئے

سن سن سرو کے پہ پہ پیڑ پر ق ق قمریاں ق ق قوں کریں

پہ پہ پادشہ کے مزار پر رر رنڈیاں رر روں کریں

. . . .

یہ میری چیز ہے کیوں دل تمہیں نہیں دیتا　تمھارے باپ کی ہے جان بتلا میری

یہ دختر رز حرامزادی مردار　مینا بازار کی ہے رہنے والی

لے موئے میاں وصف تری موٹی کمر کا
ہاتھی کی کمر پر قلم تیشے سے لکھا ہے

مجھے دیکھو کہ میں بھی آدمی ہوں
جوانی کیا تمہیں پر ختم پڑی ہے

سمجھا کہ سر پہ رکھ کے چلا جا کہ پیچلے
دوڑا کمہار شیخ کی دستار دیکھ کر

چاندنی رات صنم چاند نرالا نکلا
رنڈیاں گھر سے بھڑووں کا دوالا نکلا

شنیدم شیخ جی در ضعف پیری
بہت سی کھل گئے دونی ٹھٹھیری

سہ ایسے گوز آمد چوں نفیری
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری

کہ از بوسے دلاویز تو مستم

تری الفت میں تو ہم نے لٹایا خاندان اپنا
تری الفت سے باز آئے اٹھا لے پاندان اپنا

دختر رز ان کا سینا دیکھ کر
جی میں آتا ہے کہ ململ دیجئے

اب تو لے دے کے [illegible] کو تیار کر
کام ہے مجھکو شتابی آ ذرا سینے تو لگ

دھوبن کا [illegible]
جب [illegible] ہمارا

لڑکی کمہار کی نے مٹکا کے چشم و ابرو
دل چاک کر دیا ہے پھرتا ہوں لوٹا لوٹا

گردن کی چھوکری تھی جس نے کمان تکی
کمری کیا محبت ہے کس نے بھیڑ ماری

جب سے دیکھا دختر تیلن کا تل
تل پہ تل [illegible] چبینا ہوا

[illegible] صبر کیے لے
چچ چاہ میں تمہاری ڈوبتا ہے دل

دونوں رخسار عنایت کرو اک ایک بوسہ
اب مرے واسطے [illegible]

سو بوسے گر دیتے ہو تو من اور دیجئے
تسبیح میں ضرور ہیں دانے شمار کے

دھمکا کے بوسہ لیجیے رخ رشک ماہ کا
چندہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے

سمجھکر [illegible] بولے دربان سے
یہ کیوں آتا ہے کہہ [illegible]

خیال کر جو مکھ بوسہ گل [illegible] رخ کا لیا
[illegible] عشق سے [illegible] نکلا

[illegible]

جب سے کہ انکی جالی کی محرم پسند ہے
سونے کی چڑیا چاندی کے پنجرے میں بند ہے

بند محرم کے کھلے ہیں اُس بت مغرور کے
اڑ گئی سونے کی چڑیا رکھ کے اندر سے اُڑ کے

قدرت خدا کی دیکھئے پستانِ یار میں
پیوند فالسے کا لگا ہے انار میں

چھوا سینہ تو بولے مسکرا کر
کہ پانچوں انگلیاں ہیں اب تو گھی میں

جوبن ترا ابھار ہے انگیا میں اسطرح
جسطرح اپنی جوت چھپکے اندر دیا ہے

رخ انور پہ اُن کے ہے عیاں خال
یہ بیڈھب دودھ میں مکھی پڑی ہے

نہ گھبراؤ ابھی مرغ سحر سے
چراغوں میں ابھی بتی پڑی ہے

نہ کیوں ہو کم سنوں کی شرم پیارا لذت
مزا دیتا ہے جب پانی تک کنکی ہے ترنجبین

ہے شب وصل بولو آہستہ
چارپائی بھی کان رکھتی ہے

ہوتے ہیں بعد یاد آتی ہے شب وصال
دو چار سو برس تو کبھی سحر نہ ہو

یاد آتی ہے جو صورت کسی متوالی کی
گو مسلماں ہوں دل پوجا کیا کرتا ہے کالی کی

تم کو لازم ہے پکڑو اب میرا
ہاتھ میں ہاتھ با محبت و پیار

خوب کر دیا آپ نے تو مت کروا
مجھکو رسوا سر کوچہ و بازار

حکم ہو وے تو آج ماروں میں
کھینچ کر پیٹ میں عدو کے کٹار

ہے یہی آرزو کہ ہم بھی لگیں
تیرے قدموں سے مثل رنگ حنا

خوب پکڑا حضور نے سر بزم
غیر کا ہاتھ مجھکو سمجھا کر

کیوں جھجکتے ہو سینہ الٹا ہوا
ہاتھ گردن میں پیارے آ کر

جی میں آتا ہے کر رکھوں آپ کے
عطر کا پھاہا لگا کر کان میں

ہوئی خالی نہ جانے پائے بھائی
مسہری کا ہے یہ حال جھم رہی ہے کائی

[illegible] / [illegible]

بڑی کھنسار ہولی کی جو کھیا ہمرے سُن پائن / بلوا بھیج کے آ کے بالحن ہمکا بلوائن

بڑی خاطر سے دست ہمرا کپڑکے لیگئے بھیتر / بچھونا وہ رسوئیاں والے کے کمرہ میں بچھوائن

گلوری [illegible] چاہئے کا کسن بھگوا سے لے آو / وسا وری پان [illegible] کہ بھوجی سے لگوائن

کچوری پوری [illegible] / وہ بھوجی لوک ناحق سے وہیں چکوا کے منگوائن

گزک چٹنی اچار ادرک بھی رکھن بھوجی پتا پر / پرکیا اور سیٹر یا گھوئیں اپنے خوب پکوائن

غرض ہم کہہ سکت ناہیں بڑی خاطر بھی ہمری / ہمیں تو پیٹ بھر کے خوب اچھا کھانا کھلوائن

[illegible] بھوجی گا دل ہماری بلوائن / ہمارے قریب ہاں بھلا رے کے گانا خوب سنوائن

عبیر اور بکا سب کھا رہا بھر بھر کے تھریا میں / ملن بھی ہم سے گلوا ماں اور [illegible] خوب [illegible]

منگائس دارو مہوا کی [illegible] / بڑے ہی شوق سے بھر بھر کے کلھڑ وہ پلوائن

وہ ہت تیرے عشق کے آزار کی ایسی تیسی / کون جھنجھٹ میں پھنسے یار کی ایسی تیسی

جو کہ غیروں پہ مرے اسکی محبت کیسی / ایسے بیہودہ دلِ زار کی ایسی تیسی

گھورنے کے لئے اچھے ہیں دکھانے کو علیل / یار کی نرگسِ بیمار کی ایسی تیسی

[illegible] / [illegible] تو [illegible] کی ایسی تیسی

بات کرتے ہی وہ جھنڈیا چپت دیتا ہو / ایسے معشوق بداطوار کی ایسی تیسی

ہوا اتنا [illegible] لیٹے لیٹے مجھکو تو آئی / اٹھانے کو جو لوگ آئے [illegible]

[illegible] ہوا اتنا کہ نکلی سو جو چوٹی / [illegible] نکلے میں یہ تن زار بھی میرا

. . . . / . . . .

جب میں کہتا ہوں کہ گیوبھی کس ڈھب پر | ہنس کے فرماتا ہے یونہی ٹھیک ہر
عزیز بیوہ نیہ مت ظلم کراے ڈیر | میں قربان جاؤں اگر کم ہیر
بتائیں تمہیں لالہ صاحب کہاں ہیں | باپ ونیم میں بیٹھے پیوت ہیں پنجا
خسن کے سبب بند طاؤ سینی شد (ڈیوڑھی) | کہ انگن میں بہوت ہیں پانی کے ریلا (کھلی)
روٹن میں پکت ہیں کھانے لذیذ (ذوالقعدہ) | بکریں کے قلیا پھر بن کے شوربا
للن کے ذرا بخت عالی تو دیکھو | خسر فوت شد اور حسر یا بقا یا

لاابالی مرزا لاابالی کے تخلص سے اودھ پنج سالق میں ۔ اقتباسات حاضر پر ظریفانہ شعر لکھتے تھے نہایت مشاق معلوم ہوتے ہیں ہر رنگ کے شعر آپ کے یہاں ملتے ہیں ۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۸ء کے ستمبر میں بارش زیادہ ہوئی اور ایک طوفانی سی صورت پیدا ہوگئی تو آپ نے ایک بڑا مسدس لکھا جس کے چند بند لکھتا ہوں ۔

دریا الٰہی ابر سے کیونکر ابھل پڑا | کیوں ابر بھی نہ اسکی برابر پھسل پڑا
بجلی گری ہے یا کوئی جوہر پھسل پڑا | اس شوخ سیمبر کا جو جوہر پھسل پڑا
سنہ چار کی کمر سے ستمبر پھسل پڑا

سرکو نیہ دیکھئے تو گدھا ہے کہیں پھنسا | چنگھاڑتا ہے اونٹ کہیں پر پڑا پڑا
گھوڑے کا دم ہے ناک میں تڑپتا ہے ٹٹو بڑا | ہاتھی بھی فیل خانے کے اندر ہی گر رہا
چوہا بھی اپنے بل سے نکل کر پھسل پڑا

گر چھپکلی کواڑ سے نکلی پھسل پڑی | بلی کہیں جو آڑ سے نکلی پھسل پڑی
ہرنی کہیں پہاڑ سے نکلی پھسل پڑی | چیونٹی بھی جب دراڑ سے نکلی پھسل پڑی
لنگور گر پڑا کہیں بندر پھسل پڑا

سب سن سنا کے کچھ ہیں مرغا اڑتا رہا | ٹڈی نہ میں پہ آرہی ٹڈا پھسل پڑا

[illegible]

چھتری پہ بیٹھے بیٹھے کبوتر پھسل پڑا

تیزی میں ڈاکیہ کوئی جھٹ پٹ سے آ رہا — صاحب کبھی آتے جاتے میں جھٹ پٹ آ رہا

الجھا جولاہا بان میں وہ جھپٹ آ رہا — کوئی تو جھت گرا کوئی کروٹ سے آ رہا

بابو کہیں ڈھلک پڑا ماسٹر پھسل پڑا

کل ہم شریک ہونے گئے اک برات میں — پھسلن مذاق کرنے لگی بات بات میں

سمدھن لڑھک پڑی سمدھی کے ساتھ میں — سالے سلج کی ٹھوکر سی گئی بارات میں

دولہا و دلھن کو لیکے سراسر پھسل پڑا

پلٹن پھر ایک باجہ بجانے میں آ رہی — بھانڈوں کی صف بھی باتیں بنانے میں آ رہی

یہاں ڈومنی جو راگ سنانے میں آ رہی — کسبی وہاں وہ بھاؤ بتانے میں آ رہی

باہر کوئی گرا کوئی اندر پھسل پڑا

کل شب جو بزم عیش ہوئی و شراب تھا — ساقی تھا ماہتاب [illegible] آفتاب تھا

بدمستیوں میں جوشش شوق شباب تھا — [illegible] خیال حجاب تھا

اس پر گرا جو غیر وہ مجھ پر پھسل پڑا

پہلے تو ٹرکے ساقی رقیب نے ٹانگ لی — [illegible] ڈگمگا کے تو دشمن نے ٹانگ لی

کیا رند میکدہ [illegible] نے ٹانگ لی — پھر ہوش اور حواس [illegible]

کل شیخ میکدے میں گر کر پھسل پڑا

شرارت کے متعلق اک بڑی نظم ہے اس کے بعض بند سنیئے۔

کیا شور [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

اس [illegible]

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

پھرتے ہیں لڑکے آج چھچھوندر بنے ہوئے | کرتب عجب دکھاتے ہیں بندر بنے ہوئے

نعرے لگا رہے ہیں قلندر بنے ہوئے | دریا میں آگ کے ہیں سمندر بنے ہوئے

چڑھ کر سناتی باد ہوائی ہے یہ بڑی

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

شوخی ہے چیرہ دست شرارت کا راج ہے | زوروں پہ دل لگی ہے حماقت کا راج ہے

پایا نہیں مزاج جہالت کا راج ہے | آفت کا راج ہے یہ لیاقت کا راج ہے

غوغا یہ کر رہی ہے چھچھوندر بڑی بڑی

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

"مذہب کا سفر در وطن" ایک نظم ہے جو نہایت ہی خوب لکھی ہے۔

شور و غوغا کیا ہے یہ مذہب گیا مذہب گیا | کیوں گیا کیونکر گیا کس جا گیا اور کب گیا

گر گیا لندن کو تو وہ معدن تہذیب ہے | سمجھو ایوان عروج شرع میں دین کا کوکب گیا

جا لیے جذبے کو مرکب ہیں ہزاروں کیا حرج | اتحاد کا گر کوئی یورپ کو بھی مرکب گیا

سانحہ ہے تقدیر کو شر لیٹیاں ہیں نقد حور | کھل گئی جنت کی کھڑکی اب سے گر لب گیا

ہم نہیں ہندو کہ جائے کھانے پینے سے دھرم | جانے دو گر چھوٹ کے دین سرنگا و سب گیا

کیک سے کا نگر کوئی اترا گر ہے پیٹ میں | ہے یہ ارشاد زبان اعلیٰ گیا اعذب گیا

گو شتیلوں سے لفافہ ستر پوشی مدعا | یہ کہا کس نے لفافہ سے بدل مطلب گیا

آگئی گر ستر مذہب میں کچھ خوش آمد خوب شد | گر تعصب جل دیا اور گیا انسب گیا

بڑھ گیا ہے جوش قومی ہے ترقی کو سبیل | یہ بھی اچھا جوش ہے گو جوش مذہب گھٹ گیا

گرچہ ہاتھوں میں نہیں وہ لمبی لمبی تسبیاں | دل سے بھی گرچہ خیال فرض و واجب گیا

داڑھیاں منڈ گئیں تو اس میں بھی ہے اک فائدہ | شاہد کے قلب سے اندیشۂ عقرب گیا

[illegible]

اب کہئے تو کیا بنیں یہ پاسی سید | موجود ہیں نت نئی نواسی سید
کیوں شیخ مغل پٹھان نہ بنیں صاحب | حجام ہوں میر اور مراسی سید
کیا خوش ہو کوئی شریف مہتر مسٹر | پھرتے ہوں جہاں ہیں جب کھتر سیّد
مسٹر نہ بنے گا آن سے بہتر کوئی | صاحب ہیں چمار اور مہتر سیّد

کہتے ہیں کہ کالے ہیں بڑے ہی بے شرم | یہ بات تو سچی ہے عجب ناک بھی ہے
ہوتے ہیں بڑوں کے بھی مقابل چھوٹے | اس میں تو حیا کھلی ہے اور پاک بھی ہے
رشیا پہ منھ آنے میں اسکو کیا لاج | جاپان کو جو شرم ہو کہیں خاک بھی ہے
کٹ جائیگی ناک کیا جو ہوگی بھی شکست | منھ پر تو ذرا دیکھئے کہ ناک بھی ہے
جاپان کی روس سے یہی ہے تشبیہ | نمرود کے پشہ کا قدم ناک میں ہے
گر ناک بھی ہوتی تو قیامت ہوتی | منھ پر جو نہیں ناک تو دم ناک میں ہے

لافر۔ اودھ پنچ سابق کے ایک بے مثل ظرافت نگار ہیں حالات باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوے۔

ایک چڑیا وہ یوں اڑے پھر سے | بال تمہارے کٹ گئے دھڑ سے
سانٹھے تار و پود شوخی کو | ہزل گوئی کے خوشنما تر سے
وہ خفا ہیں تو کیوں ستاتے ہیں | میری جوتی سے جوتی کے گھر سے
بلبلیں باغ میں چہک اٹھیں | میرے نالوں کے دلنشیں اثر سے
مر گیا ہائے رسکے دل بسمل | ہوگئی آنکھ دیکھتے ہیں ترسے

بزم رنداں میں حضرت واعظ / کیا ہی بیٹھے ہیں دبکے ڈرتے
لاکھ چپکے پڑھلے غیر المغض / ہم لگا لائیں گے کسی گر سے
واہ رے ہم کہ بیٹیں بارش میں / وہ چلے آئیں اپنے گھر سے

ایک تو ہم مزاج کے کڑوے / اس پہ غصہ مرے پہ سو دُرّے
ایسا سمجھیں کہ تم بھی یاد کرو / روز بیتے تو ہو بہت غرّے
دعوی پارسائی اور یہ منہ / واہ شاباش مرحبا ترّے
کیا انوکھی غزل لکھی لاغر / شاعری میں بھی آگ سے کھڑے

سمجھ میں نہ آئے کسی بیل کی / سناتا ہوں وہ نظم میں ذیل کی
مری شاعری کی بڑی دھوم ہے / نہ سمجھے جو کوئی نرا بوم ہے
پڑا ہے جہاں میں مرا غلغلہ / نہ مانے جو الّو کی دم فاختہ
ندارد جہاں ہم چو من دیگرے / بفہم اشترم و بدانش خرے
ثنا خوانِ الفت را شعر در کشم / ثلا را بہ دوزم مٹر بر کشم
بگیرم چو در جنگ یک گرز داؤ / گریزاں شود مولوی کھانڈے راؤ
بگلزار معنی چو من بلبلم / چرا پس نہ صد بلبلہ بلبلم
مرے بلبلانے میں یہ بات ہے / کہیں بات ہے اور کہیں لات ہے

نہ چھوڑا لکھا نسخے میں شیخ جی نے تپ دق کا / یہ حال اب بھی پارہ گلے رباسوس ہیں گویا
کہ خاصی ہے فٹ بھر کی تو نسخہ بھی ہے وہ ٹیڑھا اڑچی / مگر از شاعروں کہیے تو مخصوص ہیں گویا
دوائیں ان کی یہ اعجاز میں اکسیر ہیں بالکل / اطبا اشتہاری سب جالینوس ہیں گویا

[illegible]

یہ لو یاد دش بخیر آہی گئے وہ حضرت لافر   یہی ہے ننگ تو غارت گر ناموس ہیں گویا

پھل لگے قامت دلدار میں قہ قہ قہ   معدن لعل لب یار ہیں قہ قہ قہ

بلبلیں کرتی ہیں کیا باغ میں چہ چہ چہ   خندۂ کبک ہے کہسار میں قہ قہ قہ

کلیاں کھلتی ہیں ترے ہاتھ سے کھل کھل کھل   پھول ہنستے ہیں ترے ہاتھ میں قہ قہ قہ

ہائے وہ شوخ حسینوں کی شرارت باہم   ہی ہی ہا کے وہ میر قہ وہ چار میں قہ قہ قہ

بھول کر بھی جو دل زار ذرا ہنس دیتا   گونجتی گنبد دوار میں قہ قہ قہ

شوق عشق میں سارے ونکی وہ ہا ہا ہو ہو   بطے کی بھی وہ ہر بار میں قہ قہ قہ

قہقہے ساقی و ساغر سے صراحی کے کہیں   قلقل و مینا و میخوار میں قہ قہ قہ

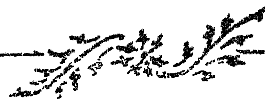
قمریاں ڈھونڈھتی ہیں سرو کو کوکو کے جو   پائیگی قمری وہ گلزار میں قہ قہ قہ

فرط اندوہ میں بیتاب پڑی لوٹتی ہے   کس نے جن دی ہے یہ دیوار میں قہ قہ قہ

لیٹتے پیچ یہ مضحک ہیں آہی تو یہ   باندھی ہے غنچے نے دستار میں قہ قہ قہ

گدگدا دیتا ہے وہ رہ کے یہ فقرا بسیار   دوڑ جاتی ہے جو ہر تار میں قہ قہ قہ

کھیلتی کیسی مگر شوخ لبوں پر ہے ہنسی   کیا ہی وہ غنچہ گلزار میں قہ قہ قہ



حرف م

ماجد۔ ان کی ایک غزل نظر پڑی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی فحش گو ہیں۔ اسی غزل میں سے میں صاف صاف اشعار نقل کرتا ہوں۔ جو الفاظ غیر مہذب ہیں ان پر نقطہ دیدیئے جائیں گے۔

لطف دیتا ہے مرا حصل پشیماں ہونا	اور اس شوخ کا . . . کے پشیماں ہونا
لطف تو جب ہے کہ ہوں دونوں ہم وصل کے . . .	چاہیئے تم کو مرے ساتھ مری جاں ہونا
صاف بتلاتا ہے کمسن بھی ہے ناداں بچہ . . .	آنکھ . . . کی درازی سے پشیماں ہونا
خوف ہے ان کو کہ ڈاکہ نہ پڑے . . . راہیں	چاہیئے . . . کے پہاڑ تک نگہباں ہونا
وصل کہتے ہیں کسے سن لو اسے غنچہ . . . ساتھ	کسی . . . کا کسی . . . میں مہماں ہونا
غیر نے مجھ سے شب وصل . . . کیا تھا	ایسے موقع پہ ضروری ہے . . . خاں ہونا
کہہ سکا یہ شعر غزل ایسی کوئی . . . جانے	ورنہ ممکن نہیں ماجد سا سخنداں ہونا

مبین۔ حافظ . . . الدین دہلوی کے صاحبزادہ تھے جن کی شوخی کلام بعض اوقات میں ان کے کلام کو حد ظرافت میں سے آتی تھی۔ نہایت نیک نفس خوش مزاج آدمی تھے تذکرہ گلستان سخن کی ترتیب کے وقت زندہ اور بخیریت تھے۔ نمونہ کلام بہت کم ہے زیادہ کلام اس تذکرہ کا دستیاب نہیں ہوا۔

نزع کے وقت . . . جو شامل آیا ملک الموت کو بھی عشق مرے شامل آیا

ہے شیشۂ دل ٹکڑے ہر رند قدح کش کا میخانہ میں ماتم ہے ماہ رمضاں آیا

مجرد - محمد پناہ نام تھا۔ دہلی کا رہنے والا نہایت خوش فکر خوش مزاج تھا۔ فکر مضمون عالی تھی مگر کچھ طبیعت کا اقتضا اور کچھ لوگوں کا تقاضہ دونوں مل کر ہزل کہنے پر مجبور کرتے تھے عموماً مقطع ظرافت کے رنگ میں ہوتے تھے۔ اور کبھی کبھی پوری غزل اسی رنگ میں کہہ جاتا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مشاعرہ میں پڑھتے ہوئے کبھی نہ جھجکتا تھا۔ خود کو ذرا بھی ہنسی نہ آتی اوروں کو ہنساتے ہنساتے لٹا دیتا تھا نمونتاً ایک مقطع ملاحظہ ہو۔

اس چاند میں فلک کا مجرد سے گھر بٹا اس ماہ سے نکاح کی جو رسم و راہ کی

محسن غالباً محمد محسن نام ہے خان پور ریاست بہاولپور پنجاب کے رہنے والے ہیں عرصہ تک بسلسلۂ ملازمت لکھنؤ میں مقیم رہے اب ریٹائرڈ ہو کر عرصے سے اپنے وطن میں مقیم ہیں ریختی گوئی میں ایک حد تک مہارت پیدا کی ہے۔ ایک دیوان چھپوایا ہے۔ جس کے دیباچہ میں جان صاحب سے مقابلہ کلام بھی کیا ہے۔ اور اس بات پر فخر کیا ہے کہ جان صاحب کے مقابلہ میں ہمارے کلام میں ایسے غیر مہذب الفاظ نہیں آتے ہیں جن کو دیکھ کر کوئی متین سے متین طبیعت بھی نفرت کرے ہمارے نزدیک مصنف کا یہ دعویٰ صحیح ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ کہنا ضروری ہے کہ [illegible] ریختی کی [illegible] جہاں جان صاحب یا ان کے ساتھ [illegible] پہنچ چکے تھے [illegible] اساتذہ کے مقابلہ پر [illegible] تخلص سے تخلص نہیں [illegible]

ہوتا بسم اللہ سے آغاز ہے دیوان کا
راز سربستہ ہے باجی وہ در قرآن کا

ہے یاد بندی کو بھی وہ لٹکا بگاڑ [illegible]
نہیں نگوڑے کا کچھ بھی کسکا ہو کوئی دشمن ہزار اپنا

بگاڑ دنگی میں بھی حال گھر کا وہ ڈالیں مجھ پر بار گھر کا
کھلا کے رنڈی کو مال گھر کا [illegible] لیں مجھ پر بار اپنا

ہر سانس کا ہیکو سوت ہے وہ ہماری ہر طرح تو ہے وہ
نہیں ہوئی ہوتی فرحت ہے وہ بگاڑا دشمن نے یار اپنا

کھیل سمجھا ہے سفر عشق کا عدم آباد کا
حوصلہ دیکھو تو گوئیاں اس دل ناشاد کا

کسبی کے گھر سے لگا کر بھیجتے ہو پان تم
واہ کیا کہنا ہے مرزا آپ کی اس یاد کا

نند کی چالوں پہ چلکر آگئی ہیں چال میں
تھا سبب بیگم لوا یہ سچ کی بنیاد کا

بات تو شیریں کی رکھ لی تھی ہزار و نعمت ہوا
گو بلا سے پھٹ گیا سر بھی میاں فرہاد کا

بیٹھے پائے نہ تھے [illegible] اٹھ لب چلیے
خاک نکلے حوصلہ شوق دل ناشاد کا

جی کی [illegible]
زندہ در گور ہو باجی موا دشمن آنکا

پچھلے ساون ہی تو تھے سو گئے گھر دولھا
دیکھئے اب کے کہاں ہوتا ہے ساون آنکا

دولھا بھائی پہ موئی ہو گئی ہو عاشق
گوندھتی ہار ہیں کیوں نام ہے مالن آنکا

پھر گیا طبلہ بجانے آج گوہر جان کا
کیسا ننگا ہے نگوڑا باپ چندر بھان کا

ہمنے ڈھول خالی شیخ جی تم
خوب ہم نے بجا بجا دیکھا

گھروندے یوں تو بہت دیکھ ڈالے بیگم نے
مزا ملا نہ مگر شیخ جی کے گھر کا سا

نگوڑی وصل کی شب بھی ہوا نہ چین نصیب
لگا رہا ہوا کھٹکا موی سحر کا سا

روٹی ممکن نہیں بھرتے سے تو ٹکڑا کیسا
چھوڑو دہگڑے کواری روز کا جھگڑا کیسا

کالا منہ نوج ہو ایسا کسی بندی کو نصیب
داڑھی منڈا موا لگتا ہے بھجنگا کیسا

شوق سے آئیں وہ جب چاہیں تکلف کیا ہے
دولھا بھائی سے مجھے لے ہوا پردا کیسا

کسبیوں کی سی نہیں وضع تو ہے باجی
اری پاجامہ کی گوٹ میں لچکا کیسا

جس سر زمیں پہ جاسے ہے آسمان نصیب
گوئیاں رہی ایک ساہی یہاں اور دن نصیب

دیگی وہی کبوتری انڈے میاں کے گھر
ہو جس لنڈوری کو کہیں آشیاں نصیب

خام ہے یہ اُدھیڑ بن گیاں
چھوٹتی ہے میاں سے کسبی کب

آج داروغہ کی کل ڈپٹی کی
رہتی گو ہر کسے ہے بیگار بہت

لگائی جو بوسہ کی مرزا نے رٹ
کہا باجی نے دت موئے دور ہٹ

انواسی ہے کوری نہیں گوری نہیں رنڈیا
اسیر بھی ہے سرکار کی منظور نظر آج

دربدر بھیک ہی مانگے گا بوا میرے بعد
یاد رکھنا یہ مری بات بوا میرے بعد

سایہ مرزا کا پڑ گیا جو کہیں
ہو گئیں دیکھتے ہی اماں سُرخ

جیتے جی شرم نہ محسن کو جب آئی گوئیاں
خاک آئے گی نگوڑی کو حیا میرے بعد

کیوں نہیں کہتے صاف مطلب کی
میری چڑ ہیں نگوڑے پیار کے لاڈ

ایک دو تین اودی بوا حد ہے
کس طرح اٹھیں چار چار کے لاڈ

اب نہ جائینگے چھنالوں کی گلی میں مرزا
قسمیں کھاتے ہیں بوا رکھتے ہیں قرآں سر پر

یہ رسیلا یہ رنگیلا یہ سجیلا ہو کر
بھلکی والی پہ موا مرتا ہے مرزا ہو کر

روئی کپڑے کو بھی اب بیگم بوا محتاج ہے
آ گئی تھی چال میں ڈپٹی کلکٹر دیکھ کر

کرے گا خاک موا بیوفا وفا کا لحاظ
نہ بوڑھی اماں کی ہو جسکو التجا کا لحاظ

رنڈی نگوڑی کی فقط اک بات کا لحاظ
دن کا لحاظ ہے نہ انھیں رات کا لحاظ

مانا کہ ہم نے سوت کو کر دیا حقیر
یہ تو بتاؤ کس نے یہ جھگڑا کیا شروع

ایک کو نوکر رکھا ایک کو چھڑوا دیا
ہے یہ ستم جب اُن کے کٹنے لگے مرزا حریف

ہے رنگیلی تو اچھوتی ہے میاں شہد کی عطا
پپلے منہ کا خمیرہ ہوا کوسٹ عاشق

چمن میں جا جا کے رنڈیوں کو پلاؤ گے یوں شراب کب تک
کباب کھا کے سوت کے تم کرو گے ہمکو کباب کب تک

اجی وہ بالا نہ لاؤ گے تم یہ ٹالا کب تک بتاؤ گے تم
کبھی تو گھر پہ آؤ گے تم کرو گے ہمکو خراب کب تک

موا نشے میں یہ بیخبر ہے ہیں پاؤں پٹی پہ پیچھے سر ہے — نہ ہوئی گھبرانہ گھر ہے نہ در ہے پھر بھی سر و گھر خراب
پھر میرے سامنے وہی چھل بل کی بات ہے — نہ دو تو سہی لگاؤں تیرے بانکپن ہوا گ
ہوئی بیخود شرابی یاد آیا — اری لینا بوا گوہر چلا دل
نہ جھوٹ بولیں گے چار ہیں ہم ہیں دونوں یکتا ہزار میں — ہیں برق طبلے ستار میں ہم ہرآنہ ہی بانی رباب میں
چپ بیٹھی کیا کمائے بوا چپ ہوئے بیٹھے ہیں — آج وہ سوت سے مغرور ہوئے بیٹھے ہیں
بوا مغلانی بھی کیا خوب ہے حقہ نہ چھوا — موئی بیگم کو تو چانڈو بھی پلا لیتے ہیں
رنڈی کے چھوڑنے کو جو کہتی ہوں پھیر کر — دیتے ہیں گالیاں مجھے ہنسکر جواب میں
ساون میں سوت کو نہ اگر دیں بوا طلاق — پھو بچاؤں میں یہ ہاں یہ نگوڑی جہاں کی بیبیاں

ری کیٹی! ایسا ہوا مجھسے ہارا رات کو — ڈھونڈھتا پھرتا تھا میں تنکے کا سہارا رات کو
بھیجا سالن گھی کا گھر پہ نہ چھوڑ آئی بی — دیکھو ہوشیاری نے پھر نخرہ بگھارا رات کو
چھوڑ کر زلف و دوتا رخ پہ بوا میں سوگئی — وہ بجایا ہائے اپنا دوتارا رات کو
رکھا جب مرزا نے ساغر کہہ کے ہاتھ پر — پی گئی لیکر موئی سارے کا سارا رات کو

پھر وانت آج شیخ سے لگ لگا کے آئی ہو نہ — دیکھو تو گیا ادل کو بوا منگوا کے آئینہ

کوشش کرو کہ مرزا سے بیگم کا ہو ملاپ — گوئیاں ملانا بچھڑے دلوں کا ثواب ہے
دم الجھتا ہے بلا سے نئی کی باتوں سے مرا — مجھکو تو سوئی نگوڑی نہیں چھو آتی ہے
تربت پہ آکے جو شش نے دی جو ایک لات — سو سو قدم پہ جا پڑے تختے مزار کے
میرے ہی سامنے موئی سیج پے دل لگی — بس بس نکل اپنے مرے ارماں جا ہے
مجھے بیوجہ بھڑوا مارتا ہے — بڑا بیدرد میرا مردوا ہے

دل اسکی تیغ ابرو پر فدا ہے	وہ گورا لونڈا جو کپتان کا ہے
نہ مارو شیخ کو بے موت باجی	نگوڑا آپ ہی وہ مر رہا ہے
نہ نکلے گھر میں ڈولی کے بھی پیسے	بڑا نواب کا سالا بنا ہے
ننگی نگوڑی باتیں بھی اور سب کے سامنے	کچھ تو حجاب پیارے میاں درمیاں رہے
ساتھ لونڈے لئے پھرتے ہو یہ صحبت کیا ہے	لت نہیں ہے تو میاں [illegible]
بوا رو دیں مجھے جب لیچلے وہ	بری ہوتی نگوڑی مامتا ہے
بناتا ہے موا دل لیکے باتیں	بڑا محسن نگوڑا مسخرا ہے

محشر - عبد اللہ خاں نام - رام پور کے رہنے والے تھے ریختی کہنے اور اسکو پڑھنے میں کمال حاصل تھا - ریختی میں خانم جان تخلص کرتے تھے - میں نے اصل تخلص ہی میں لکھنا مناسب سمجھا - مولوی عبد الغفور صاحب نساخ نے ان کے متعلق [لکھا ہے] ان میں ایک بڑا عیب ہے کہ اوروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے ہیں - مگر افسوس کہ کوئی شعر ان کا نہیں ملا -

کہیں تم چوچلے میں بھید کچھ اُنسے نہ کہہ دینا	مری اچھی بوا یہ مردوے مطلب کے ہوتے ہیں

مشتاق - اشتیاق احمد نام ہے - سلون ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں - گل باغ مراد مادہ تاریخ پیدائش ہے آپ کے والد حافظ سردار احمد ایک نامی وکیل تھے - مرنے کے بعد کافی جائداد چھوڑی جو تخمینا آٹھ ہزار روپیہ سالانہ منافع کی ہے - اسی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ بسر اوقات کرتے ہیں - اور محض اسی جائداد کی وجہ سے اس قصبہ میں قیام ہے - ورنہ آپ کا آبائی وطن نارہ ضلع الہ آباد ہے - فارسی عربی کے علاوہ انگریزی کی تعلیم ایف اے تک

حاصل کی۔ ۱۸۹۷ء سے شعر کہنا شروع کیا۔ جناب شبیر مچھلی شہری سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف بھی بہت سی ہیں جن میں سے بعض نہایت قابل قدر ہیں۔ دو دیوان عاشقانہ۔ ایک نعتیہ۔ دو مثنویاں ایک تاریخ سلون۔ افتخار الکلام دیوان قصائد قابل ذکر ہیں نعتیہ کلام میں اکبر کا رنگ پسند فرماتے ہیں اور انھیں کا تتبع کرتے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہو چکی اندر سبھا اب ہے کسانوں کی سبھا
کیا زمینداروں کی قسمت میں آئی ہے لکھا

دکھلایا جیل ترک موالات نے مجھے
لیڈر بنایا میری حوالات نے مجھے

[illegible] سکیم گاندھی چل گئی
لیڈر و سرکار میں بیٹھے بٹھلے چل گئی

امن ہو رخصت اگر قانون شکنی ہوویں
اینٹ سے اینٹیں بجیں غائب جو چپنی ہوویں

آپکے دل میں اگر وقعت ہے میری رائے کی
کیجیے سوراج کے خاطر حفاظت گائے کی

تھاہ ہی جسکی نہ ہو یہ بحر وہ سوراج ہے
ہند میں جو شے نہیں ملتی وہی سوراج ہے

جس زمانہ میں مقید ہو گئے تھے موتی لال
ق
اک محب خاص کو میں نے جو پایا دردمند

میں نے اس سے کہدیا یہ سچ سب یکایک ہے
خود خدا رکھتا ہے اندر سیپ کے موتی کو بند

ایک نے پوچھا کہ اب ہے ہند میں کیا چیز سہل
کس میں شوکت آجکل ہے کس میں چاہ و شان ہے

بے تکلف یہ دیا اس شخص کو میں نے جواب
آجکل لیڈر کا بنجانا بہت آسان ہے

مائل بہ ترحم جب ہوئے ہند پہ گاندھی
سوراج کے لینے پہ کمر آپنے باندھی

میوے کے شجر جڑ سے اکھڑ کر گرے لاکھوں
جب سال گذشتہ چلی ترمیم کی آندھی

مفید ان کو کوئی تعویذ گنڈا کیوں نہیں ہوتا
بڑی حیرت ہے ہمکو ان کے لڑکا کیوں نہیں ہوتا

نہ بولینگے کبھی خان اسلامی یہ لکڑدن کہاں
بتاؤ ہند بھر شدھی کا دریا کیوں نہیں ہوتا

ملتی ہے گرجا کی چھٹی ہم وہاں جاتے نہیں
ہے حجامت یا نہانا منحصر اتوار پر

مال میں پٹواری صاحب ہوتے ہیں اصل الاصول
ہے پولس میں کام سب قوت چوکیدار پر

باپ کی ساری کمائی ہو گئی نذر بوٹ شو
بھوت کالج میں چڑھا فیشن کا پر خود آ پڑا

مولوی صاحب نے اپنا الٹی میٹم دیدیا
ڈٹتے ہی اٹھتے مسلمانوں نے بھی دم دیدیا

پاس کرنے اب لگی ہیں عورتیں بیرسٹری
نر سے مادہ کی عدالت میں ہے جنگ زرگری

ابتک یہ خواب دیکھتی ہے چشم دل کا
دشوار ہے سمجھنا مگر اس کی چول کا

راز کھد رہی ہیں کچھ سوراج کا ستون ہے
پر [illegible] نزدیک تو دلی ابھی تک دور ہے

مرا سینہ بھی پالٹکس کا اسوقت مخزن ہے
ادا میں اسپیس بہار کی ہیں [illegible]

ٹھہرو ہوٹل میں چھوڑ دو فکر سرائے
کبھو قہوہ پیو کبھی تم چائے

یہ ترقی لارڈ کرزن کی بدولت ہو گئی
مونچھ کس گنتی میں ہے ڈاڑھی [illegible] ہو گئی

آنکھوں کی روشنی کا یہاں گیر کھیل ہے
ان کو پسند پر بھی مٹی کا تیل ہے

عورتوں سے ہند میں بے پردہ کیجئے ق
خوب ہے ان کو کھلے بندوں پھرایا کیجئے

آپکے ہاتھوں ترقی جو نہ حاصل ہو سکی
ابتدا سے عورتوں [illegible] لیجئے

آپ اور ہم سے باتیں ہیں عذر کا دخل کیا
کرتا ہے کیوں گریہ کا یہ ٹھونچ بیچ میں

ساتھ غیروں کے ہیں [illegible] آج
ساتھ کو دیکھ آئے جسطرح معشوق بیچ میں

لگ گئے گھوڑے تو ٹوٹا [illegible] کا جناب
بیٹھا ہی بس گیا بیچارہ بدبو بیچ میں

یوں [illegible] ٹھکانا بزم میں ہے بیچا
مجمع ناگہ میں بیٹھے جیسے سادھو بیچ میں

اک طرف انگلش [illegible]
[illegible] ہے سب بیچاری [illegible] بیچ میں

نہ سمجھیں آپ مجھکو [illegible] بے سمجھ ہوں
حقیقت [illegible]

ترکوں نے بیشک کیا ہے یہ کمال
جو دیا اسلام سے پردہ نکال

ترجمہ خطبوں کا کر کے اسکو رخصت کیجئے
شہر سے عربی [illegible]

مجنوں سے شاہ [illegible]

دیوان کے نواسے تھے خود یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ زندگی نہایت عسرت اور شوریدگی میں گزرتی تھی ننگے پاؤں ننگے سر پھرا کرتے تھے۔ شعر گوئی کا شوق تھا۔ اول اول میں حسرت تخلص کرتے تھے پھر حافی تخلص کیا۔ اور اس کے بعد میر انشاء اللہ خاں کی صحبت میں رہنے لگے اور مجنوں تخلص اختیار کیا۔ اپنے آپ کو میر تقی میر کا شاگرد بتاتے تھے۔ مگر بقول میر حسن کہ خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

پھر اب یہ جو چلا ہے کل دوں قرار ٹھہرا	کہتا ہے مجھسے چل ہے تو کب کا یار ٹھہرا
بوسے کے بدلے گالی دے بیٹھا مجھکو چٹ سے	تو اپنے منھ سے آپی بے اعتبار ٹھہرا

مجید۔ یعنی منشی عبد المجید صاحب مجید۔ ناگپور کی مشہور و معروف دی ماڈرن تھیٹریکل کمپنی کے چیف ایکٹر ہیں۔ ایک غزل ریختی کی ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھی اس رنگ کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔

سوسن تجھے ملنے کو بھی لچا ہی ملا شوخ	کیا تجھکو بنائے گا نگوڑا دہ موا شوخ
آیا مری لونڈی کی بھی کہنا اٹھا اشاسے	کل وہ انھیں باتوں کی بدولت تو پٹا شوخ
ان دونوں میں رہتی ہے ہمیشہ سے لڑائی	کچھ منجھلی بوا شوخ ہیں کچھ چھوٹی بوا شوخ
یہ کس نے بتائی ہے تجھے چھوروں کی ملاقات	بھاتا نہیں اک آنکھ بھی مجھکو تو بوا شوخ
بل سارے نکالوں گی میں نکلے کی طرح سے	پاپوش سے ماروں گی جو ہلنے دہ پڑا شوخ
ہر ایک سے یوں آنکھ لڑا لیتی ہے نرگس	ہے ہے نہیں آتی ہے ذرا تجھکو حیا شوخ
الفت جو مجید آئے تو تو بات نہ کرنا	وہ ایک ہی چلتا ہوا لچا ہے موا شوخ

محب۔ منشی برج بھوکن لال نام ہے۔ قصبہ دریا آباد ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں منشی نوبت رائے لکھنوی مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ابتدا سے شعر و شاعری کا

یہ شوق تھا - مگر طبیعت کا رجحان زیادہ تر ظرافت کی طرف تھا - منشی [illegible] کے انتقال کے بعد آپ ہی اپنے کلام پر نظر ثانی فرماتے رہے اور ۲۶ء میں اپنا دیوان بھی شائع کیا - آپ اکبر مرحوم کے رنگ میں شعر کہتے ہیں - اگر غور کیا جائے تو اکبر کا رنگ دراصل ایسا تھا کہ اسکا اتباع دشوار تھا - مگر افتاد طبیعت سے مجبور تھے - اسی طرف متوجہ رہے - محب صاحب نہایت نیک نفس اور خلیق زندہ دل آدمی ہیں - اور کلام میں تا حد مقدور شوخی وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہیں - خود ہی فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اکبر نے یہ رنگ حسن کے ساتھ کہا اور ہندوؤں میں سے نے - ان کا یہ جملہ یقینی قرین صداقت ہے ایک مرتبہ راقم الحروف سے بھی ملاقات ہوئی تھی - اور خود جناب موصوف نے اپنا دیوان مرحمت فرمایا تھا - عرصہ سے آلام و مصائب اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں اب مرض برص بھی شروع ہوگیا ہے عمر تقریباً ۵۰ برس ہوگی - دیوان کے علاوہ تاریخ دریاآباد بھی آپ کے نتائج افکار سے ہے یہ کتاب نہایت خوب لکھی ہے - دیوان کا انتخاب حاضر ہے ملاحظہ ہو -

کہتا ہے شوق ہمسے ہوائی جہاز کا
بیکار ہے خیال نشیب و فراز کا

ہوگیا سہل سفر ریل کے باعث اے خضر
رہبر شوق ہوا عشق میں انجن اپنا

ہم غریبوں کے مقدر میں نہیں عیش لکھی
اے محب تمکو مبارک رہے فیشن اپنا

اُن سے باتیں کیں تصور میں تو یہ بھید کھلا
کشور الفت میں [illegible] کا

شوہر مفلس کی چندیا کھاتی ہے اب بچنا محال
ہوگیا ہے شوق نادر صاحب کو لیڈی ہیٹ کا

کوئی [illegible] کہتا ہے اُن کو کوئی بندۂ محب
شغل جب سے ہوگیا [illegible] در جیب کا

تصور ہے مسوں کے مصحف رخسار زیبا کا ۔۔۔ کسے ہے یاد قرآں کی کسے ہے شوق گیتا کا
نہیں ذوق عبادت شوق ہے راحت کے ساماں کا ۔۔۔ خدا سے پھر گیا ہوں آجکل بندہ ہوں شیطاں کا
شگفتہ خاطری موقوف ہے ٹائپ کے حرفوں پر ۔۔۔ کوئی شائق نہیں گلزار نستعلیق و ریحاں کا
مسوں کے لب میں بھی لطف حیات جاودانی ہے ۔۔۔ خضر ہوٹل میں بھی بہتا ہے چشمہ آب حیواں کا
کیا صفائی مغربی مسہل سے آنتوں کی ہوئی ۔۔۔ منھ پہ رونق آگئی گو پیٹ خالی ہو گیا
پارکوں میں گھوم لو کھالو ڈبل روٹی محب ۔۔۔ آخرش اک روز دنیا سے سفر ہو جائیگا
چلو جلسوں میں موٹر پر اڑو چندے دیے جاؤ ۔۔۔ بغیر اس کے محب پبلک میں شہرا ہو نہیں سکتا
پسی جاتی ہے اولاد آدم غم کی چکی میں ۔۔۔ بڑھا ہے پیٹ کا نرخ اور گھٹا ہے نرخ گندم کا
نوٹ سے بڑھکر نہیں دولت کوئی اس عہد میں ۔۔۔ مل گیا جس کو یہ کاغذ کیمیا گر ہو گیا
گھلایا اسقدر اس شوخ کی بے اعتنائی نے ۔۔۔ کہ اب ہمسے وفاداری کا گھڑا اٹھ نہیں سکتا
زباں کا اب جو دعوی ہر کس و ناکس کو ہے بھائی ۔۔۔ نہیں پابند کوئی لکھنؤ اور دلی کا

دیکھکر لعبت لبرٹی کو ۔۔۔ طفل دل کیا ہی کھل کھلا اُٹھا
وہ طمانچہ پڑا گرانی کا ۔۔۔ دل غریبوں کا تلملا اُٹھا
بل کیا پیش کمیٹی نے جب ۔۔۔ اے محب شیخ بلبلا اُٹھا

خوب ہے اب جو بلندی پہ ستارا اُن کا ۔۔۔ چرخ پر اُڑ کے پہونچتا ہے غبارا اُن کا
تیغ اصلاح سے کاٹیں جو گلا مذہب کا ۔۔۔ میرے آگے نہ کرو ذکر خدارا اُن کا
طور پر حضرت موسی نے تجلی دیکھی ۔۔۔ ہمکو لندن میں میسر ہے نظارا اُن کا

بابو صاحب ہیں مست ہوٹل میں ۔۔۔ کون پرساں ہے بھائی دیبی کا

کیا خبر تھی کہ توشی سے پالا		ہم سے پوچھو مزا تعصبی کا

اب اور کوٹ کا زمانہ ہے		نام صاحب نہ لو رضائی کا
ڈاٹتی ہیں حسین لیڈی ہیپ		کون خواہاں ہو نیر پائی کا

ہر شے ہے گراں جنس شرافت کے علاوہ		بازار میں سستا کوئی سودا نہیں ملتا
ہنری کے تو شاگرد نظر آتے ہیں لاکھوں		ڈھونڈھے سے کوئی ویاس کا چیلا نہیں ملتا

جامہ زیبی ہے وضع مغربی میں		کیوں نہ ہو ہمکو شوق چسٹر کا
کون پرساں بیاض نظم کا ہو		یہ زمانہ تو ہے رجسٹر کا

لاحول سے نفرت ہوئی اور سے ہوا شوق		اب آپ سے ناخوش کہیں شیطان نہ ہوگا
کر دیا بدحواس چندوں نے		دہیان کسکو ہے [illegible] کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا		چھہ سیر جبکہ بکتا ہے آٹا جوار کا
آسماں پر دماغ ہے اپنا		سر پہ جب تک ہے [illegible] ٹوپ

ملک و دولت کا کیا اس کو خدا نے لفٹنٹ		اور ہمیں [illegible] کا بنایا ایجنٹ
پے شہرت یہی کافی ہے نہیں مال سے بحث		ایک تختے پہ یہ لکھدیجئے جنرل مرچنٹ
قرض لے لے کے مئے عیش اڑائی ہے محب		آج ہو آپکو ترقی کا مبارک وارنٹ

تیز کیا ہم سست دل ہوں اہل جرمن کیطرح		بھائی چھکڑا چل نہیں سکتا ہے انجن کیطرح

اب اسی میں سرخروئی آبرو داری کی ہے | بس انھیں کے رنگ میں مل جائیں پانی کی طرح
چھوٹی ٹائم پیس کا ہے دائرہ اُن کی کمر | ناچ میں جو لوچ کھاتی ہے کمانی کی طرح

یار من مشفق من تیرے القاب پسند | ہے فقط مائی ڈیر آج کل احباب پسند
کھپ گئی ہے مری آنکھوں میں ولایت کی زری | خفتہ بختوں کو بنارس کی ہے کمخواب پسند

چائے کے آگے پان ہے کیا چیز | چندے کے آگے دان ہے کیا چیز
گولڈ اسمتھ کی دیکھئے لائف | اس کے آگے پُران ہے کیا چیز
عیش چاہو خوشامدی بن جاؤ | زر کے لالچ میں آن ہے کیا چیز
سیکھو انگلش فرنچ لیٹن اب | بھائی دیسی زبان ہے کیا چیز

کمیٹی و چندہ کی کوشش مبارک | یہ نزلہ مبارک یہ پیچش مبارک
ہوا غسل شیخ و برہمن میں باہم | یہ مضموں مبارک یہ بندش مبارک

ہر اک کی شان میں کہتے ہیں ایسے ہیں ویسے ہیں | کوئی کاش ان سے یہ پوچھے کہ حضرت آپ کیسے ہیں
تھیٹر میں وہ ہنستے ہیں تو اسٹیج میں روتے ہیں | جو اک ایکٹر (قومی) درد الفت اسکو کہتے ہیں
نہ چھیڑ بحث واعظ آجکل کے تیز طبعوں سے | کہ وہ ہیں ونٹ کمسرٹ کے یہ پولو کے گھوڑے ہیں

مدت سے مر گئے ہیں نئی روشنی پہ ہم | ابتک جلا نہ لیمپ ہمارے مزار میں
اس مفلسی و قحط کے قربان جائیے | گیہوں کے بدلے ملتا ہے لطف حجاب میں
دل ہے وہی جو آئے مسوں کی کھسیٹ میں | دولت وہی جو سے بنے اور جھپٹ پیٹ میں

وہیں پہنچیں گے اب تو منزل تک
جو کہ انجن کو رہنما سمجھے

بے ریل دو قدم نہیں چل سکتے آپ سے
ہم لوگ ہاتھ کھینچتے ہیں انجن کی بھاپ سے

بجا اسکول کا گھنٹا جو ٹن سے
تو اچھن آگئی ڈولی میں زن سے

نہ کام آیا مرے پر مغربی بوٹ
بدن ڈھانکا گیا آخر کفن سے

مزار اپنا بنے گا پارک میں اب
ہمیں کیا کام ہے باغ عدن سے

ترقی پر ہے اب چندے کا آماس
مریض قوم کے دم پر بنی ہے

اور اسیر مفلسی کی سخت گھگھی
کہ جس سے رگ شرافت کی تنی ہے

نام ہوتا ہے زمانہ میں محب وہ ہی طرح
چندہ دینے سے اور اخبار میں چھپ جانے سے

کیوں برا مانیں جو وہ کہتے ہیں ہم کو ڈیم فول
یہ تو معشوقانہ شوخی ہے کوئی گالی نہیں

ہا کجا قدر سخن ہی شاعری کے پیٹ سے
اور ہوتے ہیں تولد اب سخنور سیکڑوں

مدار کار جہاں اب سکنڈ پہ ہے
گیا وہ وقت گھڑی اور پل سے کام نہیں

وہ وزن کرکے بھائی ہم ڈھول ہو گئے ہیں
پہلے تھے چھٹانک لیکن اب پونڈ ہو گئے ہیں

دل احباب کو چسکا پڑا ہے نوحہ داری کا
مزا ملتا ہے اب گھر سے زیادہ جیلخانے میں

بھلا ان لڑکیوں کے حسن کیرکٹر کا کیا کہنا
جنہیں مس صاحبہ اسکول میں تعلیم دیتی ہیں

تھیٹر کے نرالے سین اتنی بیسری دیکھو
نہ جاؤ بھولکر ہرگز جہاں پر رام لیلا ہو

مبارک ہو محب یہ آتش شوق
گھر اپنا خوب پھونکو اور تاپو

تقریر پر عمل جو نہیں خود تو چپ رہو
مینڈک کی طرح شور مچانے سے فائدہ

کیوں رتھ کا ذکر عاشق انجن سے کیجئے
بھینسے کے آگے بین بجانے سے فائدہ

قیس کو دیوانگی میں تھا سگ لیلیٰ عزیز
عشق مس میں ہمکو پیارا آج اک کتا ہے

نئی ملت کا زاہد ہوں مزے جنت کے یاں ہیں
کہ سوڈا اور لمنڈ کم نہیں کچھ آب کوثر سے

ہے نامہ بری اب پوسٹ آفس ہمکو کافی ہے
نہ قاصد کی تمنا ہے نہ مطلب ہے کبوتر سے

ٹرمک کی خیرات سے ہے قوم کی خدمت تو اب — بھیک دینے سے تو چندے کا سوال اچھا ہے
مال آغاؤں سے وعدے پر خوشی سے لیجیے — جب تقاضا ہو تو کہہ دیجیے کہ نالش کیجیے
تعلیم مغربی سے کبھی پھولے پھلے نہ ہم — بولے گئے جو جج وہ قسمت سے مر گئے
کھاتے نہیں پڑنگ کسی کے دباؤ سے — مجبور شیخ ہو گئے دم کے لگاؤ سے
گر نوٹ پاس ہو تو ملے ساحلِ مراد — اب بیڑا پار ہوتا ہے کاغذ کی ناؤ سے

حقیقت یہ ہے کہ محب دریابادی کا کلام سراسر اکبر مرحوم کا تتبع ہے۔ مگر افسوس کہ ان کے کلام میں وہ اثر اور زندہ دلی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں طنزیات کا ایسا بے محل استعمال ہوا ہے کہ وہ واقعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور جس طنزیات سے وہ نواہی کا کام نکالنا چاہتے ہیں ان سے اوامر مفہوم ہوتے ہیں۔ ان کے کلام میں قطعات۔ رباعیات۔ مثنوی وغیرہ بھی ہیں مگر ہم اسی قدر کافی سمجھتے ہیں اور اضافۂ کلام کا یہ تذکرہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

م۔ ح۔ یعنی ماسٹر باسط صاحب۔ آپ بسواں ضلع سیتاپور کے رہنے والے ہیں اور موجودہ دور کے ایک نہایت خوش گو خوش مذاق شاعر ہیں۔ غزل خصوصاً نہایت عمدہ اور زبان کی حدود میں کہتے ہیں جس سے صحیح صحیح رنگ تغزل سمجھ میں آتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح آپ اس میں فلسفہ اور تصوف کے مذاق کو شامل نہیں کرتے۔ جگر بسوانی سے اصلاح لیتے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج ہے کہ جناب جگر سے یہ خود اچھا کہتے ہیں۔ راقم الحروف جناب باسط صاحب سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اور کبھی کبھی جناب جگر صاحب کی غزلیں بھی سنیں میرے نزدیک دو جدا جدا راستوں کے چلنے والے ہیں۔ اور ایک کا دوسرے سے کوئی تناسب نہیں۔ باسط صاحب نہایت خوش سلیقہ کہتے ہیں ان کی خصوصیت

رنگینی - بیان میں آمد - بندش میں چستی برجستگی ہے۔ اور اس کے برعکس جناب جگر کے یہاں خشکی - تقشف - پھیکا پن - بھونڈا پن - بہر صورت باسط نے ایسے استاد کی توجہ سے فائدہ اٹھایا اور خود نہایت عمدہ کہنے لگے - ذالک فضل اللہ الخ - آپ کبھی کبھی تفنن طبع کے لئے ظرافت کے اشعار بھی کہتے ہیں اور ظرافت میں [illegible] کی صورت پیدا کرتے ہیں - مگر افسوس ہے کہ باسط جس قدر رنگ عاشقانہ کو نہایت خوبی سے کہتے ہیں اسی طرح ظرافت میں کامیاب نہیں ہیں - اسکی وجہ یہ ہے کہ دراصل وہ ایک متین اور مہذب آدمی ہیں - ظرافت کو ان کی طبیعت سے کوئی خاص نسبت نہیں ہے - ماسٹر باسط کسی اسکول میں اردو ٹیچر ہیں - شاعری کے بیحد شائق ہیں اکثر رسالوں میں غزلیں طبع ہوتی رہتی ہیں آپکی عمر اسوقت تخمیناً ۳۵-۳۶ سال کی ہوگی - نمونہ کلام یہ ہے -

حضرت دل جو کسی مہ کو لئے ہوتے
جتنے گورستاں میں مقبرے [illegible] ہوتے

وہ جب تیغ نگہ سے ٹکڑے دل کو مارا آتا ہے
نہ تحقیقات ہوتی ہے نہ تھانہ دار آتا ہے

کہاں جائیگا آخر کرکے یہ بیچارہ عاشق
تری شمشیر کے نیچے مرا [illegible] آتا ہے

خفا ہے اگر [illegible] ہو جاؤ
اگر کہ بندہ درگاہ نبی شہید ہو جاتے

عدو کمبخت کو سودا ہے کچھ ایسا ہی لگا
لئے سر پہ خنجر آگیا [illegible]

مرغ دل دام گیسو کے پھنسا لیتا ہے
تجھکو دلدار کہیں یا ہم [illegible] کہیں

کیا فرق ہے بتا دو ماسٹر ہو مولوی ہیں
[illegible]

جو دیکھیگا کوئی ایسا بانکپن سے
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

نشستم بہ محفل بہ دو در نخستیں — کھسکتے کھسکتے بہ گوہ یار رسیدم

ہاتھ آیا ہے ستمگر تو بڑے گھات کے بعد — سب بتا دوں گا میں تجھکو کر اک بات کے بعد

بوسۂ چشم طلب میں نے کیا رو رو کر — ہنس کے فرمایا کہ منظور ہے برسات کے بعد

بتوں کے عشق کا مجھکو پڑا ہے آجکل چسکا — حرم سے مجھکو جانے دو نہیں ہیں شیخ کے بس کا

ہم اپنی جان سے [illegible] بیٹھے ہیں — بھری برسات میں آ کر پس دیوار بیٹھے ہیں

لپٹ کر بے ستوں سے یہ کہا لانے شیریں نے — سنا کچھ اور لے بیٹا وہ تیشہ مار بیٹھے ہیں

چہاتی منہ جو اپنا سو لیا آرزو دارم — تجھے جی کھو لکر لینا بجگیا آرزو دارم

لپٹ کر مورے سینہ سے تجھے سوگند اللہ کی — ترے میں تو ڑکر دھر دوں پلیا آرزو دارم

زنخداں سیب ہے عناب لب ہیں — بہت میٹھے ہو تم تو خوردنی ہو

کمر سے تمکا لپٹا سے رہت ہے — رقیب روسیہ کی اکمر دہنی ہو

بہت بگڑے بہت تنکے بہت اینٹھے بہت سے — تماشا یہ سر محفل میں اُن کا چھیڑ کر دیدم

لٹا دو یار تم ہمکا تمھیں سوگند اللہ کی — نہیں تو اٹھکر جاؤں گے بیچارے سر کا درجائیت

رے بیٹھے بیٹھے تم سے بیت کا سوچی تمھی کی — بڑا اکرا ہمیں یہ ہوی گوا آرزا رمجائت

تمری الفت ماں بھلا کون دانا ہوے ہے — گھر ماں بیٹھا رہے جو شخص سیانا ہوے ہے

پان دشمن نہیں لیتا ہے تو دیتے کیوں ہو

منھ بھٹا ہوی ہے کوئی جیب اُن کا ہوی ہے

مخلوق [illegible]

ہے ان کا نام میر احسان علی لکھتا ہے مخلوق نواب تقی خاں ترقی کے یہاں قصہ گوئی کے خدمت پر مامور تھے۔ میر خلیق کے چھوٹے بھائی یعنے میر انیس کے چچا تھے۔ صرف دو شعر تذکرۂ انیس مصنفہ مرزا فدا علی خنجر لکھنوی سے دستیاب ہوئے۔ جو ریختی میں ہیں اسی سے گمان ہوتا ہے کہ مخلوق کا رنگ یہی تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ بھی اس قسم کے شعر کہنے سے باک نہ کرتے تھے۔

اے ددا دیکھیو اب ہوگا بڑا شر پیدا — لو زناخی نے کیا اور نیا گھر پیدا

مردوں کو ترس رنڈیوں پر کیوں نہیں آتا — میں مرگئی کمبخت اثر کیوں نہیں ہوتا

مذاق ۔ مرزا غضنفر حسین نام ہے جونپور کے رہنے والے ہیں۔ پچاس برس کی عمر کے آدمی ہیں ایک وقت میں مذاق اور ظرافت کے اشعار لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اور صفدر مرزا پوری کو اپنا کلام دکھاتے تھے معاصرین سے چوٹیں چلا کرتی تھیں۔ مگر اب عرصہ سے شاید بالکل اس رنگ کو ترک کر دیا۔ چنانچہ خود ایک خط میں لکھتے ہیں۔ مجھکو تو اب شعر و شاعری سے چنداں شوق نہیں ہے۔ بہر حال جو کچھ اشعار یاد ہیں وہ لکھتا ہوں مرزا صاحب نے اپنا مختصر حال بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں خاندانی حالات زیادہ تر ہیں شاعری کے واقعات سے کچھ علاقہ نہیں اسیواسطے ان کو قلم انداز کرتا ہوں۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ آپ کے مورث اعلی مرزا منور لی بیگ غازی خان ایران سے بطلب شہنشاہ اکبر دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ بعد چندے منعم خان خاناں کے ہمراہ جونپور آکر رہے اور صوبہ جونپور کے گورنر بنے

ناظم مقرر ہوئے۔ بہت سے مواضعات معافی میں پائے اور محمد شاہ رنگیلے
کے عہد تک اسی طرح معافی میں رہے۔ مگر اب رفتہ رفتہ تمام علاقہ نکل گیا
کچھ جائداد برائے نام باقی ہے۔ ان کے خاندان میں سوائے مرزا صاحب
یا ان کے والد کے کسی نے ملازمت نہیں کی اور دربارداری کے جھگڑوں
سے آزاد رہے اب انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

آشنا کے ہوئے یوں زخم بدن پر پیدا — رات کو چرخ سے جس طرح ہوں اختر پیدا
عیش باغ ان کا ہے کرتے ہیں مزے کیا کیا — خوش نصیب ایسے بھی ہونگے کہیں بند پیدا
شان اللہ کی ہے اس میں اجارہ کس کا — بیضہ زاغ سے ہوتے ہیں کبوتر پیدا
جھومنے لگتا ہے ہر شیخ و برہمن سنکر — تانیں سارنگی سے ہوتی ہیں جو [illegible] پیدا

یہ ذوق عشق تو دیکھو کہ قیس کے سر پر — ہمیشہ ناقۂ لیلیٰ سوار رہتا ہے
چلے ہیں وہ سوئے گلگشت [illegible] — اٹھائے بار نزاکت کہار رہتا ہے
شب وصال وہ ضد کر کے ہم سے کیا لپٹے — یہاں معاملہ اکثر ادھار رہتا ہے
ہمارا لوٹ بہت ہی شکستہ خاطر ہے — گلی میں آپ کی کوئی چمار رہتا ہے

یہ رنڈیاں نہیں چمگادڑوں کی [illegible] — انہیں کے واسطے یارو خراب ہم [illegible]

مزمل شاہ مزمل کے نام سے مشہور رہے تھے۔ ایک آزاد مزاج وارستہ
مزاج فقیر تھے۔ حافظ قرآن اور علوم مروجہ سے آگاہ تھے۔ شاہ آبرو کے
ہمعصر تھے۔ نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ اقتضائے زمانہ اور تفنن طبع کے لئے
کبھی کبھی ظریفانہ شعر بھی ان کے قلم سے نکل جاتے تھے۔ اس رنگ میں

ایک شعر دستیاب ہوا جو لکھتا ہوں۔

اے غزل ناز کا گھونگھٹ کھلا — شوخ بولا آپ چل آگے سے چل

مست سرمست خاں نام تھا قوم افغان سے تھے کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتے تھے جسمیں اکثر ظرافت ملی جلی ہوتی تھی ایک شعر اسی انداز کا ملا ہے درج تذکرہ کرتا ہوں۔

نہ وہ بانکوں میں گنا جائے نہ ٹیڑھوں ترچھوں میں — خانہ جنگی تمہیں رہتی ہے سدا مست کے ساتھ

مشیر۔ سید ضیاء علی نام ہے بدایوں کے رہنے ہیں جناب قمر بدایونی کے شاگردوں میں ہیں۔ تحفۂ ظریف میں آپ کا کلام چھپا ہے اسی سے چند اشعار منتخب کرکے نقل کرتا ہوں۔

رات یہ اندھیر کیا بزمِ بتِ پرفن میں تھا — غیر تو زنانوں میں تھے اور میں آنگن میں تھا

ٹھان لی تھی میں نے میں بھی جیتے جی نہ جاؤنگا — جب سنا میں نے کہ وہ بت خانۂ دشمن میں تھا

آج اسکی صوبہ داری کا معما کھل گیا — روٹی کپڑے پر ملازم وہ کسی پلٹن میں تھا

سالٹ انسپکٹر کی دعوت تھی تو [illegible] — ایک مٹھی بھر نمک اک طشتری [illegible] تھا

کھا گئے یہ کہہ کے دیگچی پوری دیگ کی — وہ متنجن میں نہ تھا جو ذائقہ کھچڑی میں تھا

ایک سی داڑھی تھی دونوں کی مونچھیں تو پھر — ظاہرا کیا فرق مولا بخش و گھسیٹن میں تھا

یار تھا لیکن ذریعہ رسم کا حاصل نہ تھا — سائیکل اُسنے دی تھی مگر پیڈل نہ تھا

کون سی ایسی بڑائی تھی جو دشمن میں نہ تھی — ڈنر تھا جو کمشنر کا تھا [illegible] تھا

گارڈ صاحب نے برک میں کر کے چلتا کر دیا — یہ نہ سمجھے آدمی تھا یہ کوئی بنڈل نہ تھا

کالی مرغی دیکھی ٹھاٹر میں تو مجنوں نے کہا
مجھکو دھوکا ہو گیا لیلی نہ تھی محمل نہ تھا

باپ ماں نے یاد نہیں شادی کی بٹڑی لڑی
ورنہ جورو کی قسم کھاتا ہوں میرا دل نہ تھا

ٹھاٹ سے چلتے وہ میرے ساتھ بزم غیر میں
نعل جوتے کا لگا دیتے اگر میڈل نہ تھا

داغ دل کی روشنی دیکھی تو فرمانے لگے
گیس کا ہنڈا تھا مسٹر یہ تمہارا دل نہ تھا

مسٹر نے اپنے کسی دوست کے لئے سہرہ بھی لکھا ہے جس کے بعض بعض شعر بہت خوب ہیں۔

شیخ صاحب نے جو باندھا ہے بکر پر سہرا
ایک گز چھوڑتا ہے دو گز کی برابر سہرا

تجربہ کار کو امداد کی حاجت کیا ہے
کہدو نوشاہ سے خود باندھ لے اٹھکر سہرا

کون کہتا ہے گیا وقت نہیں آتا ہے
پھر بندھا لوٹ کے نوشاہ کے سر پر سہرا

عمر کو دیکھ کے نوشہ کا ادب کرتا ہے
بے سبب پاؤں پکڑتا نہیں جھک جھک کر سہرا

کہدو مالن سے کہ تھامے رہے لڑیاں مسٹر
رہ نہ جائے کہیں داڑھی میں الجھکر سہرا

مصحفی شیخ غلام ہمدانی نام تھا۔ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ مگر عمر کا بیشتر حصہ لکھنؤ اور دلی میں صرف ہوا۔ شاعرانہ کمال اور علم و فضل میں معاصرین حتی کہ میر اور سودا سے ہرگز کم نہ تھے۔ بلکہ اگر بعض باتوں میں ان کو ان کے مشہور معاصرین پر ترجیح دیجائے تو قباحت نہیں ہے۔ تمام اصناف سخن پر قادر تھے۔ نہایت ذکی قوی الحافظہ زود گو تھے یہاں تک کہ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ غزلیں کہہ کہہ فروخت کرتے تھے اور یہ دستور تھا کہ جہاں کوئی مشاعرہ ہوتا یہ بہت سے شعر اسی زمین میں کہہ کر رکھ لیا کرتے اور پھر گاہکوں کے ہاتھ حسب حیثیت شعر فروخت کر دیتے۔ دو تذکرے اردو و فارسی شعرا کے۔ اور چھ دیوان اردو ایک دیوان فارسی ان سے یادگار ہیں۔

مصحفی نے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد دلّی کا رخ کیا اور وہیں علوم رسمیّہ اور ضروری کی تکمیل۔ مشاعروں اور شعر و سخن کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے مگر جب دلی کے عروج کا زمانہ رو بہ زوال ہوا اور اہل کمال ایک ایک کرکے اسکے در و دیوار کو الوداع کہتے ہوئے ادھر ادھر چلدیئے۔ تو مصحفی کا بھی جی اکھڑ گیا اور لکھنؤ چلے آئے۔ یہاں اگرچہ چند روز نہایت عسرت اور پریشان حالی میں گزارے آخر کار مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور کچھ درماہہ بھی مقرر ہوگیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ لکھنؤ میں ان کی شاعری کا سکّہ جما اور دوسرے باکمالوں کے ساتھ لوگوں کی زبانوں پر ان کا نام بھی آنے لگا۔ پھر تو وہ مشہور ہوا کہ نامی معاصرین ان پر رشک کرنے لگے۔ حسد اور نفاق کی آگ لوگوں کے دلوں میں بھڑک اٹھی۔ چنانچہ جہانتک معلوم ہو سکا واقعہ یہ ہے کہ مصحفی کبھی کبھی ظرافت کے اشعار کہتے تھے مگر ہجو کے ناپاک اور گندے مضامین سے اپنی زبان اور بیان کو آلودہ کرنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن زمانہ کے مشہور زمانہ ساز شاعر انشا کی بیجا شوخیوں۔ اور بد رنگیوں نے ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ اور وہ وہ کچھ کھلا کر چھوڑا جس سے آج ان کو بھی ایک ہجو گوئی کا مشاق شاعر [illegible] ہے۔

جیسا کہ بیان ہوا مرزا سلیمان شکوہ کی غزلیں ہمیشہ مصحفی بنایا کرتے تھے۔ اتنے میں وہ زمانہ آیا کہ انشا بھی لکھنؤ پہونچے۔ انشا کو سب جانتے ہیں کہ وہ صرف شاعر ہی نہ تھے زمانہ ساز بھی تھے اور سیم و زر میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے حسب ضرورت نقالی کرتے ہیں کبھی ان کو کوئی عار نہ تھا۔ رنگیلے رنگیلے دنیا بھر کے جلسوں میں شریک ہونے والے تھے شد و مد مرزا سلیمان شکوہ کی محفل میں بھی ان کا گزر ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ عیش و مسرت کے جذبات اس کلام سے اور بھی ابھرتے ہیں جس میں رنگینی۔ شوخی نیز تراشی۔ رذالت کی چاشنی ہو۔ انشا کے یہاں اسکی کیا کمی تھی انھوں نے مرزا

سلیمان شکوہ کو وقت بھی [illegible] آ گیا [illegible] ساتھ [illegible]
قسم کی شاعری کے انداز دکھائے ۔ کچھ وجاہت ظاہری ۔ کچھ انشا کی خوبصورتی
کچھ نواب کی مصاحبت کی عزت کچھ بذلہ سنجی ۔ ظرافت آبی ۔ کچھ مزاج شناسی وغیرہ
یہی چیز تھی جنھوں نے شاہزادۂ مذکور کو ان کی طرف زیادہ متوجہ کر دیا غریب ثقہ
متین ۔ مہذب ۔ جذبات حزن و انقباض ادا کرنے والے عسیر الحال تنگدستی
فقر و فاقہ میں بسر کرنے والے ۔ متین اور مہذب سنجیدہ بزرگوں کی آنکھیں دیکھنے
والے بڈھے مصحفی کے یہاں یہ چیزیں [illegible] تھیں کہاں اور اگر تھیں تو متانت
علم ۔ شرافت کے تودے کے نیچے دبی پڑی تھیں ۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا ۔
سلیمان شکوہ یا تو ان سے کچھ کھنچ گئے یا پھرے نہیں [illegible] کی چکنی چپڑی خوشامدانہ
باتوں کی طرف زیادہ مائل ہو گئے ۔ کچھ تنخواہ بھی کم کر دی ۔ تب غریب بڈھے نے
جل کر یہ شعر کہے ۔

چالیس برس کا جو ہوا [illegible] کے لائق ۔۔۔ تھا مرد معمر کہیں دس بیس کے لائق
اب [illegible] پانچ ہیں [illegible] ۔۔۔ ہم بھی [illegible] تو [illegible] کے لائق
استاد کا کرتے ہیں امیر اپنے مقرر ۔۔۔ [illegible] کہ تھا تیس کے لائق

اسی واقعہ کے بعد سے انشا اور مصحفی میں ایک رنجش کی بنا پڑ گئی ۔ [illegible] یہ
رنجش [illegible] [illegible] آتش [illegible] واقعہ [illegible] کہ انھوں
نے ایک غزل کہی ۔

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

اسی غزل میں بعض شعر ایسے تھے جو سید انشا کو [illegible]
[illegible] ۔ اور [illegible] کو [illegible] بنا لیا [illegible]

[illegible] مصحفی [illegible] ۔۔۔ [illegible]

تھا مصحفی کا ناچ چھپانے کو پس نگر — رکھے ہوئے تھا آنکھ پہ تابوت میں انگلی

پھر کیا تھا - بات کا بتنگڑ بن گیا ہجو وں کا لٹھ درا تنا کھچا کہ توبہ ہی توبہ - مگر ان سب کو نہ ہمارے تذکرہ کے لئے کوئی بڑا علاقہ ہے اور نہ لکھنا چاہتے ہیں اور دوسرے تذکروں میں موجود ہیں وہیں سے دیکھ لیجئے - میں کچھ ظریفانہ رنگ کے شعر لکھتا ہوں -

دیکھا نہ میں نے ہند میں جب کہ پشاوری — [illegible] اپنی پشاور گئی

کیوں نہ دل نظارگی کھا جا [illegible] — لکھنؤ میں حسن کی [illegible]

آزاد نے لکھا ہے کہ ایک سقنی کو دیکھکر شیخ صاحب کی شوخی طبع کے منہ میں پانی بھر آیا ہے - اس غزل کے چند ظریفانہ شعر ملاحظ فرمائیے -

پانی بھرے ہے یار میاں قرمزی دوشالا — لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا

کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے — کافر کا نشہ حسن ہو جائے ہے دوبالا

دریائے خوں میں کیونکر تم [illegible] — لنگی کے رنگ [illegible]

——— — ناچی ہے تری عالم لاہوت میں انگلی

——— — حایک کی گرفتار ہو جوں سوت میں انگلی

اُس کے در پہ میں گیا سوانگ بنا سقے کا — چل بے چل دور ہو کیا لیکے تو آیا

سرگرم سیر گلشن کیا خاک ہوں کہ اپنا — نزلہ سے سوریا ہے آپ ہی دماغ ٹھنڈا

جینے عاشق نہ کیوں اسکے ہوویں — کر چشم شوخ اُسکی سے ہے مولا

جزاک اللہ بنایا تو نے صیاد — قفس میں اڑپے بلبل ہنڈولا

انشا کی محذ زوریاں اور ستم ظریفیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو انھوں نے یہ رجز کہکر انشا رکو چڑایا انشا نے بھی ترکی بہ ترکی [illegible] جواب دیا۔

دانش پہ گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے یہ شدت — وہ شخص ہے واللہ کہ مجنوں مرے آگے
میں گو نہ سمجھتا ہوں سدا اسکی صدا کو — گر بول اٹھے اور ہی کی چوں چوں مرے آگے
قدرت ہے خدا کی کہ بنے آج وہ شاعر — طفلی میں جو کل کرتے تھے غاں غوں مرے آگے
موسیٰ کا عصا مصحفی ہے خامہ مرا بھی — گو خصم بنے اسود افیوں مرے آگے

مصحفی کا ظریفانہ کلام اگر تمام دواوین سے انتخاب کیا جاے تو کافی تعداد میں نکل سکتا ہے مگر مشتے نمونہ از خروارے سمجھکر چھوڑتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ ان کے کلیات کا ملنا بھی بہت دشوار ہے۔ مصحفی نے ایک طویل عمر پاکر ۱۲۴۰ھ میں بمقام لکھنؤ وفات پائی۔

م - ع اودھ پنچ کے ایک نامہ نگار ہیں۔ جب کانگڑہ میں زلزلہ سے نقصانات ہوے تو آپ کے عجیب و غریب خیالات کو اس طرح جنبش ہوئی۔ ملاحظہ فرمائے۔

کیا نہیں اس فتنۂ محشر کی ٹھوکر زلزلہ — پوچھ لینا اب کے جو آے بکر ر زلزلہ
اے ستمگر تو دکھاے اک جھنگر زلزلہ — جو سمجھتے ہی نہیں آتا ہے کیونکر زلزلہ
اے عجب جاپان روس و مصر لندن چھوڑکر — ہندہی میں کیوں رہا کرتا ہے اکثر زلزلہ
آمد آمد پھر کسی پر کالہ آفت کی ہے — پھر جہاں میں آنے والا ہے مقرر زلزلہ
ایک میں کیا ساری دنیا کا مقولہ ہے یہی — دو قدم رہتا ہے پیچھے آج ہٹکر زلزلہ
اے بت کافر تری چالوں سے اکثر ہند میں — آتا جاتا ہے برابر زلزلہ پر زلزلہ
مضطرب دل تھم گئے دلدار لنگڑے ہوگئے — اب جہاں میں آئیگا کیا خاک پھر زلزلہ

چپکے چپکے آ کے پیچھے سے بجوایا شدہ کا — شیخ جی نے دیکھیں [illegible] کر زلزلہ
ہاں بہ تقریب سیاحت صوبۂ پنجاب میں — آجکل آیا ہے شملے سے اتر کر زلزلہ
کعبۂ دل ڈھہ گیا اصنام ٹھنڈے ہو گئے — اللہ اللہ اب کرے گوشے میں چھپ کر زلزلہ
پاؤں پڑنے والا ہے اک حشر زار قضا کا — فتنۂ محشر سے ہے دو ہاتھ بڑھ کر زلزلہ

معروف نواب الٰہی بخش خاں نام تھا فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر والی کے چھوٹے بھائی تھے دہلی میں رہتے تھے۔ چونکہ اوائل عمر سے درویشوں اور اولیاء اللہ سے ملنے کا زیادہ شوق رہا اس وجہ سے آخر میں دنیا کو ترک کر کے طاعت و عبادت میں زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے شعر و شاعری سے اوائل عمر سے شوق تھا۔ نہایت مشاق و پرگو تھے۔ آزاد نے آبحیات میں انھیں ذوق کا شاگرد لکھدیا ہے مگر یہ اتہام ہے ذوق سے ان کی مشق ہرگز کم نہ تھی بلکہ قابلیت علمی میں وہ ان سے زیادہ تھے ابتدا میں شاہ نصیر سے اصلاح لیتے تھے آخر میں وہ بھی ترک ہو گئی تھی۔ ان کی تصنیف سے دو دیوان ہیں جو طبع نہیں ہوئے اور نہ امید ہے کہ آئندہ چھپ سکیں گے معروف نے سنہ ۱۲۴۲ھ میں دنیائے فانی کو خیرباد کہکر سفر آخرت اختیار کیا

معروف مرحوم کوئی ظریف شاعر نہ تھے بلکہ برعکس اس کے اپنے وقار خاندانی اور اپنی صوفیانہ روش کی وجہ سے وہ ایسی باتوں سے قریب قریب اجتناب کرتے تھے۔ مگر اس تذکرہ میں ان کا نام نامی صرف اس وجہ سے لایا گیا کہ انھوں نے دیوانوں کے علاوہ ایک چھوٹا سا دیوان ایک سو ایک اشعار کا تسبیح زمرد کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ جس میں التزام کیا ہے کہ تمام اشعار میں معشوق کی سبزہ رنگی کی تعریف کیجائے۔ اور اس صنعت خاص کو نہایت تک

مرغوب سمجھا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے تمام احباب سے فرمائش کر دی تھی کہ اگر کوئی محاورہ وغیرہ سبزی کا ملے تو ہمکو ضرور بتانا۔ اس میں اس قدر انہماک تھا کہ شاہ محمدی پاس کے ایک شاگرد بھورے خاں متخلص بہ آشفتہ نے کوئی شعر کہا جس میں ہری چگ (جو ایک جانور ہوتا ہے) کا لفظ آیا۔ نواب صاحب نے بھی اتفاق سے وہ شعر سنا چونکہ اسوقت تک ان کے یہاں یہ لفظ نہ آیا تھا لہذا اسو روپیہ دیکر یہ لفظ خرید لیا اور موزوں کیا جو آگے چلکر لکھا جائے گا چونکہ ہم اس سے پہلے آبنوس کے اشعار لکھ چکے ہیں جنھوں نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی شعر سیاہی سے خالی نہ ہو۔ یہ بھی ضروری سمجھا کہ تتبیع زمرد کے اشعار بھی نقل کیے جائیں۔ گو آبنوس کے یہاں ظرافت بھی شامل ہے اور ان کے یہاں یہ کچھ بھی نہیں مگر صرف اس قسم کے اشعار بھی تفریح طبع کا سامان ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ صنعت جس کا شاعری میں التزام کیا جائے اور تشدد کے ساتھ اسپر قائم رہا جائے وہ خود بخود ایک قسم کی ندرت کے ساتھ ظرافت خیز ہو جاتی ہے۔

کسے تھا سبزہ رنگ اک دم بھروسہ اپنے جینے کا ۔۔۔ نشانی گر ترا ہوتا نہ چھلا سبز مینے کا

بسکہ سبزہ رنگ ہے قاتل مرا ۔۔۔ نت ہرا رہتا ہے زخم دل مرا

کون یہ لیکے ہاتھ میں سبز کمان آگیا ۔۔۔ ابروئے سبزہ رنگ کا پھر مجھے دھیان آگیا

سبزہ رنگوں کی جو ہوا الفت میں آزاری ہوا ۔۔۔ خلط صفرا یاں تلک گہرا کہ زنگاری ہوا

حرف سبز اب تیرے منھ سے ہی نکلتا بیڈھب ۔۔۔ سبزہ رنگ آج ہے تو زہر اگلتا بیڈھب

سبزہ رنگ آگے ٹہلتا تو مرے ساتھ سے تھا ۔۔۔ کیا کہوں اڑ گئے طوطے مرے ہاتھ کے رات

قتل کی کچھ میرے سبزہ رنگ کر تدبیر آج ۔۔۔ دل مرا چاہے ہے سیر سبزۂ شمشیر آج

سبزہ رنگوں کے فریبوں میں دل آیا بطرح ۔۔۔ عشق نے پھر سبز باغ اسکو دکھایا بطرح

ولامت دو ٹر تو ان سبزہ رنگوں کو جھٹک دو / پھسل جاتا ہے اکثر آدمی کا پانوں کائی پر

سبزہ رنگوں کی صفائی پر ہیں یوں خضر سبز / دل میں جوں صوفی صافی دل کے ہوا نواز سبز

کائی لمد و تم مجھے آگے خدا شافی ہے بس / دل جلوں کو سبزہ رنگوں کے یہی کافی ہے بس

دھیان میں یوں ہوں سبزہ رنگ کے غرق / جوں نشے میں ہو کوئی بھنگ کے غرق

تری سبزہ رنگ ایسی صورت ہے صاف / زمرد کی گویا کہ مورت ہے صاف

سبزہ رنگوں پہ نہ اپنا ہو کہیں جی مائل / اس برس رنگ ہے نوروز کا سبزی مائل

کیوں عشق نہ سبزہ رنگ پہ دل سے مدام ہوں / میں حضرت امام حسن کا غلام ہوں

آج یہاں کل وہاں گذرتے ہیں سبز رنگ بھی / کھوتے ہیں سبزہ رنگ اس سے بری جگہ بھی

اے سبزہ رنگ ہاتھ سے لے میرے پان تو / یہ برگ سبز تحفۂ درویش جان تو

یہ حالت غم میں ہے ان سبز رنگوں کے مرے جی کی / چمن میں زہر لگتی ہے مجھے آواز طوطی کی

سبزہ رنگوں سے محبت ہے مجھے ذرات کی / چاہتا ہوں ہر جگہ سرسبزی اپنی بات کی

اس جھڑ باپ میں بھی کم ہو وینگے لہری ہم سے / سبزہ رنگوں سے چھنا کرتی ہے گہری ہم سے

یارب سبزہ رنگوں کے اب دل میں غم بھر آیا ہے / کیجیو خیر اس لبی کی یہ سبز قدم پھر آیا ہے

ذرہ طراوت آنکھوں میں ہے دائم چھاتی ٹھنڈی ہے / یاد میں سبزہ رنگوں کے دل گیا ہے سبزی منڈی ہے

مقصود۔ مقصود بیگ نام تھا لکھنؤ کے رہنے والے اوباش مزاج شخص تھے ہزل گوئی میں مشاق تھے۔ چنانچہ نواب مصطفیٰ خاں صاحب تذکرہ گلشن بیخار میں لکھتے ہیں "از سوقیان لکھنؤ است۔ خرافاتش نہ مزاے انست کہ دریں اوراق مذکور گردد اما چوں نوشتہ اند نوشتہ شد" ان کا صرف ایک شعر تذکروں میں ملتا ہے۔

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہیں کیوں مشفق من / بوسہ وہ شے ہے کہ دونوں کو مزا ملتا ہے

معروف شاعر اودھ پنچ سابق کے ایک مضمون نگار نے اسی نام سے ایک تاریخ داغ لکھی ہے جو بجنسہٖ درج کیجاتی ہے۔ افسوس ہے کہ اِن کا نام و مقام کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ داغ کی ہجو کا سلسلہ تاریخوں کی صورت میں مدت تک اودھ پنچ میں قائم رہا تھا اسی میں سے ایک یہ ہے۔

کہتے ہیں لوگ داغ کی صورت　　ایسی تھی جیسے زاغ کی صورت
نام گلزار داغ ہے جس کا　　ہے وہ اک اجڑے باغ کی صورت
تم کہیں دو کبھی شربت دینار　　ہوں سراپا ایاغ کی صورت
ہاے بمغز ناریل کی طرح　　سر بسر ہے دماغ کی صورت
اٹھ گئے بارے داغ دنیا سے　　غم سے کیا ہو فراغ کی صورت
داغ کے غم سے بزم ہستی میں　　جل رہا ہوں چراغ کی صورت
چشم بد دور واہ کیا کہنا　　میں نے دیکھی ہے داغ کی صورت

منیر۔ سعادت یار خاں رنگین کے شاگرد تھے آفتاب خاں نام تھا دہلی کے رہنے والے تھے ایک شعر اُن کا تذکروں میں　　ملتا ہے چونکہ بیاض سلسلۃ الظرفا میں بھی یہی شعر درج ہے اسواسطے صرف اسی شعر پر اکتفا کرتا ہوں اسی ایک شعر سے ایک ضعیف سا احتمال ہوتا ہے کہ یہ ظرافت کے شعر بھی کہتے تھے۔

جی چاہتا ہے زلف کا تیری بیاں کریں　　شانے کے دانت توڑ کے اپنی زباں کریں

منخور۔ منشی اسد اللہ نام تھا۔ چنچڑہ جو ہگلی کے متصل ایک قصبہ ہے وہیں رہتے تھے منشی علی جان کے عرف سے معروف تھے۔ مولوی عبد الغفور نساخ کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ریختی گوئی میں نہایت مشتاق تھے۔ اور اس میں دوگانا

تخلص کرتے تھے چونکہ اصل میں یہی تخلص تھا۔ لہذا حرف میم میں اس کا ذکر کیا گیا

سو بہانے تھے گر آتے تو ہزاروں ڈھب تھے　　لاکھ صورت سے اچی بات بنائی ہوتی
کل انسے جو محفل میں کہا میں نے کہ غافل　　جینے کے ترے غم سے مجھے پڑ گئے لالے
سنتے ہی لگے کہنے وہ مخمور سبھوں سے　　لو اور سنو یہ بھی [illegible]

رات کو اک نگوڑے نٹ کھٹ نے　　صحن میں پاکے بے حجاب مجھے
مچھیاں لیں گلے سے لپٹا کے　　پھر لیا زانو [illegible] مجھے
منتیں کیں ہزاروں قسمیں دیں　　کرکے چھوڑا مگر خراب مجھے

موج۔ خدا بخش ایک مشہور گویا تھا جو اکبر آباد کا رہنے والا تھا۔ مگر بیشتر حصہ عمر دہلی میں گزارتا تھا آخر میں لکھنؤ چلا آیا تھا۔ وہیں انتقال کیا۔ سر ظرافت لکھا ہے۔ مگر اس کا کوئی شعر جو رنگ ظرافت میں واقعی ہو مل نہ سکا لہذا ایک شعر جو تذکروں میں درج ہے اور اس میں ایک ہلکا سا ظرافت کا رنگ ہے درج کیا جاتا ہے۔

لاکھوں کٹوا دئے سر آن میں ہنستے ہنستے　　اے مری جان کوئی تو تو تماشا نکلا

مولانائی۔ ادیاق تکلو سے متعلق تھے اور کبھی رے اور کبھی ہمدان میں رہتے تھے۔ اپنے اشعار پر بڑا ناز تھا۔ مطائبات کہنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک قطعہ تذکرہ آتشکدہ سے نقل کرتا ہوں۔

دی بہ حمام اندرے غسل جماع　　گشت رہبر طالع میمون من
کیسہ مالے باسرین چون بلور　　بہر مالش گشت پیرامون من

چولب مرا ببرد و بنگند ز اشتیاق	حیف شہوت گشت و دندان تو
طرفہ... برسر... م نہاد	کاش بودے... اودر... من

مہتر۔ عبدالسمیع نام تھا۔ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ نہایت خوش تقریر۔ نیک مزاج۔ بلند حوصلہ آدمی تھے۔ جس زمانہ میں تحصیل علوم فارسی وغیرہ سے فراغت پائی اور انگریزی کی طرف توجہ کی تو شاعری کا بھی شوق دامنگیر ہوا چنانچہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ متعدد غزلیں کہیں۔ مگر دیکھا کہ کہنے والوں نے اتنا کچھ کہدیا ہے۔ کہ اسی رنگ میں شعر کہنا نہ صرف فضول ہے بلکہ متقدمین کا منہ چڑانا ہے اسی خیال کو پیش نظر رکھکر کچھ دنوں کے لئے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے۔ مگر جذبات کا ابھار اور فطری ذوق دب کر رہا۔ اس طرف سے توجہ کم ہوتے ہی ظرافت کی طرف بہ نکلی۔ چرکین کا رنگ پسند آیا۔ اور اسی میں کہنا شروع کر دیا۔ مگر صرف تفنن طبع کے طریق پر اس مشغلہ کو جاری رکھا۔ نہ کبھی اپنے کلام کو جمع کیا اور نہ کہیں چھپوایا۔ چند روز کے بعد یہ بھی نہ رہا پھر برسوں شعر کی نوبت نہ آتی تھی ۱۳۲۶ھ میں ایک روز مسجد سے نماز پڑھکر نکل رہے تھے کہ ایک شخص نے چاقو مار دیا اور اسی میں فوراً جاں بحق ہوئے۔ ایک مرتبہ میں نے اصرار کیا تھا تو یہ شعر سنائے تھے۔ جو ابتک حافظہ میں محفوظ ہیں۔

مہتر تمہاری جھاڑ دسے افسوس آجتک	سبزہ ہے رخ پہ یار کے اور صاف بھی نہیں
مہتر یہ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی	بیت الخلا کے پاس ہمارا مزار ہو
ہمکو اسے مہتر پسند آتا ہے بس وہ چھوکرا	جو لئے پھرتا ہے اپنے ساتھ پنجہ ٹوکرا

مہری۔ ہروی الاصل تھی شاہرخ مرزا گورگان کے زمانہ میں گوہر شاد بیگم کی خواصوں میں منسلک تھی۔ نہایت عقیل اور حسین و جمیل تھی۔ مطائبات

لکھنے کا بھی کافی شوق تھا۔ اور اپنے شوہر خواجہ عبدالعزیز کے ساتھ جو درباری اطبار کے زمرے میں ملازم تھے نہایت مذاق اور تمسخر کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ خواجہ مذکور آرہے تھے اور مہری اپنی بیگم کی مصاحبت میں بالاخانہ پر بیٹھی تھی بیگم نے خواجہ صاحب کو آتے دیکھکر اور خواصوں سے کہا کہ خواجہ کو جلد بلا لاؤ۔ چنانچہ خواصوں نے خواجہ سے جاکر کہا کہ جلد جلد چلئے بیگم صاحبہ یاد فرماتی ہیں۔ حکیم صاحب نے حالت اضطراب میں جو جلد جلد چلنے کی کوشش کی۔ تو گر پڑے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ خواجہ نے بیگم کے انبساط طبع کی وجہ سے دانستہ ضعف کا بہانہ کیا اور پیرانہ سالی کی حرکتیں کرنا شروع کیں بیگم بہت ہنسی اور مہری سے فرمایش کی کہ اس حالت کو نظم کرکے عرض کرے۔ مہری نے حسب الحکم یہ اشعار کہے۔

مرا با تو مہر یاری نماندہ است — دل مہر و وفاداری نماندہ است

ترا از ضعف پیری قوت و زور — چنانکہ پائے برداری نماندہ است

بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ مہری کو سلطان شاہرخ مرزا کے بھانجے سے بڑی محبت تھی اور اس محبت پر لوگ ناجائز تعلق کا گمان رکھتے تھے۔ یہ قصہ ایسا مشہور ہوا کہ خواجہ عبدالعزیز کو بھی خبر ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک پہونچی چنانچہ شوہر کی استدعا پر بادشاہ نے مہری کو قید کر دیا۔ مہری نے اسی حالت قید میں یہ رباعی کہی

شہ کندہ نہاد سرو سیمیں تن را — زیں واقعہ شیون است مرد و زن را

افسوس کہ از کندہ نخواہد فرسود — پائے کہ دو شاخہ بود صد گردن را

ایک روز شوہر نے اپنے یہاں کی عیش و عشرت پر توجہ دلائی اور اس کے ساتھ ہی مہری سے اسکی بیوفائیوں کی شکایت کی۔ مہری نے برجستہ یہ رباعی کہکر خواجہ صاحب کو سنائی۔

در خانۂ تو آنچہ مرا شاید نیست | بندے ز دل رسیدہ بکشاید نیست
گوئی ہمہ چیز دارم از مال و منال | آرے ہمہ ہست آنچہ میباید نیست

اسیطرح ایک مرتبہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ بڑھے شوہر کی زبان میں زور آگیا تھا جو چاہتا تھا کہتا تھا۔ مہری پہلے تو سب باتیں خاموشی کے ساتھ سنتی رہی مگر جب غصہ ضبط کی حدوں سے باہر ہوگیا تو یہ رباعی کہکر سنائی۔

شوئے زن نوجواں اگر پیر بود | چوں پیر بود ہمیشہ دلگیر بود
آرے مثلیست آنکہ گویند زناں | در پہلوے زن تیر بہ از پیر بود

مہستی۔ گنجہ کی رہنے والی تھی نہایت شریف النسب تھی۔ بعض لوگوں نے اسکو نیشاپوری لکھا ہے۔ تذکرہ آتشکدہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ عورتوں میں ایسی شاعرہ کوئی نہیں ہوئی۔ سلطان سنجر کے مصاحبین میں منسلک تھی۔ نہایت زودگو حاضرجواب بذلہ سنج تھی۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ چلے کے جاڑے میں جب برف خوب گر رہی تھی۔ در و دیوار سفید ہو رہے تھے سرد ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ رات کے وقت کسی ضرورت سے بادشاہ نے مہستی کو تھوڑی دیر کے لئے باہر بھیجا۔ جب واپس آئی تو جاڑے کی وجہ سے سکڑ گئی تھی۔ بادشاہ نے مذاقاً کہا کہ اسوقت باہر کا کیا حال ہے۔ مہستی نے فی البدیہہ یہ رباعی نظم کرکے سنائی۔

شاہا فلکت اسپ سعادت زیں کرد | در جملۂ خسرواں ترا تحسیں کرد
تا در حرکت سمند زریں نعلت | برگل نہ نہد پائے زمیں سیمیں کرد

اس کا کلام عبد اللہ ادزبک کے فتنہ کے زمانہ میں خصوصاً تسخیر ہرات کے وقت ضائع ہوگیا۔ اس کے مطائبات کا نمونہ یہ ہے۔

قصاب چنانکہ عادت اوست مرا — بگفند و بکشت گفت کیں ہیچ است مرا
سرپانہ بہ عذر می نہد بر پایم — دم میدہم تا بہ کند پوست مرا

قاضی چو زنش حاملہ شد زار گریست — گفتا ز سر کینہ کہ این واقعہ چیست
من پیرم و ... من نمی جنبد ہیچ — دیں قحبہ مریم است ایں بچہ زکیست

آنی لکھنؤ ہیچ کس تو چیزے نہ دہی — صد چوب مغل خوری و تیزے نہ دہی
منکے کہ از روغن بزرگ گیرند — گر بر قسمت نہند تیزے نہ دہی



حرف نون

ناجی - محمد شاکر نام تھا - بڑے حریف و ظریف تھے - نادر شاہی لڑائی میں
زندہ تھے - سب تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ زمانہ کے دستور رنگ کے موافق یہ
ظرافت اور پھکڑ کے شعر زیادہ کہتے تھے - میر تقی میر اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں
"جوانے بود آبلہ رو - سپاہی پیشہ مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل بود معاصر میاں
آبرو - بندہ با او یک دو ملاقات کردہ بودم شعر ہزل خود میخواند - و مردمان را
بخندہ می آورد و خود نمی خندید - مگر گاہے تبسمی میکرد - وطنش شاہجہان آباد
جوان از جہان رفت" اسیطرح میر حسن - اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں - "در اوائل
سلطنت محمد شاہ مردے ظریف طبع بود اکثر از لطائف و ظرائف مردمان را
بخندہ می آورد و خود نمی خندید - مگر تبسمی میکرد" اسیطرح آزاد آبحیات میں لکھتے
ہیں - "اہل سخن نے انھیں طبقہ اول کے ارکان میں شمار کیا ہے - امیر خاں جو
محمد شاہی دربار کے رکن اعظم تھے یہ ان کے نعمت خانہ کے داروغہ تھے مگر تیز مزاج
اور شوخ طبع بہت تھے - راہ چلتے سے الجھتے تھے اور جس کے گرد ہوتے تھے
اسے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا تھا - مندرجہ بالا بیانات سے ان کی شوخ طبعی اور
ظرافت مسلم ہوتی ہے - مگر کیسی مصیبت ہے ظرافت کے تذکرہ لکھنے والے واسطے
کہ ایک شخص نے بھی اس میں سے ظرافت کا ایک شعر نقل نہیں کیا - مجبوراً انھیں
متین اور مہذب اشعار میں سے کچھ ایسے شعر انتخاب کرنا پڑے جن پر ان کی شوخ مزاجی

کی مہریں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ وہ سراپا رنگ ظرافت میں نہیں ہیں۔
پھر بھی سب کچھ ہیں۔ گو کم ہیں مگر نمونہ کے لئے بہت ہیں۔

بے نواؤں سے نہ مل اے مو کمر مت پیچ کھا
مونڈ سر لڑکوں کو کرتے ہیں وہ اپنا بالکا

رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تک بھلا
چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لا کبھی وہ لا

اگر ہو وہ بت کافر کبھی اشنان کو ننگا
بھنور میں دیکھ کر چھوڑ اُسے غوطے میں جا گنگا

نہ تو کو یار کو کہ خط رکھاتا یا منڈاتا ہو
مے نشہ کی خاطر لطف سے سبزی بناتا ہے

جو کوئی کچھ کہے پگھل جائے
شمع رو ہے ہمارا موم کی ناک

ہمیں تو بوسہ نہ دینے کہا نہ کہہ کے دیا
جنھوں سے وعدہ کیا ہے انھیں جتاتے ہیں

جان ہے جیو ڑا ہے دلبر ہے
پر یہ مشکل کہ طالب زر ہے

لب جان بخش آگے تیرے سخن
جو مسیحا کا نام لے خر ہے

جہاں دل بند ہونا [illegible] آج یہ شخص گرنے
رقیب لاولد ناصح گو یا [illegible]

ناز سید حسن نام ہے۔ تکیہ ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں۔ دور موجودہ کے خوشگو ظریفوں میں ہیں۔ عاشقانہ اور ظریفانہ دونوں رنگوں میں شعر شعر کہتے ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ اور قدرے ہندی جانتے ہیں جس زمانہ میں لکھنؤ میں قیام تھا۔ راقم الحروف کو اپنا کلام دکھاتے تھے اب دو تین برس سے نہ ملاقات ہوئی نہ کوئی کیفیت معلوم ہوئی۔ ناز ایک دوست آشنا۔ نیک مزاج۔ نیک نفس آدمی ہیں۔ لکھنؤ کے اکثر مشاعروں میں ہزل اور غزل دونوں پڑھا کرتے تھے۔ اب نہ معلوم ظرافت کہتے ہیں یا نہیں۔ ان کا کلام میرے پاس موجود نہیں ہے مگر تذکرہ تبسم گل سے نقل کیا جاتا ہے۔
اس کے علاوہ اور جو شعر یاد آئے گا وہ لکھدیا جائے گا۔

ہزاروں اور اچھی اچھی چیزیں تھیں زمانے میں — مگر اس چوٹی والے کو میرا دل پسند آیا
اسی ٹٹی کے پیچھے کھیلتے ہیں یہ شکار اکثر — جناب شیخ کو انداز ریشا ئل پسند آیا
ہماری گردش قسمت لکھاتی ہے انھیں نامے — فلاور مل کو بھی انداز ہیپرمل پسند آیا

قیمہ کرنے کے لئے پاس جو قاتل آیا — پاؤ بھر ساتھ میں لیتا ہوا فلفل آیا
فَعَلَ یفعل کی جب باکہ پڑھی با صرف کبیر — ساتھ مفعول کے پکڑا ہوا فاعل آیا
اب بلیڈر نہ کہو دو مجھے لیڈر کا خطاب — اپنے کھدر کا انگرکھا بھی مراسل آیا
ایک دانہ بھی ہے اس قحط میں ملنا دشوار — شکر کر شکر کہ ہونٹوں پہ ترے تل آیا

مجنوں میاں نے ڈنڈا جو مارا گھسیٹ کر — لیلی اچک کے پردۂ محمل میں رہ گئی

اسے وہ قتل کر دیتا ہے جس نا دال سے ملتا ہے — نسب معشوق کا میرے بابا کو خال سے ملتا ہے

سوال وصل پر ان کو حیا آئی حجاب آیا — مگر میں بھی بڑا ہی مسخرا تھا ہونٹ داب آیا
حسینوں نے عجب گلخپ مچائی بزم رندانہ میں — لپک کر کھا گئے فوراً اگر کوئی کباب آیا
نزاکت کا غرور اچھا نہیں ہوتا ہے سن لیجئے — پکڑ کر ٹھونک ہی دونگا اگر مجھکو عتاب آیا
جوانی میں ہر اک صورت حسین معلوم ہوتی ہے — دلہن بنجائیگی جسدن گدھی پر بھی شباب آیا

سوز دل سے میرا چراغ بزم ساقی ہو گیا — رات بھر جلتا رہا اور صبح ٹھنڈی ہو گیا
ہوں رسالہ میں بھی اک تذکیر و تانیث کا — رات بھر مرغا رہا اور صبح مرغی ہو گیا
اس مس کمسن کے رخ پر دی جو بوسہ کی چپت — وہ لگی کہنے کہ او دل کیا نوابی ہو گیا

کل جو گرہاں کھیلیں آسنے اللف وصلا پہ گیا
وہ مری بجا بیر جبنے شہ انکی بجا پہ ہو گیا

اب انھیں یہ فکر ہے اسیر کریں کیونکر ستم
اتفاقاً جو تہ کھانے کا میں عادی ہو گیا

اب امر بت کسنے ڈالی ناک میں جسکی نکیل
اونٹ ہو وہ یا کہ عاشق ہو بلاقی ہو گیا

دیکھیں کیونکر کہیں آخرت بے پیرے
وہ ابھی بچے ہیں اور میرا شادی ہو گیا

اس طرح کی بہار ہے اب سے یار میں
کمر کھ لگی ہو جیسے کسی سبزہ زار میں

لیلی کے قافلہ میں عجب اہتمام ہے
مجنوں میاں ہیں اونٹوں کی اگلی قطار میں

مت جاؤ قافلہ کے لئے قبر غیر پر
ٹانگیں پکڑ کے کھینچ ہی لیگا مزار میں

لیلی کے ساربان کے شتر غمزے دیکھئے
مجنوں میاں کے کان بندھے ہیں مہار میں

معلوم ہو گیا سبب اضطراب بھی
وہ کودتے ہیں میرے دل بیقرار میں

دعوت کے ساتھ ہی مری السلطعی ہوئی
بینگن کے چھلکے ڈالے ہیں آپنے بگھار میں

بیری پہ بیر کھائے وہ ماہرو ہمارا
بندر کی نسل سے ہے وہ خوش گلو ہمارا

ملا تو صرف مجھسے نمک پھیٹڈ مانگتا ہے
ہم سے چھٹا کرانی کیا آبرو ہمارا

کسطرح سے عبادت اب ہو سکے گی واعظ
دیکھا اسے تو ٹوٹا فوراً وضو ہمارا

زاہد کا بھی بڑھاپا اچھا رہا بچپن میں
کچھ فرق ہی نہیں ہے اس میں اور اس میں

جب چاند بجر گئے تو بھاگے وہ وصل کی شب
کیا سحر تھا آئی ٹرن ٹرن ٹناٹن میں

دشمنی کے لئے تیار ہے بنی والا
کیوں بنایا ہمیں قدرت نے مرغی والا

کیسا نادان ہے کمبخت سمجھتا ہی نہیں
توند کو کہتا ہے اک لوٹا ہے ٹونٹی والا

شب غم کی تیرگی میں یہ کہا کیا ہوں شب بھر — ڈبیا دیا سلائی فریاد رس الٰہی

راتدن احمق بنانے میں مرے مشغول ہے — آپ ہیں پوری بلیڈی یعنی خاصے فول ہیں

کیا قلندر رہگیا میں کیا مچھندر رہگیا — ریچھ پہلے رکھتا تھا اب ایک بندر رہگیا

بیکے منڈی سے دیا پورا ابھی مجھے اجور کا — عاشقوں سے کام وہ لینے لگا مزدور کا

وہ بیوفا ہے مگر کتنا خاندانی ہے — کہ باپ بہشتی ہے ماں اسکی مہترانی ہے

اگرچہ اور بھی غم ہیں ہزار ہا مجھکو — شب فراق مگر سب غمونکی نانی ہے

ہر اک لچک میں ہے مضمر آل جوش شباب — کھنچی ہوئی بت سفاک کی کمانی ہے

یہ کس کے غم میں بنے سوگوار تم آخر — کہ سر کھلا ہوا ہے ساری آسمانی ہے

چڑھتے ہیں دونے ہزاروں اسکے اوپر رات دن — وہ بت بدخو مزار شیخ سدو ہو گیا

جب سے دشمن نے پڑھائیں پٹیاں اُس شوخ کو — سچ تو ہے میں تو بس اُسدن سے اُلّو ہو گیا

تیرہ بختی میر: ہماری داغ دل چمکے ہیں یوں — نازجیسے اک سیہ اطلس پہ اُلّو ہو گیا

یہ ضعف کا عالم ہے کہ ہوں کہہ نہیں سکتا — مرغا ہوں مگر کوکڑوں کوں کہہ نہیں سکتا

پیرزن نے جب سنائی مرگ شیریں کی خبر — کوہ کن کی یہ خبر سنتے ہی نانی مرگئی

خیال آن کا رہتا ہے سر پہ سوار — اسی سے وہ مجھکو گدھا جانتے ہیں

سحر اُٹھتے ہی آہ کرتے ہیں روز — ترے غم کو ہم ناشتا جانتے ہیں

ہے معشوق میرا جو مجھسے بڑا — اسے لوگ میری دوا جانتے ہیں

[illegible] / [illegible]

بلاتے بھی ہیں اور پھر بزم سے مجھکو اٹھاتے ہیں / مرے رونے کو بھی اب وہ مرے غرفش سمجھتے ہیں

اسی سے آگ لگتی ہے [illegible] / تری گرمی الفت کو ہم اک آتش سمجھتے ہیں

غرض یہ ہے کہ جس طرح سے جان دیتے ہیں / نہ ہم دانش سمجھتے ہیں نہ ہم کاہش سمجھتے ہیں

ٹاپے میں مجھکو بند کیا جب کہ دوست نے / [illegible] بھی شب [illegible]

کی بال بال سشی ستمگر کے سامنے / مونچھیں منڈا [illegible] خود سر کے سامنے

پتھر بنے ہوئے ترے در پر پڑے رہے / جس بات پر اڑے تھے اسی پر اڑے رہے

جوش جنوں میں [illegible] / کہنے سے وہ [illegible] پھر کھڑے رہے

اُن کے خرام ناز کی شوخیاں بہت / مرے جہاں گئے تھے وہیں پر گڑے رہے

فرمائش اپنی جورو کی کرتا ہوں پوری سب / گھنگرو [illegible] بقط اب کھڑے رہے

آزاد کیا ہے [illegible] نے / جورو کا غلام ہو گیا ہوں

پروا نہیں ہے اطلس و کمخواب کی مجھے / کیا چیز ہیں [illegible] کے سامنے

لیلیٰ نے سب ساہیوں کو حکم دے دیا / کوئی نہ کچھ کہے مری میا کے سامنے

عشرت ہے ایک مجھکو تو غم ہیں ہزار طرح / تو نہ بھی کوئی چیز ہے ڈھیا کے سامنے

[illegible] / [illegible] گڈو کے سامنے

تعریف کیا کروں [illegible] / [illegible] کے سامنے

جب سے کچھ فارسی پڑھی ہے   اس روز سے تیل بیچتا ہوں
عاشق ہوں شباب پر چڑھا ہے   اسواسطے بیل بیچتا ہوں
ہے محمل یار جو قطر میں   اونٹوں کی نکیل بیچتا ہوں

کل بلایا مجھکو اپنے محفل مولود میں   میں چرا لایا وہاں سے چند ہنڈیاں کھیر کی
بھائی نے بھی تو پیا ہے ساتھ آخر ماں کا دودھ   کیوں بہن کے واسطے ترکہ ہے ہمشیر کی
زاغ نا معقول کہتے ہیں جسے لے نازدہ   جب سے سسرال میں حاضر ہوتے ہیں انجیر کی

کیا بتائیں کہ بھوکے پہنچے ہیں کیا لے ناز   یہی کیا کم ہے کہ کل رات کو اینوں نہ ملی
مست میں رات کو بیٹھا تھا کہ وہ آ پہونچے   میں نے ڈھونڈی بھی مگر مجھکو لنگوٹی نہ ملی

سر منڈا کر ہاتھ میں تسبیح لیکر رات ناز   جانب میخانہ ہم پہونچے تو پٹ لے گئے

ہلتی ہی نہیں عادت مری محبوب بھٹیاری   وہی کدو کا سالن ہے وہی بیگن کی ترکاری

بہت بیتاب تھی دل میں مرے طاقت جوانی کی   ملی بیت الخلا میں ایک لڑکی مہترانی کی
تری خاموشیوں نے تجھکو نظروں سے گرا یا ہے   ادائیں تجھسے اچھی ہیں ابھی تک میری نانی کی

سر میدان الفت عاشقوں کو کون پی کر   ٹھاٹ بنگیا ہے یا چقندر ..... والا
یہاں جاڑوں کے موسم میں لنگوٹی بھی نہیں ملتی   دلہا بنے ہوئے پھرتا ہے چیسٹر ...... والا

جو ہم خوشی سے کسیر و سا سر منڈاتے ہیں | تو کس غضب کی وہ آ کر حجت لگاتے ہیں
اسے وہ قتل کر دیتا ہے جس نادان سے ملتا ہے | نسب معشوق کا میرے ہلاکو خاں سے ملتا ہے

نازنین - تذکرہ نساخ میں ان کا نام علی بیگ لکھا ہے - مگر تذکرہ صابر میں ایک عورت کا تخلص ہے بیان کیا ہے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ علی بیگ کا تخلص نہیں ہے چنانچہ لکھتے ہیں " غلط فہمان ادا شناس کی نظر میں تخلص ہے مرزا علی بیگ نام جوان خوش اسلوب رستم توال بزور و قوت سہراب طاقت کا - نازنینان کشور جمال اس کے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھریں کچھ دور نہیں اور نازک نہالان گلشن حسن اسکے گل رخسار کی نازکی سے اگر آپکو غنچہ برگ ریز تصور کریں تو کیا عجب ہے - اس کے خم کے آگے زور آزمایان زور خانہ طاقت کا سر جھکتا ہے - اور اس کے نعرۂ مردانہ کے سامنے شیر صولتان بیشہ شجاعت کا دم بند ہوتا ہے - اور یاران ادا فہم اور حریفان ادا شناس جانتے ہیں کہ نازنین نام ہے اس حیلہ آفرین شعبدہ ایجاد کا ناز و انداز و غمزہ طرازی و عشوہ سازی گاہ عشاق بے قرار سے لطف کے پردہ میں جان کا خواہاں ہونا اور گاہ اغیار نامحرم کی تجلی میں بے تکلف سونا الخ " مرزا علی بیگ دہلی کے رہنے والے تھے اور استاد ذوق کے شاگرد تھے - ریختی گوئی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے - چنانچہ مولوی عبدالغفور نساخ نے ان کے کلام کو جان صاحب کے کلام پر ترجیح دی ہے - یہ صاحب دیوان تھے - مگر اب صرف تذکروں میں کلام ملتا ہے - دیوان نا پید ہو گیا - تذکرہ صابر کی ترتیب یعنی سنہ ۱۲۶۱ھ تک زندہ اور بخیریت دہلی میں موجود تھے - ذوق سے ان کو خاص محبت تھی - چنانچہ ان کی وفات کا قطعہ تاریخ کہا ہے جسکے لفظ لفظ سے عقیدت اور محبت کا چشمہ جوش مار رہا ہے -

نہیں ناز میں رنج کرتی کسی کا — گیا جب سے یار اور حرمت ہے کھوئی
بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے — اگر میں نے کنبے کی عزت ڈبوئی
خصم جب موا لونڈیوں کو رُلایا — کہ اس پردہ میں نام رکھے نہ کوئی
ولیکن مجھے کاملوں سے ہے الفت — غم ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
لکھی اُن کی تاریخ اور یہ ہوا غم — میاں ذوق کو میں لیا آپ روئی

اسی رنگ میں قطعات نہایت عمدہ عمدہ کہے ہیں تذکرہ قطعہ منتخب سے ایک قطعہ نقل کرتا ہوں۔

ناز نہیں اتنا بھی ہرجائی پتا — یہ تمھارے آ گیا کیا دھیان میں
روز اک جھگڑے کی ہیں تیاریاں — روز رہتی ہو اسی سامان میں

نمونہ کلام ریختی یہ ہے۔

ہوئی عشاق میں مشہور یوسف سا جو اک کا — لیا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا
میں اپنے سر کو دھنتی ہوں لیا اور یہ تماشا ہے — موا بیٹھا ہے کیا خوش خوش کہ دولہا یا آیا کا

کوئی بیٹھا ہے تجھے ہے کام اپنے کام سے — اے نگوڑے آدمی تو تو حیوان ہو گیا
سونا کبھی شوہر کو میسر نہیں ہوتا — عورت انھیں باتوں سے ترا گھر نہیں بستا
ایسا کسی قحبہ نے لبھایا تھا کہ شب بھر — لیٹا تو رہا پاس پہ کوسوں ہی نہیں تھا
میری ناز کھوئی اس مردوے نے آکر — اٹھی تھی اے ددا میں کمبخت ابھی نہا کر
اے زناخی مردوا ہے بدگمان — تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں
رات بھر ہوتی ہی بات اور یہی چوما چاٹی — اے ددا لیسے نہ دیسے بڑا کاٹ مجھے
فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے — تم اک سا بوند پانی پہ کتنا اچھل پڑے
دس گھڑی تو چھیڑ چکے ہو کیا تنگ کروں خصم — کس جا بٹھاوے دیکھیے اب ماں مجھے

نازک - دور موجودہ کے ایک شاعر ہیں جنھیں ریختی گوئی کا بدرجہ اتم شوق ہے پرائیوٹ ایک مشاعرہ کرتے ہیں اور اسمیں مخصوص مخصوص اپنے احباب کو بلاتے ہیں جن میں خوب خوب داد ظرافت دیجاتی ہے - لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اب تک نہ اس رنگ کا کوئی کہنے والا کوئی آپ کو جانتا ہے اور نہ اُن لوگوں سے کوئی واقف ہے جو اس صحبت میں شریک ہوتے ہیں وہ اُس کو یہانتک چھپاتے ہیں کہ میرے اصرار کے باوجود بھی مجھکو زیادہ کلام نہیں دیا گیا - اور یہ نہ اجازت دی گئی کہ آپ کا وطن اصلی آپ کی لیاقت اور آپ کا نام تذکرے میں لکھوں تخلص یہ تخلص ہے گو آپ کا قیام فی زمانہ لکھنؤ میں ہے - مگر لکھنؤ آپ کا وطن اصلی نہیں ہے - آپ ایک بہترین شاعر ہیں - گو رنگ ریختی میں میرے نزدیک ابھی تک پختگی پیدا نہیں ہوئی ہے مگر اسیطرح مشق جاری رہی تو جلد آپ معراج ترقی پر پہنچیں گے -

خدا بچائے بوا مردوں کی دید سے
کہ تاک جھانک لگاتے ہیں یہ نپیتے

کوسا بھی کو تو دیا ہے بجھنے اُگلا لیوں گی
رہنا چنالونڈیوں میں بھی ایک رہے بنو

چار میں بیٹھ کے کیا آنکھ اٹھائے کوئی
طاق بھرنے جو اکیلی چلی جائے کوئی

انگلیاں چبونک کے آنکھوں میں جگایا شب بھر
نوج نرگس کو بوا ساتھ سلائے کوئی

میں تو لو لڑتی ہی رہی اپنا انہیں کہدیتی ہوں
سخت سے کہدے ہیں یہ ریختے دکھاتے کوئی

میں نگوڑی کہیں آئی نہ گئی لے بنو
پھر بھی لاالحول مجھے [illegible] دیتے ہیں

اکیلے رات کو کیوں آئے تم یہاں مرزا
جو کاہیں کا سنا نے گی دولی بیچ

مرے بھی ایسی کہیں نوج ہو کوئی جانب
اب انڈے دے کے بھی کھا [illegible]

بیٹوں والی پوتوں والی
ہاتھوں پہ چھلے کانوں میں بالی

دانتوں میں مسی دانتوں میں بھرا
ماتھے پہ افشاں [illegible]

میں نے سب کو سمجھا ہے
سب [illegible] دیکھی بھالی

ناطق تخلص ہے میرے استاد مکرم مولوی سید ابوالحسن صاحب کا
وطن اصلی گلاوٹھی ضلع بلند شہر ہے۔ مگر اپنے کاروبار کے سلسلہ کی وجہ
سے ناگپور سی پی میں مقیم رہتے ہیں۔ مولانا عربی فارسی انگریزی اردو
ناگری کے منتہی فاضل ہیں اور لطف یہ کہ آپ کو تمام درسیہ کتابیں مستحضر ہیں
شاعری میں آپ استاد داغ مرحوم کے ایک مایۂ ناز شاگرد ہیں اور اسیوجہ
سے زبان پر اتنی زبردست قدرت ہے جسکا جواب نہیں۔ محاورہ بندی کا آپکو
نہایت زبردست شوق ہے۔ اور اسمیں سوائے ذوق مرحوم کے شاید کسی
شخص کو کبھی اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی غزلیں زبان میں ایسی ایسی
ہیں کہ دوسری جگہ اُن کی نظیر نہیں۔ زودگوئی کے ساتھ خوشگوئی اور سخن
فہمی آپکا خاصہ ہے۔ غزلیات کے علاوہ نیچرل نظموں میں بھی آپ کو قدرت
حاصل ہے۔ نطق ناطق آپکی نیچرل نظموں کا مجموعہ عرصہ ہوا کہ طبع ہو چکا ہے
مگر چونکہ آپکو سیاسیات سے ایک گہری دلچسپی ہو گئی ہے۔ اسواسطے اب
اب مہینوں سے نوبت بھی نہیں آتی کہ آپ کوئی غزل لکھیں۔ البتہ آپنے
دیوان غالب کی جو ایک شرح لکھی ہے وہ بسلسل جلوۂ یار میں شائع ہوئی
ہے۔ راقم الحروف سے آپکی قرابت بھی ہے سنہ ۱۹ء میں آپ سے نیاز حاصل
ہوا اسوقت سے آپ کی خاص عنایات اس نیاز کے حال پر مبذول رہیں۔ گو
اب عرصہ سے خط و کتابت بھی متروک ہے۔ مگر بعد معنوی نہیں ہے۔ آپ ظرافت
گو مستقلاً نہیں کہتے۔ لیکن اکثر مرتبہ اسکا بھی اتفاق ہوا ہے اسیوجہ سے اکثر غزلوں
غزلوں میں ظریفانہ شعر نکل جاتے ہیں جنھیں مہذب ظرافت کے ذخیرہ میں رکھنا
چاہئے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ اشعار اسی انداز کے لکھتا ہوں۔ آپکی عمر اب
تقریباً ۴۷۔ سال ہوگی۔

آئے گا تو کیا گھول کے پی جائیگا دشمن — دیکھو تو ہیں ہم بھی نہیں منھ کے نوالے
کچھ غیر کو بہلائے گا افسانہ وفا کا — اس شوخ نے کچھ ہمکو اشارہ [illegible]
گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے لہٰذا — دشمن نے تو کچھوے کی طرح پاؤں نکالے
پہلے تو اڑے مجھسے وہ آکر مرے بس میں — جب بس نہ چلا کچھ تو کہا صبر حوالے

رنجش بے جا نکالی جائیگی — بے مروت کس سے پالی جائیگی
دھر لیا جائیگا واعظ چھیڑ کر — دختر رز کوتوالی جائیگی

نکل دل سے جو [illegible] — خدا کے گھر میں [illegible]

ہمارے میکدے میں محتسب کا [illegible] — کہ پہلے ہی پیالہ [illegible] تقاضی کا

دھر میں پاؤں تو دریا میں کچھوا [illegible] — ماردوں ہاتھ اگر پاؤں کی آواز سنوں

مذاق ہے یہ جفا کچھ جفا نہیں ہمدم — [illegible] کہ مجھے

ایک صاحب جو مولانا کو ہمیشہ دوستانہ نصائح کر کرکے پریشان کیا کرتے تھے اُن کے لئے ایک شعر کہا۔

یہ مقولہ ناصح مشفق پہ چسپاں ہو گیا — [illegible] گیا

ایک مرتبہ [illegible] ایک قطعہ لکھا [illegible] شعر ہے۔

آئی مثل صادق ہے اس وقت [illegible] — [illegible]

ناگپور میں ایک صاحب تھے جو بظاہر درویش تھے باطن کو خدا جانے کہ کیا تھے

اتفاق سے مولانا سے اور ان سے کچھ سخت باتیں ہو گئیں اور بڑھتے بڑھتے انجام دشمنی تک پہونچا۔ اس پر مولانا نے یہ رباعیاں لکھیں۔

دولت کا ہمیشہ آپ کو دستور نہیں — جز خوبی بخت ہم کو منظور نہیں
لگتی نہیں روز ہاتھ اندھے کے بٹیر — ہر شخص جو لنگڑا ہے وہ تیمور نہیں

بدنسل کی اصل پر نظر ہے کہ نہیں — ناطق کو نسبت کی خبر ہے کہ نہیں
دشمن کی کمینہ پن پہ حیرت کیا خوب — دادی ڈھرقی تھی وہ اثر ہے کہ نہیں

خمار ہے جب خم سے بد لگر بد خو — ایماں کی مردود نہیں تجھ میں بو
بیٹا جو ابو الحسن کا دشمن کیوں ہے — اولاد یزید [illegible] ہے تو

چند لوگ تھے کہ [illegible] کی حمایت میں مولانا سے کاوش رکھنے لگے۔ مگر فوجی لوگ تھے جنگ جرمنی شروع ہوئی اور ان سب کو جنگ میں جانا پڑا۔ مولانا کو ایک موقعہ ملا یہ رباعیاں [illegible] ہیں۔

جو گولی سے [illegible] — وہ توپ کے منہ میں جا پڑے آخر کار
حق کے لئے [illegible] — [illegible] رفتہ رفتہ جاتے فی النار

سچ بولنے والا آبرو کھوتا ہے — سچا جھوٹے [illegible] ہوتا ہے
[illegible] — شاید جھوٹے کے منہ میں [illegible]

قیس [illegible] تخلص فرماتے تھے۔ لکھنؤ کے مشہور [illegible] بلکہ [illegible] صاحب نے اپنے

[illegible]

اگرچہ لکھنویت اسمیں کافی موجود ہے رعایات لفظی کا گورکھ دھندا اسمیں اسقدر نظر آتا ہے کہ اکثر [illegible] طبیعت [illegible] گبھرا اٹھتی ہے - مگر پھر بھی [illegible] صاحب کے کلام سے ان کا [illegible] نسبتاً اچھا ہے بعض جگہ حدود اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں اور ریختی سے گزر کر فواحش کی [illegible] - بعض جگہ کلام میں ضرورت سے زیادہ پھیکا پن پیدا ہو جاتا ہے - مگر مجموعی حیثیت سے ان کا کلام بہت [illegible] - افسوس ہے کہ اسوقت میرے پاس [illegible] موجود نہیں ہے - مجبوراً دو شعر تذکرہ فصاحت سے اور باقی اپنی یاد سے لکھتا ہوں -

اسے دوگانا وہ لگی آنکھ نہیں — مجھے تیری یہ پھر گئی ہے آنکھ

بل ہر اک شخص سے جو کرتی ہے — کسی [illegible] آنکھ

کیوں [illegible] ... والی کیا تم لیتی نام ہو — مجری مجھ پر نہ نام لو اچھی بڑی ہوا

محل میں خواجہ سرا میں پیچھے پڑنے والے — یہ حکم آیا ہے [illegible] کا

چھپے بیٹھے ہیں ہر کسی کے پاؤں ہم کیوں دیتی ہو دم — بھلا ہے شوق [illegible]

... کیوں تیری پھرتی ہو کیا ماموں ہوا — دیکھ کے پھر آ کے ڈھانکو کیا [illegible]

بس پڑے سے اتنا بیلا پن مجھے بھاتا نہیں — ہو گیا [illegible] نہیں .....

شمع جلواؤ لگی ہیں ... تیری لونڈیا — [illegible] ز پیدا

کہتی ہے انگلی سی گھر ابسایا آس نے — کر [illegible] اپنے [illegible]

چپاتیاں کھوئے جو درانی چلی آتی ہو — اچھا [illegible]

منانی ماموں کہیں بنو دے دیکھو بہن [illegible] — مجھے [illegible]

جاتا ہے وہ اندھیرے میں آپ کے واسطے — ایسا [illegible]

کیلے کو دیکھ کر مرا جی کلبلا اٹھا — [illegible]

اور پر سے دل سے ہو [illegible] کیلئے پھیر نہیں | جب مرد و اسے ملے تو یہ دیکھیں نہیں نہیں
مجھکو یہ نسبت نہیں [illegible] | جب نہ تب آ کر جو تو ملنے لگے ہو ......

نظر۔ جناب احسن لکھنؤ [illegible] ہیں غالباً مشاعروں میں بہت کم شرکت کرتے ہیں ایک غزل [illegible] درج کرتا ہوں افسوس کہ زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے

[illegible] آج اسے [illegible] سے کروں نہ جدا | سر جدا پاؤں جدا ہاتھ جدا شانہ جدا
پاؤں کے بیچ کو رکھتا ہوں نہیں ہیا نہ جدا | کوٹھری رکھتا ہوں [illegible] جدا
دیکھ [illegible] ہے سونے کا [illegible] | روشنی رکھتا ہے [illegible] نہ جدا
آ [illegible] | دور ہے بستی سے لے چلیے یہ ویرانہ جدا
عشق کمبخت نے [illegible] کیسا لایا کل | [illegible] ہو گیا دیوانہ جدا
بالٹی [illegible] گھنٹوں | ٹانک کی ٹانک ہے پیمانہ کا پیمانہ جدا
[illegible] مستی سے بہت دور ہے | دیکھو لو [illegible] عذاب [illegible] جدا

نظیر۔ شیخ ولی محمد نام تھا۔ اگرچہ [illegible] شہر [illegible] تاج گنج کے قریب رہتے تھے اور معلمی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ نہایت خلیق و شگفتہ مزاج خندہ دل بزرگ تھے۔ جوانی میں نہایت شوقین تھے اور شہر کے تمام میلوں ٹھیلوں اور جلسوں میں شرکت کرتے اور ان کے تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے میل ملت میں نظیر نہ تھے بلکہ بے نظیر تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ صبح کو ملنے جاتے تھے تو شام ہو جاتی تھی۔ مذہب شیعہ رکھتے تھے۔ مگر [illegible] تعصب اور [illegible] کہ شیعہ سنی کی تفریق تو درکنار ہندوؤں سے بھی وہی ربط وضبط اور خلوص تھا۔

[illegible] تھا۔ ان کو شیعہ محض اسی خیال کی وجہ سے
کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دوسرے [illegible] صحابہ کرام [illegible]
علیہم اجمعین کی تعریف نہیں کی۔ اور [illegible] غلو اور
مبالغہ [illegible] بے نظیر یعنی سوانح عمری
نظیر" میاں نظیر جب مر گئے تو ہندو شاگردوں نے چاہا کہ اپنے طور پر ان کی موت پر
اظہار تاسف کریں [illegible] چاہی تو اُن
ہندوؤں [illegible] نانک شاہ [illegible] نصف
چادر مسلمانوں [illegible] گئی تھی [illegible] پرواروں نے
[illegible] "جب نظیر کا
انتقال [illegible] ہندو مسلمان جمع تھے۔ چونکہ ان کا [illegible] تھا
بڑی [illegible] نماز پڑھ [illegible]
[illegible] اپنا گروہ کرکے نماز پڑھی اور
اوپر کی چادر ان کی پارچہ پارچہ کرکے اہل [illegible] لے گئے [illegible]
پارچہ رکھے جلائے کیا گئے" [illegible] اگست
[illegible] اور بقول بعض [illegible] میں انتقال کیا۔

نظیر کے کلام میں تمام اصناف سخن یکساں طور پر پائی جاتی ہیں [illegible] دیکھ کر ماننا
پڑتا ہے کہ وہ قادر الکلام اور [illegible] تمام رنگوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے
[illegible] اور پُرگو واقع ہوئے تھے بات بات پر بڑی بڑی نظمیں [illegible] ان کے نزدیک
ایک معمولی بات تھی۔ اور لطف یہ کہ ہر مذہب کے موافق اور ہر مسلک کے مطابق [illegible] ہر قسم
مشہور چیزوں۔ کھانوں۔ عمارتوں۔ میلوں۔ بازیگروں۔ تماشوں وغیرہ کا ذکر [illegible]

کی بے حقیقتی - اور اہل جہاں کے طور و طرق کا تذکرہ - دولت - مفلسی - عیاشی - تماشبینی
بھنگ - چرس - افیون ... وغیرہ کے متعلق بڑے زبردست نظمیں اُن کے یہاں
ملتی ہیں - ہندوؤں کے تہوار - دسہرے - ہولی - دیوالی - کنہیا جی کے جنم لینے کی
کیفیت بھی اسی جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے عید
بقر عید - محرم - شبرات کا ذکر کرتے ہیں - دونوں سے یکساں محبت - دونوں سے ایک
سا برتاؤ - دونوں سے وہی خلوص - وہی دوستی - با مسلمان اللہ اللہ - با برہمن
رام رام پر عامل - لفظوں کی وہ افراط کہ ایک ذخار دریا موجیں مارتا دکھائی
دیتا ہے - معانی کی وہ بہتات کہ شہوار موتیوں کا انبار نظر آتا ہے - بیان کی
سلاست ایسی کہ کہیں رکاوٹ کا نام نہیں - بندش کی وہ چستی کہ کڑی سے کڑی ملی
چلی جاتی ہے - تصویر کشی اور حالات نگاری کا یہ عالم کہ جب تاج گنج کے روضہ کی تعریف
ہم پڑھتے ہیں تو ہماری آنکھیں اس کے ایک ایک نقش و نگار ایک ایک جالی کو
دیکھ لیتی ہیں - جب ریچھ والے کی تعریف نظر آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک قلندر
کانوں میں چھلے سر پر بڑا سا پگڑ باندھے ہاتھ میں موٹا سا سونٹا لئے - ریچھ کے بچے کی
کھیل پکڑے اسکو نچا رہا ہے اور اپنے سونٹے سے اسکو سدھا رہا ہے - دنیا کی بے بقائی
اور عالم کی بے ثباتی کے اشعار سامنے آتے ہیں تو دل کو یقین آجاتا ہے - کہ روپیہ پیسہ
دھن دولت مال و اسباب سب ہیچ ہیں - اور ہماری خواہشات لایعنی - ہماری
بود بے بود - ہماری ہستی عین فنا ہے - دیوالی کی تعریف پڑھتے ہیں تو ہماری آنکھیں
دیکھتی ہیں کہ در و دیوار پر چراغاں ہے - مٹھائی کی دوکانیں سجی ہوئی ہیں - مٹی کے
کھلونے بیچنے والوں کی دوکانوں کی دو طرفہ قطاریں لگی ہوئی ہیں - بھڑ بھونجے
کھیلیں بیچ رہے ہیں - دنیا کی رسم و رواج کے پابند رومالوں میں کھیلیں باندھ
باندھ کر لیجا رہے ہیں - جواری اپنے اپنے اکھاڑوں میں اترے ہوئے ہیں - چھ نوا کوڑ

اٹھا رہے ہیں۔ بعض بڈھے اپنے بچوں کی انگلی پکڑے دکان دکان دکھاتے
پھر رہے ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی غرضکہ
اسی طرح ہر ایک نظم میں جزئیات سے بحث کرنا نظیر کا خاص حصہ ہے۔

گو بعض نقادوں کی رائے سراسر نظیر کے خلاف ہے۔ مگر یہ ایک صریح ظلم
ہے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین نے نظیر سے بہتر کوئی شاعر پیدا
نہیں کیا۔ وہی ایک شخص ہے جسے [illegible] انگلینڈ کا شیکسپیر کہہ
سکتے ہیں۔ وہ نظمیں جو آج نیچرل کے نام سے مشہور ہیں [illegible]
[illegible] کا موجد نظیر ہی کو ماننا پڑے گا۔ نظیر کے انتقال کو سو برس سے زیادہ کا
زمانہ ہو گیا مگر اسکی زبان آج کی زبان ہے۔ اسکی بندش اتنی ہی چست ہے
جتنی ہونا چاہیے۔ اسکی مثنوی، غزل، رباعی اردو شاعری کی [illegible]

نظیر کی ظرافت اگرچہ [illegible] بعض دفعہ فواحش تک پہونچ جاتی ہے مگر
اس کے الفاظ و خیالات اسکو بے مزہ اور پھیکا نہیں ہونے دیتے۔ اسکی ظرافت
میں تصنع اور آورد کا نام نہیں ہے جس طرح اسکی صوفیانہ نظمیں اپنی روانی
وغیرہ میں لاجواب اور عدیم المثال ہیں اسی طرح ظریفانہ اشعار جس طرح انہیں
دوسرے اسیطرح ان میں اثر ہے دوسرے لوگوں کی طرح نہیں تھا طبیعت کو
ظرافت گوئی کی طرف آمادہ اور مجبور کرتے ہیں۔ بلکہ طبیعت خود اسکو اکسانی اور
ظرافت کے وادی کی طرف لے آتی ہے۔ جس کا نمونہ جستہ جستہ درج کیا جاتا
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظیر کی نظمیں جب پوری پوری لکھی جائیں تب خاص
لطف آتا ہے۔ یا اگر ان میں سے اسکی ظرافت کا انتخاب کم از کم پورا کرکے
پیش کرنا چاہیے۔ مگر دونوں صورتوں میں معمول سے زیادہ طوالت ہے لہذا

بڑھاپا

آگے تو پری زاد یہ کہتے تھے ہمیں گھیر — آتے تھے چلے آپ جو لگتی تھی کہیں دیر
اب آکے بڑھاپے نے کیا اور یہ اندھیر — جو دوڑ کے ملتے تھے وہ اب لیتے ہیں منہ پھیر

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

آگے تھے جہاں گلبدن اور یوسف ثانی — دیتے تھے ہمیں پیار سے چھلوں کی نشانی
رہجائیں تو اب منہ میں ڈالے کوئی پانی — کس دکھ میں ہمیں چھوڑ گئی ہائے جوانی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

ہم بھی تھے جوانی میں بہت عشق کے پُتلے — وہ کون سے گلرو ہیں جو ہم سے نہیں لپٹے
اب آکے بڑھاپے میں ہوئے ایسے ادھورے — پر جھڑ گئے دم اُڑ گئی پھرتے ہیں لنڈورے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

کیا یار گیا ہے الٹ ہائے زمانا — جو شخص کہ تھے اپنی نگاہوں کا نشانا
چھیڑے ہے کوئی ڈال کے داڑھی کا بہانا — ہنس کر کوئی کہتا ہے کہاں جاتے ہو نانا

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

پوچھیں ہیں جسے کتنا ہے کیا پوچھے ہے بڈھا — دیکھیں ہیں جسے کہتا ہے کیا دیکھے ہے بڈھا
بیٹھیں ہیں تو ہو دھوم کہاں بیٹھے ہیں بڈھے — آویں ہیں تو یہ غل کہ کہاں آئے ہیں بڈھے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

بلبلیں لڑاتے ہیں

گل بلبلیں جو دو دس قفا میں اپنے آئیں — اسمیں سے دو پکڑ کر کشتی میں دھر بھڑائیں
یہ شور سن کے خلقت [illegible] دائیں بائیں — کوئی بولا واہ حضرت کوئی بولا واہ سائیں
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہمنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

دم میں [illegible] لڑ کر کٹ [illegible] ہو کر گرا — جب تیسری کو چھوڑا پھر [illegible] لگا
[illegible] ٹوٹی چھوڑا اپنا اپنا اڈا — [illegible] کسی کا [illegible] ٹوٹا کسی کا پٹھا
سو سو طرح کی [illegible] اک دم میں [illegible]
اس ڈھب سے ہمنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

تھی تین کی یہ کشتی [illegible] اسمیں چھوڑا — اس نے [illegible] بچا کر تینوں کو دھر جھنجھوڑا
پھر تو یہ چپکا آکر ان کشتیوں کو توڑا — چھوٹا کسی کا ہاتھی [illegible] کسی کا گھوڑا
سو سو طرح کی رنگتیں اک دم میں کر دکھائیں
اس طرح ہمنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

اک کنکری [illegible] پھر [illegible] کی — کشتی میں گٹھری بندھ گئی [illegible]
سن سن کے چیخیں انکی اٹھنے [illegible] — سب نے کہا واہ حضرت اچھی [illegible] کی
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس طرح ہمنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

بھنگ کی ترنگ

ہیں اس نشے میں ظالم سو رنگ کے دھڑاکے — کونڈی کی ڈگمگاہٹ سونٹے کے سو کھڑاکے
گر دیکھتی ہیں تجھ کو کچھ عیش کے چٹاکے — تو جھاڑ اپنے پنجے اور سر کو جھڑجھڑا کے
پی عاشقوں میں آ کر دو بھنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے چھپرا لے

کیوں مت بیٹھا بیٹھا ڈالے کولھو میں غفلت کا تیل — ذرا ہی کیا کیا تجھ پہ سبز رنگ کی بیل بیل
کنول پر اپنے عیش کو دو ڈال پیالہ بھنگ کا بیل — پھیر چڑھاتے آسمان عیش و عشرت کی بیل
کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو عاقل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل
مرشد مولا سے پوچھا میں نے اے پیر زمن — میری کچھ لگتی نہیں ہے تیرے دل کی لگن
تکے بولے وہ بتا ہم سمجھے اس کا چلن — چھان اور جلد سبزی لیکے الٹ و چاہ من
کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو عاقل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

اندھیری رات

جب یار چلا اوڑھ کے کالا سا دوشالا — کمبل کو ادھر میں نے بھی کاندھے پہ سنبھالا
جا مل گئے اور دل کا بھی ارمان نکالا — منہ آ سکے رقیبوں کا کیا خوب سا کالا
کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

[illegible]

سینے کا وہ پھل توڑ الگ ہو رہے چھپکے | اغیار کا سر پھوڑ الگ ہو رہے چپکے

کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری

کل یار نے اور ہمنے جو پی مل کے گلابی | اور عیش لگے کرنے جو ہو ہو کے شرابی

اتنے میں رقیب آگیا بو سونگھ شتابی | گر چاندنی ہوتی تو بڑی ہوتی خرابی

ٹالے ہے سب آئی ہوئی آفات اندھیری

سوتے تھے جو ہم اُنہیں سُنے غیر کے کھٹکے | چھپ چھپ گئے اُٹھ دونوں [illegible]

ہم ہنستے رہے اُسنے ڈھکیٹے ہوے جو مارے | کتنا ہی ٹٹولا جو اُجالا ہو تو پا وے

چوری کی بھی رکھ لیتی ہے کیا بات اندھیری

بسنت

جب پھول کا سرسوں کے ہوا آکے کھلنتا | اور عیش کی نظروں سے نگاہوں کا لڑنتا

ہمنے بھی دل اپنے کے تئیں کرکے نچنتا | اور ہنس کے کہا یار سے اے [illegible]

سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

تھے اپنے گلے میں تو کئی من کے پڑے ہار | اور یار کے گجرے بھی تھے اگ دھون کی [illegible]

آنکھوں میں نشے مے کے اُبلتے تھے دہواں دہار | جو سامنے آتا تھا یہی کہتے تھے للکار

...روں کی بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

برسات کی بہاریں

جو کسبیاں جوانی حسن میں پرتیاں ہیں | سینوں میں لال انگیاں اور لال کرتیاں ہیں

نظریں بھی بدلیاں ہیں دلمیں بھی سرتیاں ہیں | اک اک نگہ میں کافر بجلی بھی بھرتیاں ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو نوجواں ہیں انکی تیاریاں بڑی ہیں — ہاتھوں میں [illegible] چوڑیاں کو ٹھوں پہ چڑھ کھڑی ہیں
اور وہ جو آشنا سے جھگڑی ہیں یا لڑی ہیں — منھ کو چھپا پلنگ پر مچلی ہوئی پڑی ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی اپنے آشنا سے کرناز کا جھپیٹا — کہتی ہے ہنسکے کافر چٹکی لے یا نہٹا
تمنے تو دل ہمارا [illegible] گیا [illegible] ہے کبھٹا — تم آج بھی [illegible] منگوا مرادو بٹا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں نے تولا باندھا معمولی ادکے پیسے — کہتی ہیں شاد ہو کے یوں اپنے آشنا سے
برسات بھر تو ہل کے سنتے ہو جاں پیارے — احمق ہو جو پلنگ سے اب مت نئے کو اترے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بھنگ

الفت کے زمرد کی کھیت کی بوٹی ہے — پتوں کی چمک اسکی کمخواب کی بوٹی ہے
منھ چمکے لگی آتی ہے پھر کاسیکو چھوٹی ہے — یہ تان کھورے کی اس بات پہ ٹوٹی ہے

کونڈی کے نقارے پر خطکے کا لگا ڈنکا
نت بھنگ پی اور عاشق دن رات بجا ڈنکا

سخاوت و عشرت

یہ نعمتیں ہیں جتنی جو کچھ ملیں سو کھا جا — تاش اور بادلے میں اک بار جگمگا جا
بابا بخیل مت بن داتا سخی کہا جا — اکدم تو اپنا ڈنکا من مانتا بجا جا

دل کی خوشی [illegible]

گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو

ریچھ کا بچا

کہتا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر
وہ کیا ہوئے [illegible]

ہم ان سے یہ کہتے تھے یہ پیشہ ہے قلندر
ہاں چھوڑ دیا بابا انہیں [illegible]

جس دن سے خدا نے دیا ریچھ کا بچا

روٹیاں

جب آدمی کے پیٹ میں آتی ہیں روٹیاں
پھولے نہیں بدن میں سماتی ہیں روٹیاں

آنکھیں پری رخوں سے لڑاتی ہیں روٹیاں
سینے اوپر بھی ہاتھ چلاتی ہیں روٹیاں

جتنے مزے ہیں سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

نوچی اور نائکا کی لڑائی

مرتی نہیں بہنا یہ گزرتی نہیں ڈھیٹ ہو
اور قہر خدا سے بھی یہ ڈرتی نہیں ڈھیٹ ہو

اب اپنے ذرا بند یہ کرتی نہیں ڈھیٹ ہو
کیا سخت خرابی ہے یہ مرتی نہیں ڈھیٹ ہو

ایسا جو مرے پاس لگے جائیگی جھانپو
اک روز مجھے گھر سے نکلوائیگی جھانپو

[illegible]

شام گزر گئی یار نہ آیا رات بھی ڈھی آن ڈھلی　　آؤ پردیس جھیلیں ٹھالی سے بیگار بھلی

نگیلا - محمد یوسف نام ہے - قدیم وطن شہر جونپور ہے - مگر آٹھ نو سال کی عمر تھی جب ۱۸۹۱ء میں اپنے نانا محمد خضر خاں مرحوم اور اپنے ماموں محمد اسمعیل خاں رنگیلے مرحوم کے پاس جونپور سے بمقام مین پوری چلے آئے - یہیں تعلیم و تربیت پائی اور بعدہ اپنے نانا کے پاس محرری کا کام کرتے رہے - چونکہ رنگیلے مرحوم کی صحبت تھی اس واسطے شعر و شاعری کا شوق ہوا - اور مدتوں تک چھپا چھپا کر شعر کہتے رہے - مگر ابھی تک رنگ قدیم عاشقانہ میں شعر کہتے تھے - جب رنگیلے مرحوم کو خبر ہوئی تو وہی اصلاح دیتے رہے اسکے بعد سنہ ۱۹۳۰ء میں جب رنگیلے مرحوم کا انتقال ہو گیا تو اُن کے احباب نے نگیلے صاحب کو اُن کے ماموں کا رنگ ظرافت اختیار کرنے پر مجبور کیا - چونکہ برابر رنگیلے کی صحبت رہی تھی اور وہ رنگ اچھی طرح ان پر اثر کر چکا تھا اس واسطے انھوں نے ظریفانہ رنگ اختیار کر لیا - مگر عوارض جسمانی اور افکار خانہ داری نے پورے طور سے ادھر متوجہ نہیں ہونے دیا - پھر بھی آپ کا رنگ ظریفانہ غنیمت ہے اور وہ کم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس رنگ کو تھوڑی بہت طبیعت سے مناسبت ضرور ہے

چنانچہ کلام کا نمونہ انتخاب یہ ہے -

یہ چلبلی طبیعت جب بھاگنے پہ آئی　　پھر کیا ہے پھر تو کچھ ہو خندق ہو یا ہو کھائی
اب راہ پر کسی کو تقدیر کھینچ لائی　　قسمت پھری کسیکی شامت کسیکی آئی
جب ایک سے کا بھی تم سے مطلب نہیں نکلتا　　لے لیتے ہو تو پھر کیوں دنیا سے مفت سائی

[illegible]

دشمن کی آگ ابتو دشمن کو پھونکے گی
اب ہو گئی اُسکی ڈبیہ دیا سلائی

اب تو مزاج دشمن بھٹیلو نہ چل رہا ہے
آگے سگوں سے اسکی اچھی [illegible]

آگے دم قدم کا اغیار میں شرف ہے
جنگی کے جیسے بھنگی ہیں [illegible]

بے شبہ [illegible] تحقیق ہے سلف سے
جو [illegible] کرتے نہیں برائی

پیر میخانہ نصیب سے اگر تو ہو جائے
بے پئے پھر تو عدو [illegible]

بات تو جب ہے [illegible]
میرے آگے سے عدو تو [illegible]

دام تزویر اگر زلف پر یو ہو جائے
اس [illegible]

شب وعدہ [illegible] غم پنہانی
وفور شوق [illegible] گھبرائی

[illegible] بے محل [illegible] پریشانی
[illegible] بدخشانی

عیاں تھیں ہر مسلماں میں [illegible] اسلام کی شانیں
مگر اب تو رہی ہے صرف کہنے کو مسلمانی

[illegible]
[illegible] دشمن اور کسی [illegible]

کہیں [illegible] تعریفیں [illegible]
کہیں [illegible]

شب وعدہ [illegible] اہتمام [illegible]
کبھی [illegible]

[illegible] دست نازک کی [illegible]
[illegible]

پہنچے [illegible] منزل [illegible]
[illegible] حسرت [illegible]

پیٹ کی خاطر سپاہی [illegible] پلٹن میں ہے
[illegible]

شہ سواری کا ہنر [illegible] سواری کا کمال
حسرت اک [illegible]

دیدۂ [illegible] آنکھوں کی [illegible] سمجھیں [illegible] عشق [illegible] — سوختہ [illegible]

شیر بازاری کی کھر حن میں مزا تو ہے مگر — ذائقہ کچھ اور ہی [illegible]

ہے مروّت [illegible] رحمت کے ساتھ — عفو کا فرمان ننھی رشتۂ سوزن میں ہے

چلنے پھرنے میں نہیں محسوس [illegible] — جنس ہستی کا ذخیرہ گو مرے دامن میں ہے

[illegible] نہیں سکتی جہاں [illegible] — جو نکیلا [illegible] سنبوسہ بیسن میں ہے

[illegible] یکساں یہ ظلم بے بنیاد رہنے دے — نیامِ طیش میں شمشیر بیداد رہنے دے

چمن میں چار تنکوں سے بنا ہی آشیاں میرا — بچا کر اپنی جھاڑو سے انہیں صیاد رہنے دے

رہے تو جب کبھی آپے میں اپنے ہوش میں اپنے — نظر سے دور جب ساقی فیض آباد رہنے دے

زمیں اپنی اگر پامال کرنا چاہتا ہے تو — تو اپنے کھیت میں کچھ [illegible] رہنے دے

مجھے تاڑی [illegible] اگر [illegible] ساقی — [illegible] دشمن کے پینے کو تاڑی [illegible] رہنے دے

اگر جاتا رہا تو پھر کبھی [illegible] — مگر اسکا [illegible] رہنے دے

[illegible] کا رسا کمر میں ٹاٹ کی دستار ہے — اس ادا سے [illegible] میرا یار ہے

یہ نہ سمجھیں آپ ہستی ٹاٹ کی بے کار ہے — یہ تو تاڑی خانہ کا اک منزل [illegible] ہے

چار میں ننگا [illegible] ہوجانے میں کب عار ہے — بے حیا بھی کیسی بکی بے حیا تلوار ہے

یہ اگر سچ ہے کہ شملہ علم کی معیار ہے — تو ستارہ علم کی تقدیر کا مدار ہے

نوجواں اب بھی بڑھاپے میں ہمارا یار ہے — یہ پرانی چال کا کھیلا بھی موٹر کار ہے

بیاہ کرتے وقت ہم کیوں کاٹ کھاتے ہو بہو — دوستی میں دشمنی کا کون سا پہلو [illegible] ہے

یہ لبادہ ہے پرانی چال کا اچھا لباس — کرتے کا کرتا ہے اور شلوار کی شلوار ہے

فرق اتنا ہے مرا کرتا ہو یا کرتی تری — ایک ہے محروم دامن ایک دامن دار ہے

[illegible] اپنا جیسا بھی ہو　　یہ پرانا اور بے لیسنس کا ہتھیار ہے
کان پر دھرتے تھے تم تو بات [illegible]　　زیر دامن اب یہ کس کا تحفۂ کردار ہے

آباد ہے الو سے ہر قصبہ ویرانہ　　ہر ٹھونٹھ نشیمن ہے ہر [illegible]
حرکت [illegible] لغزش مستانہ　　ٹھلیا کا ہر اک ٹکڑا [illegible] پیمانہ
ساقی کی عنایت سے ہر مست خراباتی　　ہے رقص مسرت میں سر پہ لئے میخانہ
دنیا [illegible]　　آئینہ زنانہ ہے [illegible] ہے مردانہ
بوتل [illegible] ہے شیشۂ قارورہ　　ہے اب تو [illegible]
کوئی بھی شب وعدہ حسرت نہ رہی باقی　　لٹیا نہ ڈبو [illegible] مردانہ
جس طرح کمینوں سے رونق ہے مکانوں کی　　آباد نکیلے ہے پاخانہ سے پاخانہ

دیکھو [illegible] تم دیکھو　　گرد گھما نہ کوئی دیکھ کے لٹو ہو جائے
اب طویلے میں نہیں آپ کے ٹانگن کوئی　　آپ کے تھان کا اب تو مرا ٹٹو ہو جائے
آپ کے کھیت میں پڑتا ہے جو گھیرا گوڑا　　اسکی گرمی سے شکر قند نہ آلو ہو جائے
[illegible] کوئی جگر کا ٹکڑا　　ناوک ناز اگر [illegible] ترازو ہو جائے

بیٹھا ہے بزم یار میں دشمن چچا کے ساتھ　　بے شرم ہے [illegible] بے حیا کے ساتھ
دشمن کو کمینہ مشق سواری پہ ناز ہے　　منگنی ہوئی ہے جب سے کسی [illegible] کے ساتھ
صحبت سے بھاری پاؤں ہوا ہے جو آپ کا　　شاید رہے ہیں آپ کسی فیل پا کے ساتھ
اک داغ دے کے چھوڑ دیا اسنے عمر کو　　اب اور کیا سلوک کرے بے حیا کے ساتھ
ہے یہ بھی اک ہوا کہ زمانہ ہے آپ کا　　دنیا بھی آپ کی ہے مگر ہے ہوا کے ساتھ

[illegible] چونکہ چھپنے کے پڑھنے میں نہیں اس تخلص سے ایک صاحب
مجھے ہیں انکا پتہ کچھ نہیں تو بھی ہے اپنی نظم کی تقریب میں کچھ عبارت بھی درج کی
ہے ۔۔ بائی ڈیر سٹرا وہ پیچ - گنڈا ارتنگ قران شریف جیسے آج کل کی نئی
روشنی کے محاورہ میں الکران کہتے ہیں اسمیں یا کم سے کم سیل کے ترجمہ میں آپنے
ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ شعراء کی شان میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یہ تو ہر میدان
میں بھٹکتے اور مارے مارے پھرتے ہیں (الم تر انہم فی کل واد یہیمون) اتفاق سے
مجھے ایک شاعر کی بیاض مل گئی جسکی نقل ان سطروں کے ساتھ ہے اس سے
ظاہر ہوگا کہ یہ کلام معجز نظام کسقدر سچا ہے - میرے خیال میں ان خیالات پریشان
سے زیادہ کوئی شے اس کی تردید نہیں کر سکتی -

غیرت نہیں اس سبب جئے جاتے ہیں
جو کام نہ کرنا تھا کئے جاتے ہیں
لازم تھا کہ دن رات وہ روتے بیٹھے
افسوس وہ آنسو ہی پئے جاتے ہیں

مزے سے مری یہ گھڑی چل رہی ہے
زباں وقت کی ہے پڑی چل رہی ہے
ہے کھٹ پٹ میں اسکی کوئی ذکر مخفی
یہ تسبیح کوئی پڑی چل رہی ہے
لگاتی ہوئی چاک غفلت میں ٹانکے
اگرچہ ہے سوئی چڑی چل رہی ہے
نہیں سیل ... ریت کی خوف اسکو
ہے کیا ڈر اگر ہے جھڑی چل رہی ہے

کریما بہ بخشائے پکا پلاؤ
جو تم سے نہ پڑے تو ہمکو بلاؤ
کریما بہ بخشائے پکے ہیں آم
نہ ہو پاس پیسا تو لو مجھسے دام
کریما بہ بخشائے پکے ہیں بیر
کھلانے میں ان کے کرو تم نہ دیر
کریما بہ بخشائے پکی کھجور
بلاتے ہیں کھانے میں تمکو ضرور

کریما بہ بخشائے پکے کباب — بلاتے ہیں کھانے کو تمکو نواب
کریما بہ بخشائے پکے کٹھل — اسے کھا کے ہوجاؤ گے تم اجل
کریما بہ بخشائے پکی ہے دال — اسے کھا کے ہوجاؤ گے کُنبہ پال
کریما بہ بخشائے پکی ہے نان — گئی واسطے جسکے مرغی کی جان
کریما بہ بخشائے ٹوٹی ہے ٹانگ — گزر کرتے ہیں در بدر بھیک مانگ
کریما بہ بخشائے ٹوٹے ہیں ہاتھ — نہ ہے ساگ بیوی نہ لڑکے ہیں ساتھ
کریما بہ بخشائے پھولی ہے آنکھ — [illegible] آلو کی بھجیا [illegible]
کریما بہ بخشائے ٹوٹا ہے سر — کوئی آ کے لے جلد میری خبر
کریما بہ بخشائے دھوتی پھٹی — مری عمر دنیا میں یونہی کٹی

نداریم غیر از تو فریاد رس — مزا آ کے ٹپکے جو گنے کا رس
نگہدار ما را ز راہ خطا — کوئی مجھکو کھانے کا رستہ بتا
زبان تا بود در دہاں جاے گیر — کھلایا کرو مجھکو روٹی پنیر
حبیب خدا اشرف انبیا — پڑا مجھکو چسکا بڑا آم کا
سوار جہان گیر یکراں براق — کھلاؤ [illegible] مجھے ایک [illegible] طباق
چہل سال عمر عزیزت گزشت — [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

پوچھ تھا سر پہ جو اتار آیا — [illegible]

اشرفی سے تو یوں نکاح ہوا	پر نہ ہوا مہر ادا ایک پائی کا
پیچھا جب چھوڑتی نہیں سسری	چھوڑ دو پیچھا نہ تم رزائی کا
ترشروئی نہیں ترے منھ پر	ہے پیالہ بھرا کھٹائی کا

خدا کی مہربانی قبر میں میری سہیلی ہے	گھٹا چھائی ہے رحمت کی ہوا ٹھنڈی چلی ہے
شعر لکھتا ہوں مگر ملتی نہیں کوڑی کوئی	لے روپیہ کی تھیلیاں آتی نہیں ڈھیری کوئی
پانی تھی ایک میں نے جو کستا چلی گئی	مشہور یہ غلط ہے کہ قضا چلی گئی

نوائی — بابا سلطان قلندر کے نام سے مشہور تھا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ کا ایک ظریف نکتہ سنج شاعر ہے۔ حیدری خانہ تھا۔ باغ کا تکیہ اس کی سپرد تھا اور اسی میں بسر اوقات کرتا تھا۔ ایک قطعہ بطریق مثنوی ظریفانہ رنگ میں دیکھا گیا جو اس کے نام سے مشہور ہے۔

عربے در میان کرد شام	کسب اسباب می نمود مدام
بہر تحصیل مال کسب ہنر	از حضر رخت بست سوئے سفر
مدتے سیر کرد و ہیچ نیافت	باز سوئے مکان خویش شتافت
چندگہ راہ بادیہ ببرید	تا بیک روزہ از وطن برسید
از کمر باز کرد انبانے	کہ درو بود یکی دو نانے
چوں بخورد و نشستہ آن سر مرد	عربے در رسید بادیہ گرد
بدوی چوں شنید بوے طعام	پیش رفت و ستادہ کردہ سلام
داد او را جواب و گفت کہ	پیش من ایستادہ بہر چہ
گفت من چاکر سرائے توام	دشمن پیاسے از برائے توام

گفت از خیل من خبر داری — بدوی در جواب گفت آری
گفت چون ست احمد آن پسرم — که ز هجرش کباب شد جگرم
گفت از فضل و رحمت یزدان — باغ حسن ست خرم و خندان
گفت چون ست مادر احمد — گفت صد چون برابر احمد
گفت چون ست قصر و ایوانم — کز غمش بر فلک شد افغانم
گفت آن قصر دلکش و ایوان — داغ خشکیست با یکی [illegible]
گفت چون است آن سگ دیرینه — که بود به ز شیر نر بر من
گفت در خاک آستانهٔ تست — روز و شب پاسبان خانهٔ تست
گفت هم آن یکی شتر چون ست — کز غمش دامنم چو جیحون است
گفت با وی که فربه است چنان — کز سنام وی است پشته و کوهان
چون عرب قصه را شنید تمام — با دل جمع کرد میل طعام
خورد چندان که سیر گشت از نان — بدوی را نداد دست انبان
بدوی چون خواست او دید — برخود از درد جوع می‌پیچید
ناگهان دید کز کنارهٔ دشت — آهوی در رسید و تند گذشت
بدوی چون بدید آهو را — از دل خسته جست آه او را
چون عرب آه دردناک شنود — گفت با وی که آه بهر چه بود
گفت از این بود که آن سگ تو — گر نمی‌گشت صدقهٔ سر تو
آهوک را کجا گذاشت کنون — کز این دشت جان بدر بردی
گفت ای وای آن سگ چون مرد — گفت از آنکه خون شتر خورد
گفت خون شتر ز بخت بگو — خاک بر فرق من که بخت بگو
گفت کشتند اشتر سر ذات — که نهند آب و آتش همشیره‌ات
گفت ای وای ز چه مادرم چون مرد — رخت هستی چسان بخاک سپرد

اشرفی سے تو یوں نکاح ہوا — پر بندھا مہر ایک پائی کا
پیچھا جب چھوڑتی نہیں سرفی — چھوڑ و پیچھا نہ تم رزائی کا
ترشروئی نہیں ترے منھ پر — ہے پیالہ بھرا کھٹائی کا

خدا کی مہربانی قبر میں میری سہیلی ہے — گھٹا چھائی ہے رحمت کی ہوا ٹھنڈی چلی ہے
شعر لکھتا ہوں مگر ملتی نہیں کوڑی کوئی — لے روپیہ کی تھیلیاں آتی نہیں ڈھیری کوئی
پالی تھی ایک میں نے جو کتیا چلی گئی — مشہور یہ غلط ہے کہ فضا چلی گئی

نوائی — بابا سلطان قلندر کے نام سے مشہور تھا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ کا ایک ظریف نکتہ سنج شاعر ہے حیدری خانہ چار باغ کا تکیہ اس کی سپرد تھا اور اسی میں بسر اوقات کرتا تھا۔ ایک قطعہ بطریق مثنوی ظریفانہ رنگ میں دیکھا گیا جو اس کے نام سے مشہور ہے۔

عربے در بیابان کرد شام — کسب اسباب می نمود مدام
بہر تحصیل مال و کسب ہنر — از حضر رخت بست سوئے سفر
مدتے سیر کرد و ہیچ نیافت — باز سوئے مکان خویش شتافت
چونکہ در راہ بادیہ برسید — تا بیک روزہ از وطن برسید
از کمر باز کرد انبانے — کہ در و بود یخنی و نانے
چوں بخوردن نشست آں شوربرد — عربے در رسید بادیہ گرد
پیش رفت و ستادہ کرد سلام — بدوی چوں شنید بوئے طعام
داد اورا جواب و گفت کہ ئے — پیش من ایستادہ بہر چہ
گفت من چاکر سرے توام — دشت پیمائے از برائے توام

گفت از خیل من خبر داری — بدوی در جواب گفت آری

گفت چون است احمد آن پسرم — که ز هجرش کباب شد جگرم

گفت از فضل و رحمت یزدان — باغ حسن است خرم و خندان

گفت چون است مادر احمد — گفت هست چون برابر احمد

گفت چون است قصر و ایوانم — گر غمش بر فلک شد افغانم

گفت آن قصر دلکش و ایوان — داغ رشکیست بر دل کیوان

گفت چون است آن سگ در من — که بود به ز شیر نر بر من

گفت او خاک آستانه تست — روز و شب پاسبان خانه تست

گفت آن اشترکش شتر چون است — کز غمش دامنم چو جیحون است

گفت با وی که فربه است چنان — که مساوی است پشته با کوهان

چون عرب قصه را شنید تمام — با دل جمع کرد میل طعام

خورد چندان که سیر گشت از آن — بدوی را نداد و بست انبان

بدوی چون خواست او دید — بر خود اندر ز جوع می‌پیچید

ناگهان دید کز کناره دشت — آهوی در رسید و تند گذشت

بدوی چون بدید آهو را — از دل خسته جست آه او را

چون عرب آه دردناک شنود — گفت با وی که آه بهر چه بود

گفت از این بود که آن سگ تو — گر نمی‌گشت فدیهٔ سر تو

آهوک را همی گذاشت کنون — که از این دشت جان برد بیرون

گفت ای وای آن سگک چون مرد — گفت از آنکه خون اشتر خورد

گفت خون اشتر که ریخت بگو — خاک بر فرق من که بخت بگو

گفت کشتند اشتر سره ات — که دهند آب آتش همشیره ات

گفت ای وای زوجه‌ام چون مرد — رخت هستی حیان بخاک سپرد

گفت از لب کہ کوفت سر زمیں | از غم فوت احمد مسکیں
گفت اے وائے چوں گزشت احمد | گفت قصرش بہ سر فرود آمد
چوں عرب قصہ فراق شنید | خاک بر سر فشاند و جامہ درید
بعد ازاں راہ خیل خویش گرفت | بدوی ناں و گوشت پیش گرفت

نوح حافظ محمد نوح نام ہے نارہ ضلع الہ آباد مولد و مسکن ہے۔ آپ زمانہ موجودہ کے نہایت مشہور و معروف شعراء میں سے ہیں۔ داغ مرحوم کے شاگردوں میں نہایت معزز مانے جاتے ہیں۔ زبان نہایت عمدہ کہتے ہیں۔ محاورہ بندی میں اتنی کاوش کرتے ہیں کہ مشکل سے آپ کے یہاں کوئی شعر اس کے بغیر ملیگا۔ ملک کے مشہور مشہور مشاعروں میں آپ شرکت فرماتے رہتے ہیں نہایت خلیق اور زندہ دل ہیں۔ آپکے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کافی ہے آپ کے نام کے ساتھ ناخدائے سخن بھی شامل کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ کہیں سے یہ خطاب ملا ہو۔ حضرت داغ مرحوم کی جانشینی کے بھی آپ مدعی ہیں اور اگر زبان و سلاست کے اعتبار سے آپ کو داغ کا جانشین کہا جائے تو بجز اس کے کہ چند دوسرے زباندان اور کہنہ مشق شاگردان داغ کی حق تلفی ہو اور کوئی حرج نہیں ہے آپ کے دو دیوان شائع ہو چکے ہیں اور اطراف واکناف میں پھیل چکے ہیں آپ تفنن طبع کے طور پر اکثر ظریفانہ اشعار بھی فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ سفینہ نوح کے آخر میں کچھ ظریفانہ کلام دیا گیا ہے جس کا انتخاب لکھتا ہوں راقم الحروف کو بھی ایک دو مرتبہ آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا اور آپ کی خوشخوئی و نیک مزاجی کا معترف ہو گیا۔ آپ کا ظریفانہ کلام اکبر کے اتباع میں زیادہ ہے۔ اور اکثر جگہ اس اتباع کو نہایت حسن و خوبی سے نباہا ہے نمونہ کلام

یہ ہے —

یہ جو خواہش ہے کہ ہم صاحب بنیں — بولنا ہر شخص سے کم چاہیے
میز کرسی لیمپ سگرٹ کیک توس — گھر میں تصویروں کا البم چاہیے
رنگ گورا اور قامت بھی بلند — جسم بھی کچھ بھاری بھر کم چاہیے
کیسی غفلت اور کیسی کاہلی — فطرتاً تھوڑا سا دم خم چاہیے
اور اگر دفتر سے ہو کچھ واسطا — ایک گھوڑا ایک ٹم ٹم چاہیے

آج ساقی تجھ پہ کیا یہ رحمت یزداں ہوئی — پہلے خود لڑکی تھی اب دو لڑکیاں [illegible]
مغبچوں کو دائیوں کی وضع داری چاہیے — بادہ خواری کی جگہ اب شیر خواری چاہیے
مے کدے میں سونٹھ گڑ کا ہر طرف سامان ہے — دودھ دانی بن گئے ساغر [illegible]

خم کی صورت جام بھی چلنے سے عاری ہو گیا — پیٹ اس کا اور اس کا پانو [illegible]

لوگ کہتے ہیں فلاں صاحب [illegible] — ہم یہ کہتے ہیں فلاں صاحب اک [illegible]

[illegible] جو نہ کہتے ہیں بی بی کہیے — واعظ جو نہ کہتے ہیں [illegible] کہیے
کم بخت ہو کوئی حرف تو کچھ ہرج نہیں — [illegible] نہ کہتے ہیں [illegible] کہیے

حضرت شیخ ہیں بہت محتاج — خوش ہے پیر مغاں بہت گھر سے
غرض اعلیٰ سے بڑھ گیا ادنیٰ — عطر شہ پا گیا [illegible] سے

یہی اچھے برے ہر حکم انجام دیتا ہے — اگر کوئی نہیں ہوتا تو کتنا کام دیتا ہے

کہتا ہے کون ذکر رقیب حبیب کر — جورو کی مار کھا کے سعادت نصیب کر

جورو نحیف اس کو ضرورت دوا کی ہے — شوہر ضعیف آرزو اس کو طلا کی ہے
مائل مزاج کیا ہو کسی اور چیز پر — مرغی کڑک ہے مرغ ابھی ہے کریز پر

اے میری طبع رسا وقت مبارکباد ہے — عمر میں اپنے خسر سے بھی سوا داماد ہے
عقد پورب کا ہوا کتخدائی کر کے شام کو — مل گئی اچھی پلپوری کی مرغی بے ہنگام کو

آج دستار فضیلت بندھ گئی — سر زرا لیطر سے بڑا نکلا گیا

کیونکر نبھے گی شیخ سے لیڈی کی رسم و راہ — موٹا سا لٹھ ہے وہ بانس یہ چھوٹی سی کین ہے

الہ آباد کے ضلع میں دو پرگنے ہیں ایک کا نام کڑا ہے ایک کا نام کراری ان دونوں پرگنے والوں میں لڑائی ہوئی حضرت نوح نے یہ شعر لکھ کر بھیجے

ہر آن دوستی ہے ہر وقت فوجداری — پتھر ہی یا ہو لوہا اپنی جگہ ہے بھاری
کیا دوستی نبھے گی آپس کی کیا میاں — ان کا بہت کڑا ہے انکی ہے کراری

کیا لطف میل جول میں کیا آل میل میں — بندہ دق کی صفت نہیں ہوتی عقیل میں
کرتے ہیں غیر جنس میں جو اپنی شادیاں — وہ عطر کو ملاتے ہیں مٹی کے تیل میں

سنا ہے اب انگلش پڑھ رہی ہیں شیخ جی | پڑھی بیہ [illegible] [illegible] [illegible]

بڑے دن میں جا کر لیڈیوں کے ساتھ سوتے ہیں | تعجب ہی کی پوتی ہو تو ہم آدم کے پوتے ہیں
تصور جن مسلمانوں کو پہلے تھا کہ مسجد کا | عرب کے تخم کو یورپ کے بنگلے میں وہ بوتے ہیں

اس میں شیریں دہن کی گفتگو | مجھکو انگریزی مٹھائی ہو گئی
ہے نئی تعلیم کا یہ انقلاب | اپنی بی بی بھی پرائی ہو گئی

تھی جوانی میں جو میٹھا ہم نشیں بانو | وہ ضعیفی میں ملائی ہو گئی

نوری - ملا حسین شاہ نام تھا۔ مشہد کے رہنے والے تھے۔ غزالی مشہدی کے ہمعصر اور ہم بزم تھے۔ اکثر شاعروں اور ظریفوں کی صحبت گرم رہتی تھی۔ نوری نہایت ظریف الطبع اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے۔ مگر اتفاق سے نہایت بدصورت تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اُن کے دانت اتنے بڑے تھے کہ دونوں ہونٹوں سے گزر کر ٹھوڑی کے قریب آ گئے تھے اور اُن کی صورت کو عجیب و غریب بنا دیا تھا۔ اسی وجہ سے نوری دندانی کے نام سے مشہور تھے۔ صادق علی خاں اختر نے اپنے تذکرہ عالمتاب میں دندانی کی یہ توجیہ کی ہے کہ دندان توابع خراسان میں ایک قصبہ ہے۔ مگر یہ صرف توجیہ ہے۔ نوری کا کلام ضائع ہو گیا صرف یہ دو شعر تذکروں میں ملتے ہیں۔

وصیت است کہ بعد از وفات من یاران | کنند لوح مزارم ز مہرہ دندانم
سخن چگونہ کنم پیش خلق کیں دو نیم | بیکدگر نرسد گر بلب رسد جانم

حرف واو

واحی۔ مولوی عبدالاحد نام تھا یوسف پور تحصیل محمد آباد ضلع غازی پور کے رہنے والے تھے۔ آخر عمر میں اپنی اہلیہ کے تعلقات و رشتہ داری کی وجہ سے خود بھی دہرقر پور تحصیل زمنیہ میں جا رہے تھے علمی قابلیت بہت کافی تھی فاضلانہ استعداد رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا حداثت سن ہی سے شوق تھا۔ مگر اتفاق سے طبیعت کو ظرافت سے لگاؤ تھا واہی تخلص کرتے تھے اور اسی رنگ میں شعر کہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک یہ مشغلہ اسی تخلص کے ساتھ جاری رہا۔ اتفاق وقت سے کسی ضرورت خاص کی وجہ سے اسی ابتدائی شاعری کے زمانہ میں آپ کو دہلی جانے کی ضرورت پیش آئی اور طویل سفر کے بعد وہاں گئے دلی کی رونق اور آب و تاب اس زمانہ میں جو کچھ تھی اسکا بیان کرنا یہاں امر تحصیل حاصل ہے۔ مگر یہ کہنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں دلی کے مشہور و معروف شعراء غالب مومن ذوق شیفتہ صہبائی وغیرہ زندہ تھے دنیائے ادب میں اُن کے فضل و کمال کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی ادبی ذوق رکھنے والا آدمی وہاں جائے۔ جامع مسجد۔ ہمایوں کا مقبرہ۔ قطب صاحب کی لاٹ دیکھے اور ان بزرگوں کی زیارت کو نہ جائے بلکہ اکثر شوقین پہلے انھیں لوگوں سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ واہی جب دلی گئے تو سب سے پہلے اپنے ضروری کاموں سے فراغت کی اور اس کے بعد

پتہ پوچھتے پوچھتے مرزا غالب کے مکان پر پہونچے مرزا غالب نہایت خلوص اور محبت سے ملے - اور اپنا کلام سنایا - اور کہا کہ جب تمکو اس مزخرفات کا اشتیاق اتنی دور سے یہاں تک کھینچ لایا - تو میں یہ کیونکر مان سکتا ہوں کہ تم خود کچھ نہ کہتے ہوگے سناو ضرور سناو - انھوں نے بھی انکا ارشاد بے ادبی نہ سمجھا - اور اپنا کلام سنایا مرزا نے تخلص سنا - تو پہلے کچھ بزرگانہ انداز سے ہنسے پھر کہا کہ کیا تخلص رکھا ہے واہی - تباہی - بدلو - اس تخلص کو بدلو - مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت میری عقل کی رسائی تو یہیں تک تھی اب آپ ہی کچھ تجویز کیجئے - مرزا کی ظرافت مجسم اور ذکاوت کا پتلا سمجھے - اور سے تعظیم اور انداز گفتگو سے تاڑ گئے کہ بدلنے کو کہتے تو میری خاطر سے بدل بھی دیں گے - مگر شاید دل سے نہ بدلیں - دوسرے یہ سوچا کہ ان کا نام بھی تو واہی تخلص سے مشہور ہو چکا ہوگا - لہذا اسکو اسطرح بدلنا چاہئے کہ ان کی بات بھی رہجائے ان کو زحمت بھی نہ ہو ناگوار بھی نہ گزرے - چنانچہ کہنے لگے کہ اب واحی تخلص رکھو - حقیقت یہ ہے کہ اب تخلص کا مرتبہ زمین سے آسمان پر پہونچ گیا اتفاق سے کچھ عرصہ تک مولوی صاحب دہلی میں مقیم رہے اور مرزا کے یہاں برابر روزانہ آیا جایا کرتے تھے - انھیں دنوں میں مرزا صاحب نے یہ غزل کہی تھی

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

مرزا صاحب نے یہ غزل ان کو بھی سنائی - سنا چکے تو ان سے کہا کہ اپنے رنگ میں تم بھی اس زمین میں غزل لکھو - انھوں نے پہلے تو انکار کیا - کہ استاد کی غزل پر غزل کہنا سو ادب میں داخل ہے - مگر مرزا بھلا ایسے عذروں کے ماننے والے کب تھے وہاں تو ہنسی سے غرض تھی کسی طرح سے ہو - گھڑی بھر کے لئے دل بہلتا تھا - سے مطلب تھا - کچھ ہو کہو ضرور کہو - مولانا نے بھی الامر فوق الادب کو ملحوظ رکھکر امتثال امر کے لئے پانچ سات شعر کی غزل کہی جسمیں ظرافت کے ساتھ تنکیر اور شوخی بھی شامل تھا

اس کے بعد معافی مانگ کر سنانے کی اجازت لی - مرزا نے اجازت دی - انھوں نے غزل سنائی - مرزا نے داد دی اور فوراً ایک شعر خود کہکر کہا کہ میاں واحی یہ شعر بھی تو تمھارا ہی ہے - واحی بھی نکتہ سنج اور ادا فہم تھے سمجھ گئے کہ یہ مرزا صاحب کی عطا ہے سلام کیا اور شعر اپنی غزل میں شامل کرلیا - شعر یہ تھا -

عیاشی سیکھنے کے لئے تجھ کو چاہیئے
رنڈی وہ قحبہ پیر کہ دنیا کہیں جسے

واحی مرحوم نہایت شوخ طبع ظریف، قابل اور قادر الکلام شخص تھے - آخر عمر میں مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب آسی غازی پوری سے عقیدت رہتی تھی - اسی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب سے اصلاح بھی لیتے تھے - مگر یہ غلط ہے انھوں نے ہمیشہ اپنے ذہن رسا کو اپنا استاد و رہنما سمجھا - اور کسی کے سامنے کبھی زانوے تلمذ تہ نہیں کیا - ایسا البتہ ہوتا رہا کہ احباب میں سے جس کسی نے کوئی ظریفانہ شعر کہا وہ انھیں کی غزل میں شامل ہوگیا - واحی نے کافی عمر پاکر ۱۹۲۱ء میں بمقام دہرمپور انتقال کیا - آخر عمر تک اسی وضعداری کے ساتھ زندگی بسر کی جیسی کہ جوانی میں کی تھی - نمونہ کلام مولانا سید سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور سے جو کچھ دستیاب ہوا وہ حاضر کرتا ہوں -

میرا وہی رقیب ہے بھڑوا کہیں جسے
ایسا ہی روسیہ ہے کہ کوا کہیں جسے

آئے طوفان جو وہ بت پہ تسلسل موتے
ساری دنیا ہوتی آب اگر کل موتے

واحی کے گور سے یہ صدا صاف آتی ہے
ذہن تک ٹھنسا ناک تک ستھری کٹ تک دھر آنکھ

بل دکھائیں جو کبھی آپ کے گیسوئے دراز
سانپ دہشت سے لگے خوف سے سنبل موتنے

غسل کے بعد یہ قطروں کا تسلسل کیسا
کیوں نہ حیرت ہو مجھے جب ہی کا کل موتے

ہو یہ معلوم ٹپکتی ہے قرع انبیق سے مے
بادہ پی پی کے جو واحی یہ تامل موتے

مجھ واحی کو سمجھتا ہے وہ اک ٹیلہ ہے
کیا قیامت ہے کہ اسپر یہ تجاہل موتنے

گدگدا رہی ہے چماری جو ناک پر | تحریر ہو رہی ہے یہ تقدیر ناک میں
مجھکو ہوا گمان کہ مسجد میں بھوت ہے | ملاں نے کی شروع جو تکبیر ناک میں
واحی طرح ملی تھی مجھے آج بے طرح | دم آگیا مرا دم تسطیر ناک میں

واقف آپ کا نام سلطان احمد ہے۔ بسواں ضلع سیتاپور میں مکان ہے بارہ تیرہ برس سے شعر گوئی کا شوق ہے۔ نہایت عمدہ شعر کہتے ہیں اور ہمیشہ [illegible] کے اشعار کی نمایش نیز شعرا سے داد دیتے ہیں۔ جناب ریاض سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اقتضائے طبیعت سے ظریفانہ شعر بھی فرما لیتے ہیں۔ مگر بہت کم۔ شطرنج بہت عمدہ کھیلتے ہیں۔ ملازمت سے طبیعت کو نفرت اور تجارت کا شوق ہے۔ اسی وجہ سے آپ عرصہ سے بیکار خانہ نشین ہیں۔ کچھ ڈیڑھ سال سے کیمیاوی ترکیبوں کے ساتھ آپ جدید دھات جو سونے کے مماثل ہے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ابتک پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر بھی اپنی کوششوں میں آپ بہت کچھ کامیاب ہوگئے ہیں۔ راقم سے بھی عرصہ دس بارہ سال سے بے تکلفانہ ملاقات ہے اور جب آپ لکھنؤ تشریف لاتے ہیں تو اکثر ملاقات ہوتی ہے۔ نہایت نیک خلیق متحمل ظریف الطبع۔ خوش تقریر۔ اور علم مجلس کے ماہر ہیں۔ میں نے ترتیب تذکرہ کا ذکر کیا تو آپنے یہ دو تین شعر عنایت فرمائے تھے۔ وعدہ تھا کہ اور بھی کلام عنایت فرمائیں گے۔ مگر کچھ آپ کو یاد نہ رہا کچھ مجھے اور یہ وقت پر یاد آگیا۔ واقف صاحب کی عمر اب تخمیناً ۴۵ - ۴۶ برس کی ہوگی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کرمنل کورٹ سے بہتر کوئی کچہری ہی نہیں

عیش کرتے ہیں زمانہ میں یہ ریڈی زادے | مستقل ورثہ ہیں جنکے لئے قادر ہی نہیں
پیش رہتے ہیں ہر اک جا یہ قانون سلکٹ | ان بڑی بی کو بھی ملتا کوئی شوہر ہی نہیں

تعلیم کا ہو گئی ہے وہ بھرمار | ہیں برابر شریعت اور چمار
بی اے کرتے ہیں مرد عورت کی جان | ایم اے بچیں چار دل ہیں اچار

صحبت میں اپنی ایسے بزرگ آ پائے ہیں | بنواس بچیں گے خود نہ ہیں کیسے نیک ہیں

واہ ایک مجہول الاسم تخلص ہے جن کے یہ دو تین شعر میرے پیش نظر ہیں

ہمارا خط لئے جاتا تھا وہ حسید کے گھر پہنچا | کبوتر کیا تھا میرا نامہ بر الو کا پٹھا تھا
ذرا میں بھی تو سن لوں کیوں مجھے محفل سے اٹھوایا | دلچسپ تھا ۔ نہ گنجا تھا ۔ نہ کانا تھا نہ نکٹا تھا
نہایت شان سے میخانہ میں آیا کل اک اعدا | بغل میں بوریا تھا کان میں مسواک تھی پاتو میں بدھنا تھا
نہیں معلوم کیوں بدنام کر رکھا ہے دنیا نے | نہ لیلیٰ اُن کی نانی تھی نہ مجنوں میرا دادا تھا

واہ ۔ وحید الحسن نام ہے ۔ ایک زمانہ میں کیننگ کالج لکھنؤ میں تعلیم پاتے تھے زیادہ حالات معلوم نہیں ایک غزل کے چند اشعار مل سکے ۔

کبھی دیکھی جو صورت صبح کو اس آفت جاں کی | ملا کھانا نہ پانی ہم نے دن بھر خاک ہی پھانکی
ہمارے یار کی باد صبا اک مہترانی ہے | صفائی روز کر جاتی ہے آ کر کوئے جاناں کی
دکھائی دور سے ارمان کی گٹھڑی پڑھ کے شعبدہ شے | کبھی لیلیٰ سفر میں پردہ محمل سے گر جھانکی
شباہت چھوٹی آنکھیں تیری توتلی باتیں | ہوئی ہے گرم بازاری ہی باعث ٹھیاں کی
خدارا حسید سے سمجھا کے لیلا گھر میں تو اسکو | بری حالت ہوئی ہے ہجر میں مجنوں کی ماں کی
منڈا کر داڑھی مونچھیں بات کرتے ہیں دلبر | ادھر تصویر بنجاتا ہے کالج کوئے جاناں کی
وہ تتلا کر کبھی کچھ انھوں نے بات کی مجھ سے | خدا رکھے زباں اب کھل گئی ہے میرے ٹھیاں کی
لدا پھرتا ہے دل بھر راہ کی ہی جان آفت ہیں | کریں کیا یار کو جھپٹ پن عادت ہے گھڑیاں کی

تھے - شاگردی کا سلسلہ صاحبقراں تک پہونچتا ہے - صرف ایک شعر اُس کا گلستانِ سخن میں ملتا ہے -

رکز نے جرف میں حبب جھکایا — بتوں کی بندگی گویا ادا کی

وجاہت - آپ کا نام وجاہت حسین ہے - جھنجانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے اور ملک کے مشہور شاعروں میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے ۱۸۹۲ء سے شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا - اور ابتداءً وہی قدیم روش اختیار کی - مگر بامتداد زمانہ کے ساتھ جیسے جیسے زمانہ کا رنگ بدلتا گیا - آپ کی طبیعت قدیم طرز تغزل سے متنفر ہو کر جدید رنگ کی طرف کھنچتی آئی اور سمجھ لیا کہ طرز قدیم کی شاعری چل نہیں سکتی ہے - اگرچہ یہ بات نفس الامر اور واقعہ کے سراسر خلاف ہے - مگر پھر بھی آپ کا عقیدہ وہی رہا ۱۹۰۸ء کے بعد قومی اخلاقی اور ظریفانہ رنگ کی طرف توجہ فرمائی - اور اسمیں ایک حد تک کامیابی حاصل کر لی - چنانچہ ۱۹۱۳ء میں آپ کا مجموعۂ کلام شائع ہو گیا - وجاہت صاحب ایک قابل ذہین اور طباع شخص ہیں زبان اردو سے آپ کو خاص محبت اور خلوص ہے - چنانچہ آپ نے زبان کے بارہ میں ایک نہایت مبارک اور مستحسن کوشش کی اور ایک رسالہ لکھا جسمیں لکھنؤ اور دہلی کی زبانوں کا فرق دکھایا تھا - گو بمقتضائے بشریت اسمیں بعض بعض اغلاط باقی تھے - مگر پھر بھی مستقلاً اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک بہترین تصنیف ہے آپ نے مختلف اخباروں میں ایڈیٹری بھی کی - چنانچہ مدت تک آپ زمیندار اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر کے کام کرتے رہے - اسوقت نہ معلوم کہاں ہیں - مشاغل علمی سے آپ کو نہایت

انس اور دلچسپی ہے - میں آپ کی قدیم غزلوں سے بھی ظریفانہ شعر چنکر پیش کرتا ہوں
اور ان اشعار کا بھی نمونہ دکھاتا ہوں جو آپ نے [illegible] کے نام سے نظم وجاہت
میں لکھے ہیں - نمونہ کلام

واعظ اور سر سیّد

تضمین بر نظم اکبر مرحوم الہ آبادی

شہرہ جب اُن کے وعظ کا لوگوں میں ہو چلا — پھر تو وہ خود کو ولیس سمجھنے لگے ذرا
اب کیا تھا پڑھتے پڑھتے بڑھا ایسا حوصلا — سید سے جا کے حضرت واعظ نے یہ کہا

کچھ چاہیے بچاؤ ترے حال تباہ کا

اے مرد آدمی یہ تجھے ہو گیا ہے کیا — شاید ترا دماغ ٹھکانے نہیں رہا
قسمت کا تو منکر ہے نہ قائل نصیب کا — سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا

دل میں خیال بھی نہ رہا لا الٰہ کا

کرتا ہے تو زبان سے دل کو تو خوش قوم — سوتا ہے خوب رات کو ہو ہو کے مست نوم
یاد خدا میں کوئی گزرتا نہیں ہے یوم — ہے تجھ سے ترک حج و زکوٰۃ و صلوٰۃ و صوم

کچھ ڈر نہیں جناب رسالت پناہ کا

تیری یہ رسم کیا ہے یہ تیرا ہے کیا رواج — سارے جہاں سے تو نے نکالا نیا رواج
دنیا و دیں کا تیرے ہے بالکل جدا رواج — اُس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج

راحت میں جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا

درس و حدیث و فقہ میں کی زندگی بسر — کھوئی ہے ایک عمر بخاری میں بیٹھ کر
ہر سو نئی ہے روشنی اب تو ہے جلوہ گر — افسوس ہے کہ آپ ہیں دنیا سے بے خبر

دیکھا نہیں ہے رنگ جو شام و پگاہ کا

حجرہ نہیں مسجد دل میں رہے آپ عمر بھر ‏ ‏ یہ زہد خشک آب وضو سے ہوا نہ تر

سب حال ہو عیاں جو سمندر سے ہو گزر ‏ ‏ یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر

گزرے نظر سے حال رعایا و شاہ کا

یورپ کی لیڈیوں سے ہو صحبت ملاپ کی ‏ ‏ چینی کی مورتیں ہیں عجب ٹیپ ٹاپ کی

ہوٹل میں جا بیٹھیں سیر کریں کافی شاپ کی ‏ ‏ دعوت کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی

کم سن مسوں سے ذکر ہو الفت کی چاہ کا

خوش وضع خوش کلام خوش انداز مہ جبیں ‏ ‏ میں چند لفظ بھول گیا ہوں سنیں نہیں

دلدار دلستان و دل آرام و دلنشیں ‏ ‏ نو خیز جامہ زیب گل اندام نازنیں

عارض پہ جن کے بار ہو دامن نگاہ کا

پڑ جائے پھر تو سایہ سہیلیوں کا واسطہ ‏ ‏ اندر کے بھی اکھاڑے میں آ سکتے ہیں مگر

اس بے تکلفی پہ بھی اے مرد پارسا ‏ ‏ ڈسکئے اگر تو ہنس کے کہے ایک مہ لقا

دل شوخی یہ بات نہیں ہے گناہ کا

دنیا میں اس سے کوئی بھی اچھا نہیں ہے کام ‏ ‏ افسوس ہے کہ اسکو سمجھتے ہو تم حرام

پی لو ہمارے ہاتھ سے وہسکی کا ایک جام ‏ ‏ اسوقت قبلہ آپ کو جھک کر کروں سلام

پھر نام بھی حضور جو لیں قبلہ گاہ کا

ہم کیا ہیں

تابع احکام قرآنی ہوں میں ‏ ‏ پیرو دین مسلمانی ہوں میں

دیکھنا دھوکا نہ کھا جانا کوئی ‏ ‏ صبح کاذب کی درخشانی ہوں میں

معتکف حجرے [illegible] ‏ معتکف یا قطب ربانی ہوئیں
آگیا ننانوے کے پھیر میں ‏ حافظ اسمائے یزدانی ہوئیں
نفس امارہ کا دشمن بن گیا ‏ یہ جو روسی ہے تو جاپانی ہوئیں
کیوں نہ دردِ قوم کا دورہ اُٹھے ‏ غمگسار نوع انسانی ہوئیں
ہوشیار اے اہلِ دنیا ہوشیار ‏ افتراو مکر کا بانی ہوئیں
یہ مری ریش مقدس واہ واہ ‏ خضر ہوں الیاس کا ثانی ہوئیں
کام آجاتی ہے اس ٹٹی کی آڑ ‏ اک مجسم شکل شیطانی ہوئیں
اے وجاہت یہ مرا اصل مآل ‏ سچ یہ ہے ننگِ مسلمانی ہوئیں

ہندوستانی اور یوروپین مس کی نوک جھونک

کہا جو لیانے یہ بدرالنساء سے ‏ کہ موجودہ تہذیب سے تم ہو عاری
نیا کوئی انداز تم میں نہیں ہے ‏ پرانی ہیں ساری ادائیں تمہاری
سمجھتی ہو زیور کو زینت کا ساماں ‏ خوشی سے اٹھاتی ہو یہ بوجھ بھاری
بناوٹ سے تم چاہتی ہو چمک ‏ لگاتی ہو کپڑوں پہ گوٹا کناری
وہی کرتی انگیا وہی بند محرم ‏ چلی جاتی ہے حسن کی پردہ داری
لڑائی میں بڑھ کر ہو بھٹیاریوں سے ‏ چلاتی ہو بیٹھے ہیں چھری اور کٹاری
نہیں تم میں مغرب کا کوئی قرینا ‏ نئی روشنی میں چلن ہیں گنواری
ہو پردہ کے زنداں میں تم مقید ‏ تمہارا نہیں کوئی فعل اختیاری
مصیبت کے دن کاٹتی ہو جہاں میں ‏ یہ جینا ہے یا نزع کی دم شماری
تمہیں جیتے جی مار رکھا ہے اُسنے ‏ پڑے بھاڑ چولھے میں یہ ضعداری
کہا سن کے بی بی نے اے میم صاحب ‏ بس اب چپ ہو آئی اب میری باری

[illegible] | [illegible]

تماشا تو دیکھو کہ پردہ اٹھا کر | بنی پھرتی ہے میم میری بچی
نظر پڑتی ہے غیر لوگوں کی ہر دم | تمہارا یہ چہرہ [illegible]
کیا کرتی ہو غیر مردوں سے باتیں | جھلکتی نہیں پاس تک شرمساری
[illegible] اور [illegible] سے نفرت | پسند آئی بائیسکل کی سواری
نہ اتراؤ میموں کا سایہ پہنکر | کہ صورت ہے کالی کلوٹی تمہاری
چلا ہنس کی چال [illegible] | [illegible] کوے کی کچھ ہوشیاری
خطا [illegible] | بیاہی مسز اور مس ہے کنواری
ترقی کرو علم شائستگی میں | نہ چھوڑو مگر اپنی [illegible]
اسے کہتے ہیں لوگ تقلید بیجا | بناوٹ ہے [illegible]
کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا | حکومت [illegible] میموں کی سرکار جاری
ہے زیبا انھیں کے لئے بے حجابی | ہے شایاں ہمارے لئے پردہ داری
نہیں ملک میں رعب اپنا کچھ بھی | حکومت سے [illegible] ساری
مبارک انھیں مغربی [illegible] | ہمیں ایشیا کی پرانی [illegible]

تجھ کو ضعیفی میں قد شیخ کا | کبھی تیر تھا اب کماں ہو گیا
گرے اس میں عشاق کے دل بہت | ذقن ایک خونی کنواں ہو گیا
میر ساماں ہیں میکدے کے شیخ | ان کے گھر کی دکان ہے گویا
خوبرو میرے دل میں رہتے ہیں | یہ حسینوں کی کان ہے گویا

تواک کیوں زمیں کا سہارا نہ لے | یہ بڈھا بہت ناتواں ہو گیا

زوال دنیا بھی ہے شرط خدا پوشیدہ | سب پہ نیا ڈھنگ اس پرانی کا
آسماں بھی ہے پیر نابالغ | وقت دیکھا نہیں جوانی کا
ناز سے ڈال لو بل ابرو میں | تیر کس دو ذرا کمانی کا
قیس دیوانگی کی حالت میں | راجہ تھا بن کی راجدھانی کا
سوت کرتی ہے چار دوانے چت | ہے رواں داؤ پہلوانی کا

مقتل میں غیر آ نہ سکا ڈر کے ہٹ گیا | بزدل نہیں تھا مجھکو نہ دیکھا فقط کٹ گیا
حاضر ہوا نہ حشر میں اچھا نبٹ گیا | اس غیر حاضری میں مرا نام کٹ گیا
نام رقیب میں نے لفافہ پہ لکھدیا | کچھ غم نہیں ہے خط جو انھیں دیکے کٹ گیا
واعظ کی گت بنائی تھی رندوں نے بیطرح ق | یہ جانتے تھے اسکا لب اب پاپ کٹ گیا
لیکن وہ دم چرا کے پڑا تھا زمین پر | رندوں نے پشت پھیری تو اٹھکر چمٹ گیا

دل ہے برسات میں بھی پژمردہ | سوکھ کر یہ شجر ہرا نہ ہوا
ہم نے کتنی ہی انتہائیں کیں | وہ مگر ٹس سے مس ذرا نہ ہوا

اب ٹھکانا ہے یہیں عشق کے دکھیا دل کا | کوچہ یار شفا خانہ ہے بیمار دل کا
پاس شیریں کے تھا جو فرہاد نے کاٹا کہسار | ورنہ یہ کام ہے مزدوروں کا ہمارے دل کا

قتل کر ڈالیں جو وہ مجھکو تو میرے خون سے | توسن عمر رواں بنجائے دلدل کا جواب
ہے خم محراب ابروے صنم کیا خوشنما | بحر عالم میں کہیں دیکھا نہ اس پل کا جواب
بعد مردن بھی رہیگی انکی باہم لاگ ڈانٹ | برہمن کے پھول ہوں گے شیخ کے قل کا جواب

جنت سے آئے حضرت آدم [illegible]   نکلی ہوئی [illegible]

دلچسپ ہے یہ پھولوں کی چھڑیوں سے کھیلنا   [illegible] لگتی ہے آ کے دلہن کی شاخ

رندو چلو کہ شیخ کی پگڑی بکے گی آج   نیلام ہو گا پیر مغاں کی دکان پر

مرے دل کی پریشانی [illegible]   ذرا تو گیسوؤں میں اور الجھی [illegible]

حمائل ڈال رکھی ہے گلے میں اس نے کیا حاصل   [illegible]

ہے گھرا تو دشمن بھی چلے آتے ہیں بے کھٹکے   [illegible]

مر گیا میں تو ہنس کے وہ بولے   دم چرانے کے [illegible]

نہایت بے تکلف ہے [illegible] کی صحبت بھی   ادھر وہ جا لیٹے ہیں ادھر وہ [illegible] بیٹھے ہیں

ذرا میخانے میں دیکھو جناب شیخ کی سج دھج   [illegible] بیٹھے ہیں

عدو کی موت نے مخبوط کر دیا بالکل   وہ اس کی قبر پر [illegible] بیٹھے ہیں

کہا یہ شیخ نے [illegible] کے ہجر کا ذکر   اسی پہ ہم بھی سر [illegible] بیٹھے ہیں

وہ میرے پاس آتے نہیں بھولے سے بھی   میں ان کے پاس جاؤں تو کہتے ہیں [illegible]

کر ڈالو آج عشق کے مجرم کا فیصلہ   تم حسن کی کچہری کے صدر الصدور ہو

سنتے ہیں جو واعظ سے کعبے کی مدحت   سب رند یہ کہتے ہیں کہ سمجھیں گے خدا [illegible]

مرغ کے ہمراہ دیتا ہے مؤذن بھی اذاں   آدمی کوئی اگر ہو جائے تو [illegible]

بابا آدم خلد سے نکلے تھے ہم گھر سے ترے　　غصہ کو تہ باپ کا پیرو پسر تنہا تو ہو

نقد جاں تک لوٹ لیتے ہیں حسیں　　عشق میں چنگیز خانی اور ہے

ملک عدم آباد میں ہے سخت حکومت　　پرچہ کوئی نکلے تو وہاں سے خبر آئے

جان پر بس دم کی بھی جاں نثار　　ساتھ راجہ کے یہ رانی جائیگی

ضرور اس کے رخ صاف پر نقاب ہے　　جو قیمتی ہے وہ جزدان میں کتاب ہے

جنت میں بسر ہوگی نہ حوروں سے ہماری　　سنتے ہیں وہاں کا تو رواج اور ہی کچھ ہے

نظام ملک جفا میں جو ابتری ہوگی　　رقیب کو وہ مدار المہام کرلیں گے

سوڈا واٹر ہو کہ انگور وغیرہ کا نچوڑ　　پیاس لگتی ہے تو پی لیتے ہیں ہم ہر پانی

سانپ زلفوں کے پال رکھے ہیں　　وہ حسیں کیا ہے اک سپیرا ہے
مل گیا امر بیں سستا　　ایک کوڑی کا ایک پھیرا ہے
پھاڑ کھائیگا قیس کو اک دن　　سگِ لیلیٰ کا نام شیرا ہے
دیکھی رفتار ابلق ایام　　چاق چوبند یہ بچھیرا ہے

حواس اُن کے جاتے رہے صبح وصل ‏— مرے گھر نئی پھلجھڑی رہ گئی

جلے دل جگر جان جلنے کو ہے ‏— یہ اب آخری پھلجھڑی رہ گئی

نہ ٹھہرا کوئی عشق کے دشت میں ‏— وجاہت ہی اک جیب پر رہ گئی

دل رہا پیچ کر نگاہ ناز سے ‏— لے گیا بازی کبوتر باز سے

جان دی ہے بیٹھ کے دلربا کے سامنے ‏— تعزیہ ٹھنڈا ہوا ہے کربلا کے سامنے

وحید۔ کوئی صاحب بدایوں کے رہنے والے اور موجودہ شعرا میں سے ہیں۔ ظرافت کی طرف میلان طبع ہے۔ یہ دو شعر جناب قمر بدایونی نے سنائے تھے۔ جو درج کرتا ہوں۔

ہوئی تکرار مجھ سے اور اُن سے رات میلے میں ‏— میں کہتا تھا کہ سیب ہیں وہ کہتے تھے کیلے ہیں

کہا میں نے کہ اک بوسہ کہا کہ مجھے دیدو ‏— لگے گو تیر شرما کر کہنے لگا سالا کٹ بابا

وصل۔ مرزا محمد اسحاق نام تھا۔ حکیم ابراہیم قلندر عرف قدیر اصفہانی کے بیٹے اور شرف الدین علی خان لکھنوی کے شاگرد تھے۔ شعرائے متقدمین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ وفات باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوئی۔ بیشتر حصہ عمر مرثیہ کہنے میں گزارتے تھے۔ مگر کبھی کبھی اقتضائے طبیعت و در تفنن کے طور پر شعر مذاقیہ بھی کہتے تھے۔ دو تین شعر ملے ہیں۔

لیا کلّہ جو آغوش میں میں نے تو بولا ‏— اسے چھوڑ کب تک ستاتے رہیں گے

ہاتھ میں ہاتھ سے غیروں کا پڑے پھرتے ہو ‏— ہم جو دامن کو چھوئیں تو آپ جھٹکتے جائیں

وصل کی شب میرا آنکھیا پہ اگر ہو دسترس — میں اسے سمجھوں کہ آئی سونے کی چڑیا ہاتھ میں

وفا تخلص ہے نواب محمد عمر خاں صاحب بہادر خلف برق الدولہ بہادر رئیس اعظم حیدرآباد کا۔ آپ نہایت قابل اور مشہور نثر نویس ہیں چنانچہ عاشق ناشاد۔ ناصر حمید۔ گلزار وفا۔ وغیرہ ناول آپ کی تصنیف سے ہیں ایک نظم بعنوان۔ **نئے تعلیم یافتوں کا فوٹو**۔ آپ کی تصنیف سے نظر سے گزری۔ اگرچہ اس نظم کو کوئی ظریفانہ نظم کہنا غلطی ہے۔ مگر چونکہ اکثر جگہ بیان میں شوخی اور شگفتگی ہے اسی لئے اس کے بعض اشعار درج کرتا ہوں۔

عجب انداز سے کچھ آج ہم فریاد کرتے ہیں — نئی تعلیم والوں کی بیاں روداد کرتے ہیں

نئی تعلیم پا کر کالجوں سے جو نکلتے ہیں — صلاح قوم کی وہ ہر جگہ فریاد کرتے ہیں

بدل کر ٹھاٹ اپنا اس طرح گھر سے نکلتے ہیں — زمیں تک کانپتے ہیں بوٹ بھی فریاد کرتے ہیں

چرٹ منہ میں تو سر پر ترکی ٹوپی ہاتھ میں ہنٹر — چڑھا کر آنکھوں پہ عینک نظر برباد کرتے ہیں

اگر رستہ میں ملجاتا ہے اگلی وضع کا کوئی — تو ہنسکر اولڈ فیشن کہہ کے اسکو یاد کرتے ہیں

کمر پہ ہاتھ رکھکر جب اسٹیج میں کھڑے ہونگے — پکاریں گے کہ آؤ قوم کو ہم یاد کرتے ہیں

ترقی کر گئی ہیں غیر قومیں تم بھی اب جاگو — فصاحت سے بلاغت سے یہی ارشاد کرتے ہیں

یہ سب کچھ کہہ کے جب تقریر اپنی ختم کرتے ہیں — تو پھر جاتے ہیں میخانوں کو وہ آباد کرتے ہیں

پسند آتی نہیں ہے قوم کی صنعت انہیں کوئی — برانڈی اور چرٹ سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں

ڈرامے شکسپیر کے اٹھا کر دیکھ لیں سارے — کہ شاعری میں شعر کو آباد کرتے ہیں

حضور آداب تسلیمات کہنے پر تو یہ خوش ہیں — اگر بابا کہے کوئی تو بس فریاد کرتے ہیں

بظاہر شاعروں کی ہجو میں مصروف ہیں لیکن — بھلا کیوں غزلوں سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں

نہ ہو جب تک چھری کانٹا یہ کھانا کھا نہیں سکتے — اگر چمچہ نہ ہو تو ہر گھڑی فریاد کرتے ہیں

[illegible]

انھیں نفرت نہ کیوں ہو باپ دادا کے مذہب سے
یہی تہذیب ہے، تو ہمکو کچھ مطلب نہیں اُس سے

[illegible]

کہ ان کو تو یہ ہر دم فول کہکر یاد کرتے ہیں
ہم اُنکی [illegible] ضد پر بھی دہی سے صاد کرتے ہیں

حرف ہا

ہاشمی — نیا رسید میا صدی ہجری کا شاعر نصرتی کا معاصر ہے۔ مادرزاد
نابینا تھا۔ مگر عقل و ذہانت اور طباعی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ ۱۰۹۹ھ میں
ایک مثنوی یوسف زلیخا کے نام سے لکھی جس سے اسکی ذہانت پر روشنی پڑتی ہے
اور معلوم ہوتا ہے کہ زبان اردو کے شروع زمانے میں بھی یہ اسی طرح زبان پر
قدرت رکھتے تھے جیسے کہ لوگ آج اسپر ناز کرتے ہیں۔ بلحاظ قدامت ریختی کا
موجد انھیں کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ نمونے کے طریقہ پر ان کے اشعار جو درج
کئے گئے ہیں وہ میں بجنسہ ذیل میں لکھتا ہوں ہاشمی نے سنہ ۱۱۰۹ھ میں انتقال
کیا اور آخر تک برابر یہ رنگ کہتے رہے۔

اگر کوئی آکے دیکھے گا تو ڈانٹ کیا کہیگا — مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑ
رضا گر مجھکو دیتے ہیں کرونگی گھر میں جا دارو — اگر مجھ سے ہو دیگی فرصت تجھے پھر آؤنگی چھوڑ

ہاسے واسے — تخلص تو خیر یہ کیا ہوگا۔ مگر اسی تخلص سے ایک منچلے
شاعر نے اپنی طباعی اور ذہانت کے جوہر دکھلائے۔ اودھ پنچ سابق کے ایک
نامہ نگار ہیں۔ جس زمانہ میں داغ مرحوم کا انتقال ہوا ہے۔ اس وقت
خدا معلوم اڈیٹر مرحوم کی ذاتی اغراض سے یا دیگر کسی سبب سے اودھ پنچ میں
ظریفانہ تاریخوں کا وہ طومار بندھا تھا کہ سننے والوں نے کانوں میں انگلیاں

رسے دیکھیں ۔ جذبات ظرافت میں ایک حشر و نشر کا عالم برپا تھا۔ جس کسی کو خبر ہوئی ۔
منہ بھر بھر کر کلام چھوڑے مگر داغ کے نام کے ساتھ ظریفانہ تاریخ ضرور لکھ دی ۔ دیکھیں اکثر
تہذیب کے درجے سے بھی گر گئیں ۔ مدتوں تک یہ سلسلہ جاری رہا چونکہ داغ مرحوم ایک
مسلم الثبوت ۔ استاد اور ملک کے نامور شعرا میں سے تھے ۔ اس لئے اکثر حضرات کو
اپنا صحیح نام و تخلص تو لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ۔ سمجھے تھے کہ داغ کے ایک دو شاگرد
تو ہیں نہیں سب بے تعداد ہیں بے شمار ہیں ۔ اگر ذرا بھی کسی کو معلوم ہو گیا تو آفت
آجائے گی ۔ اسی لئے عجیب و غریب تخلصوں کے ساتھ سب چیزیں لکھی جاتی تھیں
چنانچہ ان صاحب نے اپنے لئے اسے واسطے تخلص پسند کیا ہے ۔ تاریخ میں امیر و داغ
دونوں کو لیا ہے اور اودھ پنچ سابق مطبوعہ ۱۶ ۔ مارچ ۱۹۰۵ء میں تھوڑی سی
نثر کے ساتھ یہ تاریخ شائع کرائی ہے ۔ ممکن ہے کہ اور بھی کچھ ظریفانہ کلام ہو ۔ مگر
مجھ کو صرف یہی ملا ہے جو معہ نثر نقل کرتا ہوں ۔

حضرت سنئے یوں تو لوگ روز ہی روتے ہیں لیکن ہندو درگاہ کا رونا کوئی ایسا
ویسا معمولی محرم و حرم کی مناسبت سے نہیں ۔ کیا معنی لوگ صرف دس دن محرم
ہی میں سینہ کوبیاں کر کے روتے رولاتے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں لیکن آپ
جانئے ہمارے شہر میں سارا سہاگنوں میں بھی سال بھر تک محرم ہی محرم رہتا ہے
اجنبی آدمی تو یہ جانتا ہے محرم ہے غم حسین میں لوگ بلک رہے ہوں گے مگر حقیقت
حال معلوم ہونے پر اپنی حماقت پیا پر رونا آتا ہے یعنی جس کو لوگ تابوت خیال کرتے
ہیں وہ ہمارے شہر کا طاعونی مردہ ہوتا ہے ۔ اور گھر والیوں کا رونا جو سوز و
نوحہ سمجھا جاتا ہے صرف خدا واسطے کا رونا ہوتا ہے ۔ علی ہذا القیاس یہاں کی حالت
دیکھئے میرے نزدیک رونا ایک معمولی شغل ہے ۔ اسی وجہ سے بھلا اور موقع
کا کیا ذکر اللہ بخشے مرنے والی کے نام پر بھی میں نے دو آنسو نہیں بہائے ۔ ہاں خوب

یاد آیا - عمر بھر میں صرف ایک بار رویا ہوں اور وہ بھی غم میں نہیں - بلکہ شادی
میں - کب جب میں بنا تھا - بننے سے یہ نہ خیال فرمائیے گا بنا بنا تھا - بلکہ اور لوگوں
نے بنایا تھا - الحمدللہ وہ بگڑ گئیں میں آدمی بن گیا - یا اس مرتبہ حضرت داغ
کے مرنے کا قلق ہوا - لوگوں کی شہرا شہری دیکھا دیکھی میں بھی روتا ہوں - ہاں
اور سنئے اگرچہ میں خاندانی شاعر نہیں اور نہ خدانخواستہ ملک کے مشہور شاعروں میں
میرا شمار ہے - لیکن موزوں طبع ضرور ہوں اسوجہ سے ذرا نظم کہتے نوحہ پڑھتے
ہوئے جھجکتا ہوں - اور پھر ایسے شہر میں جہاں کے تعیش اور خلقت کا یہ حال ہے
دس دن محرم میں بھی شواہد پرستی سے باز نہیں رہتی بجائے غزل ٹھمری ٹپہ خیال کے
غم حسین کے پردے مرثیوں کی اوٹ میں کھلم کھلا گانا سننے سوز و ساز کے لطف
چھیڑ چھاڑ کے مزے لوٹتی ہے - پس بندہ بھی قید شاعری کو سلام کر کے نوحہ
یا حضرت داغ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھتا اور خوب جی کھول کے روتا ہے - اور
اگر روتے نہ بنے تو بقول شخصے ع نہ گرفتار ہوں آتی نہیں فریاد مجھے -

روتا ہوں کبھی روتا ہوں

مر گئے داغ امیر و داغ ہائے امیر وائے داغ | دل کو ہو غم سے کیا فراغ ہائے امیر وائے داغ

کس سے غزل سنائیے داد کہاں سے پائیے | روئیے اور رلائیے ہائے امیر وائے داغ

کرتی ہیں نالے بلبلیں [illegible] | غل ہے بچا گئے [illegible] ہائے امیر وائے داغ

کام ہے اپنے کام سے ورنہ غرض سلام سے | کہنے سے کون باز ہے ہائے امیر وائے داغ

وہ جو ہمیں ستائیں گے ہم بھی دکن ہی جائیں گے | مر کے تو نام پائیں گے ہائے امیر ہائے داغ

ہائے مجھے ملال ہے رنج و الم کمال ہے | غم سے برا یہ حال ہے ہائے امیر وائے داغ

بسکہ مرض بلا کا تھا ہونا تھا جو وہی ہوا | دابا اجل نے ٹینٹوا ہائے امیر وائے داغ

اب جو نہ دیکھا وہ جنہوں نے غزل ہی یاد ہے — سچ یہ ہے کہ ہائے امیر داستان داغ

غم سے جو آپ پیش آئے سال وفات کیا ہے — کہتا ہے دل کہ ہائے ہائے امیر کے داغ

داغ صاحب مر گئے شرم حضوری رہ گئی — کیا کہوں اک حسرت عرض ضروری رہ گئی

میرے دل سے پوچھئے صدمے ہوئے کیا کیا مجھے — ہائے غم کے زندگی اپنی ادھوری رہ گئی

یہ خبر سنکر کوئی گھر سے ہمارے چل دیا — میرے ذمہ فن کی تکمیل کچھ ادھوری رہ گئی

مجھ سے گھبرا کے کہا ہاتف نے جلدی سے یہ بات — سال تاریخ سمجھ ... ادھوری رہ گئی

پیکر کے لے گئے داغ اور اندر سے قلق — شاعری ہندوستان ... رہ گئی

ہجر آپ کا نام پنڈت تربھون ناتھ والد کا نام پنڈت شری بنرا تھ صاحب تخلص صاحب ... حضرت ہجر ۱۸۵۳ء میں تحصیل ... میں پیدا ہوئے۔ مگر زیادہ تر سکونت فیض آباد میں رہی۔ علوم مشرقی زمانہ کے دستور کے مطابق مکتب میں پڑھے پھر متعدد جگہ انگریزی علم کی تحصیل کر کے کیننگ کالج لکھنؤ میں ایف۔اے تک تعلیم پائی مگر چونکہ امتحان میں پاس نہ ہوئے اس لئے دل ٹوٹ گیا اور تعلیم کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ بعدہ تلاش معاش اودھ کے مختلف اضلاع میں گھوم کر گونڈہ میں مستقل سکونت کا قصد کیا تھا اور دو برس تک وہاں مسلسل رہے بھی۔ مگر گردش تقدیر سے زانو کا درد پیدا ہوا آخر مدتوں پریشانی کا سلسلہ اور علالت کا تسلسل قائم رہا تا آنکہ اسی کے علاج کے لئے فیض آباد آئے۔ آخرکار یہیں چھ ماہ بیمار رہ کر بعمر ۴۳ سال ۱۸۹۶ء میں انتقال کیا۔

بقول منشی سجاد حسین مرحوم سابق ایڈیٹر اودھ پنچ اس اخبار کے سب سے پہلے قدردان اور خریدار ہجر تھے۔ ایک سال تک مخلصانہ اشعار پر ... کے متعلق اودھ پنچ

میں شایع ہوتے رہے۔ نہ صرف اودھ پنچ بلکہ ملک کے مشہور مشہور اخبارات و رسائل میں آپ کے نہایت معرکۃ الآرا مضامین شائع ہوئے اور پبلک نے مخصوص قدر دانی کے ساتھ ان کو پڑھا۔

جیسے کہ آپ ایک کامل نثار تھے اسی صورت سے آپ کو شعر گوئی کا شوق تھا۔ حضرت قدر بلگرامی کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں فکر شعر کرتے تھے اور دونوں میں نہایت اچھے شعر نکالتے تھے۔ مگر زیادہ تر میلان طبع ظرافت کی طرف تھا۔ اسی سبب سے اکثر متین اشعار میں بھی یہ رنگ ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے اپنے کلام کو کبھی جمع نہیں کیا یہی سبب ہے کہ اب بمشکل سے چند شعر دستیاب ہو سکے جو درج ذیل ہیں۔

مرے ساقی چانڈو کا چھینٹا پلا ‏ کہ ہستم اسیر کمند ہوا

مزا کرکرا ہو گیا دے حریص ‏ ندارم غیر از تو فریاد رس

خوشی از چانڈو بازی دگر کار نیست ‏ درین گرم تر ہیچ بازار نیست

مدک چوں مس قلب را کیمیاست ‏ کہ افیوں ہمہ درد ہا را دواست

جو تو چانڈو بازی کرے اختیار ‏ شود خلق دنیا ترا دوستدار

یہ افیونیوں کی کمر خم نہیں ‏ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

کمر خم ہوئی گیا مغز و پوست ‏ تو اشمع زگردن فرازاں نکوست

مدک کش لگائے اگر دم سنبھل ‏ نہ سوز از شعلہ در آب و گل

ادھر لاؤ حقہ لگا دو نہ دم ‏ کہ ناگہ شود سر بسر کالعدم

جو افیوں پیئے ہے وہی آدمی ‏ نہ زیبد زمردم بجز مردمی

میاں ہجر پینک میں آٹھوں پہر ‏ بغفلت مبر عمر در دے بسر

ہجر مرحوم نے ایک مرتبہ ایک قومی نفاق کے موقع پر ایک صاحب

کی شان میں حالی کے مسدس کے طرز پر جو نظم لکھی تھی اُسنے خصوصیت کے ساتھ شرف قبول حاصل کیا۔ جسکے چند بند تفنن طبع کے طور پر ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں

سنبھل قومی اعزاز کے کھونے والے
زمانے میں تخم حسد بونے والے
جہالت کے چشمے سے منہ دھونے والے
خبردار او بےخبر سونے والے
گھٹا کی طرح چھا رہی ہے تباہی
تری قوم پر آ رہی ہے تباہی

عداوت کے سخت گرہ کھٹکانے والے
جہالت کی زنجیر کھڑکانے والے
دلوں کو ضعیفوں کے دھڑکانے والے
نیا روز اک جوڑ بھڑکانے والے
یہ کیا نت نئی شعبدہ بازیاں ہیں
یہ کیا قوم میں رخنہ اندازیاں ہیں

اگر لکھنؤ میں تمہیں یا خدا تھے
بڑے نیک طینت بڑے پارسا تھے
اگر قوم میں تم ہی دھرم آتما تھے
بڑے پاک باطن بڑے پارسا تھے
تو بہتر تھا گھر بار سب تیاگ دیتے
چلے جاتے کاشی میں سنیاس لیتے

یہ ذاتی تشخص یہ نخوت کہاں تک
یہ پندار یہ عجب و نخوت کہاں تک
یگانوں سے اپنے یہ نخوت کہاں تک
یہ بیٹھے سے لڑنے کی عادت کہاں تک
ذرا کھول کر کان سن اس سخن کو
ہے در پیش چہ آخرش چاہ کن کو

ہدایت خواجہ ہدایت اللہ کے عرف سے مشہور تھے ممکن ہے کہ یہی نام کبھی ہو۔ شاہ طہماسپ اور شاہ عباس ماضی کے اصطبل خانے کے داروغہ تھے

شعر و شاعری میں شہر بھر میں مشہور تھے۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک پہونچی پوچھا کہ کیوں ہدایت تم شعر کہتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر شاعر ہو تو سکندر نامہ نظامی کے وزن پر کم سے کم پانچ سات شعر بے معنی کہکر ہمکو سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضور پانچ سات شعر کیا معنی اگر حکم دیجئے تو خمسہ نظامی کے جواب میں ایک بے معنی خمسہ کہدوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ مشکل ہے مگر حضور کے اقبال سے غلام آسانی کے ساتھ اس فرض کو ادا کر سکتا ہے حضور انعام مقرر فرمائیں۔ بادشاہ نے ہر بیت کے صلہ میں ایک عباسی دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی شرط کر لی کہ اگر کوئی شعر با معنی خمسہ بھر میں نکل آئیگا۔ تو ہر شعر کے عوض آپ کا ایک دانت توڑ دیا جائیگا۔ ہدایت نے اقرار کرلیا اور اسکے بعد قلیل عرصہ میں ایک خمسہ مہمل کہکر نذر گزرانا۔ تمام خمسہ میں تین شعر با معنی نکلے اُسکے بدلہ میں وعید کے موافق تین دانت اکھڑوا دیئے گئے۔ اور بقیہ اشعار کے صلہ میں وعدہ عطائے یک عباسی فی شعر پورا کر دیا۔ چنانچہ اُس کے سکندر نامہ مہمل کے تین شعر یہ ہیں۔

اگر عاقلی بخیہ بر مو مزن — بجز بیشہ بر خصل آہو مزن
بر غم ملک ترکتازی مکن — بآہنگ ماہیچ بازی مکن
کہ نعل از تبسم مربا شود — بسبز آسیا گشتہ حلوا شود

نمونہ ہفت پیکر مہمل

شانش سرد عاے گوز مکن — رخنہ در ہر جوال دوز مکن
دم بجز طوم زندہ پیل مزن — سائباں بر سر خلیل مزن

نمونہ شیریں خسرو مہمل

منہ چوں میل سر در پلے خشخاش — کمن چوں سرمہ دانی بے نقاش

بیابان دشت گل دروازہ دارد — کلید بوریا آوازہ دارد

نہ تنہا دوستی در کاہدان زشت — کہ تیرانداز جائے ماش تنہا ست

محمد حسن ان کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ دلی کے سید وطن۔ اگرچہ زمانہ میں دلی کی
شاعری عروج پر تھی اور باکمالوں کا مجمع اس کے وقار و عزت کو نشان بنا رہا تھا۔ اسی
زمانہ میں کسی خاص وجہ سے یہ اپنا اصلی وطن ترک کر کے دلی چلے آئے تھے۔ اور یہیں
حکیم آغا جان عیش کے مکان کے قریب آ کر رہے۔ اس زمانہ میں مکتبی پڑھانا چل رہا
تھا۔ کچھ لڑکے لے کر پڑھانے بیٹھ گئے۔ پڑھاتے رہے۔ مگر اسی طرح جیسے پیٹ کو
پڑھایا کرتے تھے۔ اتفاق وقت سمجھئے یا شامت اعمال کہئے۔ ایک روز کسی لڑکے کو
مولانا نظامی کی مشہور تصنیف سکندرنامہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ ادھر سے حکیم
آغا جان عیش گزرے۔ چپکے چپکے کان میں ان معنی اور مطلب کی بھنک پڑ گئی
جو میاں جی اپنے ہونہار شاگرد کو بتا رہے تھے۔ حکیم صاحب تو خود ظریف الطبع
تھے سنتے ہی ٹھہر گئے۔ پھر تو کھڑے ہو کر پورا سبق سنا۔ سبحان اللہ میاں جی کی
ذہانت کے عجائب خانہ کا منظر سامنے آ گیا۔ جو مطالب سنے عجیب و غریب جن کی
کان تک پہونچے انوکھے۔ [illegible] آ گئی
چپکے سے ہاتھ کا اشارہ کر کے ایک لڑکے کو الگ بلایا اور تاکید کر کے کہہ دیا کہ آج
اپنے مولوی صاحب سے ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ آپ سے کچھ ضروری کام ہے
بلایا ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ادھر لڑکے نے حکیم صاحب کے الفاظ آموختہ کی طرح مولوی صاحب

کو سنا دئے دوسرے روز حکیم صاحب سے ملنے کے لئے گئے ۔ حکیم صاحب نے باتوں
باتوں میں لیاقت علمی کا حال معلوم کیا تو ڈھول میں پول نکلے ۔ پس پھر کیا تھا ۔ انکو
ایک چیز ہاتھ لگ گئی حکیم صاحب نے پھر پوچھا کہ کیوں بھلا جناب کو کچھ شعر و شاعری
کا بھی ذوق ہے یا نہیں ۔ مولوی صاحب نے کہا کیا مشکل ہے نہیں ہے تو اب
ہو سکتا ہے ۔ انھوں نے کہا کہ اچھا آپ غزل کہئے تو آپ کو مشاعرے میں لے چلیں ۔
انھوں نے مشاعرہ کی صورت پوچھی ۔ حکیم صاحب نے وہ صورت بھی کھینچ کر دکھائی
دوسرے ہی دن یہ حکیم صاحب کے تعمیل ارشاد کے لئے ایک کھرے کا کھرا غزل
کہہ لائے ۔ مولوی صاحب کی کہی ہوئی غزل حکیم صاحب کے لئے کشت زعفران
بنی اسمیں کچھ اپنا تصرف کرکے بالکل دیوار قہقہہ بنا دی ۔ آسی دن مشاعرے
ہوا ہی کرتے تھے کسی مشاعرے میں اپنے ساتھ لے گئے ۔ مولوی صاحب کا ہدہد
تخلص قرار دیا گیا ۔ مگر مشاعرے کے روز ان کی جو وضع تھی یعنی نوکدار ڈاڑھی
گھٹا ہوا سر ۔ آسپر عمامہ ۔ بالکل کھٹ بڑھیا معلوم ہوتے تھے ۔ حکیم صاحب تو
ظرافت کے نباض تھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب کوئی ظریفانہ تخلص رکھئے انھوں نے
جواب دیا کہ تجویز کر دیجئے ۔ انھوں نے وضع قطع کے موافق یہ ہدہد تجویز کر دیا ۔ انھوں
نے منظور فرما لیا ۔ انھوں نے مشاعرے میں ان کی پوری پوری تعریف کرکے موجودہ
تخلص کا اظہار کر دیا ۔ ظریفوں کی خصوصاً اور سامعین کی نظریں عموماً ادھر متوجہ
ہو گئیں ۔ جب غزل پڑھی تو وہ چل پوں مچی کہ حکیم صاحب کیا ۔ مولوی صاحب
ایک خوش ہو گئے ۔ اور مشاعرہ کی واہ واہ سبحان اللہ نے وہ منظر دکھایا کہ عمر بھر
نہ دیکھا تھا چند روز کے بعد حکیم صاحب کو ایک اور مذاق سوجھا ۔ بادشاہ کی
تعریف میں ایک قصیدہ کہلایا اور انہیں دربار میں لے پہونچے ۔ اور جہاں پناہ
کے سامنے وہ قصیدہ پڑھوایا ۔ جس میں کے چند شعر یہ ہیں ۔

جو تیری مدح میں میں چونچ اپنی وا کر دوں — تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلا کر دوں

جو آکے زیر کرے میرے آگے موسیقار — تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سرا کر دوں

جو سرکشی کرے آگے مرے ہما آکر — تو اسکے نوچ کے پر [illegible] کر دوں

میں گانے والا ہوں نعمت کا او تیرے لیے — فلک کہ ہے مقدر میں اجرا کر دوں

بادشاہ سلامت نے قصیدہ بڑے غور سے سنا۔ مشکل سے اس سے پہلے کبھی ایسی مدح سنی ہو گی۔ باغ باغ ہو گئے۔ اور فوراً طائر الاراکین۔ شہپر الملک۔ ہدہد الشعرا منقار جنگ بہادر خطاب دیا اور سات روپیہ ماہوار چگے کے لئے مقرر کر دیئے۔ پھر تو ہدہد کے چند روز میں اور ہی ٹھاٹ ہو گئے۔

ایک دفعہ برسات زیادہ ہوئی۔ مکانات گرے۔ حویلیاں تباہ ہو گئیں۔ انھیں میں میاں ہدہد کا بھی مکان نذر سیلاب ہو گیا۔ انھوں نے حکیم صاحب سے کہا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ شہر میں سیکڑوں مکان پڑے ہیں کیا ان میں سے ہدہد کے گھونسلے کو کوئی جگہ نہ ملے گی۔ دیکھو کوئی بندوبست کئے دیتے ہیں۔ جھٹ پٹ ایک عرضی نظم کر دی۔ پوری درخواست اب کہاں ملتی ہے بعض شعر یہ تھا۔

جز ترے شاہنشاہا کس کے آگے روئیے — کس سے جا کے کہئے یہ غم جو ہمارے کھوئے

مجھکو ہے حق نے کیا ملک سخن کا شہسوار — میں بھی کرتے سمند طبع کے یہاں لئے

حیف آتا ہے کہ فن شعر میں کیوں کھوئے عمر — کاش کے ہم سیکھتے اس سے چنا نے بو لئے

سنگلاخ ایسی زمیں ہر دیکھ ادیل تا کجا — فکر کیجئے صرف آب اور پتھر ڈھوئیے

رشتۂ عمر شہنشاہ جہاں ہووے دراز — یا خدا کھلتے رہیں جبتک جہاں میں بوٹے

دیدے اسکو بھی زمیں تھوڑی کہ بن گر گھونسلے — مارتا پھرتا ہے ہدہد [illegible]

ایک دفعہ تنخواہ کے لئے دیر ہو گئی۔ انھوں نے ایک درخواست نظم کر کے نذر گزرانی

اب [illegible] نہیں۔ مگر نتیجہ معلوم ہے کہ تنخواہ مل ضرور گئی۔

راجہ دیبی سنگھ خانساماں کی خدمت پر مامور تھے۔ ایک بار کسی تقریب پر یہ شعر لکھے۔

جہاں [illegible] نکلا ہے — خدا کا فضل ہے [illegible] آپ کا راجا ہے

[illegible] کی کنجی — [illegible] مہاراجہ [illegible] ہے

[illegible] — [illegible] گنبد گردوں [illegible] ہے

[illegible] تنخواہ تو تھا [illegible] — مگر [illegible]

حکیم صاحب ہمیشہ [illegible] ظرافت کا سرچشمہ کھود کر فضا میں رکھ دیا [illegible] مذاق سخن کو سیراب کر دیتے تھے۔ بعض شعر یہ ہیں۔

[illegible] مذاق ہے نرالا سب سے — [illegible] ایک نیا نکالا سب سے

[illegible] — [illegible] بالا سب سے

دست [illegible] سے — تیر نکالا جو کماں سے تو گریزاں نکلا

آشیاں سے جو غزل پڑھنے کو [illegible] — غل پڑا پیش رو ملک سخن [illegible] نکلا

حکیم صاحب نے ساتھ ہی ساتھ ایک اور دل لگی کی۔ غزل میں دو ایک شعر ایسے بھی رکھ دیتے تھے جنہیں معاصرین پر چوٹ ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً جب غالب پر چوٹیں کیا کرتیں تو یہ [illegible] شعر کہتے کہ یہ غزل مرزا غالب کے رنگ میں ہے پوری غزل پڑھ جاتے نہایت چست بندش اور رنگین الفاظ ہوتے۔ مگر معنی ندارد۔ بعض شعر یہ تھا۔

مرکز محور گردوں بہ لب آب نہیں
ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہیں

غالب مرحوم خود ایک ظریف اور دریا دل آدمی تھے [illegible]
اثر ہوتا۔ ہنستے اور ٹال دیتے۔ مگر اور لوگوں نے ہر بات کے جواب کے لئے ایک شخص کو
تخلص باز رکھا۔ اور مشاعرے میں الٹ۔ باز نے اپنی بازی دکھا [illegible] اور مشاعرہ کو
بازی گاہ بنا دیا۔ مگر قبول خاطر و لطف سخن خدا داد ست۔ [illegible]
[illegible] ایک شعر بھی مشہور نہ ہوا۔ [illegible] غزل [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
مقرر بانا جو [illegible] تو نے [illegible]
[illegible] اب تک نہیں تجھکو خبر اسکی [illegible]

جب [illegible] ہوگئیں تو چند روز میں [illegible]
[illegible] مگر یار لوگ کب بیٹھنے لگے [illegible] انھوں نے [illegible]
[illegible] تخلص رکھا۔ [illegible]
[illegible] انھوں نے یہ شعر لکھے۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

غرض کہ ابتدائی بازی سے تیتر جو جانور ہر پہر کے مقابل ہوتے گئے اس نے
مارے چونچوں کے سب کا بھرکس نکال دیا - اور آخر وقت تک بادشاہ کے یہاں سے
وہی اذوقہ جاری رہا - جو ایک دفعہ جاری ہو گیا تھا - اس کے علاوہ ادھر ادھر سے
بھی کچھ نہ کچھ مل رہتا تھا -

حمید - عبدالکریم نام ہے مارہرہ ضلع ایٹہ کے رہنے والے ہیں -
زمانہ حال کے خوش فکر ظریف شعراء میں ہیں مگر افسوس کہ کلام زیادہ نہ مل سکا صرف
ایک شعر ہدیہ ناظرین کر سکتا ہوں -

ہم جو کم ہیں تو عیاشی پہ کمر بستہ ہیں   ورنہ ... واسطے تیری کوئی ہستی ہے

خواجہ محمد شریف نام تھا - مرزا غیاث بیگ کے باپ اور نورجہاں
بیگم زوجہ جہانگیر بادشاہ کے دادا تھے نہایت ظریف خندہ پیشانی بذلہ سنج لطیفہ
گو تھے - شاہ طہماسپ ماضی کے زمانہ میں زندہ و سلامت موجود تھے ایک ضخیم
دیوان ان سے یادگار ہے - مگر نایاب ہے اسی لئے ان کی ظرافت کے پورے پورے
نمونے نہیں دئے جا سکتے صرف ایک قطعہ نمونتاً درج کیا جاتا ہے - جو اس وجہ
سے کہا گیا تھا کہ ایک مرتبہ سلامی اور کلامی نے جو دونوں بھائی تھے اور مشہور
شاعروں میں گنے جاتے تھے خواجہ مذکور کی تعریف میں بامید انعام ایک قصیدہ
کہا - خواجہ نے انعام دیا اور یہ قطعہ نظم کر کے ان کو سنا دیا -

دو چیز ست بدتر ز شیر حرامی   سلام سلامی کلام کلامی

باوجود تلاش کے مجھے ان کا نام و مقام معلوم نہ ہو سکا - البتہ ایک مجموعہ
ہزلیات میں ایک غزل ظریفانہ رنگ کی دستیاب ہوئی - مگر افسوس ہے کہ

فواحش سے سرتاپا لبریز ہے ۔ اس لئے صرف دو تین شعر صاف لکھتا ہوں

جتنے ہیں اسرار ہو جائیں گے تجھ پر منکشف
اے منجم جب فنافی ..... تو ہو جائیگا

خوش گپی میں دل لگی یوں ہی اگر ہوتی رہی
اے ہزل کامل غزل گوئی میں تو ہو جائیگا

میم صاحب نے نہا کر جو بنائے گیسو
جرم سنگین تھا باندھے گئے زنجیر میں ہاتھ



حرف یا

یار۔ محمد رفیق تخلص ہے اصلی وطن ضلع پرتاب گڈھ میں ہے۔ مگر بہ تقریب سلسلۂ ملازمت ان کے والد کا قیام لکھنؤ ہی میں رہا۔ اسی وجہ سے اوائل عمر سے یہیں رہتے رہے۔ اب دو تین برس ہوئے کہ ان کے والد کا انتقال بھی ہو گیا مگر اس شہر کی دامنگیر خاک نے وطن جانے کی تا ہنوز ابھی اجازت نہ دی اب بھی یہیں محلہ حسین گنج میں رہتے ہیں اور ریلوے کمپنی میں ملازم ہیں شعر و شاعری کا مدتوں سے شوق ہے۔ ہشیار تخلص ہے اور راقم تذکرہ کو اپنی غزلیں دکھاتے ہیں۔ کبھی کبھی ریختی بھی کہتے ہیں اُس وقت یار تخلص کرتے ہیں۔ نہایت نیک طینت سلیم المزاج پابند صوم و صلوٰۃ متشرع ہیں اب تقریباً ۲۸ برس کی عمر ہوگی۔ چند شعر رنگ ظریفانہ درج کرتا ہوں۔

جو ان کو چکھتا ہے کہتا ہے انگور شیریں
لبوں میں آپ کے شکر کا کارخانہ ہے

نکل کے چھوٹیں گے مجھکو وہ انگورنی یار
میاں تو بڑا چٹا ہوں ان کا بڑا دوانہ ہے

ادا دن کی دونالی سے وہ سب کو قتل کرتے ہیں
نہ چوکیدار کا غم ہے نہ تھانیدار کا ڈر ہے

نتیجہ کیا ہے آخر محتسب اس لاٹھی ٹیکنے سے
مرے حصہ میں جنت ہے ترے حصہ میں کوثر ہے

ملا ہے جان دیکر بوسہ ان کے لال گالوں کا
بہت میٹھا سہی لیکن بڑا مہنگا چقندر ہے

اٹھا کر لے گیا آئینہ ان کے قصر عالی سے
مرا اب بندر نہیں اپنے نصیبے کا سکندر ہے

ہم نے الفت کا حسینوں کی نتیجا دیکھا
موت کی دھار میں بہتا ہوا ایسا دیکھا

... دیکھا ترا نخرا ترا اٹھنا دیکھا
کیا کہیں ہم کہ شب وصل میں کیا کیا دیکھا

بس یہی ہمارے دل کی ہے نشانی اے یار
ہجر کی شب جو رہے گھونٹ کے پالو ہو کر

خانہ بر دوش اسے کہتے ہیں اے زشت و تنا
اپنے کندھے پہ اٹھا رکھا ہے جو چھپر اپنا

... آزاد ہے ... ہو کے یار
ڈھونڈ کر ... ہے آپ یہ شوہر اپنا

لیلیٰ کی اماں نے یہ مجنوں سے کہا
آپ سمجھے ... بیٹھے ...

... ...
اُسنے بیشک ٹیک ... گئے

یاسمن — ایک عورت تھی جسکا نام چنبیلی تھا۔ یاسمن نام کی مناسبت سے تخلص اختیار کیا تھا۔ سید انشا کی کنیز تھی۔ جوان العمر تھی۔ مگر مرد کی صحبت سے اس قدر متنفر تھی کہ اس کی طرف کبھی رخ بھی نہ کرتی تھی۔ مگر سید انشا نے بموجب اتباع شریعت اسکا نکاح کر دیا تھا۔ حالانکہ جس شخص سے نکاح ہوا تھا وہ شخص نہایت متحمل اور معقولیت پسند تھا۔ مگر چونکہ چنبیلی بالطبع مرد کی صحبت سے متنفر تھی اس لئے اس کی صحبت راس نہ آئی اور نکاح کے تیسرے روز شوہر کی ناشادی کی نوبت ہو گئی۔ اس عورت کی طبیعت بہت موزوں تھی۔ اور عاشقانہ شاعری کم ... کبھی کبھی ظرافت بھی کرتی تھی۔

چنانچہ اس کا ایک شعر ہے سنئے گا۔

دختر رز سے رات صحبت تھی
شیخ جی کا گرو وضو نہ گیا

بیل — عبدالقادر نام تھا۔ دہلی کا رہنے والا۔ اور وہاں کے نہایت مشہور و معروف پہلوانوں میں تھا ایک مرتبہ اپنی پہلوانی کے غرور میں کسی شخص سے لڑا۔ اگرچہ وہ شخص زور میں اس سے زیادہ نہ تھا مگر چونکہ فن کشتی سے اچھی طرح واقف تھا اسی لیے اس پر غالب آیا۔ اس معرکہ میں پچھڑنے کے بعد اس پر ایسی غیرت کا غلبہ ہوا کہ شہر چھوڑ کر نکل گیا اور لکھنؤ پہنچ کر عمر بھر دلی میں نہ آیا شعر و شاعری سے بھی شوق تھا اور بہ سبب کم علمی کے اکثر ظریفانہ شعر کہتا تھا۔ چند شعر یہ ہیں —

کہہ دو رقیب سے کہ وہ باز آئے جنگ سے ‌ ‌ ہرگز نہیں ہیں یار بھی کم اس دبنگ سے

پھرتے ہو بیل بنے ہوئے تم کچھ دبنگ سے ‌ ‌ مطلب نہ نام سے ہے غرض ہے نہ ننگ سے

لب کا اثر اڑا دیا ہے مزا خط سبز نے ‌ ‌ ساقی نے پشت دی ہے صفائی کو بنگ سے

دو چار صورتیں کہیں آتی ہیں گر نظر ‌ ‌ واں ہم بھی جا دھمکتے ہیں یاد لگی امنگ سے

آ جائے نہ پیچ میں ظالم کے دیکھنا ‌ ‌ یاری تو تم نے کی ہے یاں اس شوخ و شنگ سے

